بمع غیر مطبوعہ کلام

جدید مرثیہ نگار، ماہرِ لسانیات، لغت نویس، شاعر، ادیب،

مفسّر، مورِخ، محقّق، ناقد، مترجم اور صحافی،

شاعرِ آلِ محمدؐ علامہ نسیم امروہوی کا

مجموعۂ کلام

مراثیِ نسیم

(جلد پنجم)

تحقیق و تدوین ڈاکٹر عظیم امروہوی

پیش کش :- نسیم امروہوی میموریل سوسائٹی ٹورنٹو کینیڈا

جدید مرثیہ نگار، ماہر لسانیات، لغت نویس، شاعر، ادیب، مورخ، محقق، ناقد، مترجم، مفسّر اور صحافی

علامہ نسیم امروہوی کا مجموعۂ کلام بمعہ غیر مطبوعہ کلام
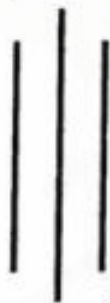
(جلد پنجم)

تحقیق و تدوین

ڈاکٹر عظیم امروہوی

-: پیشکش :-

نسیم امروہوی میموریل سوسائٹی، ٹورنٹو، کینیڈا

2794۔ گلی جھوت والی، پہاڑی بھوجلہ، دہلی۔ 110006

نام کتاب : مراثیِ نسیم (جلد پنجم)
تحقیق وتدوین : ڈاکٹر عظیم امروہوی
پیشکش : نسیم امروہوی میموریل سوسائٹی، ٹورنٹو، کینیڈا
نمائندہ سوسائٹی۔ ہندوستان : ڈاکٹر عظیم امروہوی
اہتمام وانتخاب : سید وسیم حیدر، کینیڈا
مجلس منتظمہ : سید جواد حیدر، سید فواد حیدر، سید حماد حیدر آزاد (ٹورنٹو)
کمپوزنگ : سید اظہر عباس (انڈیا)
سن اشاعت : ۲۰۱۹ء
تعداد اشاعت : چھ سو
قیمت : (انڈین=/800روپے)، (پاکستان=/1200روپے)

ISBN-978-93-83339-76-1

-: ملنے کا پتہ :-

۱) عالمی مرثیہ سینٹر، موسیٰ اپارٹمینٹ، ۶۔اے، ذاکر نگر، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025
۲) بزم تجدید مرثیہ۔ دربار شاہ ولایت، کمال امروہوی روڈ، لکڑہ، امروہہ، یوپی (انڈیا) 244221
موبائل نمبر: 9045642585

-: پاکستان میں ملنے کا پتہ :-

احمد اسٹیشنرز و بک سیلرز 718/20۔ فیڈرل بی ایریا، کراچی
فون نمبر: 021-36364924

MARASI-E-NASEEM
Compiled By.: AZEEM AMROHVI
Edition : 2019 (Indian Rs.800/=)

فہرست

مختصر سوانحی خاکہ

تحقیق وترتیب
ڈاکٹر ہلال آل نقوی

نام	:	سید قائم رضا (رضوی النقوی)
ادبی شناخت	:	نسیم امروہوی
ولادت	:	۲۴/اگست ۱۹۰۸ء/ ۲۷/رجب المرجب ۱۳۲۶ھ
جائے ولادت	:	امروہہ، یوپی (ہندوستان)
والد	:	برجیس حسین برجیسؔ بن فرزدق ہند جواد حسین شمیمؔ بن حیدر حسین یکتاؔ بن خادم حسین وحیؔ
والدہ	:	سیدہ خاتون
بہن بھائی	:	مہربانو، سید صائم رضا
شاعری	:	پہلا شعر ۱۹۱۸ء، پہلی غزل ۱۹۱۹ء، پہلا مرثیہ ۱۹۲۳ء
اہلیہ	:	۲۴/دسمبر ۱۹۲۷ء کو سیدہ عابدہ خاتون سے شادی ہوئی ان سے جو بچے پیدا ہوئے وہ کم عمری میں انتقال کر گئے۔ دوسری شادی ۱۹۳۳ء میں معجزہ خاتون سے ہوئی انہی کی اولاد سے نسلی سلسلہ قائم ہوا۔
اولاد	:	سید شمیم حیدر، قائمہ خاتون، سید نسیم حیدر، سید قسیم حیدر، سید وسیم حیدر
تعلیم	:	(الٰہ آباد بورڈ سے) منشی، کامل، مولوی، عالم، فاضل ادب (مع انگریزی) فاضل فقہ، (درس نظامی) نور الافاضل
بحیثیت معلم	:	(عربی وفارسی) نور المدارس امروہہ، باب العلم نوگانواں سادات، منصبیہ عربی کالج میرٹھ، جوبلی انٹر کالج لکھنؤ، چرچ مشن ہائی اسکول اور ینٹل کالج رامپور (یوپی)
پاکستان ہجرت	:	۱۵/مئی ۱۹۵۰ء
نائب مدیر، مدیر، مدیر اول	:	اردو زبان کی سب سے بڑی تاریخی لغت کی تشکیل وتدوین کے ذیل میں ترقی اردو بورڈ کراچی سے وابستگی (۱۹۶۱ء۔۱۹۷۹ء)
تصنیفات وتالیفات	:	کم وبیش ۱۴۰ نظم ونثر (علمی، ادبی، مذہبی، نصابی وغیرہ)
سرمایۂ شعر	:	۲۰۰ سے زیادہ مطبوعہ وغیر مطبوعہ مرثیے اور دیگر منظومات، غزلیات ورباعیات، قصائد وسلام وغیرہ
وفات	:	کراچی، ۲۸/فروری ۱۹۸۷ء/ ۲۹/جمادی الثانی ۱۴۰۷ھ
مدفون	:	احاطہ، مسجد آل عبا، فیڈرل بی ایریا، کراچی

اظہارِ تشکّر

والد گرامی حضرت نسیم امروہوی کی اس کتاب کی اشاعت کے حوالے سے یہ اظہار تشکر شاید میرے جذبات کی کچھ عکاسی کر سکے۔ میں ۱۹۷۸ء یعنی تقریباً ۴۰ رسال سے بھی زیادہ عرصے سے بسلسلہ ملازمت پاکستان سے باہر رہتا ہوں۔ میرا تعلق الکٹریکل انجینیرنگ کے شعبے سے ہے ایک عرصہ دراز تک سعودی عرب میں رہا، ۲۰۰۴ء میں قطر چلا گیا اور اب ۲۰۰۸ء سے میں اپنی پوری فیملی کے ساتھ کنیڈا میں قیام پذیر ہوں۔

ہم چودہ بہن بھائی تھے جس میں سے ۹ بہن بھائی میرے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی انتقال کر چکے تھے۔ بابا کے انتقال ۱۹۸۷ء کے بعد، ۱۹۸۸ء اور ۱۹۹۰ء بڑے بھائی اور منجھلے بھائی کا انتقال ہوا اور ۱۹۹۲ء میں بہن بھی انتقال کر گئیں۔ اب ہم دو بھائی ہیں۔ کراچی میں میرے بڑے بھائی ادیب وشاعر نسیم ابن نسیم ہیں اور کنیڈا میں، میں رہتا ہوں۔ شعروادب سے اگر چہ میرا براہ راست تعلق نہیں ہے لیکن اپنی نوعمری سے ہی میں بابا کے مرثیے منبر پر تحت اللفظ پڑھتا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ دل میں یہ تڑپ بھی رکھتا ہوں کہ اپنے آباواجداد کے قلمی ورثے کو محفوظ رکھنے کے لئے ان کی اولاد کو ضرور کچھ نہ کچھ اقدامات کرتے رہنا چاہئیں۔

میرے بیٹوں جواد حیدر، فواد حیدر اور حماد حیدر آزاد نے میرے اس جذبے کی قدر کرتے ہوئے اپنے دادا کی شخصیت اور ان کی ادبی خدمات کے فروغ کے لئے ۲۰۰۸ء میں نسیم امروہوی میموریل سوسائٹی یہاں کینیڈا میں قائم کی۔ میں اگر چہ سرپرست ہوں مگر اصل محنت ان ہی کی ہے۔ ہماری اس میموریل سوسائٹی کا سب سے پہلا اور ایک مستقل کام پاکستان سے "ارمغان نسیم" کی اشاعت ہے۔ یہ رسالہ خالصتاً قبلہ گاہی نسیم امروہوی سے متعلق ہے۔

کچھ عرصہ قبل برادر محترم جناب ڈاکٹر عظیم امروہوی نے ایک دن فون پر گفتگو کے دوران بتایا کہ ان کے پاس بابا نسیم امروہوی کے چند غیر مطبوعہ مرثیے ہیں جو بابا جب ہندوستان گئے تھے تو انھیں دے آئے تھے۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ اگر انھیں چند غیر مطبوعہ مرثیے اور مل جائیں تو وہ انھیں کتابی شکل دیدیں۔ مجھے یوں لگا کہ جیسے میری مراد مل گئی ہو۔ میں نے عظیم بھائی کو بتایا کہ میرے پاس بھی بابا کے چند غیر مطبوعہ مرثیے ہیں اور میں نے فوراً فرمائش کردی کہ میں یہ کتاب اپنے ادارے (نسیم امروہوی میموریل سوسائٹی ٹورنٹو کینیڈا) کی طرف سے شائع کرانا چاہوں گا۔ اس گفتگو کے دوران یہ طے ہوا کہ پاکستان اور ہندوستان کے اخبارات میں اشتہار دے دیئے جائیں اور کوشش کی جائے کہ بابا کے زیادہ سے زیادہ غیر مطبوعہ مرثیے مل جائیں۔ مجھے چند مرثیے ملے بھی اُدھر ڈاکٹر عظیم کو بھی چند مرثیے ملنے میں کامیابی ہوئی ایک مرثیہ ایران کلچرل ہاؤس دہلی کے شعبہ تحقیقات سے ملا۔ اس طرح اس جلد میں ۱۶ مرثیے ایسے شامل ہیں جو آج

تک کسی مراثی کی جلد یا رسالے میں نہیں چھپے ہیں۔ بہر حال آج یہ کتاب جس میں ۳۰ مراثی شامل ہیں آپ کے سامنے ہے۔

میں پریشان ہوں کیونکہ مجھے لغت میں وہ الفاظ نہیں ملے جن کو یکجا کر کے ڈاکٹر عظیم کے اس کارنامے کو سراہ سکوں۔ عظیم بھائی نے جس محنت اور لگن سے ان مراثی کو کتابی شکل دی ہے وہ عظیم ہے۔ انھوں نے ہندوستان کے نامور ادباء اور دانشوروں سے ان پر لکھوایا ہے جو مکمل مقالے انشاء اللہ ''نسیم شناسی'' میں سامنے آئیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مجھے بھی PUSH کرتے رہے۔ اس دوران اگر میں نے عظیم بھائی کو ۵۰ فون کئے تو انھوں نے بلا مبالغہ ۲۵۰ مرتبہ فون کئے ہوں گے۔ مجھے اور زیادہ نہیں کہنا بس یہ لکھ کر قلم رکھتا ہوں کہ عظیم بھائی نے بابا سے اپنی محبت اور عقیدت کا بھر پور ثبوت دیا جو کہ کم لوگ کرتے ہیں اور انھوں نے شاگرد ہونے کا حق ادا کر دیا۔

سید وسیم حیدر

سرپرست

نسیم امروہوی میموریل سوسائٹی۔ٹورنٹو

کینیڈا

۲۰ر جولائی ۲۰۱۹ء

پیش لفظ

نسیم امروہوی اور صنف مرثیہ کے بارے میں کچھ ثقافتی اشارے

پروفیسر گوپی چند نارنگ

یہ امر غور طلب ہے کہ جتنے بھی پیڑ پودے، پھل پھول، سبزہ وگل، سرو سمن ہمیں دکھائے دیتے ہیں اُن کی جڑیں زمین میں پیوست ہوتی ہیں۔ نیز یہ بھی کہ جس طرح کے سرو سمن ایران وتوران میں دکھائے دیتے ہیں، ہندوستان کے پھل پھول اور پیڑ پودے اپنی الگ ہی کیفیت رکھتے ہیں۔ یہ بات طبیعی چیزوں کے بارے میں طے ہے لیکن جتنا یہ صحیح ہے تو کیا اتنا ادبی اصناف کے بارے میں بھی کہا جاسکتا ہے، یعنی کیا ان کی بھی زمینی اور ثقافتی جڑیں ہوتی ہیں یعنی ایک ملک یا علاقے کی شعری وادبی اصناف جیسی ایک جگہ پھیلتی پھولتی ہیں دوسری جگہ اُن کی کیفیت ورنگ وآہنگ کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ تو کیا ادب کے معاملات صرف مادّی یا شعوری طور پر طے نہیں پاتے بلکہ ان میں کچھ لاشعوری اسرار بھی ہوتے ہیں۔ سامنے کی بات ہے کہ اسلام کے اثرات عرب وعراق سے مغرب میں اسپین اور مشرق میں انڈونیشیا تک پہنچے۔ یہ کرۂ زمین کا تقریباً نصف حصہ ہے، جس میں بیسیوں ملک آجاتے ہیں۔ جہاں جہاں قصیدہ پہنچا تشبیب کا تصور بھی پہنچا ہوگا۔ لیکن غزل کا اکھوا ایران ہی میں پھوٹا اور غزل کا پودا جیسے برگ وبار ہندوستان کی دھرتی پر لایا اور اگر آج اردو کے علاوہ ہندی اور ہندوستان کی ایک درجن سے زیادہ علاقائی زبانوں میں غزل لکھی جارہی ہے تو ایسا کیوں ہے؟ اگر چہ مرثیہ کی شروعات عرب وایران میں ہوئی لیکن اس کی جیسی جڑیں ہندوستان میں پیوست ہیں کہیں اور نہیں۔ آغاز تو دکن سے ہوا لیکن صنف مرثیہ پھلی پھولی اور اپنے قد وقامت کو پہنچی تو اودھ میں۔ مرثیہ کو جو عروج انیس ودبیر کی تخلیقیت کے فیضان سے پہنچا، باید وشاید! اُس کی کوئی دوسری مثال نہیں ہے۔ پھر یہ بھی ہے جب بادشاہوں کا زمانہ لد گیا تو قصیدہ جو اصناف کا شہنشاہ تھا وہ بھی پس منظر میں چلا گیا۔ جیسی مثنویاں میر حسن یا دیا شنکر نسیم یا مرزا شوق لکھنوی نے لکھیں ویسی مثنویاں آج نہیں لکھی جاتیں۔ اتنی بات تو اردو کا معمولی قاری بھی جانتا ہے کہ ہیئتوں کے اپنے اصول ہوتے ہیں اور اصناف کے اپنے۔ لیکن ہیئتوں ہی سے اصناف بنتی ہیں اور جیسی تبدیلیاں اصناف میں دھرتی کے رنگ وآہنگ سے آتی ہیں ویسی ہی ثقافتی کیفیت ہیئتوں کی بھی ہوتی ہے۔ امیر خسرو ہی کی مثال سب سے زیادہ روشن ہے کہ کون کلاسیکی صنف ہوگی جس پر ان کی تخلیقیت قادر نہ تھی۔ لیکن لوک روایات میں بھی کیسے کیسے گل بوٹے اور شگوفے انھوں نے نکالے، حیران کن ہے۔ پہیلی یا چیستان تو کہے جاتے تھے لیکن کہہ مکرنیاں، دو سخنے، بول، منڈھا، بسنت وغیرہ کہاں تھے۔ امیر خسرو نے ہندوی یا ریختہ میں جو شاہکار چھوڑے، اُن کی گونج راگ راگنیوں میں آج بھی سنائی دیتی ہے۔ یہ ہندوستان کی جڑوں کا کمال نہیں تو کیا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ مرثیے کو جو فضیلت اور رفعت اودھ میں نصیب ہوئی، عرب وایران میں دور دور تک ویسے آثار دکھائی نہیں دیتے۔ تفصیل کسی اور موقع پر،

لیکن مرثیہ اودھ سے مخصوص ہو کر کیوں رہ گیا اور اودھ میں بھی کچھ خطے ایسے مردم خیز بلکہ اصناف خیز ہیں کہ مرثیے کے فروغ میں اُن کا نام تاریخوں میں ثبت ہے۔ شمالی ہند کی بستیوں میں امروہہ کی اپنی اہمیت ہے، بدایوں کی اپنی، بجنور اور بعض دوسری بستیوں کی اپنی الگ الگ کیفیتیں ہیں۔ اور ایسی ایسی شخصیتیں پیدا ہوئیں کہ آج بھی اردو کی ثقافتی تہذیب میں ان کے نام روشن ہیں۔ امروہہ ہی کو لیجئے باوجود حالیہ سیاست کے نشیب و فراز اور سیاست دانوں کی احمقانہ حرکتوں کے اردو ادب میں امروہہ کا نام اَمٹ رہے گا۔ رئیس امروہوی، کمال امروہوی اور خاندان کے دوسرے افراد بشمول جونؔ ایلیا ان سب کا تعلق اسی مٹی سے ہے۔ چلتے چلتے یہ بھی کہتا چلوں کہ مرثیہ شروع شروع میں عوامی اصناف میں دکن میں لکھا گیا۔ شمال میں برج اور اودھی میں دوہوں اور دھوں میں بھی لکھا جاتا رہا۔ اردو میں رباعی، قطعہ وغیرہ سب میں اس کے آثار ملتے ہیں۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ لکھنؤ میں آخر مرثیہ، مسدس سے وابستہ ہو گیا۔ اتنی گنجائش نہیں کہ اس تفصیل میں جاؤں کہ ایسا کیوں ہوا اور کس کی تخلیقی مساعی نے یہ حق ادا کیا۔ یہ فضلِ ربی نہیں تو کیا ہے کہ اردو میں ایسے بہت سے ادبی، ثقافتی اور تخلیقی سوالوں کو کھوجنے اور ان کے اسرار کو کھولنے کی کچھ سعادت مجھ ناچیز کے حصے میں آئی۔ ہر چند کہ میں اہل زبان نہیں ہوں، مگر جب بھی میں اپنے بارے میں سوچتا ہوں، من آنم کہ من دانم۔ کج مج بیان، بلوچستانی، دہقانی، شکستہ بستہ لکھنے اور بولنے والا میرؔ کی بصیرت کا تصور کیجئے جو صدیوں پہلے کہہ گئے ''کفر کچھ چاہئے اسلام کی رونق کے لئے''۔ یہ عجوبہ نہیں تو کیا ہے کہ ''انیس شناسی'' جیسی کتاب جس میں ملک کے صنف اول کے دانش وروں اور جید ادیبوں کے مضامین ہیں پھر کوئی نہ بنوا سکا۔ یا جیسی مختصر کتاب ''سانحہ کربلا بطور شعری استعارہ'' اس ناچیز کے شکستہ قلم سے لکھی گئی، وہ شاید میں نہیں، کوئی دوسرا شخص ہوگا۔ بہر حال جن سوالوں کی طرف اوپر میں نے اشارہ کیا ہے ان میں سے زیادہ تر کے جواب شاید ان کتابوں کے بین السطور میں مل جائیں گے۔ جیسے غزل اور مثنوی کے بغیر اردو شاعری کا تصور نہیں کیا جا سکتا، مرثیہ کے بغیر بھی اردو شاعری کی تاریخ مکمل نہیں ہوتی۔

آیئے، میں بیٹھا تھا نسیم امروہوی کے لئے چند حرف لکھنے کے لئے اور تحت الشعوری تخلیقی رازوں کی اندھیری گلیوں میں کھو گیا۔ امروہہ کی سرزمین مرثیہ کو خوب راس آئی۔ میں تو جونؔ ایلیا کی بعض غزلوں کو بھی مرثیہ کی طرح پڑھتا ہوں:

تو جو تکتا ہے آسمان کو یوں
کوئی رہتا ہے آسمان میں کیا

یا ذرا پیچھے مڑ کے اودھ کی جڑوں سے اٹھنے والے ان شاعروں کو دیکھئے

عرفان صدیقی:

تم ہی صدیوں سے یہ نہریں بند کرتے آئے ہو
مجھ کو لگتی ہے تمہاری شکل پہچانی ہوئی

افتخار عارف:

خلق نے اک منظر نہیں دیکھا بہت دنوں سے
نوکِ سناں پر سر نہیں دیکھا بہت دنوں سے
وہی پیاس ہے، وہی دشت ہے وہی گھرانا ہے
مشکیزے سے تیر کا رشتہ بہت پرانا ہے

میرے کرم فرما عظیم امروہوی آج بھی سرزمین امروہہ کی فصاحت و بلاغت کا حق ادا کر رہے ہیں۔ آج سے تیس پینتیس سال پہلے جب مجھے امروہہ حاضری کا موقع ملا تھا، ذہین نقوی کی وساطت سے، غالب اکیڈمی نظام الدین میں بھی جب عظیم امروہوی سے نیاز حاصل ہوا ان کا اخلاص دل پر نقش ہو گیا۔ ان کا گہرا تعلق امروہہ کی جڑوں اور نسیم امروہوی کے خاندان سے ہے۔ آج کل میں اکسفورڈ یونیورسٹی پریس کی فرمائش پر انگریزی میں بعض خاص موضوعات پر لکھنے میں مصروف ہوں لیکن جب کوئی فرمائش عظیم امروہوی جیسے کرم فرما کی ہو تو سوچا جا سکتا ہے کہ کتنا بھی عذر کروں مسموع نہیں ہوگا۔ یہی وہ نیک روح ہے جو عظیم، نسیم امروہوی مرحوم و شمیم امروہوی مرحوم کی یادگار کتابوں کو منظر عام پر لاتے رہے ہیں۔ علامہ نسیم امروہوی ۱۹۰۸ء میں امروہہ میں پیدا ہوئے۔ تقسیم کے بعد ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے اور وہیں ۱۹۸۷ء میں انتقال فرمایا۔ وہ مرثیہ نگار تو تھے ہی، لغت نویس، محقق، مترجم و صحافی بھی تھے۔ اردو مرثیوں کی تعداد دو سو سے زائد ہی ہے اور ہند و پاک کے کئی دانشوروں نے آپ کو جدید مرثیے کا بانی تسلیم کیا ہے۔ جوش ملیح آبادی جیسے جید شعراء نے پہلے پہل مرثیہ کو سیاسی موضوعات کے لئے استعمال کیا۔ نسیم امروہوی نے متعدد جدید موضوعات پر بہترین مراثی کہے ہیں۔ ان کے مراثی کی چار جلدیں پاکستان میں شائع ہوئیں کیونکہ آپ ۱۹۵۰ء میں پاکستان چلے گئے تھے۔ وہاں جا کر سندھی میں بھی مہارت حاصل کی اور سندھی میں بھی ان کی تخلیقات ملتی ہیں۔ اب ان کے مراثی کی پانچویں جلد جو ۳۰ مراثی پر مشتمل ہے۔ عظیم امروہوی کی ترتیب و تہذیب سے جلد منظر عام پر آ رہی ہے۔ نسیم امروہوی نے لغت نویسی میں بھی کافی معرکے سر کئے۔ ان کی تصانیف رئیس اللغات، نسیم اللغات، فرہنگ اقبال اردو، فرہنگ اقبال فارسی اور پاکستان اردو بورڈ کے لغت کی کئی جلدوں کے مدیر اول بھی رہے۔ آپ کے دادا دربار رامپور سے وابستہ تھے اور نواب حامد علی خاں کے استاد بھی رہے۔ انھیں دربار رامپور سے فرزدق ہند کا خطاب بھی ملا۔ ذیل میں ان کے چار خاص مراثی سے چار منتخب بند باذوق قارئین کی نذر کئے جا رہے ہیں تا کہ جو کچھ اوپر عرض کیا گیا اس کا ثبوت بھی پیش نظر رہے۔

مرثیہ روح انقلاب: ۱۹۳۶ء

اے انقلاب مژدۂ عزم و عمل ہے تو ۔۔۔ رنگینیِ حیات کے پودے کا پھل ہے تو
تعمیر کائنات نہ صرف آج کل ہے تو ۔۔۔ آدم کو باغ خلد کا نعم البدل ہے تو
گردش بتا رہی ہے یہ لیل و نہار کی
تو ہے دلیل ہستیِ پروردگار کی

مرثیے کے چہرے میں حمد الٰہی: ۱۹۳۳ء

کیا حمد ہو اس کی جو نہاں ہے نہ عیاں ہے ۔۔۔ اللہ رے جلوہ کہ جہاں دیکھو وہاں ہے
دم بھرتی ہے خود روح کہ وہ جانِ جہاں ہے ۔۔۔ کس جا اُسے ڈھونڈوں کہ بلا قیدِ مکاں ہے
عارف کی حد عقل سے بالا وہ صمد ہے
محدود نہ ہونے کی یہ حد ہے کہ احد ہے

پہلا مرثیہ: ۱۹۲۳ء

تجھ میں اے باغ وطن اب گل خوش رنگ نہیں　　کس روش پر گل و بلبل میں یہاں جنگ نہیں
تن پہ کس غنچے کے ہستی کی قبا تنگ نہیں　　طنطنے ہیں وہی ماضی کے وہ اورنگ نہیں
آنکھ باوصف تکدر جدھر اٹھ جاتی ہے
فقر کی شاہی بے ملک نظر آتی ہے

مرثیہ علم: ۱۹۷۶ء

علم دانستن و دانش کا فقط نام نہیں　　علم وہ روح ہے جو شامل اجسام نہیں
علم وہ دن ہے سحر جس کی نہیں شام نہیں　　علم پیغام کا مقصود ہے، پیغام نہیں
وہ نہیں علم سما جاتا ہے جو حرفوں میں
بحر ذخار کا کیا کام ہے کم ظرفوں میں

خدا عظیم امروہوی کو مزید توفیق دے کہ اسلاف کے کارناموں اور اس طرح کے عظیم کاموں کو برابر سرانجام دیتے رہیں۔ خدا ان کو سلامت با کرامت رکھے۔

پیش نامہ

امروہہ میں رہتے ہوئے کمسنی کے موسم میں آغوش ادب میں شعور نے آنکھیں کھولی ہی تھیں کہ جاگتے میں دو خواب دیکھنے لگا۔ یعنی ایک شمیم اور دوسرا نسیم۔ کیونکہ امروہا کے منبروں پر دونوں کا کلام سنتا تھا۔ شمیم تو ریاض دہر سے اپنی خوشبوئیں بکھیر کر چمن خلد کی جانب پرواز کر چکے تھے۔ لیکن نسیم ایک نیا دبستان ادب یعنی دبستانوں کا دبستاں مہکانے میں وادیٔ مہران میں مصروف تھے۔ بیسویں صدی کا نصف گذر ہی رہا تھا کہ رثائی ادب کی یہ خوشگوار ہوائیں ساحل فرات (کربلا) کے ہم عدد (امروہا) سے چل کر دریائے مہران پہنچ رہی تھیں۔ میرے لئے یہ بات مسرت واطمینان اور تسلیت کا باعث تھی۔ اس لئے دل میں اس مینار ادب کی زیارت اور صحیفۂ علمی کی تلاوت کی خواہشات نے کروٹیں لینی شروع کر دی تھیں۔ کیونکہ منبروں سے کم سنی میں جو کچھ سنا تھا وہ لاشعور میں پیوست ہوتا جا رہا تھا۔

لیکن جب مرثیہ کی راہ میں قدم اٹھایا تو جغرافیائی دوریاں مجبوریاں بن کر سامنے آگئیں۔ اس مشکل کا حل سوچ ہی رہا تھا کہ اس وقت کے میرے استاد معظم آیت اللہ سید محمد عبادت صاحب قبلہ کلیم امام جمعہ وجماعت امروہا نے میرے ایک مرثیے پر اصلاح کے بعد فرمایا کہ میاں مرثیے پر اصلاح کا حق تو مولوی قائم رضا نسیم کو ہے۔ اس خیال کو برادرم ڈاکٹر ہلال نقوی نے یہ کہہ کر نہ صرف تقویت پہنچائی بلکہ راہ بھی دکھائی کہ مناسب ہوگا آپ بذریعہ ڈاک یہ سلسلہ قائم کر سکتے ہیں۔ اور پھر نسیم صاحب سے یہ سلسلہ قائم ہو گیا۔

لیکن ۱۹۸۲ء و ۱۹۸۳ء میں جب کراچی پاکستان گیا تو میرا وہ کمسنی کا ادھورا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا جس کو میں اپنی آنکھوں میں لئے برسوں سے حفاظت کر رہا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس غیب پر میں ایمان ایک لمبے عرصے سے لائے ہوئے تھا وہ حقیقت اور مشاہدے میں بدل گیا۔

میں کراچی گیا تھا جناب موصوف ان دنوں لاہور تھے لیکن میری آمد کی خبر سن کر مجھے دعائیں دینے کراچی تشریف لے آئے اور اس طرح ایک رباعی کے ذریعے ایک ادبی جلسے میں میری ہمت افزائی فرمائی کہ ؎

امروہے سے شاعر جو عظیم آیا ہے دامن میں لئے ذوق سلیم آیا ہے
اعظم ہوگا یہ اے کراچی اک روز لاہور سے ملنے کو نسیم آیا ہے

اور پھر اس رباعی میں چھپی ہوئی دعا میرے لئے بہت بڑا ادبی سرمایہ اور مقوی ادب بن گئی۔ اس کے سائے میں میرے قلم کا سفر رثائی ادب کی تخلیق، تحقیق اور تنقید کی راہوں پر چلتا رہا۔ آج جو کچھ تھوڑا بہت کام کر پایا ہوں اس میں اس دعا کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ گیا تو تھا عالمی مشاعرہ بیاد جوش زیر اہتمام انجمن سادات امروہا کراچی پڑھنے، لیکن میرا حاصل سفر نسیم صاحب سے ملاقات رہی۔

میرے دورانِ قیام کراچی، نسیم صاحب نے میرے چند مراثی جو میں ساتھ لے گیا تھا ان پر اپنے مخصوص انداز میں اصلاح بھی فرمائی کیونکہ ان کا قیام بھی کئی دن کراچی میں ان کے فرزند ارجمند اور ادبی وارث برادرم قسیم حیدر قسیم کے ہاں رہا۔ اس موقع پر میں نہ صرف ان کے فنِ اصلاح کا لوہا مان گیا بلکہ ان کی اس عمر میں شدید محنت کا قائل بھی ہو گیا۔ اور ان کی تمام ترقی کا راز سامنے آگیا۔ یعنی صبح ۸ بجے سے شب ۱۱ بجے تک مسلسل میرے ساتھ مصروف اصلاح رہنا۔ بس درمیان میں چائے، ناشتہ، کھانا اور نماز یا پھر اپنے حقّے کی تیاری خود کرنا۔ یعنی اسے تازہ کرنا اور چلم بھرنا جو انھیں کسی کے ہاتھ کا پسند نہیں تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے حقّے کے ہر کش میں مصرع صحیح شکل میں ڈھل رہا ہو۔ حالانکہ زیادہ تر مصرعے یا الفاظ بدلوانے کو مجھ سے ہی کہتے تھے۔ اور ایسا ہی ہوتا تھا۔ وہ مصرعے کی کمی پر صرف ٹوکتے تھے۔ اس مشقت کے دوران میں نے تو کئی بار جماہیاں بھی لیں، پہلو بھی بدلے اور کمر بھی سیدھی کی لیکن نسیم صاحب کے چہرے پر نہ تھکان اور نہ بدن میں اضمحلال۔ اس وقت میری جوانی ان کی ضعیفی سے شرمندہ ہو رہی تھی۔ اصلاح کے ساتھ گفتگو کے دوران ادبی نکات فنی باریکیاں اور اسرار و رموز سے وہ پردے بھی اٹھاتے رہے۔

۱۹۸۶ء میں میری خصوصی درخواست پر وہ امروہا (ہندوستان) محرم کے موقع پر تقریباً پندرہ دن کے لئے تشریف لائے میرے ہی غریب خانے پر قیام فرمایا کیونکہ وہیں ان کے دیرینہ دوست، ساتھی اور نقاد پروفیسر ممتاز احمد نقوی (میرے حقیقی ماموں) بھی تھے کیونکہ وہ ان سے بھی پرانی یادیں تازہ کرنا چاہتے تھے۔ بہر حال میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور چند مراثی دکھائے۔

میرے غریب خانے پر ان کے قیام فرمانے سے ان کے اعزاء کو شکوہ بھی ہوا جو ظاہر ہے بر بنائے خلوص و محبت تھا۔ لیکن جب کسی عزیز نے یہ کہا کہ ہم آپ کے زیادہ قریبی عزیز ہیں ہمارے ہاں ٹھہریں تو مولانا نے عالمانہ مسکراہٹ کے ساتھ یہی کہا کہ میں زیادہ قریبی عزیز کے یہاں ہی ٹھہرا ہوا ہوں۔ آپ میرے بھائی، بھتیجے، بھانجے اور دیگر عزیز ہیں لیکن عظیم امروہوی میرے شاگرد ہیں شاگرد سے اولاد کا رشتہ ہوتا ہے ویسے میں آپ سب کے گھر آؤں گا اور سب سے ملوں گا۔ اور پھر گئے بھی۔

ادھر دو سال سے نسیم صاحب کے لائق اور سعادت مند فرزند برادرم وسیم حیدر صاحب (کینیڈا) کا اصرار تھا کہ نسیم صاحب کے مراثی کی ایک جلد ہندوستان میں شائع ہو اور اسے میں ترتیب دوں۔ میرے لئے بھی یہ بات باعث مسرت تھی لیکن ان کے غیر مطبوعہ مراثی کی تلاش میں کافی وقت لگ گیا جب کہ انھوں نے تقریباً سوا دو سو مراثی کہے ہیں اور سو مراثی بھی زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئے۔ بہر حال اس وقت میرا مقصد اس تفصیل میں جانا نہیں ہے۔ حتی الامکان کوشش، تلاش اور جستجو کر کے جو کچھ حاصل ہو سکا یعنی ۱۷ غیر مطبوعہ (ایک فارسی) جو کسی جلد میں نہیں ہیں اور ۱۳ مطبوعہ جنھیں اس جلد میں شامل کر لیا ہے۔ اس میں وہ چند مراثی ہیں جنھیں ہندوستان میں اکثر تحت اللفظ خوان حضرات مانگتے تھے۔ یا شائقین، اہل ذوق اور اہل علم جن کا تذکرہ کرتے تھے کیونکہ وہ مراثی بھی ہندوستان میں شائع نہیں ہوئے تھے کسی ذریعے سے ہندوستان آگئے تھے یا ان کی شہرت سنی تھی۔

نسیم صاحب کے مراثی کے مجموعے "مراثی نسیم جلد اول" مراثی نسیم جلد دوم' مراثی نسیم جلد سوم" اور "نسیم امروہوی کے مرثیے"۔ تحقیق و تدوین ڈاکٹر ہلال نقوی (یعنی جسے ہم چوتھی جلد کہہ سکتے ہیں) سب پاکستان میں شائع ہوئے ہیں۔ جو ظاہر ہے حسب ضرورت ہندوستان نہیں آسکتے تھے اس لئے ایک مزید مجموعہ مراثی نسیم، کی ضرورت تھی جو اب منظر عام پر آرہی ہے۔ اس طرح یہ ان کے مراثی کی

پانچویں جلد ہے۔ مراثی تو مرحوم کے اتنے ہیں کہ مزید پانچ جلدیں شائع ہوسکتی ہیں یعنی دس بارہ جلدوں کا سرمایہ وہ چھوڑ کر گئے ہیں۔ ان مراثی کے محفوظ نہ رہنے کا ایک بڑا سبب مرحوم کی سادہ لوحی بھی رہی۔ وہ اکثر قدردانوں کو مرثیے دیدیتے تھے کسی نے منبر پر پڑھنے کو مانگے تو کسی نے مضمون لکھنے کے لئے لے لئے اور ایسے لوگ بھی اب زیادہ تر راہی ملک عدم ہو چکے ہیں اور ان لوگوں کے ورثا کو وراثت میں قدردانی نہیں ملی۔

نسیم صاحب نے اپنی تقریباً ۸۰ سالہ عمر میں ۱۵ سال کی عمر سے مرثیہ نگاری شروع کی جو ۶۵ سال جاری رہی ۶۵ سال میں ۲۷ سال ہندوستان میں رہ کر اور آخر کے ۳۸ سال پاکستان میں رہ کر۔ یہ ۳۸ سال بظاہر ضعیفی کی عمر تھی لیکن شاعری کے شباب کی عمر بھی یہی تھی۔ اس دور میں کہے جانے والے مراثی کی تعداد بھی زیادہ ہے لیکن اب اس المیہ پر صرف ملال ہی کیا جاسکتا ہے خدا کرے یہ ادبی جواہر پارے جہاں بھی ہوں محفوظ ہوں اور زندہ ہوں کیونکہ ان میں زندۂ جاوید کرداروں کا ذکر ہے آج نہ سہی کل منظر عام پر آجائیں۔ آمین۔

نسیم صاحب ۱۹۵۰ء تک ہندوستان میں رہے ان کی مرثیہ نگاری پر اس وقت کے یہاں کے علمائے ادب اور دانشوروں نے قلم اٹھایا اور ۲۔۳ مرثیے جو جستہ جستہ شائع ہوئے ان پر اظہار خیال فرمایا۔ لیکن ۱۹۵۰ء کے بعد سے، جب ان کے مراثی کی جلدیں پاکستان میں شائع ہونی شروع ہوئیں تو اس وقت سے اب تک کے پاکستان کے ہر بڑے نقاد نے اور میری درخواست پر ہندوستان کے نامور دانشوروں نے اپنے تاثرات پیش کئے اپنی آراء کا اظہار فرمایا اور نسیم صاحب کی علمی، شعری اور فنی عظمتوں کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔ جن کے اقتباسات اس جلد میں شامل ہیں لیکن یہاں ہندوستان میں اس تقریباً ۷۰ سالہ دور میں صرف چند لوگ ہی ان پر کچھ لکھ سکے تھے۔ جنھیں ان کے مراثی کی کوئی جلد پاکستان سے حاصل ہوسکی تھی اس لئے یہ ضروری تھا کہ اس لمبے عرصے میں یہاں جو دو نسلوں کے قلم سامنے آئے وہ بھی نسیم صاحب کے لئے حرکت میں آئیں اب ظاہر ہے کہ طویل مقالوں کے لئے تو ضروری تھا کہ سب کو ان کے مراثی مہیا کئے جائیں جو ممکن نہیں تھا اور نہ اس جلد میں اتنی گنجائش تھی۔ اس لئے کئی لوگوں سے مختصر اظہار خیال کی گذارش کی گئی۔ یہ سوچتے ہوئے کہ ان میں سے چند لوگ بھی لکھ دیں گے تو کافی ہے۔ لیکن ہر شخص نے یہی جواب دیا کہ ہم نے نسیم صاحب کو پڑھا ہے اور ضرور لکھیں گے لیکن چند مراثی فراہم کردیئے جائیں جو فراہم کئے گئے۔ اس لئے سب کی رائے کا اقتباس شامل کیا جارہا ہے۔ پورے مقالے جلد ہی ''نسیم شناسی'' کی زینت بنیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ میں استادِ محترم و محتشم مکرم و معظم کی کوئی خدمت انجام نہ دے سکا لیکن آج میں تھوڑا سا اطمینان محسوس کررہا ہوں کہ وہ فریضہ جسے میں نے اب تک ادا نہیں کیا تھا اور وہ قرض جسے میں آج تک نہیں چکا پایا تھا اس سے آج کچھ حد تک سبکدوش ہورہا ہوں۔ (ویسے اردو تو اردو ہندی کے مشہور شاعر اہلبیتؑ اور مورخ پنڈت بھون امروہوی نے اپنی کتاب ''امروہہ کے گورو'' میں نسیم صاحب کو خاص مقام دیا اور بڑے احترام سے ذکر کیا ہے) اور اطمینان کی گہری سانس لے رہا ہوں۔

اس ''مراثی نسیم جلد پنجم'' میں اگر کہیں کسی لفظ میں کوئی نقص معلوم ہو تو اسے نسیم صاحب سے منسوب نہ کیا جائے بلکہ اسے میرے سمجھنے کا نقص سمجھا جائے کیونکہ اس میں کئی مراثی خستہ حالت میں یا کٹے پھٹے اور دھندلے فوٹو اسٹیٹ سے بھی شامل کئے گئے ہیں۔ اس

جلد کی تیاری میں میرا تعاون فرمانے والوں میں پہلا نام تو برادرم وسیم حیدر فرزند حضرت نسیم امروہوی کا ہے ان کے علاوہ میں محمد افضل مرحوم جارچہ، ڈاکٹر ضیا زیدی نوئیڈا، خواجہ پیری ڈائرکٹر شعبہ تحقیق ایران کلچر ہاؤس نئی دہلی، برادرم علی ظہیر نقوی دہلی اور تمام علمائے ادب ودانشوران کا ممنون ومتشکر ہوں۔ جنھوں نے میری درخواست پر نسیم صاحب کے بارے میں اپنی آرا تحریر فرمائیں لیکن سب سے زیادہ شکر گذار ہوں اپنے کرم فرما پروفیسر گوپی چند نارنگ صاحب کا جنھوں نے باوجود امریکہ میں قیام اور مصروفیت کے کتاب کا پیش لفظ تحریر فرمایا۔

آخر میں اس دعا کے ساتھ کہ خاندانِ رسالت اور کربلا کے تاریخ ساز کردار اس مجموعہ مراثی کو شرف قبولیت عطا فرمائیں۔ آمین۔

خادم رثائی ادب
عظیم امروہوی
12-05-2019
بزم تجدید مرثیہ
سفینۂ اختر۔ دربار شاہ ولایت (لکڑہ)،
کمال امروہوی روڈ، امروہا۔ ۲۴۴۲۲۱ (یوپی) [انڈیا]
موبائل نمبر:- 8650754545,9045642585

کہتے ہیں اہلِ علم تمہیں غائبانہ کیا

☆ میں لفظ پر نسیم امروہوی کی علمی گرفت کا معترف ہوں __ انیسی مرثیہ اپنی تمام تر روایتی صفات کے ساتھ نسیم امروہوی کے ساتھ سفر کر رہا ہے۔ (جوش ملیح آبادی۔ کراچی)

☆ نسیم مرثیے کو قومی اصلاح اور حسینؑ کے انقلابی مشن کی تبلیغ کا آرگن بنانا چاہتے ہیں ان کا ہر مرثیہ مستقل پیغام ہے عزم وعمل کا۔ ایک مجموعہ ہے حریت واجتہاد کا۔ ایک نعرہ ہے بیداری اور زندگی کا۔ نسیم کی فکر جوان اور مقصد انقلاب انگیز ہے۔ (۱۹۳۲ء)__ انیسویں صدی میں اردو مرثیے کے دو اسکول تھے ایک میر انیس اور دوسرا مرزا دبیر۔ لیکن بیسویں صدی میں مرثیے کا ایک اسکول ہے یعنی نسیم امروہوی جس میں دونوں کا امتزاج ہے بلاواسطہ اور بالواسطہ دونوں طرح ان سے زیادہ مرثیے کی اعلیٰ خدمات کسی کی نہیں ہیں۔ ۱۹۷۶ء (پروفیسر ممتاز احمد نقوی)

☆ یہ نظم ساز حریت (جدید مرثیہ) بلاشبہ معرکہ آرا ہے بالاتفاق اختراع بدیع اور اجتہاد جدید ماننے کے قابل ہے۔ پیام وتبلیغ کے اعتبار سے مہتم بالشان اور شاعری کے لحاظ سے نہایت جلیل القدر ہے۔ (حامد حسن قادری۔ مصنف تاریخ ادب اردو۔ کانپور)

☆ یہ نئے طرز کی کامیاب مرثیہ گوئی ہے۔ جس کا خیر مقدم کرنا ہر شخص کا فرض ہے موثر پیرائے کے علاوہ شاعری کے محاسن سے بھی آراستہ ہے۔ (نواب جعفر علی خاں اثر لکھنوی)

☆ یہ وصف جناب نسیم امروہوی کے علاوہ متقدمین میں بھی عموماً نہیں پایا جاتا۔ جو کچھ واعظین کرام آیات واحادیث اور علم کلام کے مباحث میں پیش کرتے ہیں وہی علمی نکات مرثیے میں بھی نظم ہو جائیں یہ موصوف کا خاص رنگ ہے بلکہ وہ اس کے موجد ہیں۔ (مولانا محمد بشیر)

☆ حضرت نسیم امروہوی اعلیٰ درجہ کے شاعر مرثیہ نگار اور بڑے پایہ کے زبان داں تھے۔ انھوں نے نہ صرف مرثیے لکھے اور اس طرح اپنی قادر الکلامی کا سکّہ بٹھایا بلکہ ایک زبان داں کی حیثیت سے بھی اپنا لوہا منوایا۔ ان کی لغت اس حقیقت کو پوری طرح ظاہر کرتی ہے۔ (ڈاکٹر عبادت بریلوی)

☆ انھیں (نسیم) بجا طور پر جدید مرثیے کا بانی کہا جا سکتا ہے انھوں نے انیس کی روایات کو زندہ رکھا اور جدید مرثیے کو جدید روایات بھی دی ہیں۔ (مرزا ادیب۔ پاکستان)

☆ میں نے ان جیسا محنتی انسان نہیں دیکھا رات اور دن کام کرنا عموماً استعارے کے طور پر استعمال ہوتا ہے لیکن میں نے نسیم صاحب میں اس استعارے کی عملی تصویر دیکھی ہے۔ (ڈاکٹر ابواللیث صدیقی)

☆ ترقی اردو بورڈ سے منسلک ہو کر گیارہ جلدوں میں انھوں (نسیم) نے اردو زبان کی سب سے بڑی لغت ترتیب دی اسی طرح حضرت علامہ اقبال کے کلام کی تشریح اور اردو فارسی میں فرہنگ اقبال ترتیب دے کر ایک اور گراں قدر خدمت انجام دی۔

(ڈاکٹر جاوید اقبال)

☆ نسیم کی مرثیہ گوئی فکری وفنی اجتہاد کا وہ سفر ہے جس کا ہر مرحلہ اس فن کے مسافر کے لئے سنگ میل کا درجہ رکھتا ہے۔
(پروفیسر سید وقار عظیم)

☆ نثر اور شاعری دونوں میدانوں میں ان (نسیم) کے کمالات کا ایک زمانہ معترف ہے پھر لسانیات پر انھیں حیرت انگیز عبور تھا۔ نسیم اللغات اور ترقی اردو بورڈ کراچی کی لغت کی ترتیب میں انھوں نے علمی ولسانی تبحر کے ناقابل تردید ثبوت فراہم کردئے ہیں۔
(احمد ندیم قاسمی۔ لاہور)

☆ نسیم صاحب ایک معتدل شاعر اور جفاکش مرثیہ گو تھے نسیم صاحب کے کلام میں پختگی، قواعد کی پابندی اور علمی انداز بخوبی نمایاں ہے نیز عروض کا پورا علم، صنائع اور بدائع پر دسترس، عربی اور فارسی میں کامل مہارت، زندگی کی جدوجہد، موعظت ونصیحت یہ تمام چیزیں جمع ہوگئی تھیں جب کہ دوسرے مسلک کے حضرات میں ان سب کی کمی تھی۔ (پروفیسر امیر حسن عابدی۔ دہلی)

☆ مسودے میں جہاں فارسی کا غریب لفظ آیا انھوں نے بغیر لغت دیکھے اس کے معنی بتادیے۔ جہاں کبھی عربی عبارت آئی صحت کا خیال رکھا۔ حدیث آئی تو بتادیا کہ کس کتاب سے لی گئی ہے۔ آیت کریمہ آئی تو خود ہی لکھ دیا کہ فلاں سورہ کی فلاں نمبر کی آیت ہے۔ عربی کا مقولہ آیا تو بتادیا۔ شعر یا عبارت میں کمزوری پائی تو نشان دہی کردی۔ تاریخ غلط نکالی گئی تو اس کو درست کردیا۔ غرض یہ کہ مشکل مقام کے حل کیے بغیر آگے نہیں چلے۔ (پیر سید حسام الدین راشدی۔ کراچی)

☆ بیسویں صدی کے اوائل میں لوگوں نے پہلی مرتبہ ادب کے ذریعے تہذیبی اور سماجی زندگی کو سمجھنے کی کوشش کی اور اپنی محرومیوں، ناکامیوں اور مایوسیوں کا مداوا کرنا چاہا تو اور اصناف کے ساتھ ان کی نگاہ مرثیے پر بھی گئی۔ ان میں پہلا نام نسیم امروہوی کا لیا جائے تو غلط نہ ہوگا نسیم امروہوی کا سماجی اور سیاسی شعور ترقی پسند تحریک کے آغاز سے بہت پہلے جاگ چکا تھا اور انھوں نے اپنے مرثیوں کے چہرے سے واضح طور پر عمل اور تحریک عمل کی دعوت دی تھی۔ (عبدالرؤف عروج۔ کراچی)

☆ (نسیم امروہوی نے) فن مرثیہ گوئی سے جو علوم متعلق تھے اور ضروری تھے مثلاً اردو، فارسی اور عربی ادب، لغات، قواعد، صرف و نحو، منطق وفلسفہ، علوم عروض وقافیہ، فن بلاغت وغیرہ میں نہ صرف مہارت حاصل کی بلکہ متعدد کتب تصنیف فرمائیں اور ایسی معیاری تصانیف جو بنیاد درس وتدریس اور تحقیق قرار پائیں۔ (پروفیسر حکیم سید محمد کمال الدین حسین ہمدانی، علیگڑھ)

☆ نسیم صاحب کا کلام اگر اس بڑے پس منظر میں رکھ کے دیکھو تو تمہیں شاعری پر ان کی بھرپور گرفت کا کچھ اندازہ ہوسکے گا۔ وہ عہد حاضر میں شاعری کے سب سے بڑے مجتہد ہیں جنھوں نے زبان وبیان کے معاملے میں نئے شاعروں کو متنبہ کیا ہے کہ برخوردار! لفظوں کی حرمت کے بغیر اچھی شاعری ممکن نہیں۔
(پروفیسر مجتبیٰ حسین۔ سابق صدر شعبہ اردو بلوچستان یونیورسٹی۔ کوئٹہ)

☆ اردو زبان وادب کے نادر عالم ونباض حضرت نسیم امروہوی کی شخصیت ہشت پہلو نہیں، صد پہلو تھی۔ صوتیات ولفظیات اور صرفی ونحوی تشکیلات سے لیکر علم معنی وبیان، عروض وقافیہ، تشریح وتفسیر، ترتیب وتدوین، تعلیق وتحشیہ نگاری، تخلیق وتنقید، انشاء واملا، تحقیق وتنقیح اور لغت نگاری وفرہنگ نویسی تک زبان وعلم زبان کی شاید ہی کوئی شاخ ہوگی جسے نسیم امروہوی کے رشحات قلم نے سیراب وشاداب نہ کیا ہو__ ان ہی (نسیم امروہوی) جیسے لوگوں کے دم سے ہمارے ہاں شعر گوئی وشعر فہمی، زباں دانی وتبحر علمی اور نکتہ سنجی ونکتہ آفرینی کا بھرم ہنوز قائم ہے نسیم امروہوی کے مرثیوں خصوصاً ان کے تازہ ترین مرثیے ع: صبح ازل ہے خطِّ

گریبانِ مصطفےٰ۔ پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ فکر و فن کی دوسری خوبیوں سے قطعِ نظر جو چیز مرثیہ نگاری کی تاریخ میں انھیں ممتاز و منفرد بنا دیتی ہے، وہ روایات کے انتخاب و صحت کے باب میں ان کا محتاط رویہ ہے۔ بات یہ ہے کہ نسیم امروہوی صرف شاعر ہی نہیں، ایک جید عالم بھی ہیں__ نسیم نے جہاں ایک طرف اردو مرثیہ میں صحت واقعات کی روایت کو پروان چڑھایا ہے وہاں انھوں نے مرثیے کے موضوع کو بھی نئی جہتوں سے اور تازہ وسعتوں سے آشنا کیا ہے۔ (ڈاکٹر فرمان فتح پوری۔ کراچی)

☆ چابک دست فنکار جس کے پاس بے پناہ لغات ہوں اور جو الفاظ کے داخلی و خارجی حسن سے بھی واقف ہو وہ مسدس کی پہنائی کو بخوبی استعمال کرتا ہے۔ دبیر اور انیس کی طرح نسیم بھی اس فن میں یکتا تھے۔ (ڈاکٹر آغا جمیل پاکستان)

☆ جب نسیم امروہوی نے میدانِ مرثیہ گوئی میں قدم رکھا تھا اس وقت اردو مرثیے کا زوال اپنے عروج پر تھا__ بہر حال یہ (نسیم امروہوی کا پہلا مرثیہ ۱۹۲۳ء) اردو مرثیے میں پہلی آواز اور پہلا تجربہ تھا__ نسیم امروہوی کے مراثی کا وسیع اور عمیق مطالعہ کرنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے قدیم مرثیے کے روایتی انداز کو برقرار رکھتے ہوئے متعدد نئے تجربات کئے ہیں جن کی وجہ سے مرثیہ گوئی کے دامن کو بڑی وسعت ملی ہے۔ نسیم امروہوی نے جس سے اصلاح معاشرت کا بھی کام لینے کی کوشش کی ہے۔ (حسین اعظمی۔ کراچی)

☆ جناب نسیم امروہوی کے ساتھ مجھے ۱۹۵۹ء سے لیکر ۱۹۷۵ء تک گہرا ارتباط اور بڑی ارادت رہی، جب کہ میں ترقی اردو بورڈ کا اعزازی سکریٹری تھا اور وہ بورڈ کے زیر اہتمام مرتب ہونے والی کلاں تاریخی لغت کے اولاً نائب مدیر اور پھر مدیر اول رہے۔ وہ بڑے باہمت مستعد، محنتی اور لیئق انسان تھے۔ (شان الحق حقی۔ سابق سکریٹری اردو بورڈ۔ پاکستان)

☆ نسیم صاحب کی علمی صحبتوں سے میں نے بے حد فیض اٹھایا ہے۔ ہم گھنٹوں نکات شعر پر گفتگو کرتے اور معانی کے نئے نئے گوشے سامنے آتے۔ حضرت شمیم اعلی اللہ مقامہ کے بارے میں بزرگوں سے سنا ہے کہ وہ بیک وقت غزل، مرثیہ، قصیدہ اور گیت اپنے تلامذہ کو املا کراتے اور ایک ایک صحبت میں کئی کئی اصناف سخن کے خزانے معمور کر دیتے۔ نسیم صاحب کی ذکاوت طبع کا عالم بھی یہی ہے۔ میں نے ان سے زیادہ مستعد اور مشاق شاعر آج تک نہیں دیکھا۔ وہ جم کر بیٹھتے ہیں اور پورا مرثیہ کہہ کر اٹھتے ہیں اور جس رنگ میں چاہتے ہیں کہہ لیتے ہیں۔ نسیم صاحب کا مرثیہ عہد جدید کا مرثیہ ہے۔ زبان، بیان، فنی اسلوب، پیرایہ اظہار اور معانی و معیار کے لحاظ سے ان کے مراثی اردو ادب کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ (رئیس امروہوی۔ کراچی)

☆ مرثیے میں جو قدرت ان کو (نسیم امروہوی) اردو زبان پر تھی ایسی قدرت بہت کم دیکھنے میں آئی ہے۔ یہی قدرت دو متضاد صفتوں کے لئے یعنی فنی صنعت کاری اور روانی و فصاحت کے امتزاج میں نظر آتی ہے۔ (پروفیسر کرار حسین۔ کراچی)

☆ ان (نسیم امروہوی) کے ہاں ہم عصر مرثیہ نگاروں سے زیادہ تنوع، پھیلاؤ اور تازگی پائی جاتی ہے۔ جسے پڑھ کر ان کی علمیت، عظمت اور ریاضت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح ان کی آواز میں ان کا جمال فن پھول میں خوشبو کی مثال مہکتا رہا۔

(پروفیسر حسن عسکری کاظمی۔ لاہور)

☆ نسیم امروہوی اردو مرثیہ نگاری میں ایک ممتاز و منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ لغت نویسی میں بھی ان کی حیثیت منفرد تھی۔ وہ کثیر التصانیف مصنف تھے۔ وہ ایک دل درد مند رکھتے تھے۔ اخلاص، کام کی دھن اور علم کی لگن ان کی شخصیت کے ممتاز پہلو تھے۔ انتہائی شریف، وضعدار اور رکھ رکھاؤ کے انسان تھے۔ ساری عمر علم و ادب کی خدمت میں گذار دی اور ایسی خدمات انجام دیں کہ آنے والا

زمانہ ان کی قدر و منزلت کی صحیح معنوں میں داد دے سکے گا۔ (ڈاکٹر جمیل جالبی۔ سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی۔ کراچی)

☆ نسیم امروہوی کی موت مرثیے کی نئی روایت کا ایک بڑا نقصان ہے۔ مرثیے کی پچھلی روایت سے رشتہ قائم رکھتے ہوئے جس طرح انھوں نے مرثیے کے رنگ کو موجودہ زمانے میں قائم رکھنے اور ایک نئے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی اس اعتبار سے مرثیے کی تاریخ میں ان کا نام زندہ رہے گا۔ (انتظار حسین۔ پاکستان)

☆ مشہور شاعر، ماہر لغات، مرثیہ نگار نسیم امروہوی (مرحوم) اپنی شاعری اور زبان دانی کی بنا پر مستند حیثیت کے مالک تھے۔ مرثیہ گویوں میں ان کا نام نامی سرفہرست تھا اور اس صنف سخن میں وہ اعلیٰ روایات کے پاسدار اور جدید رجحانات کے علمبردار تھے۔ زبان دانی اور معنی آفرینی دونوں میں ایک خاص مرتبے کے حامل تھے جدید عہد کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ مرثیوں میں آج کے حالات و کوائف، جدید انسان کے مسائل اور اقدار کی شکست و ریخت پر بھی قدری محاکے دیتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی سانحہ کربلا کے اُن رخوں کو بھی پیش کرتے تھے جو ہماری زندگی کے لئے سبق آموز ہیں۔

(ڈاکٹر سجاد باقر رضوی۔ یونیورسٹی اورینٹل کالج۔ لاہور)

☆ نسیم صاحب جب خیر پور میں تھے تو علمی ادبی محفلیں عروج پر تھیں۔ انھوں نے "تاریخ خیر پور" جیسی معیاری کتاب لکھ کر نہ فقط اہل خیر پور بلکہ پورے سندھ پر بڑا احسان کیا۔ (ڈاکٹر نواز علی شوق۔ سابق صدر شعبہ سندھی۔ کراچی یونیورسٹی۔ کراچی)

☆ جب کوئی طالب علم مجھ سے سوال کرتا ہے کہ جدید مرثیے کا آغاز کب سے ہوا تو میرا جواب ہوتا ہے "۴ر نومبر ۱۹۲۳ء سے" یعنی وہ تاریخ جب امروہہ ضلع مراد آباد کے محلّہ دانشمندان میں عہد حاضر کے عظیم ترین مرثیہ گو شاعر آل محمدؐ مولانا سید قائم رضا نسیم امروہوی مرحوم نے، جب کہ ان کی عمر صرف پندرہ سال تھی اپنا وہ پہلا مرثیہ منبر سے پیش کیا جس کا مطلع ہے ع تجھ میں اے باغ وطن اب گل خوش رنگ نہیں، چنانچہ سب سے پہلے جس نوجوان شاعر نے قومی مسائل کو مرثیے کا موضوع بنایا وہ نسیم امروہوی مرحوم تھے۔ جنھیں اردو مرثیے کی تاریخ میں ایک رجحان ساز کی حیثیت سے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

(پروفیسر منظر عباس نقوی، سابق صدر شعبۂ اردو علیگڑھ مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ)

☆ ایک صدی لمبی مدت کے بعد ایک بار پھر مرثیہ گوئی کا غلغلہ اردو ادب اور پاکستانی معاشرے میں شروع ہوا ہے پاکستان میں فن مرثیہ گوئی کو ایک بار پھر کسی نے بامِ عروج پر پہنچایا ہے تو میری نظر بے اختیار مولانا نسیم امروہوی صاحب کی طرف اٹھ جاتی ہے۔

(ابراہیم جلیس۔ کراچی)

☆ ان (نسیم امروہوی) کے مراثی میں جو جدت ہے وہ مضامین کی جدت ہے، اسلوب بیان کی جدت ہے، ان کے لہجے میں شدت کم ہے متانت زیادہ ہے، الفاظ اتنے کثیر نہیں ہیں جتنے مفاہیم، انھوں نے اپنے مراثی میں سانحۂ کربلا اور اس کے نتائج کو علوم جدید کی کسوٹیوں پر بھی پرکھا ہے اور عصر نو کی ذہنی و فکری کسوٹیوں پر بھی۔ (مہدی نظمی۔ دہلی)

☆ نسیم امروہوی صاحب نے جس نوع کی مرثیہ گوئی کو اختیار کیا وہ دیگر مرثیہ گویوں سے قدرے مختلف ہے۔ نسیم صاحب کے مراثی کے بالاستیعاب مطالعہ کے بعد ایک بات جو قدرے خلوص سے کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ نسیم امروہوی مرثیہ نگاروں کے درمیان ایک عقل پرست (Ratiionlist) ہیں۔ یعنی انھوں نے مرثیہ اور علم الکلام کے مابین ایک ایسا تعلق خاطر تلاش کیا ہے جو بڑے اساتذہ کے یہاں اس بنا پر نظر نہیں آتا کہ مرثیہ کو وہ محبّانِ اہل بیت کے لئے توشۂ آخرت سمجھتے ہیں۔ جب کہ نسیم امروہوی

مرثیہ سے علم الکلام کا کام لیتے ہیں۔ ان کے مرثیہ مذہب کی ضرورت و اہمیت اور حب اہل بیت اور مذہب کو لازم و ملزوم سمجھتے ہوئے قرآن مجید کی مختلف آیات سے اس خوبصورتی سے کام لیتے ہیں کہ بسا اوقات یوں معلوم ہوتا ہے کہ نسیم امروہوی کے مرثیوں کی جان ہی اس حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ وہ قرآنی آیات سے حد درجہ استنباط کرتے ہیں۔ (ڈاکٹر محمد علی صدیقی)

☆ نسیم امروہوی ایک عمدہ مرثیہ نگار اور محقق لغت نویس کے طور پر جانے پہچانے جاتے تھے۔ میں نے ان کی کتابوں سے بہت استفادہ کیا ہے بلکہ فرہنگ اقبال سے بھی بہت کچھ سیکھا ہے۔ (ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا۔ صدر شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور)

☆ سب سے پہلا مرثیہ جو مرثیے کے قدیم تخیل سے ہٹا ہوا ہے۔ ۱۹۲۳ء میں منظر عام پر آیا اور اس کے مصنف نسیم امروہوی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اصلاحی مضامین مرزا اوج، فرزدق ہند نسیم امروہوی اور شاد عظیم آبادی نے اپنے اپنے مرثیوں میں نظم کیے تھے۔ مگر رسولؐ اور آل رسولؐ کے اسوۂ حسنہ کی تاسی میں عزم و عمل کی قوتوں کو بیدار کرنا اور اسلاف اخیار کے جہد و جہاد کی یاد سے خود میں ویسے عمل کی لگن پیدا کرنا جو جدید مرثیے کی روح ہے سب سے اول نسیم امروہوی کے زیر نظر مرثیے میں نظر آتی ہے۔ پورے سات سال کے بعد ۱۹۳۰ء میں جمیل مظہری نے ۱۹۳۷ء میں سید آل رضا نے اور ۱۹۴۱ء میں جوش ملیح آبادی نے قدیم طرز مرثیہ گوئی سے ہٹ کر مرثیے کہے۔ (کریم بخش خالد۔ کراچی)

☆ اردو مرثیہ نگاری کی تاریخ میں جس طرح انیس کی شخصیت کو کبھی فراموش نہیں کیا جائے گا اسی طرح انیس کے بعد نسیم امروہوی بھی اردو ادب میں ایک ناقابل فراموش فنکار کی حیثیت سے ہمیشہ یاد کیے جاتے رہیں گے۔ نسیم نے بھی اپنے اسلاف خصوصاً انیس و دبیر کے نقش قدم پر چل کر مرثیے کی ان تمام قدیم خصوصیات کو برقرار رکھتے ہوئے جو اسلاف سے ترکے میں پائی تھیں اس طرح سماجی، اقتصادی اور سیاسی حالات و کوائف سے ہم آہنگ کیا ہے کہ قدیم مرثیہ نامحسوس طریقے سے مرثیہ جدید کے قالب میں ڈھل گیا ہے۔ (مولانا ڈاکٹر سید محمد سیادت نقوی۔ امروہہ)

☆ نسیم امروہوی کے مرثیوں میں مقصدیت کی لگن بلاشبہ ان رجحانات اور میلانات کی تصویر کشی کرتی ہے جو ترقی پسند ادب کی تحریک کا بنیادی پتھر تھے۔ نسیم امروہوی کا سیاسی و سماجی شعور ترقی پسند تحریک کے آغاز سے بہت پہلے جاگ چکا تھا وہ خود اپنے مرثیوں کے ذریعے اس تحریک کی ابتدا کر رہے تھے۔ (ڈاکٹر امام مرتضیٰ نقوی۔ امروہہ)

☆ ناانصافی کی بات ہوگی اگر مرحوم (نسیم امروہوی) کے ایک اہم کام کی طرف اشارہ نہ کیا جائے اور وہ حضرت امام زین العابدینؑ کی دعاؤں صحیفہ کاملہ کی تدوین ہے یوں تو صحیفہ کاملہ کے بہت سے تراجم ملتے ہیں لیکن نسیم صاحب کے ترجمے کی شان اور ہے اس ترجمے کی ابتدا میں نسیم صاحب نے جو مقدمہ تحریر فرمایا ہے وہ بذات خود ایک کتاب ہے۔ جس میں انھوں نے اپنی پوری تحقیقی کاوشوں کو اجاگر کیا ہے۔ (پروفیسر سجاد رضوی۔ پروفیسر ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور)

☆ صلاۃ عشق کی اذان دینے والا آج کے دور کا وہ بلال گلدستۂ اذان کی یوں زینت بن گیا کہ دنیا اسے علامہ نسیم امروہوی کے نام نامی سے جان گئی اور اس کی اذانِ مرثیہ گوئی کی گونج سے علم و ادب، ابدی پیغامات حق گوئی کا گہوارہ بن گیا۔

(پروفیسر سید علی الحسن رضوی۔ ہمدرد یونیورسٹی نئی دہلی)

☆ مرثیہ نگاری میں تخیلی و تمثیلی رنگ کی پیوندکاری نسیم امروہوی کی ایجاد ہے اور یہ رنگ ۱۹۴۲ء میں لکھنؤ میں کہے جانے والے ایک مرثیے "بادۂ شوق سے لبریز ہے پیمانہ دل" میں رضوان جنت سے تخیلی انداز کے مکالمے میں دیکھا جا سکتا ہے۔ نسیم کے ہاں

لکھنؤ میں شروع ہونے والا یہ رجحان بعد کو پاکستان میں اور زیادہ نکھرا اور انھوں نے دو عدد مرثیوں میں چاند اور سورج کی زبانی واقعاتِ کربلا کے بیان کو تمثیلی انداز میں بیان کیا۔ (ڈاکٹر کاظم علی خاں۔ لکھنؤ)

☆ نسیم امروہوی ایک قد آور شخصیت تھی جس کے سائے تلے ہزار ہا پودے پنپ رہے تھے ان کے قیامِ لاہور کے زمانے میں ہم لغات سے بے نیاز ہو کر باتیں کرتے تھے جب بھی کسی لفظ کی تحقیق کی ضرورت پڑتی تھی مرحوم سے استفادہ کر لیتے تھے۔ اب اس فن کا برصغیر میں کوئی دوسرا نہیں ___ مرثیہ گوئی کے میدان میں یہ واحد شہسوار تھا جس کا نہ کوئی مقابل نہ مثل۔ (وحید الحسن ہاشمی)

☆ نسیم امروہوی کی مرثیہ نگاری ادب کے تعمیری تقاضوں کو پورا کرتی ہے، مختلف وسیلوں سے انسان و انسانیت کا منارہ بلند کرتی ہے اور انسانیت کے اعلیٰ اقدار کے حصول اور تحفظ کی طرف راغب کرتی ہے۔ مرثیوں کی زبان و بیان کی سادگی و شادابی، فصاحت و بلاغت، تشبیہ و استعارے کی ندرت اور موزوں ترین استعمال وہ خصوصیات ہیں جو صاحبِ علم و دانش کو متوجہ کرتی ہیں اور ان کے کلام کو ادب کے بلند ترین مقام پر رکھتی ہیں۔ پروفیسر اطہر رضا بلگرامی۔ سابق صدر شعبۂ معاشیات جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

☆ نسیم امروہوی ہمارے عہد کے ان ادیبوں میں شامل ہیں جو ادب کو سنجیدہ مطالعے اور شعری طبیعت کو روایت کے عالی قدر معیاروں کے حوالے سے پہچانتے ہیں۔ ان کے لکھے ہوئے مرثیے تاثر اور مہارتِ فن میں منفرد ہیں۔ اردو لغت پر ان کا کام بھی یقیناً تاریخ ساز ثابت ہوگا۔ (پروفیسر جیلانی کامران۔ لاہور)

☆ جناب نسیم امروہوی کا انتقال پاکستان کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے۔ وہ اُن نابغہ روزگار شخصیات میں سے تھے جن کا بدل اس زمانے میں ملنا مشکل ہی نہیں محال ہے، آپ کہاں سے ایک ایسی ہستی لائیں گے جو بیک وقت ایک عظیم شاعر بھی ہو، ماہر لسانیات ہو، ایک عظیم ترین لغت کا خالق بھی ہو، عربی و فارسی پر مکمل عبور بھی رکھتا ہو، علوم اسلامیہ پر پوری طرح دسترس ہو اور اردو کے نصاب میں بھی برصغیر میں اس کی لکھی ہوئی کتابیں انتہائی مستند اور مقبول ہوں۔ مجھے ان سے بہت ہی قریبی تعلقات کا شرف ان کے قیامِ لکھنؤ کے زمانے سے حاصل ہے اور مجھ کو ان کے تبحر علمی کا ذاتی علم ہے میں نے ان کو فارسی کی مشکل ترین کتابیں دفترِ ابوالفضل اور سہ نثر ظہوری اس طرح پڑھاتے دیکھا ہے جیسے وہ ساری زندگی انھیں کتابوں کو پڑھاتے رہے ہیں۔ اسی طرح انھوں نے عنفوانِ شباب میں نوگانواں ساداتِ ضلع امروہہ کے ایک مدرسے میں منطق و فلسفہ شمس بازغہ اور ملا صدرا جیسی کتابیں برسوں پڑھائی ہیں۔ یہ ایسی کتابیں ہیں جن کو سمجھنے والے بھی شاید اب برصغیر میں مشکل ہی سے ملیں۔ جہاں تک مرثیہ نگاری کا تعلق ہے تو شاید یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ نسیم صاحب نے انیسؔ و دبیرؔ کی روایت کو زندہ رکھتے ہوئے اس کو عصر حاضر کے سانچوں میں انتہائی خوبی کے ساتھ ڈھال دیا۔

(ڈاکٹر سید حسین محمد جعفری۔ سابق ڈائرکٹر پاکستان اسٹڈی سینٹر، کراچی یونیورسٹی۔ کراچی)

☆ اردو کے اہم مرثیہ نگار شاعر نسیم امروہوی نے جتنی جہتیں اختیار کی ہیں ان میں سے ایک ایک جہت اور ایک ایک Shade پر ایک ایک کتاب بھی شاید اس شعری مہارت اور حسن کو بیان نہ کر پائے چہ جائیکہ چند صفحات میں نسیم امروہوی کا مکمل تعارف کرانے کی کوشش کی جائے۔ (عاشور کاظمی، لندن)

☆ اُن (نسیم امروہوی) کی شاعری محض شاعری ہی نہیں بلکہ عالمانہ ساحری بھی ہے۔ (جون ایلیا۔ کراچی)

☆ جس عالمانہ تمکنت کو دبیرؔ سے منسوب کیا گیا ہے وہ کلامِ نسیم میں موجود ہے۔ آیات و احادیث کا مصرف جس کثرت و استدلال

کے ساتھ نسیم کے ہاں موجود ہے استاد دبیر کے ہاں نہیں۔ نسیم نے روایتی فن کو پناہ دیتے ہوئے جس انداز سے جدید رجحانات سے نبرد آزمائی کی ہے وہ جہاد کا درجہ رکھتی ہے۔ (ڈاکٹر محمد رضا کاظمی۔ کراچی)

☆ اگر انھوں (نسیم امروہوی) نے انیس کی بلاغت کلام، رعنائی خیال، گداز کلام، روانی و سلاست طرز ادا کی شیرینی، مناظر فطرت کی مصوری اور جذبات کی عکاسی کو پیش نظر رکھا ہے، تو جدت تشبیہ و استعارات، ندرت مبالغہ، رفعت تخیل اور شاعرانہ استدلال میں دبیر کو بھی فراموش نہیں کیا۔ یہی ان کی مرثیہ نگاری کا حُسن ہے۔ انھوں نے شمیم اور انیس کے حسین امتزاج سے ایک نیا اسلوب اپنایا جو جدید بھی ہے اور اچھوتا بھی۔ (ڈاکٹر عبید اللہ خاں۔ شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور)

☆ حضرت نسیم امروہوی متوفی ۱۹۸۷ء کلاسک مرثیے کے گلستاں کی بہار کے آخری پھولوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ نسیم کے مراثی کلاسک ہوتے ہوئے بھی کلاسیکی چار چوب میں محصور نہیں بلکہ بیسویں صدی کے جدید مراثی سے جڑے ہوئے ہیں اور یہ مراثی عقیدتی ہوتے ہوئے بھی اصلاحی، تبلیغی، ثقافتی اور علمی قدروں سے بھرے ہوئے ہیں۔ نسیم امروہوی نہ صرف ایک عظیم مرثیہ نگار تھے بلکہ علوم قرآن، احادیث، نہج البلاغہ اور سیرت چہاردہ معصومینؑ کے عالم بھی تھے۔ نسیم امروہوی کی بدولت مرثیے کو نصف صدی کے بعد فروغ حاصل ہوا۔ ان کے مراثی درد کی باتوں سے خالی نہ ہوتے ہوئے بھی درماں کے نسخوں سے مزین ہیں۔ نسیم کے مراثی کی خوشبو نسیم سحر کی طرح امروہہ سے لکھنؤ، رامپور، لاہور، خیر پور اور کراچی تک خود ان کی موجودگی سے پھیلی مگر اب یہ ہمارا فرض ہے کہ اس حُسن یوسف کو دنیا کے تمام بازاروں میں پیش کریں۔ جیسا کہ ممتاز شاعر عمدہ ادیب برادرم عظیم امروہوی کی سعی و کوشش سے یہ غیر مطبوعہ مراثی طباعت کے مراحل سے گذر رہے ہیں۔ نسیم امروہوی کو زبان اور طریقہ بیان پر اس طرح قدرت حاصل تھی جیسی خالق کو مخلوق پر۔ اب وقت کا تقاضہ ہے کہ مرثیوں کے مضامین جو اخلاقیات، محبت، مساوات، اخوت، حق گوئی اور بے باکی کا درس دیتے ہیں، جس طرح نسیم کے مرثیوں میں ہیں پیش کیے جائیں۔ ڈاکٹر تقی عابدی۔ کینیڈا

☆ ترقی پسند فکر کی تخم ریزی بیسویں صدی کے آغاز میں مرثیے میں ہو چکی تھی اور پھر مرثیے کی زمین اس کے لئے زرخیز بھی ثابت ہوئی۔ اس نئے مرثیے کے بنیاد گذاروں میں نسیم امروہوی کا نام سرفہرست ہے۔

(پروفیسر علی احمد فاطمی۔ صدر شعبہ اردو الہ آباد یونیورسٹی۔ الہ آباد)

☆ نسیم امروہوی اردو زبان و ادب کے عظیم محسن ہیں۔ لغت میں ان کے کام کو ان کی زندگی ہی میں سند کا درجہ حاصل ہو گیا تھا۔ مرثیے میں انھوں نے انیس کی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے اس میں روح عصر اس طرح سموئی ہے کہ جدید مرثیے کے بہت سے امکانات سامنے آگئے ہیں۔ (حفیظ تائب۔ لاہور)

☆ جدید مرثیے میں نسیم امروہوی جوش کے ہم عصر ہونے کے باوجود مرثیہ گوئی میں بہر حال اُن پر سبقت رکھتے ہیں۔ عابد بیمار کے حال میں کہے گئے ان کے مرثیے کو ہم یہاں اس بحث میں ثبوت کے طور پر موضوع گفتگو بناتے ہیں۔

(پروفیسر عباس رضا نیر۔ صدر شعبہ اردو لکھنؤ یونیورسٹی۔ لکھنؤ)

☆ ترقی پسند ادب کی تحریک سے بہت پہلے نسیم امروہوی نے اپنے مرثیوں میں مقصدیت کو پیش کیا اور شاعری کو اپنے دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کر دیا۔ (علامہ ضمیر اختر نقوی۔ کراچی)

☆ مرثیہ نگاری کا تیسرا ستون نسیم امروہوی ہیں۔ جن کے موزوں کردہ مرثیے تمام حسینی بستیوں میں انیس و دبیر کے مرثیوں کے

ساتھ مجالس میں پڑھے جاتے ہیں۔ تحت خوانی آواز کے اتار چڑھاؤ کے ذریعے سماں باندھنے اور تاثر پیدا کرنے کا نام ہے۔ جو مُصمتوں سے زیادہ مصوتوں کی جادوگری پر منحصر ہے۔ لسانی اعتبار سے مراثی نسیم کے نظام میں مصوتوں کے استعمال کا خاص خیال رکھا گیا ہے تاکہ مرثیہ خوان اور سامعین کے درمیان کسی طور پر خلاء پیدا نہ ہو اور آخر تک تاثر بنا رہے۔ داد بھی ملے اور رقت بھی خوب ہو۔ مثلاً جلد سوم کے پہلے مرثیے کا مطلع ہے کہ

ع۔ شہرِ علوم و شاہِ مدینہ ہیں مصطفےٰؐ، مصرعے کی ادائیگی کچھ اس طرح کی جائے گی کہ

شہ رے علوم و شاہ مدی نا ہمص طفی

پہلے لفظ کے جزو اول شہ کی ادائیگی میں ہونٹ غنچے کی طرح وا ہو جاتے ہیں۔ جس کی شگفتگی لطف میں اضافے کا باعث بن جاتی ہے۔ چھ الفاظ کے اس مصرعے میں چھ مصوتے آواز کو بلندی کی طرف لے جاتے ہیں۔ ان میں صرف ایک حرف 'م' ہے جو لبوں کو بند کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ ورنہ تمام حروف کا ایسا انتخاب ہے جس سے لبوں کی شگفتگی باقی رہتی ہے اور اذہان سامعین الفاظ اور مضمون کی مہک سے معطر رہتے ہیں۔

(پروفیسر عراق رضا زیدی۔ صدر شعبہ فارسی جامعہ ملیہ اسلامیہ [سینٹرل یونیورسٹی] نئی دہلی)

☆ نسیم امروہوی کا شمار جدید مرثیہ گو شعراء کے بانیان میں ہوتا ہے۔ نسیم نے جہاں ایک طرف امام حسینؑ کے رفقاء پر کربلا میں ڈھائے جانے والے مظالم کے دل سوز واقعات کو بیان کیا وہیں دوسری جانب اپنے مرثیوں میں اصلاح قوم وملت اور مردم بیداری جیسے موضوعات پر بھی خاص توجہ دی۔ امام حسینؑ کے اس قول کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ "میں اپنے نانا کی امت کی اصلاح کے لئے ترک وطن کر رہا ہوں"، مصلح ہونے کا فرض اپنے مرثیوں میں بخوبی نبھانے کی کوشش کی جس میں وہ کافی حد تک کامیاب ہیں۔

(ڈاکٹر سید کلیم اصغر۔ شعبہ فارسی جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ نئی دہلی)

☆ عموماً مرثیہ نگاروں کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ جلالت وشوکت الفاظ پر توجہ دیتے ہیں لیکن نسیم امروہوی نے جلالت وشوکت الفاظ کے ساتھ جلالت و شوکت فکر کی طرف بھی متوجہ کیا ہے۔ اُن کے ہاں بین تو ہیں پڑھیے تو آنکھوں سے آنسو کے موتی ٹپکیں گے مگر یہ موتی دامن میں جذب ہو جائے والے نہیں ہیں بلکہ انسانی شخصیت کے لئے قبائے صفات تیار کر کے اسے روشنی اور تابنا کی عطا کرتے ہیں، جن میں دعوت فکر کے ساتھ درسِ حسینیت بھی ہے اور یہی انسانی زندگی کی معراج ہے۔

(پروفیسر مجاور حسین رضوی، سابق صدر شعبہ اردو، سینٹرل یونیورسٹی حیدرآباد)

☆ نسیم امروہوی مرثیے کی کلاسکی، جمالیاتی وفنی روایت اور جدید فکر کی ایک اہم کڑی ہیں۔ نسیم امروہوی نے مرثیے کے فروغ اور اس کی مقبولیت کے سلسلے میں بڑا کام کیا ہے اردو مرثیہ ایک کلاسیکی صنف سخن ہے اور ایسی صنف جس نے فنی اور جمالیاتی طور پر اپنے ارتقا کے تمام مدارج طے کر لئے ہیں۔ بعد انیس مرثیہ گویوں کے لئے سب سے دشوار منزل یہی تھی کہ وہ اپنے لئے کس طرح کوئی طرح نو ایجاد کر سکتے ہیں۔ نسیم امروہوی نے کلاسیکی روایت کے احترام کے ساتھ ایک نئی طرز فکر کو مرثیے میں فروغ دیا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کا بہت بڑا کارنامہ تھا کہ مرثیے کی کلاسیکی عظمت کے ساتھ مرثیہ ایک نئی شکل میں ہمارے سامنے آیا۔ مرثیے میں سب سے اہم حصہ جو پہلا تاثر قائم کرتا ہے وہ "چہرہ" ہے۔ چہرہ صبح کی منظر کشی، سفر کے حالات اور دھوپ کی تپش کے ذکر یا روئیداد کے کسی حصے سے شروع ہوتا تھا نسیم نے اس انداز کو تو نہیں تبدیل کیا لیکن موضوع بدل دیا مثلاً قلم، جہاد،

پانی، پنجتن، جوانی و پیری وغیرہ اس طرح انھوں نے مرثیے کو موجودہ سامع کے جذبات سے جوڑ دیا وہاں صرف عقیدت اور ادبی التزام تھا اب اس میں سامع کی پسند اور معلومات شامل ہو گئیں۔ اس طرح مرثیہ اپنے سننے والے سے جذباتی طور پر زیادہ قریب ہو گیا۔ نسیم امروہوی کا یہ عمل جدید اردو مرثیے کے فروغ میں ایک اجتہاد کا درجہ رکھتا ہے۔ جس کے لئے نسیم امروہوی کو اردو مرثیے کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ (پروفیسر شارب ردولوی، سابق صدر شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی، دہلی)

☆ رثائی ادب کی تاریخ میں حضرت نسیم امروہوی کا نام نامی و اسم گرامی سنہرے حروف میں لکھا جائے گا۔ ان کے مراثی میں قرآن کریم حدیث شریف، سیرت ائمہ اور تاریخ کی معتبر تنویریں ہیں۔ مراثی میں زبان و بیان کی ادائیگی، حرف و صوت کا اتار چڑھاؤ، لفظوں کا موزوں صَرف، محاورے اور روز مرّے کی خوش اسلوبی فکر و فن کو اعتماد عطا کرتی ہے انھوں نے مرثیے کو صرف بیانیہ کی حد تک محصور نہیں کیا ہے بلکہ بیانیہ کو صلابت فکر کا جوہر بخشا ہے۔ موصوف قدیم و جدید اسالیب کو بالکل منفرد رنگ و آہنگ سے روشناس کراتے ہیں۔ شریکۃ الحسین ثانی زہرا حضرت زینبؑ سے متعلق ایک مرثیے کا صرف ایک بند ان کے علوئے فکر اور عظمت فن کی دلیل محکم ہے۔

حسینؑ صبر کا آغاز ہیں، تو یہ انجام　　　حسین دین نبی کی بقا ہیں، اور یہ دوام
حسین امام، یہ تکمیل مدعائے امام　　　حسین فاتح کرب و بلا، یہ فاتح شام
انھوں نے قصر رعونت جلا کے خاک کیا
یزیدیت کا کلیجہ انھوں نے چاک کیا

(پروفیسر سید فضل امام رضوی، سابق صدر شعبہ اردو، الٰہ آباد یونیورسٹی، الٰہ آباد)

☆ عام طور پر لوگ یہ محسوس کرتے ہیں کہ صنف مرثیہ کو جو عروج ۱۹ ویں صدی میں ہوا اس سے آگے لے جانا اور اس کی خصوصیات میں اضافہ کرنا ممکن نہیں جب کہ ہر شاعر اپنے انفراد کی وجہ سے اپنے فن کو ایسے نقوش سے آراستہ کرتا ہے اور اپنی ذہنی وسعت سے اس طرح پیراستہ کرتا ہے کہ اس کا ذاتی عکس اُسے یکتا کر دیتا ہے۔ اسی طرح ہر دور اپنی جگہ ایک الگ دنیا اور ایک منفرد ماحول کا عکاس ہوتا ہے۔ علامہ سید قائم رضا نسیم امروہوی اس انفراد کی ایک اہم مثال ہیں۔ صنف مرثیہ کے حوالے سے دیکھیں تو وہ اپنے اندر ۱۹ ویں صدی کی خصوصیات کا ایک دفینہ تو ہیں ہی، وہ یوں کہ وہ سرمایہ ایک ایسی میراث ہے کہ جو غیر شعوری طور پر بھی ہر مرثیہ گو کا سہارا بنتی ہے اور پھر ان کا اپنا دور، اپنی ایک الگ دنیا بھی ہے جو ان کی انفرادیت کو قائم رکھتی ہے۔ نسیم صاحب مرحوم کے حمد یہ اشعار لیجئے یا نعتیہ حصوں کو دیکھئے رزم کا انداز ذہن میں لائیے یا پھر بین کے حصوں پر توجہ مرکوز کیجئے، آپ ان کی دنیا کو ایک اجتماعی رنگ کے باوجود منفرد پائیں گے۔ پرانی اور نئی تشبیہوں کا امتزاج، زبان کی قوت ترسیل، صنف مرثیہ کی ادبی، تہذیبی اور ثقافتی اساس، اس صنف کے کرداروں کی نہ ختم ہونے والی اہمیت، جاذبیت اور مقصدیت نسیم صاحب کے مراثی کو اپنے عہد میں ممتاز کر دیتی ہے۔ نسیم صاحب قدیم و جدید کا اپنے اندر ایسا امتزاج رکھتے ہیں جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ یہ امتزاج ان کو ہر دور کی نمائندگی کی خصوصیت سے نوازتا ہے۔ (پروفیسر زماں آزردہ، سری نگر، کشمیر)

☆ اردو کے جدید مرثیہ نگاروں میں سب سے اہم نام نسیم امروہوی کا ہے۔ انھوں نے جس کثرت سے مراثی کہے اس کی دوسری مثال مشکل سے ملے گی۔ یہ ایک الگ بحث ہے کہ جدید مرثیہ کا آغاز جوش ملیح آبادی یا نسیم امروہوی کس سے ہوا لیکن اتنا یقین

سے کہا جاسکتا ہے کہ نسیم امروہوی نے اس صنف سخن میں کثرت توغل سے اس کے فروغ میں جو اہم کردار ادا کیا ہے وہ کسی اور جدید مرثیہ گو کے حصے میں نہیں آسکا۔ میرا ماننا ہے کہ صنف مرثیہ جس وسیع مطالعے، زبان و بیان پر قدرت و عبور، الفاظ کے وسیع ذخیرے کا نیز انھیں حسن و خوبی سے مصرعوں میں پرونے کے فن کا متقاضی ہے، وہ مساوی خوبیاں نسیم امروہوی کے مراثی میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ وہ اپنے وقت کے باکمال شاعر تھے۔ انھیں عربی، فارسی اور اردو زبانوں اور ان کے ذخیرۂ الفاظ نیز ان کے طریقہ استعمال پر بھرپور قدرت حاصل تھی۔ اسی طرح تاریخ اسلام سے کماحقہ واقفیت رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں شاعرانہ حسن، ادبی انبساط کا لحاظ، روانی سلاست اور صنائع بدائع کا مناسب اور برمحل استعمال ان کی وہ شاعرانہ خوبیاں ہیں جو ان کے کلام کو حُسن قبول عطا کرتی ہیں۔ ان کے مراثی تاریخ مرثیہ کی شاندار روایت کے استحکام کے مظہر ہیں۔

(پروفیسر سید حسن عباس، صدر شعبۂ اردو فارسی بنارس ہندو یونیورسٹی بنارس و ڈائرکٹر رامپور رضا لائبریری۔ رامپور)

☆ جدید مرثیے کے عناصر کا تو انیسویں صدی ہی میں ظہور ہونے لگا تھا۔ جب معرکہ انیسؔ و دبیر عروج پر تھا کہ ایک دوسرے پر سبقت اور فوقیت حاصل کرنے میں دونوں نے اپنی علمی لیاقت، مشق سخن، جودت طبع، فن شاعری کی مہارت، زبان کی لطافت اور شیرینی اور موضوع کے منفرد استعمال سے نہ صرف دامن مرثیہ کو بے شمار لعل و گہر عطا کیے بلکہ صنف شاعری کو بھی وقار و اعتبار بخشا۔ یہی نہیں ہر لمحے جدت کے فراق میں سرگرداں مرثیہ نگاران انیسویں صدی نے جو کاوشیں کیں انھیں سے جدید مرثیے کی تخم ریزی ہوئی جس میں کونپلیں بیسویں صدی کی دوسری اور تیسری دہائی میں نکلنی شروع ہوئیں۔ زمانی اعتبار سے جوشؔ کو اپنے ہم عصروں پر اس اعتبار سے فوقیت حاصل ہے کہ انھوں نے اس کی ابتدا کی۔ لیکن جدید مرثیے تمام اجزا اور عوامل کا عروج اور عہد شباب نسیم کے مراثی سے شروع ہوتا ہے۔ مراثی نسیم نے جدید مرثیے کو موضوعاتی بوقلمونی شعریت، اسلوبیاتی آہنگ رواں دواں زبان، مراثی کے اسباب و علل اور عقائد کی پختگی کے ساتھ ساتھ عصری حسیت جیسے عناصر عطا کیے۔ ان ہی عناصر نے جہاں ایک طرف جدید مرثیے میں استحکام و استناد قائم کیا وہیں شہادت امام حسینؑ اور معرکۂ کربلا کو عمومیت عطا کی۔ مصائب و الم کے ہر واقعے اور حادثے کا انسلاک واقعہ کربلا کی نہ صرف یاد دلاتا ہے بلکہ مظلومین اور متاثرین کو ہمت و حوصلہ بھی بخشتا ہے نسیم کا کمال ہے کہ انھوں نے جدید مرثیے کا استعمال اصلاح معاشرہ کے ساتھ ساتھ سماج کو غم سے حوصلہ حاصل کرنے کا سبق بھی سکھایا۔

(پروفیسر اسلم جمشید پوری، صدر شعبہ اردو چودھری چرن سنگھ یونیورسٹی، میرٹھ)

☆ نسیم امروہوی کا شمار اردو کے ان مرثیہ گویوں میں ہے جنھوں نے مرثیہ گوئی کو فیشن یا محض دینی تقاضے کے طور پر نہیں بلکہ فطری مناسبت کے لحاظ سے قبول کیا۔ یہی وجہ ہے کہ کمیت کے لحاظ سے بیسویں صدی کا کوئی رثائی شاعر نسیم امروہوی کا ہمسر نظر نہیں آتا۔ وہ ایک پرگو اور قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کے مراثی میں موضوعات کے تعلق سے تنوع اور تازگی کا خوشگوار تجربہ ملتا ہے۔ نسیم امروہوی کی پرورش و پرداخت جس ماحول میں ہوئی اسے کلاسیکی رنگ سے خاص نسبت تھی۔ لیکن اوجؔ کی سرپرستی میں مرثیہ نگاروں کا ایک گروہ مرثیے کے روایتی حصار کو توڑنے اور نئی زمینوں کی تلاش میں تھا۔ یہ عبوری دور اپنی روایت کو شک کی نگاہ سے دیکھنے کے ساتھ نئی راہ کے تعین میں بھی تذبذب کا شکار تھا۔ نسیم کے مراثی میں روایت کے گہرے عرفان کے ساتھ اسے فنی تجربہ بنانے کا ہنر پہلی قرات میں متوجہ کرتا ہے اور تذبذب و تشکیک کے وہ مہیب سائے پیچھا نہیں کرتے جس نے اس وقت کی پوری ادبی اور تہذیبی فضا کو اپنے اثر میں لے رکھا تھا۔ انھوں نے ادب کو فن کی شرطوں پر قبول کیا۔ یا یوں کہیے کہ ادب کو جس

صورت میں بھی قبول کیا ہوا سے فنی تجربہ بنا کر پیش کیا۔ مراثی نسیم کے سیاق میں یہ بحث اکثر اٹھتی رہی ہے کہ اسے جدید مرثیے کے خانے میں رکھا جائے یا کلاسیکی مرثیے میں اول تو جدید اور کلاسک کے مابین جو خط امتیاز کھینچا گیا ہے مجھے اس سے ہی اختلاف رہا ہے صرف چند اجزائے ترکیبی سے انحراف جدید مرثیے کا عنوان ٹھہر گیا۔ بے محل نہ ہوتا تو نام نہاد جدید مرثیہ گویوں کے کلام سے مثال پیش کی جا سکتی تھیں جن میں فرسودگی جدیدیت کے لباس میں جلوہ نما ہے۔ نسیم اجزائے ترکیبی سے مکمل احتراز کر کے اپنے لئے بہت ساری آسانیاں پیدا کر سکتے تھے اور شاید جدید مرثیے کے نام پر زیادہ خراج تحسین بھی وصول کر لیتے، لیکن جدید کا جو تصور ان کے پیش نظر تھا ظاہر ہے کہ ہم میں سے اکثر اسے ہی دریافت نہیں کر سکے ہیں۔ روایت کو پوری آگہی کے ساتھ فنی تجربہ بناتے ہوئے اس کے دائرے کو وسیع کرنے کی روش ہر دور میں جدید شاعری کا عنوان بنتی رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں روایت سے انحراف بھی ہوگا، توسیع بھی اور اظہار ذات بھی۔ نسیم کے مرثیوں کو میں جب اس نظر سے دیکھتا ہوں تو وہ مجھے اپنے عہد کا تجربہ معلوم ہوتے ہیں یعنی ان کے ہاں استعاروں اور علامتوں کا ایسا فنکارانہ نظام ہے کہ عصری مسائل کے تناظر میں اس کی جدید تعبیر ممکن ہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے اگر وہ اجزائے ترکیبی کے انکاری نہیں ہوئے تو اسے ان کے خلاقانہ ذہن اور قادر الکلامی کا ثبوت سمجھنا چاہیے۔ (ڈاکٹر سید رضا حیدر، ڈائرکٹر غالب انسٹی ٹیوٹ۔ نئی دہلی)

☆ نسیم امروہوی مابین تقلید و اختراع۔ نسیم صاحب کو میں نے دیکھا تو نہیں مگر ان کے بارے میں سنا بہت ہے میرے والد مولانا پروفیسر بدر الحسن عابدی مرحوم اکثر ان کا ذکر کیا کرتے تھے اور ان کے محاسن کلام پر روشنی ڈالتے تھے، چنانچہ ناصر الملت اعلی اللہ مقامہ کی مجلس چہلم کا واقعہ بھی میں نے ان ہی کی زبانی سنا کہ نسیم صاحب نے علامہ نونہروی سے پہلے پیش خوانی فرمائی اور ہزاروں کے مجمع میں چراغ کی ردیف میں چراغاں کر دیا۔ علامہ نونہروی کی جگہ اگر کوئی اور ذاکر ہوتا تو ان کے بعد نثری گفتگو مشکل ہو جاتی اس موقع پر ان کا ایک شعر زبان زد خاص و عام ہو گیا اور وہ شعر یہ تھا۔

جھلملاتی تھی جو شمعِ فکر وقت اجتہاد　　لو بڑھا دیتا تھا خود چپکے سے غیبت کا چراغ

نسیم صاحب ایک ایسی شخصیت کے حامل تھے جس سے وابستگی از خود لائق مباہات اور قابل تحسین بن کر سامنے آتی ہے خوش بخت ہیں وہ شاگرد جنھوں نے اس بحر بیکراں سے گہر حاصل کیے۔ یہ ناچیز بھی اسی تلاش میں تھا کہ موصوف سے کوئی رشتہ نکل آئے۔ شاگرد نہ تھا۔ عزیز نہ تھا۔ ہم شہری و ہم وطن نہ تھا۔ مگر ایسے میں مشکلکشا نے میری مدد کی اور ایک رشتہ نکل ہی آیا۔ جب سلطانہ مہر (مقیم امریکہ) سے ایک ملاقات میں مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ نسیم صاحب اورینٹل کالج رامپور میں فارسی کے پروفیسر تھے۔ اب اس برادری سے مجھے کون نکال سکتا ہے۔ یہ تنہا افتخار عظیم ہے۔ جس طرح میر اور مرزا دونوں ہی فارسی کے استاد تھے مجھے یقین ہے کہ نسیم صاحب بھی فارسی شعر و سخن میں اشتغال رکھتے ہوں گے۔

موصوف اپنے تعارف میں کچھ ایسا لکھ گئے کہ مرثیہ گوئی کا پورا شجرہ تیار ہو گیا اور حق سامنے آ گیا۔

کسی کی بزم سخن کا نہیں میں گو کہ جلیس　　مگر یہ میرا عقیدہ ہے اور ہے بھی نفیس
نسیم مل کے بھی سمجھیں اسے اگر دس بیس　　وہی پھلیں گے جو ہوں پیرو دبیر و انیس
یہ فکر ہے اسی روشن ضمیر کا صدقہ
یہ مرثیہ ہے انیس و دبیر کا صدقہ

انیس کون؟ خدیو سخن، خدائے سخن دبیر شاہ سخن، خالق بنائے سخن
انھیں کے جسم پہ سجتی تھی بس قبائے سخن چراغ دو تھے، مگر ایک تھی ضیائے سخن
نشانہ ایک تھا بدلی ہوئی کمانیں تھیں
کہ ذوالفقار کی گویا یہ دو زبانیں تھیں

(پروفیسر عین الحسن عابدی، صدر شعبہ فارسی، جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی)

☆ نسیم کا شعری شعور جس دور میں بیدار ہوا تھا اس دور میں اردو کی شعری فضا پر حالی اور اقبال کی قومی نظمیں نئے سماجی وعمرانی پس منظر کے ساتھ افق ادب پر چھائی ہوئی تھیں لیکن اس دور کی مرثیہ نگاری جو خاندان انیس و دبیر کے ہاتھوں پروان چڑھ رہی تھی وہ ادب کے نئے تقاضوں سے خالی تھی نسیم نے اس کمی کو بہت شدت سے محسوس کیا اور جب خود مرثیہ نگاری شروع کی تو مرثیے کے روایتی تقاضوں کو برقرار رکھتے ہوئے موضوعات میں تنوع پیدا کیا اور سماجی تنقید کے ساتھ ساتھ تاریخی واقعات کو اپنے فکر وفن سے آہنگ نو کے ساتھ مرثیے کے شعری قالب میں ڈھالا۔ (ڈاکٹر سید محمد ارشد رضوی، صدر شعبہ اردو گورنمنٹ رضا پی۔جی کالج، رامپور)

☆ اگر اس پورے مرثیے (پانی) کی تخلیقی بنت اور فضا بندی پر غور کریں تو اندازہ ہوگا کہ محض پانی کو ایک کردار کی شکل میں پیش کر کے انسانی زندگی میں اس کے پچاسوں ظاہری وباطنی عوامل وعناصر کو پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ اس کے منفی و مثبت کردار اور اثرات کا ذکر کیا گیا ہے اور پھر آخر کے چند بند کی روشنی میں نسیم امروہوی نے کربلا اور اس کے مضمرات و مشتملات سے اس پانی کے رشتے کو نہایت ہی تخلیقی وفور کے ساتھ خوبصورت رنگ بھی پیش کر دیا ہے۔ جدید مراثی میں اس مرثیے کو ایک خاص مقام وافتخار حاصل رہے گا۔ (پروفیسر کوثر مظہری، شعبہ اردو جامعہ ملیہ۔ نئی دہلی)

☆ مرثیے کی جو خصوصیت انھیں (نسیم امروہوی) اپنے بڑے معاصر شعراء سے منفرد کرتی ہے وہ ان کے مرثیے کا علمی مزاج ہے، انھوں نے جدید مرثیے کو علمیت کا ایسا رچاؤ دیا ہے جو اردو مرثیے کی تاریخ کو ایک نئے ادبی عہد کی طرف لے کر جا رہا ہے۔
(ڈاکٹر ہلال نقوی)

☆ اس نئے مرثیے کے سرخیل نسیم امروہوی، ان کے بعد آل رضا، جوش ملیح آبادی، نجم آفندی، افسر لکھنوی، جمیل مظہری اور شمیم کرہانی ہیں۔ (سید علی عباس حسینی)

مقدمہ

ڈاکٹر عظیم امروہوی چیرمین عالمی مرثیہ سینٹر۔نئی دہلی

نسیم امروہوی کی عالمانہ شخصیت اور فنکارانہ حیثیت پر باوضو ہوکے بھی لکھتے ہوئے گھبراتا ہوں۔اور اب تک جب جب لکھا تو اختتام پر یہی کہنا پڑا کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔جس طرح ان کے مراثی علم وعمل کے مبلغ ہیں اسی طرح ان کی شخصیت بھی علم وفن کا سمندر تھی۔اس میں جب جب غوطہ زنی کی جائے گی تو علم وفن کے عقل کو خیرہ کرنے والے موتی برآمد ہوتے رہیں گے۔

میں نے سب سے پہلے ان کے بارے میں اپنی کتاب ''مرثیہ نگاران امروہہ'' کے لئے ۱۹۸۰ء میں قلم اٹھایا۔اس کے چند سال بعد ''قصیدہ نگاران امروہہ'' کے لئے پھر یہ شرف حاصل کیا۔اس کے بعد سے اب تک ان پر میرے کئی مضامین ہندوستان کے رسائل اور اخبارات میں شائع ہوئے لیکن ان کے بارے میں لکھنے سے ابھی تک نہ دل سیر ہوا ہے نہ ذہن خالی۔کیونکہ ان کے کلام کو پرت در پرت گہرائی وگیرائی سے دیکھنے کے لئے بڑی عمیق النظری کی ضرورت ہے اور اس بحر بیکراں کی تہہ تک پہنچنا مجھ جیسے انسان کے لئے بہت مشکل ہے۔لفظ ادارہ کا استعمال دور حاضر میں کافی بڑھ گیا ہے لیکن اگر اس کا صحیح مصداق دیکھنا ہو تو نسیم صاحب پر پورا اترے گا۔

دراصل نسیم امروہوی کے مراثی کے عرفان کے لئے صرف واقعہ کربلا پر نظر ہونی ضروری نہیں ہے بلکہ ہر کردار کی تاریخی حیثیت اور مزاج سمجھنا ضروری ہے خاندانِ رسالت کے دیگر افراد کے بارے میں جاننا ضروری ہے تاریخ اسلام کے ہر عہد کا مطالعہ بھی ضروری ہے قرآن مجید اور تفسیر سے بھی واقفیت ہو احادیث رسولؐ اور اقوال معصومینؑ بھی سنے ہوں۔عربی ادبیات پر بھی نظر ہو۔نسیم صاحب کے عصر کی بھی آگہی ہو۔مختلف علوم پر بھی نظر ہو۔اور پھر اس کے ساتھ یہ بھی بہت ضروری ہے کہ فارسی اور اردو زبان کے تمام اصولوں پر بھی نظر ہو اور زبان وبیان کی باریکیوں سے محظوظ ہونا بھی جانتا ہو یہ ذوق بھی ہو اور شعری حسن وخوبیاں، صنائع بدائع اور دیگر محاسن شعری کا علم بھی رکھتا ہو۔وغیرہ وغیرہ۔تب ہی وہ معرفت نسیم حاصل کر سکے گا۔انھیں جاننے والے تو بہت ہیں لیکن پہچاننے کے لئے جس نظر کی ضرورت ہے وہ کم ہیں۔اور خاص طور سے اردو زبان کے موجودہ دور میں اپنی بساط بھر جتنا میں نے سمجھا ہے وہ سب یہاں بیان نہیں کیا جاسکتا، ورنہ بات بہت طویل ہو جائے گی۔اس لئے ان کے جو مراثی یہاں پیش کئے جا رہے ہیں ان کا مرثیہ وار سرسری جائزہ پیش کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ گفتگو صرف مرثیہ نگاری تک محدود رہے۔

نسیم صاحب کی شخصیت اور ادبی خدمات اتنی ہمہ جہت ہیں کہ ہر جہت اور ہر حیثیت سے ایک طویل مقالہ قلم بند کیا جاسکتا ہے اس گلدستہ کا ہر پھول خوشنما، خوش رنگ اور خوشبودار ہے۔کیونکہ نظم اور نثر کی ان کے عہد کی مروّجہ کوئی صنف شاید ہی بچی ہو جس پر انھوں نے قلم نہ اٹھایا ہو۔انھوں نے مرثیہ، نعت، سلام، قصیدہ، منقبت، مثنوی، قطعہ، رباعی، نظم، غزل، تاریخ گوئی اور حب الوطنی کے گیت وغیرہ سب میں ہی طبع آزمائی کی ہے۔اسی طرح منثورات میں بھی ان کی نثر کے نمونے علمی، ادبی، تاریخی، مذہبی، تحقیقی اور تنقیدی مضامین، افسانے، ڈرامے، ناول، ترجمے، سوانح نگاری ادب اطفال اور شرح غرض کہ ہر شکل میں ملتے ہیں۔اس کے ساتھ ہی صحافت

سے بھی ان کا تعلق رہا ہے وہ خیر پور (سندھ) سے نکلنے والے اخبار ''مراد'' کے مدیر رہے ہیں۔ جو ذولسانی اخبار تھا یعنی اردو اور سندھی دو زبانوں میں نکلتا تھا۔

مرثیہ نگاری جس طرح ان کا نظم کے میدان کا سب سے بڑا کام ہے اسی طرح نثر میں لغت نویسی ان کا بہت بڑا کام ہے۔ یعنی نسیم اللغات، رئیس اللغات، اور پاکستان اردو بورڈ کے ذریعے طبع ہونے والا لغت، اس کے ساتھ ہی علامہ اقبال کے اردو اور فارسی کلام کی فرہنگ بھی بے حد اہم کام ہے ان کے تمام کاموں کا احاطہ کرنا بھی ایک دشوار کام ہے ان کی تصنیفات و تالیفات کی تعداد بھی تقریباً ایک سو پچاس ہے۔ بہر حال مندرجہ بالا چند باتوں کا مختصر ذکر کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان کے عصر حاضر کے قارئین سے ان کا مختصر تعارف ہو جائے اور نئی نسل کے لوگ مراثی کا مطالعہ کرنے سے پہلے واقف ہو جائیں۔

جس طرح انیسؔ و دبیرؔ اور مرثیہ لازم و ملزوم ہیں اسی طرح نسیمؔ امروہوی اور جدید مرثیہ بھی لازم و ملزوم ہیں۔ اگر گوشِ سماعت میں آواز آئے گی ''جدید مرثیہ'' تو نگاہوں کے پردے پر نسیمؔ امروہوی کی تصویر یا نام چمکے گا۔ اگر صفحۂ قرطاس پر ''جدید مرثیہ'' تحریر دکھائی دے گا تو ذہن میں آئیں گے نسیمؔ امروہوی۔ انھوں نے غالباً تمام کاموں میں سب سے زیادہ وقت مرثیے کے لئے دیا ہے اور زندگی کا بڑا حصہ اس کے لئے وقف کر دیا تھا۔

دراصل اردو مرثیہ جس کا سفر کئی صدیوں سے جاری تھا اور مختلف راہوں اور پیچ و خم سے گذرتا ہوا جب انیسؔ اور دبیرؔ سے آگے بڑھا تو وہ کچھ تھکا ہوا سا نظر آنے لگا وہ لکیر کا فقیر تو نہیں بلکہ لکیر کا امیر لگنے لگا تھا۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ ان ناخدایانِ سخن نے وہ بلندی عطا فرمادی تھی کہ اس کے آگے کوئی گنجائش ہی نہیں تھی اور کوئی افق بچا تھا نہ آٹھواں آسمان۔ اب شعراء کی پرواز جب ختم ہوگئی تھی تو یہ ہونا ہی تھا۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ادب کے نئے آسمان کی تلاش کی جائے تاکہ نئے امکانات سامنے آئیں۔ نئی نہج اور نئی راہیں ڈھونڈیں۔ مرثیے کے اس نئے آسمان کے لئے پر پرواز تولنے والوں میں اہم ترین نام نسیمؔ امروہوی کا ہے۔ مرثیے کے تصور کے ساتھ اور مرثیے کی فضا کو قائم رکھتے ہوئے بعنوان مرثیہ انھوں نے سب سے پہلے ۱۹۲۳ء میں پہلا جدید مرثیہ کہا۔ جس کو اس وقت کے سامعین کے ذہنوں نے بھی بحیثیت مرثیہ ہی قبول کیا۔ حالانکہ اس مرثیے اور روایتی مرثیے میں فکری اعتبار سے کافی فرق تھا۔ یعنی جس کا موضوع ایک طرح سے کافی چونکانے والا تھا۔ لیکن چونکہ مرثیے کی روح اس میں تھی دینی عکس اور مرثیت کی فضا چھائی ہوئی تھی اس لئے ذہنوں نے بہ آسانی قبول ہی نہیں بلکہ پسند بھی کر لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے اپنی مرثیہ نگاری کی ۶۴ سالہ عمر میں تقریباً سوا دو سو کربلائی مراثی کہے۔ ان کے علاوہ ایک درجن طویل شخصی مرثیے بھی پورے اہتمام اور التزام کے ساتھ کہے۔ جن میں ناصر الملت آقائے محسن الحکیم اور جوشؔ ملیح آبادی کی موت پر کہے گئے مراثی کو خاص شہرت ملی۔

یہ تعداد ہی بتا رہی ہے کہ ان کے عہد کو یہ ذہنی غذا مرغوب محسوس ہوئی اور علمی اور ادبی حلقوں نے خوب نوازہ اور سراہا۔ ہر طرف سے پذیرائی ہوئی۔ عوام تو عوام علمائے لکھنؤ نے اعتراف کیا۔ ورنہ اس میدان میں کسی کا بھی قلم اس تیز گامی سے نہیں چل سکتا۔ اس طرح تقریباً ہر سال اوسطاً انھوں نے چار مراثی کہے۔ یعنی تین ماہ میں ایک مرثیہ۔ جب کہ ان کی دیگر نگارشات کی مرثیے کے علاوہ بھی کچھ کم مقدار نہیں ہے۔ بلکہ کئی گنا زیادہ ہے۔

دراصل نسیمؔ صاحب کے قاری کے لئے ضروری ہے کہ وہ مختلف علوم پر کچھ نہ کچھ نظر ضرور رکھتا ہو۔ قاری اور سامع بھی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک درسگاہی اور دوسرے راہی یعنی خصوصی اور عمومی۔ کیونکہ ہر ذہن گہرائیوں اور گیرائیوں تک پہنچ بھی نہیں رکھتا۔ سب

سے ادراک کی امید بھی نہیں کرنی چاہیے۔نسیم صاحب نے مرثیہ کہنے میں جس قسم کے سامعین کو ذہن میں رکھا ہے ان کی اکثریت نہیں ہوتی ہے۔دوسری بات یہ بھی رہی کہ وہ موضوعات جو خالص عوامی ہوتے ہیں اور جن کا تعلق کسی بھی عہد کے معاشرے سے ہوتا ہے ان پر نسیم صاحب نے قلم ابتدا میں اٹھایا یعنی اصلاحی مضامین ،لیکن بعد میں کمی آگئی۔انھوں نے اپنا ایک اخلاقی اور سماجی فرض سمجھتے ہوئے اس ذمہ داری کو پورا کیا لیکن مستقل مشن نہیں بنایا۔وہ عالم باعمل تھے ان کے ہاں پائے جانے والے عالمانہ معیار و وقار کے سبب علم وعمل کے لئے دعوت غور وفکر ہے۔اسی لئے ان کے مرثیہ نگاری نہ قلزم سخن کا تلاطم ہے نہ ٹھہرا ہوا تالاب کا پانی۔بلکہ موجیں مارتا ہوا اور ایک ہی رفتار سے اٹھتی ہوئی لہروں کا بحرِ بے کراں ہے۔جو ذہنوں کی کاشت کو آہستہ آہستہ سینچتا ہوا گذرتا رہتا ہے۔ان کے ہاں مضمون آفرینی جگہ جگہ ہے اور شاید ان کے عہد تک مرثیے کو کسی نے ان سے زیادہ وسعت نہیں دی۔ان کے مراثی کے چراغ کی لو نہ بھڑکتی ہے اور نہ دھواں دیتی ہے بلکہ چاندنی کی طرح دور تک ٹھنڈی روشنی پہنچاتی ہے ان کی مرثیہ نگاری کا درخت اتنا گھنیرا، تناور اور پھلدار ہے کہ ہر گذرنے والا اس کے سائے میں سانس بھی لے سکتا ہے۔اور دل و دماغ کی غذا بھی حاصل کرسکتا ہے اسی لئے غیر ارادی طور پر اگر شاعر ہے تو خوشہ چینی بھی ہوجاتی ہے اسی وجہ سے اس گھنے درخت کے سائے میں نہ جانے کتنے پودے پنپ کر بڑے اور پھلدار ہوگئے۔

حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ صدی کی مرثیہ نگاری کے ایک بلند و بالا مینار کا نام نسیم امروہوی ہے۔اس حقیقت کا یوں تو آج بھی اعتراف ہورہا ہے لیکن آنے والے وقت میں زیادہ اعتراف کیا جائے گا۔ان کی قدر ان کے دورِ حیات میں بھی کی گئی اور ان کے عہد نے ان کا لوہا مانا۔اور بعد حیات بھی ان کی خدمات کو مانا جارہا ہے۔وہ میر انیس اور مرزا دبیر کی ہی طرح ماضی، حال اور مستقبل ہر عہد کے شاعر ہیں۔اب مجھ جیسا محدود نظر انسان اس بلند مینار رثائی ادب کی بلندیوں تک کیسے نظر ڈال سکتا ہے۔یہ میرے لئے ایک دشوار کیا بلکہ مشکل ترین کام ہے پھر بھی کچھ کوشش کرتا ہوں سمجھنے کی،اس لئے ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے۔یہ کوئی تنقید نہیں بلکہ مراثی کا تعارف ہے۔اس مراثی نسیم جلد پنجم، میں پہلا مرثیہ نعتیہ۔ہے یعنی درحال رسول اکرمؐ،جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے کہ ع۔شہر علوم وشاہِ مدینہ ہیں مصطفےٰؐ

دراصل تھوڑے بہت نعتیہ عناصر کی جھلک تو اردو کے ابتدائی دور کے مراثی میں بھی مل جاتی ہے۔لیکن آہستہ آہستہ نعتیہ عناصر کا مراثی میں اضافہ رجز کے ذریعے ہونے لگا۔کہ جب امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں یعنی افراد بنی ہاشم و جوانانِ حسینی نے میدان جنگ میں پہنچ کر دشمن کے سپاہی سے اپنا تعارف کرانے میں مدح وثنائے رسول کی ہے۔لیکن انیسویں صدی میں باقاعدہ رسول اکرمؐ کو موضوع بنا کر مراثی کہے گئے۔میر انیس اور مرزا دبیر کے بھی نعتیہ مراثی ملتے ہیں۔انیسویں صدی کے نصف آخر میں پورے اہتمام اور پوری توجہ سے اور سب سے زیادہ مکمل نعتیہ مراثی فرزدق ہند شمیم امروہوی نے کہے جن کی تعداد کم از کم ۵ ہے۔نسیم امروہوی کو نعتیہ مراثی کہنے کا رجحان اپنے دادا شمیم امروہوی سے ہی ورثے میں ملا تھا۔

اب اس مرثیہ میں دیکھئے اس کا آغاز ہی وہ اپنے مخصوص عالمانہ رنگ سے کرتے ہیں ابتدا کے دو الفاظ ''شہر علوم'' کہہ کر جو حدیث رسول اعظمؐ سے مصرعے کو عظمت و وقار بخشتا ہے یہ اندازِ نسیم صاحب کی خاص پہچان ہے اس کے بعد کے بھی بند میں تمام مصرعے اسی معیار اور انداز کے ہیں یا اس سے بھی زیادہ بلندی لئے ہوئے ہیں۔اگلے بند میں صبح ازل صحنِ الست اور عرش علا کہہ کر انھوں نے سب کا تعلق ذات مصطفےٰؐ سے بتا کر ان کے باعث تخلیق کائنات ہونے کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔اس بات کے پیچھے بھی آیت قرآنی پوشیدہ ہے۔

تیسرے بند کی بیت میں انھیں چونکہ اللہ کے ذریعے نعت رسول کہنے کا ذکر کرنا تھا اس لئے ابتدا کے ۴ مصرعوں کی لفظیات پر خاص توجہ دی ہے۔یعنی مطلع، دیوان، قصیدہ، منقبت، اور غزلخواں جیسے الفاظ استعمال کر کے اللہ رب العزت کی نعت گوئی کا تذکرہ کرنے

کی تمہید بیان کی ہے اور راہ نکالی ہے تب بیت میں کہتے ہیں۔

حیراں جو سن کے سورۂ کوثر عقول ہیں　　　　تین آیتیں مثلثِ نعت رسولؐ ہیں

یہاں سورہ کوثر کی مدد سے رسول اور نعت رسولؐ دونوں کی عظمت کا اظہار کر دیا ہے ساتھ ہی سورۂ کوثر کی ۳ آیتوں کو مثلث کہہ کر ایک شاعرانہ و معنوی مناسبت بھی پیدا کی ہے غرض کہ بند پر ان کا عالمانہ اور اعلیٰ ادبی مزاج چھایا ہوا ہے۔ ابتدا کے چار مصرعوں میں کاف، نون، لولاک، اور قالوبلیٰ میں جو اشاریت ہے وہ بھی بہت اہم ہے یہاں ان کے علم اور علم کے ذریعے الفاظ کی تلاش اور زبان پر قدرت کا بھی قائل ہونا پڑتا ہے۔

مرثیے کے اگلے بند کا موضوع معرفت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

چشمِ بصیر، شمعِ شبستانِ معرفت　　　　لبِ دُخْتِیںِ، نسخۂ قرآنِ معرفت

دل نفسِ معرفت، تو نفسِ جانِ معرفت　　　　واجب شناس تاحدِ امکان معرفت

ذات و صفات غیب کے آئینہ دار ہیں

عرفانِ کردگار کے پروردگار ہیں

پورا بند بلاغت کا بہترین نمونہ ہے ساتھ ہی کہیں مصرعوں میں تشبیہ سے رنگ بھرا ہے کہیں استعارے سے۔ آخری مصرعے میں بھی عرفان کردگار کا مالک یا حامل نہ کہہ کر پروردگار کہا ہے جس میں یہ بات بھی پوشیدہ ہے کہ دوسروں کو بھی اللہ کا عرفان۔ اصل کرانے والے ہیں۔ اس لفظ پروردگار سے مفہوم اور معانی تو ہو ہی گئے وسیع ساتھ ہی رسول کی بلندیوں کا اظہار بھی ہے۔ رثیے کا یہی اٹھان آگے بھی جاری رہتا ہے۔

نسیم امروہوی کے اس مرثیے میں ایک اور بھی خصوصیت ملتی ہے جو دیگر شعرا کے مراثی میں اگر ملے گی بھی تو بہت کم، یعنی انھوں نے حمد اور نعت کو یکجا کر دیا ہے۔ ہر مصرعے میں دونوں ذوات شامل ہیں اور ایسے متعدد بند ہیں مثلاً

ع۔ یہ ہیں مآل کار، اگر وہ ہے کارساز　　　　ع۔ وہ خالق جمال، یہ آئینۂ جمیل

ع۔ وہ نور، یہ ظہور، وہ دعوہ تو یہ دلیل　　　　ع۔ وہ ذات اوّلین، یہ ختمی مآب ہیں

ع۔ وہ واجب الوجود، تو یہ لازم الوجود　　　　ع۔ وہ سرِّ لامکاں ہے، سَرِ لامکاں یہ ہیں

اس تقابل کا کوئی اور مقصد نہیں بلکہ خالق اور اس کی شاہکار تخلیق کی صفات کا بیان ہے کیونکہ ہمسری کا کوئی سوال ہی نہیں۔ بہر حال مدح کا یہ اسلوب ایک انوکھا پن لئے ہوئے ہے۔

اسلوب کا ایک اور نیا پن بھی اس مرثیہ میں ملتا ہے یعنی ایک صفت کو لیکر ایک ایک لفظ کے ذریعے مصرع میں تشریح کرتے چلے گئے ہیں مثلاً حق گو ایسے، طاہر ایسے، مولا ایسے، شافع ایسے، امّی ایسے، دریا ایسے، حاکم، قابض، غالب، سلطان، رہبر، قائد، ضامن، عابد، زاہد، ناصح، ہمدرد، مشفق، اول، آخر، عالم، گوہر، جوہر، مومن اور عارف وغیرہ وغیرہ ایسے۔ اب مثال بھی ملاحظہ ہو۔

ع۔ ساقی۔ کہ جس کے در پہ غم العطش نہیں　　　　ناصر۔ کہ جس کے عہد میں اک فاقہ کش نہیں

ع۔ یٰسین۔ جو مبین کی منزل کا بدر ہے　　　　طٰہٰ۔ کہ طاہرین کی محفل کا صدر ہے

اس مرثیے میں اور بھی ایسے گوشے ہیں کہ جن پر اظہار خیال کی کافی گنجائش ہے اور جو ذہن کے دریچوں کو وا کرتے ہیں۔ مرثیے

میں تین بند ایسے بھی ہیں کی جس میں نسیم صاحب نے معجزات رسولؐ کا ذکر کیا ہے۔ پہلا بند اس طرح ہے کہ

اوّل تو جسم کا نہیں سایا، یہ معجزہ　　　پھر بے پڑھے جہاں کو پڑھایا، یہ معجزہ
پھر ایک شہر علم بسایا، یہ معجزہ　　　حیدر سا در پھر اس میں بنایا، یہ معجزہ
پھر معجزہ کتاب کا آیا جہان میں
اللہ بولتا ہے نبی کی زبان میں

مرسل اعظمؐ کی بیماری کے وقت غیر ذی روح پر بھی جو رنج و غم کی کیفیت تھی وہ بھی بیان کی ہے۔ مثلاً ع۔ غمناک ہیں فروع تو بے چین ہیں اصول

آگے فرماتے ہیں کہ

فاقوں سے اور زرد تنِ زار ہوگیا　　　جنت کا پھول نرگس بیمار ہوگیا

یہاں دوسرے مصرعے کی نہ شعریت کا جواب ہے اور نہ رسول اعظمؐ کے عالم نزع کی کیفیت کے بیان کا۔ دونوں استعاروں نے شعر کو بے حد بلند کر دیا ہے۔

نسیم صاحب نے اپنی زندگی میں کئی مراثی دوسروں کی فرمائش پر بھی کہے ہیں مثلاً ۱۹۳۰ء میں جب وہ صرف ۲۲ سال کے تھے اور لکھنؤ میں قیام تھا تو خطیب اعظم مولانا سید سبط حسن صاحب نے مدرسۃ الواعظین اور ناظمیہ عربی کالج لکھنؤ کے طلبا کے کہنے پر نسیم صاحب کو ایک مرثیہ کہنے کے لئے موضوع دیا کہ "فضائل علی ابن ابی طالبؑ قرآن و حدیث سے" نسیم صاحب نے اسی شرط اور پابندی کے ساتھ مرثیہ کہا۔ جس کا مطلع ہے　ع۔ شمع افروز حیات ابدی ہے شاعر

نسیم صاحب کے لئے ایک طرح سے یہ امتحان تھا کیونکہ ان کی جو عمر تھی اس میں قرآن اور احادیث پر اتنی گہری نظر کی امید رکھنا اور پھر نظم کرنا کہیں سے کہیں تک مناسب نہیں تھا۔ لیکن نسیم صاحب نے مرثیہ کہا اور ۱۱۴ احادیث اور ۲۱ آیتوں کی مدد سے ۸۳ بندوں پر مشتمل مرثیہ کہا اور اس طرح اپنی شاعرانہ صلاحیت و عظمت کا اعتراف کرالیا۔ مرثیے کی ابتدا شاعر کی اہمیت سے کی ہے۔ اس کے بعد بڑا حصہ فضائل مولائے کائنات پر مشتمل ہے اور جو فضائل قرآن و احادیث کے حوالے سے ہیں ان کی مناسبت سے تاریخی واقعات کا بیان اور کہیں صرف اشارے بھی ہیں۔ یہ مرثیہ نسیم صاحب کی قادر الکلامی کا کھلا اعلان ہے۔ مرثیہ پڑھنے سے ایسا لگتا ہے کہ فضائل کا ایک دریا ہے جو بہتا چلا جا رہا ہے۔ اس سے پوری طرح وہی محظوظ ہوں گے جن کی قرآن و احادیث پر گہری نظر ہوگی۔ مرثیے سے چند مثالیں تشنگی کا سبب ہوں گی ایمان اور عقیدے کی تازگی کے لئے پورے مرثیے کا مطالعہ ہی مناسب ہوگا۔

اس مجموعہ مراثی میں ایک مرثیہ ایسا بھی ہے کہ جس کے چہرے میں نسیم صاحب نے اپنے اور اپنی شاعری کے بارے میں ذکر کیا ہے۔ مرثیہ کا مطلع ہے

ع۔ میں شاعرِ جناب رسالت مآب ہوں

اس میں انھوں نے اپنے دادا فرزدق ہند شمیم صاحب کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور تعلّی کا رنگ بھی اختیار کیا ہے۔ چہرے کے بعد میدان جنگ میں امام حسینؑ کی آمد نظم کی ہے اور ان کے سراپا کا بیان کیا ہے۔ اور صرف سراپا ہی نہیں بلکہ انبیاء کے حوالے سے سراپا کی تعریف بھی کی ہے۔ اس سلسلے کا صرف ایک بند ملاحظہ ہو

قدسی فدائے جلوۂ رخسار اک طرف　　یوسف ہزار جان سے خریدار اک طرف
عیسیٰ مسیح چشم کے بیمار اک طرف　　موسیٰ کلیم طالب دیدار اک طرف
آنکھوں میں معرفت کے جو روشن چراغ ہیں
رُخ دیکھ کر خلیل خدا باغ باغ ہیں

یہاں جو معنوی مناسبتیں ہیں ان سے ہر اہل علم متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس مرثیے میں تلوار کی تعریف بھی ہے اور امام حسینؑ کی جنگ کا بیان بھی ہے لیکن جنگ کا بیان بڑا فطری ہے اور ایسا لگتا ہے کہ جیسے شاعر خود میدان جنگ میں موجود ہے اور یہ منظر دیکھ رہا ہے۔ ایک بند دیکھئے۔

گھوڑا بڑھا، حسام چلی، نوجواں گرے　　سہمے شریر، ہاتھ سے تیرو کماں گرے
نام آورانِ فوج کے نامی نشاں گرے　　نزدیک تھا زمین اٹھے، آسماں گرے
روکا فلک کا تیر نگاہِ جناب نے
دابا زمین کو لحدِ بوتراب نے

گھوڑے کی تعریف میں بھی کئی بند ہیں۔ لیکن کہیں کہیں ان میں بھی نیا پن اور مضمون کی تلاش ہے مثلاً فرماتے ہیں کہ

باغ سخن پہ رخش کا پرتو اگر پڑے　　چلتی ہوا سے نظم کا مضمون بھی لڑے
پریوں کے دل پہ نقش بٹھادے کھڑے کھڑے　　سینہ فراخ، چست کمر، سُم بڑے بڑے
اللہ رے شان رخش امام جلیل کی
کلغی چڑھی ہوئی ہے پر جبرئیل کی

بہر حال اس مرثیہ پر روایتی رنگ کافی چھایا ہوا ہے البتہ مصائب کے حصہ میں نسیم صاحب نے ایک خاص جدت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے یعنی تمام ہتھیاروں سے امامؑ مخاطب ہوئے ہیں۔ مثلاً

تیغو! قریب آؤ، مرے سر کا واسطہ　　گرزو! ہمارے شیرِ برادر کا واسطہ
اے برچھیو! شبیہ پیمبر کا واسطہ　　تیرو! بڑھو مرے علی اصغر کا واسطہ
سب کی زباں پہ یاد رہے تشنہ کام کی
پی لو یہ خوں سبیل ہے امت کے نام کی

نسیم امروہوی کا ایک مرثیہ ایسا بھی ہے کہ جس کا موضوع کوئی ایک شخصیت نہیں ہے اور وہ مرثیہ ہے پنجتنؑ کے سلسلے کا جس کا آغاز اسطرح ہوتا ہے کہ ع۔ تہذیب کا فروغ ہے کردار پنجتن

اس مرثیے میں پانچوں کرداروں کی مدح وثنا کی گئی ہے اور ایک موضوع اس میں بالکل نیا اور انوکھا ہے یعنی زمین اور آسمان کے مکالے نظم کیے گئے ہیں اور ان مکالموں میں دونوں نے اپنی برتری اور افضلیت بیان کی ہے اور ایک نے دوسرے کو کمتر اور مفضول بتایا ہے یہ مکالمے ۷ ابندوں پر مشتمل ہیں اس سلسلے کے دو بند ملاحظہ ہوں۔

اک دن زبان حال سے بولا یہ آسماں | ہاں اے زمین تجھ میں مرا بانکپن کہاں
تو خاک کا ہے ڈھیر، تری خاک عز وشاں | اس نے کہا کجی تری صورت سے ہے عیاں

میں خاک ہوں، کہ عجز سے میرا خمیر ہے
یہ راز تو سمجھ نہیں سکتا کہ پیر ہے

بڑھ بڑھ کے بانکپن جسے کہتا ہے ناصواب | دنیا میں کجروی ہے اسی ٹیڑھ کا خطاب
جلتا ہے تیرے کبر سے خود تیرا آفتاب | میں خاکسار ہوں مرا مولا ابوتراب

خوئے فروتنی سے جلالت پناہ ہوں
اچھی ہوں یا بری ہوں تری سجدہ گاہ ہوں

یہ زمین وآسمان کی بحث اسی طرح آگے بڑھتی رہتی ہے اور دونوں اپنے اپنے انداز میں اپنی افضلیت کے پہلو تلاش کر کے پیش کرتے ہیں۔ جب بحث زیادہ بڑھتی ہے تو دونوں کے لہجے میں بھی فرق آجاتا ہے۔ جس سے گفتگو میں ایک تیکھا پن آجاتا ہے صرف ایک بند ملاحظہ ہو۔

بولا فلک کہ نور کا عنوان، میں ہوں، میں | منزل تجلّیات کی ہر آن، میں ہوں، میں
بولی زمیں ارے مجھے پہچان، میں ہوں، میں | آیا ہے جس کی گود میں قرآن، میں ہوں، میں

بولا یہاں نبی کی دعا آئی فرش سے
اس نے کہا کہ وحی یہاں آئی عرش سے

دلائل دونوں کے اپنی اپنی جگہ مضبوط ہیں لیکن آگے چل کر نسیم صاحب نے آسمان کو ظلم وستم کی علامت بنا کر گفتگو کا رخ موڑ دیا ہے اور آسمان کو ان معنی میں پیش کیا ہے یعنی ظالم وقت اور ظالم زمانہ۔ اور آسمان (ظالم زمانے) کے ہاتھوں جو امام حسینؑ پر مظالم ہوئے ہیں ان سے مرثیے میں ربط پیدا کر دیا ہے۔

نسیم امروہوی کے دو مرثیے عقد اور شادی کے بیان پر بھی مشتمل ہیں۔ جس میں ایک حضرت محمد مصطفےٰؐ سے ام المومنین حضرت خدیجہؑ کے عقد کا بیان ہے۔ جس میں پہلے عقد کی اہمیت اور ضرورت کا ذکر کیا ہے مرثیے کا آغاز ہی بڑے بلیغ عالمانہ اور منطقی انداز میں ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ

عقد- اک رشتہ سر رشتۂ انسانی ہے | عقد- اک عقدۂ سر بستۂ روحانی ہے
عقد- حکمِ نبوی آیۂ قرآنی ہے | عقد- اک ایسا عقیدہ ہے جو لافانی ہے

عقد رحمان کی قربت میں بٹھا دیتا ہے
عقد شیطان کے حملے سے بچا دیتا ہے

مرثیے میں عقد کے علاوہ جناب ابوطالبؑ کے فضائل بھی بیان کئے گئے ہیں جن میں ان کے ایمان کے بارے میں بھی دلائل پیش کئے ہیں جس میں تاریخی دلائل کے علاوہ شاعرانہ دلائل بھی ہیں ایک بند کی صرف ایک بیت ملاحظہ ہو۔

سب دلیلوں پہ دلیل ایک مگر غالب ہے | کلِ ایمان جو ہے جزو ابوطالبؑ ہے

اولاد، ماں باپ کا جزو اور ٹکڑا کہلاتی ہے اس بات سے کیا خوب فائدہ اٹھایا ہے۔

نسیم صاحب کے ایک مرثیے کا چہرہ تمام مراثی سے بالکل مختلف ہے کیونکہ اس سے قبل کسی بھی مرثیے کے چہرے کا موضوع ایک مخصوص خواب سامنے نہیں آیا سوائے مرزا دبیر کے ایک مرثیے کے۔ دراصل جامعہ کراچی کی ایک بزرگ اور محترم شخصیت مولانا منتخب الحق صاحب اعلی اللہ مقامہ نے خدائے سخن میر انیس کو خواب میں دیکھا تھا اس خواب کو نسیم صاحب نے اس مرثیے میں نظم کیا ہے ابتدا میں طرح طرح کے خواب بیان کرنے کے بعد ایک بند کی بیت میں کہتے ہیں کہ

اک ملکِ رے کا خواب ہے اک حر کا خواب ہے — اک ذلتوں کا ایک تفاخر کا خواب ہے

خواب آگے بڑھتا ہے تو اک قصر نور نظر آتا ہے اس کی منظر کشی کی گئی ہے اس میں جو ایک بزرگ تشریف فرما ہیں ان سے سوال کیا جاتا ہے کہ

یہ کیا جگہ ہے؟ آپ یہاں کے رئیس ہیں؟ — حضرت نے مسکرا کے کہا ہم انیس ہیں

خواب کی تفصیل کے بعد نسیم صاحب مرثیے میں رنگ انیس اختیار کر لیتے ہیں کیونکہ وہ ہر رنگ میں کہنے کی قدرت رکھتے تھے۔ آگے چل کر انھیں چونکہ لشکر حسینی کے علم کا ذکر کرنا ہے اس لئے اسی مناسبت سے تخاطب اختیار کرتے ہیں علم چونکہ بلندی کی علامت بھی ہے اس لئے کبھی اسے فطرت بلند کہتے ہیں۔ کبھی طبع ارجمند۔ کبھی کلک اور کبھی بال جبرئیل امین سے مخاطب ہوتے ہیں۔ اس مرثیے کا بس ایک بند اور ملاحظہ ہو جس میں جناب زینبؑ بچوں کو میدان جنگ بھیجتے وقت نصیحتیں اور ہمت افزائی کرتی ہیں

کوفہ کے در پہ جاؤ تو چولیں ہلا کے آؤ — خیبر کشا کی طاقت و عظمت دکھا کے آؤ
ماموں کا ہر دیار میں ڈنکا بجا کے آؤ — قصر امیر شام پہ بجلی گرا کے آؤ
پاؤ ظفر جو فیض امام مجید سے
تاریخ لکھ کے آئیو خونِ یزید سے

اردو مرثیہ نگاری کی تاریخ میں نسائی کرداروں کا ذکر تو تقریباً ہر شاعر کے یہاں ملتا ہے چونکہ کربلا کے سانحے میں خواتین کی نہ صرف شرکت بلکہ اہم حصہ بھی رہا ہے لیکن باقاعدہ اور پورے اہتمام کے ساتھ مکمل مرثیے کسی بھی خاتون پر شاید نہیں کہے گئے سوائے مرزا دبیر اور فراستؔ کے یا نسیم صاحب کے دادا شمیم کے ہاں ضرور ایک مکمل مرثیہ جناب فاطمہ زہراؑ کے موضوع پر ملتا ہے نسیم صاحب نے بھی اپنے دادا کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے نہ صرف کئی مراثی میں خواتین خاندانِ رسولؐ اور خواتین کربلا کی مدح و ثنا اور مصائب بیان کئے ہیں۔ بلکہ دو مکمل مرثیے بھی ایسے کہے ایک جناب سیدہ فاطمہ زہراؑ اور دوسرا ثانی زہرا جناب زینبؑ کو موضوع بنا کر۔ جناب زینبؑ کے حال کا مرثیہ غیر معمولی طور پر مقبول ہوا جس کا مطلع ہے کہ ع۔ ضمیر کن فیکون ہے مزاج دانِ بشر

مرثیہ نگاری میں جناب زینبؑ پر یہ شاہکار مرثیہ ہے اور آج بھی جگہ جگہ محرم اور چہلم کے دنوں میں پڑھا جاتا ہے۔

نسیم صاحب کے اگلے مرثیے کا موضوع پانی ہے پانی کا سانحۂ کربلا سے بے حد قریبی رشتہ ہے یہ الگ بات ہے شہدائے کربلا کا وہاں پانی سے دور کا بھی رشتہ نہیں تھا بلکہ صرف آب خنجر سے ہی قریبی رشتہ جڑ گیا تھا۔ سوکھے گلے اس کے لئے بے چین تھے۔ پانی کے عنوان سے ہمیں نسیم صاحب کے علاوہ دو مراثی اور بھی ملتے ہیں جن میں ایک راجہ صاحب محمود آباد کا اور دوسرا جوش ملیح آبادی کا، وہ دونوں مرثیے بھی اپنے اپنے رنگ میں خوب ہیں۔ لیکن نسیم صاحب کا مرثیہ محاورہ بندی، زبان و بیان اور تلاش مضامین کے اعتبار سے بہت

خوب ہے۔ مرثیے کا آغاز اس طرح ہوتا ہے کہ

تمام خلق کی خدمت گذار ہے پانی رگوں میں خون، بدن میں نکھار ہے پانی
گلوں میں حسن، چمن میں بہار ہے پانی نمو کی بزم میں پروردگار ہے پانی
نگاہِ خلق سے غائب جو ہے فضاؤں میں
امام غیب کا بھرتا ہے دم ہواؤں میں

پانی کی پوری کائنات کے لئے خدمت کرنے والا کے بعد اس کی تفصیل یہ کہہ کر بیان کی ہے کہ رگوں، بدن، پھولوں اور پورے چمن کے لئے کتنی زیادہ اہمیت ہے اور پھر بزم نمو کا پروردگار کہہ کر تو بند کو بہت زیادہ بلند کر دیا ہے۔ اب اس کے بعد بیت کہنے کے لئے اس سے بھی بلند مضمون کی تلاش کی ضرورت تھی جو بظاہر بہت دشوار لگ رہا تھا لیکن نسیم امروہوی نے ایسا مضمون ڈھونڈ نکالا جو غیب میں تھا۔ اور ایسی مناسبت تلاش کی کہ جس سے بہتر ممکن نہیں تھی۔ فضاؤں میں چھپا ہوا پانی تلاش کیا اور پھر اس کے نظر نہ آنے سے بھی فائدہ یہ اٹھایا کہ امام غیب کا دم بھرنا کہا۔ نظر نہ آنے کا یہ سبب ہے۔ دراصل جہاں پانی میں دو ہوائیں ہیں وہاں ہواؤں میں بھی تو پانی ہوتا ہے۔ آگے چل کر بھی اسی طرح بڑے مدلل انداز میں پانی پر ہر بند کو پانی کرتے چلے گئے ہیں اور پھر بادلوں میں چھپا پانی، زمین پر رحمت الٰہی پانی، خاک کی آبرو پانی، آنکھ کا آنسو پانی، شبنم کا قطرہ پانی، کہیں خوشی سے آنکھ میں آنے والا پانی، جنت میں کوثر و تسنیم کا پانی اور زمین پر زمزم کے پانی کا تذکرہ ایسے رواں دواں انداز میں کیا ہے کہ ہر مصرع کے بہاؤ پر کوثر و تسنیم کے اثرات ہیں۔ عناصر اربعہ میں ایک پانی بھی ہے لیکن چاروں عناصر میں پانی کو افضل ہونا شریعت کے حوالے سے ثابت کرتے ہیں یہ کہہ کر کہ

عجیب جوہر تطہیر اس کی ذات میں ہے کہ سب سے پہلے یہ شرعاً مُطہرات میں ہے

اس کے بعد پانی کے مختلف محاورے طرح طرح سے باندھے ہیں صرف ایک بیت ملاحظہ ہو۔

سبیل عام کبھی راہ باٹ کا پانی پیا ہے اس نے غرض گھاٹ گھاٹ کا پانی

اب جہاں لفظِ ''پانی'' بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے اس کی مثال صرف ایک مصرعے میں دیکھئے ع۔ ہوں اصل و نسل کے معنی، تو استعارہ ہے

پانی کا مقام بدلنے سے شکل بھی بدلتی ہے اس بات پر ایک بند دیکھیں

چمن میں ہے تو یہ گل، بن میں ہے تو خار بلا زمین پر ہے تو دریا، فضا میں ہے تو گھٹا
صدف کے بطن میں موتی، کنار جو ذرّا گلے میں ہے تو حیات، اور گلے گلے تو قضا
لپک ہے آگ کی، سیلاب کی روانی ہے
اگر گرے تو ہے بجلی، بھرے تو پانی ہے

ایک بیت اور ملاحظہ ہو۔

کبھی الست کے مستوں کی روح مینا ہے کبھی علیؑ کا مہکتا ہوا پسینا ہے

پانی کی ایک شکل حضرت علیؑ کا مہکتا ہوا پسینہ بتا کر نسیم صاحب نے قاری کا ذہن پانی کی ہیئت، اثرات، نام اور سائنسی رخ سے موڑ کر مذہب، عقیدت، تاریخی حقیقت اور مدح و ثنا کی جانب کیا ہے اور مرثیہ ہونے کا احساس دلایا ہے۔ تا کہ ذہن بھٹک کر پانی پر نظم

سمجھنے میں نہ کھو جائے۔

دو جگہ مذہبی حوالے سے پانی کا ذکر بھی ملاحظہ ہو۔ صرف دو بندوں کی بیتیں دیکھئے۔ایک جگہ مرسل اعظم کا خدمت گار پانی ہے دوسری جگہ ان کی نبوت کی پہچان اور نشانی پانی ہے۔

فضا و کوہ میں حاضر ہے فرش پر موجود　　　نبیؐ کے ہاتھ دھلانے کو عرش پر موجود

....

نگاہِ خلق میں یہ ابر ہے جو پانی ہے　　　مری نظر میں نبوت کی یہ نشانی ہے

آخر میں وہ مصائب کی منزل میں بھی پانی کے حوالے سے ہی داخل ہوتے ہیں ایک بند کی بیت ہے کہ

روا ہر اک کے لئے بے گزند ہے پانی　　　مگر حسینؑ کے بچوں پہ بند ہے پانی

یہ مرثیہ جب آگے بڑھتا ہے تو اس میں اختتام تک تمام مصائب کا ذکر پانی کے ذکر کے ساتھ ہے۔اور مندرجہ ذیل بیت پر مرثیہ کا اختتام ہوتا ہے۔

ارے فرات کے کم ظرف و بد گہر پانی　　　نہ مل سکا علی اصغرؑ کو ڈوب مر پانی

پانی کا کربلا کی پیاس کے تعلق کے ساتھ کے علاوہ نسیم امروہوی نے اس مرثیے میں پانی کی اہمیت، پانی کی افادیت، پانی کے جلوے، پانی کی رسائی، پانی کی کیفیات، پانی کے اثرات، پانی کی افضلیت، پانی اور مرسل اعظمؐ، پانی کا مختلف معانی میں استعمال، پانی کا مزاج اور مزاج میں مساوات، پانی کے ذریعہ درسِ ارتقا، پانی کی ماہیت اور سائنسی نقطۂ نظر سے پانی وغیرہ وغیرہ موضوعات کو زبان و بیان کی خوبیوں کے ساتھ ایسے نظم کیا ہے کہ پانی کر دیا ہے اور موضوع کا حق ادا ہو گیا ہے۔

علمدار لشکر حسینی کے حال کے نسیم صاحب نے کئی مرثیے کہے ہیں۔لیکن کوشش یہ کی ہے کہ ہر مرثیہ دوسرے سے مختلف ہو۔اور تکرار مضامین سے بچا جائے۔اس جلد پنجم میں ایک مرثیہ جس کا مطلع ہے　　　ع۔ دنیا وفا پسند ہے دیں ہے وفا پسند

یہ مرثیہ مدح و ثنا کے اعتبار سے بہت اہم مرثیہ ہے اس میں نسیم صاحب نے اپنے ممدوح کی خوب خوب مدح کی ہے اور کافی تعداد ایسے بندوں کی ہے جو ذو ممدوحین ہیں ایسے بندوں میں نہ صرف مضامین کی تلاش مشکل کام تھا بلکہ حفظ مراتب کی نزاکت کا بھی خیال رکھنا تھا لیکن وہ ایسی منازل سے بہت کامیابی کے ساتھ گذرے ہیں۔اس مرثیے میں وہ آغاز سے ہی حضرت عباسؑ کے ساتھ ساتھ ہی امام حسینؑ کی مدح بھی شامل کرتے ہیں اور زیادہ تر بندوں کی ابتدا چار مصرعوں میں سے ہر مصرعے میں دونوں کی مدح شامل رکھتے ہیں۔اس سلسلہ کا ایک بند ملاحظہ ہو

وہ بحر و بر کے شاہ، ترائی کے ہیں یہ شیر　　　سب ان کے زیردست، زبردست ان سے زیر

وہ جان، یہ جاں نثار، وہ دل اور یہ دلیر　　　وہ تشنۂ اجل ہیں، تو یہ زندگی سے سیر

ان کی رگوں میں جوش ہے زہرا کے شیر کا

ان کی رگوں میں خون جناب امیر کا

اب اگر کہیں نسیم صاحب نے دونوں ممدوحین کی ایک ہی صفت اور خوبی بیان کی ہے تو اسے الفاظ اور اسلوب بدل کے الگ ظاہر کر دیا ہے مثلاً مندرجہ بالا بند کا دوسرا اور چوتھا مصرع۔ دراصل یہ فن ان میں زباں دانی کے سبب پایا جاتا ہے۔ایک بند میں آمد حضرت

عباسؑ بھی ملاحظہ ہو۔

اے آسماں! زمیں کی طنابوں کو تھام لے — اے حشر! دور عدل ہوا انتقام لے
اے صور! دم بدم شہِ مرداں کا نام لے — اے مہر! صبح حشر ہوئی راہ شام لے
اے ترکِ چرخ! پھینک سروہی ہلال کی
آمد ہے ضیغمِ اسد ذوالجلال کی

قدیم مراثی میں رجز کے حصے کو ایک خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ جدید مراثی میں رجز بھی گھوڑے، تلوار اور جنگ کی طرح بہت کمیاب یعنی نہ ہونے کے برابر ملتا ہے۔ نسیم صاحب کے ہاں جہاں جہاں ان کے خانوادے کی مرثیہ نگاری کے اثرات ملتے ہیں وہاں وہاں اس طرح کا مختصر سا بیان مل جاتا ہے۔ ایک بند میں دیکھئے حضرت عباسؑ کس طرح دشمن کی فوج کو للکارتے ہیں۔

نعرہ کیا وہ روکنے والے کہاں گئے — تیغیں وہ کس طرف ہیں وہ بھالے کہاں گئے
جہل و خودی کی گود کے پالے کہاں گئے — لیکر خطِ شکست رسالے کہاں گئے
زندہ ابھی ہے یا پسر سعد مر گیا؟
خالی پڑا ہے دشت، یہ خولی کدھر گیا؟

اس مجموعے کا اگلا مرثیہ نسیم امروہوی نے مرزا دبیر کی سوسالہ برسی پر رنگ دبیر میں کہا تھا۔ یہ غیر مطبوعہ مرثیہ ۱۹۷۵ء کی تخلیق ہے۔ اس میں ۱۰۵ بند ہیں جب کہ ارمغان نسیم، کی فہرست میں ۹۴ بند دکھائے ہیں۔ جیسا کہ مصرع اوّل سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ
ع۔ اے منشیِ گردوں قلم نخل ولا دے

یہ مرثیہ ہمشکل پیمبر حضرت علی اکبرؑ کے حال کا ہے اس میں سلطان حلب نے جو اپنی دختر سے حضرت علی اکبرؑ کے ساتھ شادی کے رشتے کے لئے خط لکھا ہے اس میں خاندان رسولؐ کی مدح و ثنا کے ساتھ اپنی انکساری، اس رشتہ کی منظوری پر فخر اور دلی جذبات کا اظہار کیا ہے ایک بند دیکھیں۔

حضرت کا پسر جد کا جو ہمشان ہے مولا — خورشید بھی اس ماہ پہ قربان ہے مولا
لونڈی اسے دوں مجھ کو یہ ارمان ہے مولا — اقرار کریں آپ تو احسان ہے مولا
خدمت وہ کرے دلبر سلطان عرب کی
آئینہ دکھایا کرے شہزادی حلب کی

آگے چل کر دنیا کی بے ثباتی کا ذکر بڑے مدلل طریقے سے کیا ہے۔ اس میں مرزا دبیر کی تاسی میں ایک بند ان کی ردیف میں قافیہ بدلنے کے بعد کہا ہے۔ دبیر کا مشہور مصرع ہے ع۔ کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے

اب ذرا علی اکبرؑ کی میدان جنگ میں وہ آمد ملاحظہ ہو جو نسیم صاحب نے بیان کی ہے کہتے ہیں کہ

دہشت سے دلیروں کے جگر کانپ رہے ہیں — شعلے کی طرح بانیِ شر کانپ رہے ہیں
پا مرد جھکائے ہوئے سر کانپ رہے ہیں — جبریل بہت دور ہیں، پر کانپ رہے ہیں
افلاک کو بھی اپنی روش بھول رہی ہے
گردوں کے ہنڈولے میں زمیں جھول رہی ہے

میدان میں جناب علی اکبرؑ کی آمد کے تمام اثرات فطری ہیں۔ مافوق الفطرت نہیں ہیں صرف احساس شرط ہے۔ اس کے ساتھ ہی مناسبتیں بھی خوب ہیں یعنی دلیروں کے ساتھ جگر۔ شعلے کی طرح بانی شر۔ پامرد کے ساتھ سر۔ جبریل کے ساتھ پر۔ گردوں کا ہنڈولہ اور زمین کی گردش کو جھولنا کہہ کر نسیم صاحب نے بند کو بھی گردوں پر پہنچا دیا ہے۔

اگلا مرثیہ ایک منفرد انداز کا ہے یعنی اس میں نسیم صاحب نے سورج کی زبانی واقعات کربلا نظم کئے ہیں مرثیہ نگاری کی تاریخ میں یہ ایک تخئیلی و تمثیلی جدّت ہے اور اضافہ ہے۔ مرثیے کا آغاز اس طرح ہوتا ہے کہ ع۔ ذرہ ہوں آفتاب سے گرم سخن ہوں میں آفتاب سے گرم سخن ہونا ہی ایک حرارت سی پیدا کر دیتا ہے۔ مرثیے کے ابتدائی حصے میں نسیم صاحب نے اپنے بارے میں کچھ دعوے بھی کئے ہیں ایک بند ملاحظہ ہو۔

زورِ قلم مرا تری محفل میں ہے عیاں تاروں کے دل دھڑکتے ہیں جھکتا ہے آسماں
شق القمر کا حال اگر میں کروں بیاں چھٹ جائیں تیرے چاند کے منہ پر ہوائیاں
آئے جو ردِّ شمس زبان مقال پر
تو لوٹ جائے اپنے پلٹنے کے حال پر

اس کے بعد بڑے فخریہ انداز میں فرماتے ہیں کہ

میں دعبلؔ و فرزدقؔ و حسّانؔ کی طرح مداحِ اہلبیت ہوں قرآن کی طرح

آفتاب سے اس طرح نسیم کی گفتگو بڑی عالمانہ، شاعرانہ، فلسفیانہ، اور مدلل ہے۔ اب دیکھئے عظمت انسان کے سلسلہ میں کیا کیا پہلو تلاش کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

اے نورِ آفتاب مری روشنی کو دیکھ تاریکی فضا میں ضیا گستری کو دیکھ
حیرت سے مشت خاک کی جلوہ گری کو دیکھ کوتاہ بیں ملک کو نہ دیکھ، آدمی کو دیکھ
آدمؑ سے مجھ کو بُعدِ زمانی ضرور ہے
طینت مگر وہی ہے جو مسجود نور ہے

نسیم صاحب نے جو انسان کے فضائل عالمانہ انداز میں بیان کئے ہیں انھیں سن کر پہلے تو آفتاب ان انسانی رفعت و مراتب کا اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ

بولا یہ آفتاب کے اے عبد بوتراب بیشک دمِ سخن ہے زباں تیری کامیاب

تمام اعترافات کے بعد سورج کہتا ہے کہ

تو واقعہ نگار امام شہید ہے تیری شنید میرے لئے چشم دید ہے

اس کے بعد سورج پہلے سانحۂ کربلا کا پس منظر بیان کرتا ہے اور پھر کربلا کے واقعات یعنی اعزا و احباب کی شہادت اور بین وغیرہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نسیم صاحب نے مرثیے کے اسلوب میں اس مرثیے کے ذریعے ایک اضافہ کیا ہے۔

امام حسینؑ کے سفر کے موضوع پر اکثر شعرا نے مرثیے کہے ہیں نسیم صاحب کا ایک مرثیہ جس کا مطلع ہے۔

ع۔ اسلام کی تقدیر حسینؑ ابن علیؑ ہیں

یہ مرثیہ دیگر مراثی سے مختلف ہے۔ قافلے کی مدینہ سے روانگی اور سفر کی تیاری کی تفصیلات اس میں نہایت فطری انداز میں بیان کی گئی ہیں یہ منظر نگاری، نفسیات نگاری، جذبات نگاری، اور مکالمہ نگاری کا اچھا نمونہ ہے۔ حضرت امام حسینؑ کی مدینہ سے روانگی سے قبل کیا منظر تھا اور قافلہ روانہ ہونے کے بعد گھر میں کتنی اداسی اور سناٹا ہوگا تنہائی کس طرح امامؑ کی بیمار بیٹی صغرا کو کاٹے گی اس کیفیت کو ایک بند میں ملاحظہ کریں۔

احباب و اعزہ سے بھرا آج ہے دربار — کاٹے گا مکاں کل سے، ڈسیں گے در و دیوار
کھانے سے بھی پینے سے بھی ہو جائے گی بیزار — غم کھائے گا بیمار کو، غم کھائے گی بیمار
بدلے گی فضا، دل کی کلی کھل نہ سکے گی
جز خونِ جگر، کوئی دوا مل نہ سکے گی

نسیم امروہوی کو اس سلسلے میں بھی مہارت حاصل ہے کہ وہ مشکل سے مشکل اور ناقابل بیان مضمون کو بھی بیان کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اور ایسا اسلوب اختیار کرتے ہیں کہ زباں و بیان پر حرف بھی نہ آئے اور بات بھی واضح ہو جائے اسی مرثیے میں عہد یزید میں جو معاشرے کے بدترین حالات تھے اور سماج کی بری اور گندی صورت حال تھے وہ بیان کی ہے اور یہ سب اس لئے تھا کہ حاکم ہی بد کردار تھا۔ صرف ایک بند میں یزید کا کردار ملاحظہ ہو۔

رایت نہ شریعت کا کسی بزم میں گاڑا — تقدیس کا گھر عیش کی محفل میں اجاڑا
اس دیو کو پریوں کی نزاکت نے پچھاڑا — دربار خلافت ہے کہ اندر کا اکھاڑا
دیوار بھی کعبہ کی ہلادی ہے بنا بھی
مشغول غنا بھی، کبھی ہم وزن غنا بھی

میر انیس کے جناب حر کے حال میں دو مراثی معرکۃ الآرا ہیں اور جو دونوں ہی بے حد مقبول ہیں۔ ظاہر ہے نسیم صاحب کے مطالعہ میں وہ ضرور آئے ہوں گے۔ اب وہی کردار یعنی حر کا انقلاب فکر "نفسیاتی کیفیت" فوج کے سردار لشکر سے مکالمے، نسیم صاحب کو بھی اپنے ایک مرثیے میں نظم کرنے تھے۔ جس کا مطلع ہے ع۔ اے روح حریت شرف جسم و جاں ہے تو

لیکن انھوں نے بالکل بچ کر اپنے جداگانہ انداز میں یہ سب کچھ نظم کیا ہے مرثیے میں پہلا اضافہ تو نسیم صاحب نے یہ کیا کہ ابتدائی دس بندوں میں حریت کی تشریح کی ہے اس کے بعد چند بندوں میں حر کی مدح کی ہے اور مدح میں بھی تلاش مضامین کا ثبوت دیا ہے مثلاً ایک بند کی بیت میں کہتے ہیں کہ

خاک شفا پہ خوں جو بہا حق کی راہ میں — ہوگا یہی کسی نہ کسی سجدہ گاہ میں

اس کے بعد دل اور نفس کی مدلل گفتگو نظم کی ہے اور جناب حر نے جو جہاد نفس کیا وہ بیان کیا ہے دل اور نفس کے مکالموں کی ہی طرح جناب حر کے سپہ سالار لشکر یزیدی سے مکالمے بھی دلچسپ، معنی خیز اور برجستہ انداز میں ہیں صرف ایک بند ملاحظہ ہو۔

پوچھا کہ عزم کیا ہے؟ جری نے کہا وفا — پوچھا سبب؟ کہا کہ ستمگر تری جفا
پوچھا مآل؟ حر نے کہا شاہ کی رضا — پوچھا ملے گا کیا تجھے؟ اس نے کہا خدا
حق تک رسائی آلِ پیمبرؐ کے ہاتھ ہے
حق ہے علیؑ کے ساتھ، علیؑ حق کے ساتھ ہے

اب یہاں پر دیکھئے بند کے ابتدائی چار مصرعوں میں جو جامعیت ہے وہ بھی مثالی ہے اس کے بعد وہی تاریخی واقعات یعنی امام کی خدمت میں حاضری اور معافی کا خواستگار ہونا اور اذن طلبی وغیرہ نظم کیا ہے اس میں انھوں نے فن کے مظاہرے کی کوشش کے بجائے فکری رخ زیادہ پیش کیے ہیں۔

حضرت محمد مہدیؑ یعنی امام زمانہؑ کو موضوع بنا کر بھی صرف ایک دو مراثی ہی کہے گئے ہیں لیکن تسیم صاحب نے امام عصرؑ کے فضائل کئی مراثی میں تو بیان کئے ہی ہیں لیکن کم از کم دو مراثی مکمل امام مہدیؑ کے حالات پر کہے ہیں جن میں سے ایک کا مطلع ہے

ع۔ جنت کی آرزو ہے نہ خوف سقر مجھے

اس میں اماٗم کے فضائل کے ساتھ آئمہٗ اثنا عشر کے فضائل بھی بیان کئے ہیں اور امام زمانہؑ کی ولادت کا بیان بھی ہے سب سے اہم حصہ اس مرثیے کا وہ ہے جس میں اماٗم کی غیبت کے سلسلے میں دلائل پیش کئے ہیں یہ حصہ بڑا مدلل ہے مدح وثنا کے سلسلے کی صرف ایک بیت ملاحظہ ہو۔

پھر بارہویں امام کو اللہ کیا کہیں جب پہلے پیشوا کو نصیری خدا کہیں

اردو مرثیے میں نعتیہ عناصر تو مختلف شعراء کے ہاں مل جاتے ہیں۔ کہیں مدح کے حصے میں اور کہیں رجز کے ذیل میں۔ تسیم صاحب کے چچا فہیم اور دادا شمیم نے بھی نعتیہ مرثیے کہے ہیں۔ تسیم صاحب نے اپنی اس خاندانی روایت کو آگے بڑھایا ہے اور کئی نعتیہ مراثی کہے ہیں ان کا ایک مرثیہ معراج رسول اکرمؐ کے موضوع پر بھی ہے۔ جس میں سفر معراج کی تمام منازل اور جنت کی تفصیلات بیان کی ہیں مرثیہ کا مطلع ہے۔ ع۔ آئینۂ حق جوہر اوّل ہیں محمدؐ

مرسل اعظمؐ کی سواری براق کے سلسلے کا صرف ایک بند اور اس میں تشبیہات ملاحظہ ہوں۔

وہ نور کی رفتار طبیعت کی روانی جانے میں سر چرخ مری مرثیہ خوانی
پھر جا کے پلٹ آنے میں وہ یوسف ثانی یعقوب کی بینائی زلیخا کی جوانی
جانا وہ نماز اسد اللہ کی صورت
پھرنا وہ نصیب حرِ ذی جاہ کی صورت

تسیم صاحب اگر ایک جانب بجی اور ساتوں سنگھار والی زبان استعمال کرنے کے ماہر ہیں دوسری جانب زبان کی سادگی، برجستگی اور بے ساختگی پر بھی قدرت رکھتے ہیں انھیں سہل ممتنع میں بھی مہارت ہے۔ رسول خدا جب عرش پر تشریف لے گئے تو پروردگار کی جانب سے آواز آئی کہ

یاں غیر نہیں کوئی، نہ شرماؤ محمدؐ پہنے ہوئے نعلین چلے آؤ محمد

تسیم صاحب کے حضرت علیؑ کے سلسلے کے کئی مراثی ہیں لیکن ان میں ایک مرثیہ منفرد انداز کا ہے یعنی اس میں تصوف وطریقت پر بحث ہے مرثیے کے لئے یہ ایک اچھوتا موضوع ہے یہ غیر مطبوعہ مرثیہ تسیم صاحب کے مجموعہ مراثی میں ۲۱۱ مراثی کی فہرست میں شامل نہیں ہے راقم کو تسیم صاحب کے فرزند وسیم حیدر صاحب نے کینڈا سے بھیجا ہے اس مرثیے کے مطالعہ سے تسیم صاحب کا تنقیدی مزاج اور صلاحیت سامنے آتی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس موضوع پر ان کی کتنی گہری نظر تھی۔ مرثیے کا آغاز اس طرح ہوتا ہے کہ

ع۔ علیؑ سے سلسلۂ اولیائے امت ہے

اس میں صاحبانِ طریقت کے رسم و رواج اور بے عمل زندگی پر تبصرہ بھی ہے اور ولی اللہ کی حقیقت اور اصل مقام و مرتبے کا بیان بھی ہے اور حقیقی تصوف کیا ہے یہ وضاحت بھی ہے۔ شام میں جناب ابوذر نے جو تبلیغ کی اور سرمایہ دارنہ نظام، زر پرستی اور حالات کے خلاف آواز اٹھائی اس سلسلے کا ایک بند ملاحظہ ہو۔

خلاف زر یہ ابوذر جو کر رہے تھے کلام　　تونگری کی طرف بڑھ رہی تھی نفرت عام
لرز رہے تھے وہ سب ساکنانِ خطۂ شام　　حلال مال جنھوں نے بنالیا تھا حرام
یہ صبح و شام جو نعرے تھے ناریوں کے خلاف
صدا یہ پہلی تھی سرمایہ داریوں کے خلاف

یہ آخری مصرع ایک بہت بڑی تاریخی حقیقت ہے۔

نسیم امروہوی کے کچھ مراثی ایسے موضوعات پر اور اتنے علمی ہیں کہ جنھیں کہنے کے لئے ضروری تھا کہ شاعر نہ صرف شاعر بلکہ عالم دین بھی ہو۔ اس کی نظر قرآن، تفسیر، احادیث اور تاریخ اسلام پر بھی ہو تب ہی ان موضوعات کا حق ادا کیا جاسکتا تھا اسی لئے ایسے موضوعات پر عام شعرا نے قلم نہیں اٹھایا۔ اگلا مرثیہ جس کا مطلع ہے۔

شریک دعوت اسلام ہیں ابوطالبؑ　　نبیؐ کو حق کا اک انعام ہیں ابوطالبؑ
حریم وحی میں الہام ہیں ابوطالبؑ　　حرم کے عزم کا احرام ہیں ابوطالبؑ
یہ چمن کے لائیں جو غنچہ وہ پھول ہوجائے
پھر ان کے سائے میں پل کر رسولؐ ہوجائے

مطلع سے ہی مرثیے کی اٹھان بہت زبردست ہے اور آگے چل کر نسیم صاحب کی فکر موجیں مارتی ہوئی تاریخ کی وادیوں سے گذرتی ہوئی دلائل کے موتی چنتی ہوئی احادیث اور قرآن سے سند حاصل کرتی ہوئی آگے بڑھتی جاتی ہے اور کردار حضرت ابوطالبؑ آئینے کی مثل چمکتا نظر آتا رہتا ہے۔ وہ مرسل اعظم کے عہد کمسنی کا ذکر، واقعات کا بیان اور پرورش و تربیت کی تفصیل پیش کرنے میں دلائل تلاش کرتے آگے بڑھتے رہتے ہیں اور اپنی بات کو پوری طرح تقویت پہنچائی ہے۔ اس کے ساتھ ہی قبل بعثت رسولؐ اور بعد بعثت رسولؐ حیات ابوطالبؑ کے ایمان افروز پہلوؤں کو بڑے موثر انداز میں پیش کیا ہے۔ صرف چند بیتیں ملاحظہ ہوں۔

وہی بتائیں گے پوچھو نبیؐ سے کیسے ہیں　　پسر بھی ان کا ہے ایمان کل یہ ایسے ہیں
خدا کے نور یہ او خاک ڈالنے والے　　یہ بت شکن کو ہیں گودی میں پالنے والے
تمہیں بتاؤ کہ اعلیٰ ہیں اب کہ پست یہ ہیں　　خدا ہے سر پہ محمدؐ کے سرپرست یہ ہیں
نبیؐ اگر کسی کافر کا یوں سلامی ہے　　تو پھر ضرور نبوت میں کوئی خامی ہے
وہ آج بھی جسے ہمدردیاں ہوں دین کے ساتھ　　پسر کو بھیج تو دے موت کے یقین کے ساتھ
ابھی تو میان میں تیغیں اداس بیٹھی ہیں　　ابھی تو عورتیں مردوں کے پاس بیٹھی ہیں

یہ مرثیہ دلائل کے ساتھ ساتھ فصاحت کا بھی ایک اچھا نمونہ ہے اور اپنے موضوع کے اعتبار سے ایک اضافہ ہے۔

انگلے مرثیہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔　　ع۔ ضیغمِ شیرِ خدا ان کی طرف آتے ہیں

اس آغاز کے بعد وہ حضرت عباسؑ کی آمد کا منظر پیش کرتے ہیں اور میدان جنگ اور لشکر یزید پر جو اثرات پڑے ان کی تفصیل بیان کرتے ہیں ان اثرات کا بیان اس طرح کیا ہے کہ مدح کے بھی پہلو سامنے آتے رہتے ہیں۔ لشکر یزید میں ہلچل، بے چینی، تشویش اور گھبراہٹ کی کیفیت خوب نظم کی ہے۔ ان بندوں کو محاکات کا اچھا نمونہ کہا جا سکتا ہے اس کے بعد دشمن کے لشکر کو للکارنے کا انداز اور تیور بھی خوب ہیں کہتے ہیں کہ

تیغ چمکا کے جو ہم فوج پہ برہم ہوں گے — سب یہ لشکر کے پرے درہم و برہم ہوں گے
نہ تو زخموں پہ دوا اور نہ مرہم ہوں گے — یہ پرے کھیت سے اڑ جائیں گے پر ہم ہوں گے
داغ حسرت جگر فوج میں کھلتا ہوگا
حیدری شیر ترائی میں ٹہلتا ہوگا

دراصل مرثیہ حُزنیہ بھی ہے مدحیہ بھی ہے طربیہ بھی ہے اور کہیں کہیں ہجویہ بھی ہے۔ کیونکہ میدان جنگ میں جب شاعر اپنے ہیرو کی مدح کرتا ہے تو مدِ مقابل کی قدح خود زبان پر آجاتی ہے اور ایسے مضامین قدیم اساتذہ میں بھی سب کے ہاں ملتے ہیں۔ اب ایک منظر نسیم صاحب کی زبانی ملاحظہ ہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ

ناگہاں فوج سے اک ظالمِ خونخوار بڑھا — غل ہوا لو سوئے کرار وہ فرار بڑھا
غیظ اتنا تھا کہ کف اس کے دہن سے نکلا — اژدھا زہر اگلتا ہوا بن سے نکلا

میدان جنگ میں حضرت عباسؑ کی فوج باطل کے سپاہی سے گفتگو بھی ہوتی ہے دشمن کہتا ہے کہ

اے یداللہ کے پسر زور میں عنتر میں ہوں — خلق میں مرحب سرہنگ کا ہمسر میں ہوں

حضرت عباسؑ علمدار جواب دیتے ہیں کہ

جن کو جن مانے ہوئے ہیں وہ دلاور ہم ہیں — تو جو مرحب ہے، تو آ دلبر حیدر ہم ہیں
تیغ چلتی ہے ترے تن پہ نہ سر ہوئے گا — دم میں عنتر کی طرح خون میں تر ہوئے گا

مرثیے میں کسی بھی شہید کی شہادت کے بین ورثا، اہل خانہ اور عزیز و اقارب کے ذریعے شہادت پر بین کرنا ایک اہم حصہ ہوتا ہے اس میں شہید کا ذکر اپنے اپنے انداز اور رشتے کے تحت کیا جاتا ہے اور مرنے والے سے مخاطب ہو کر اظہار غم کیا جاتا ہے یا فریادی لہجے میں گھر کے ان بزرگوں کو مخاطب کیا جاتا ہے جو اس دنیا سے پہلے ہی رخصت ہو چکے ہوتے ہیں۔ نسیم صاحب نے اس مرثیے میں ایک جدت یہ کی ہے کہ جناب سکینہ جن کے لئے پانی لینے حضرت عباسؑ گئے تھے انھوں نے علم اور مشک سے مخاطب ہو کر بین کئے ہیں جناب سکینہ کی زبانی نسیم صاحب فرماتے ہیں کہ

اے نشاں! بیوؤں کا غمخوار کہاں ہے یہ بتا؟ — اے علم! تیرا علمدار کہاں ہے یہ بتا؟

....

ضیغم شیر خدا کو میں تجھی سے لوں گی — دلبر عقدہ کشا کو میں تجھی سے لوں گی
بازوئے شاہ ہدا کو میں تجھی سے لوں گی — اپنے مظلوم چچا کو میں تجھی سے لوں گی

مجھ کو دھڑکا ہے کہ احوال زبوں کس کا ہے
اے علم! تیرے پھریرے پہ یہ خوں کس کا ہے

نسیم صاحب کے اگلے مرثیے کا مطلع ہے۔ ع۔ تھے عجب اہل وفا یاورو انصارِ حسینؑ

اس مرثیے کا موضوع امام حسینؑ کے انصار ہیں اس میں ان کی مدح وثنا کی گئی ہے ان کی شجاعت ، وفاداری ، جاں نثاری ، اور عزم وہمت کا ذکر ہے۔ جنت کی منظر نگاری ہے اور جنت کے ذکر میں تغزل سے بھی کام لیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

زلف وعارض پہ شب روز کی طاعت صدقے　　وہ لب حور کے غنچوں کی نزاکت صدقے
صف مژگاں پہ فرشتوں کی جماعت صدقے　　وہ قیامت قد وقامت کہ اقامت صدقے
یہ ادا صورت دلکش کی غضب ڈھاتی ہے
جیسی ہم چاہتے ہیں ویسی ہی بن جاتی ہے

ابتدا کے چاروں مصرعوں میں جو مناسبت رکھی ہے وہ نسیم صاحب کی فکر، تلاش اور قدرت بیاں کو ظاہر کر رہی ہے۔ اور ساتھ ہی ان مصرعوں میں جو تشبیہ پوشیدہ ہے اس نے چاروں مصرعوں میں چار چاند لگا دیے ہیں۔

مرثیے میں یاوران امام حسینؑ کے جذبات وفاداری اور فداکاری کو بہت پرکشش انداز میں پیش کیا ہے۔ صبح عاشورہ نماز صبح کا منظر بھی خوب پیش کیا ہے۔ آگے چل کر وہب کلبی کے واقعے کو نظم کیا ہے۔ جو حصہ جذبات نگاری کی اچھی مثال ہے۔ وہب کلبی مادر وہب اور وہب کی دلہن کے جذبۂ قربانی کو بہت پُر تاثیر انداز میں پیش کیا ہے۔ زبان پر قدرت بلکہ الفاظ سے کھیلنے کے جس ہنر کے نسیم صاحب ماہر ہیں وہ اس مرثیے میں بھی ہیں دراصل وہب کی صرف چند روز قبل ہی شادی ہوئی تھی اور وہ اپنی دلہن کو لے کر جا رہا تھا لیکن امامؑ کے پاس پہنچ کر اس نے ان کی نصرت میں جامِ شہادت نوش کیا اس واقعے کو اس مرثیے میں بہت پرکشش اور پرزور انداز میں بیان کیا ہے کہتے ہیں کہ

ایسا نوشاہ کہ دی لذت دنیا کو طلاق　　نئی بیاہی کی جدائی بھی نہ گذری جسے شاق
وہب تھا نام، وہ مقتل کو چمن کہتا تھا　　موت کو بیاہ، شہادت کو دلہن کہتا تھا

نسیم امروہوی کا مرثیہ جناب حبیب ابن مظاہر کے حال کا بھی ہے۔ جس کا مطلع ہے۔
ع۔ میں کیوں کہوں کہ میری جوانی کہاں ہے آج

اس مرثیے میں پیری کی طرح طرح سے تعریف وتشریح کی گئی ہے۔ جو نہ صرف شاعرانہ ہے بلکہ فطری علمی اور منطقی بھی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر نے ذہانت کے ساتھ ساتھ مطالعے اور مشاہدے سے بھی کام لیا ہے۔ ضعیفی کو موضوع اس لئے بنایا ہے کہ وہ آگے چل کر اپنے اصل موضوع یعنی جناب حبیب ابن مظاہر کی طرف آئیں گے جو کربلا کے ضعیف شہدا میں تھے پیری کی تشریح، تفہیم تفسیر، تعبیر اور تصویر کے ساتھ انھوں نے پیری اور شباب کا موازنہ بھی کیا ہے۔ جس میں کچھ مثالوں کے ذریعے پیری کو شباب پر فوقیت دی ہے اور افضل بتایا ہے مثلاً ایک بیت دیکھیے۔

ماضی کی یادگار کا رتبہ عظیم ہے　　کعبہ خدا کا گھر ہے کہ سب سے قدیم ہے

اب ایک بند میں دونوں کا موازنہ بھی ملاحظہ ہو۔

ناداں شباب و شیب کو ہم مرتبہ نہ گن — وہ خامیوں کی عمر ہے یہ پختگی کا سن
وہ امتحانِ جہل، یہ دانش کا ممتحن — وہ شاعری کی رات تو یہ فلسفے کا دن
وہ داستاں کا دور کہانی کا وقت ہے
یہ علم و معرفت کی جوانی کا وقت ہے

پیری کے سبب جناب حبیب ابن مظاہر کی کمر جھک گئی تھی بدن میں جھرّیاں تھیں اور ہاتھوں میں رعشہ تھا۔ان تمام باتوں کی نسیم صاحب نے مختلف توجیہات پیش کی ہیں۔مثلاً

تیغ اصیل بھی کوئی ایسی کجی نہیں — پیری کا بانکپن ہے، کمر میں کجی نہیں

کردار نگاری میں جتنا فطری پن ہو اور حقیقت سے قریب ہو اتنی ہی زیادہ متاثر کرتی ہے اس میں مبالغے کو داخلے کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے اگر مبالغہ شامل ہو جائے تو مصنوعی اور غیر حقیقی کردار لگتا ہے۔ مافوق الفطرت پر سخت پابندی کی ضرورت ہے ایک بند اس سلسلہ کا ملاحظہ ہو۔

غازی، شجاع، ماہر فن، تیغ زن، دلیر — میداں کے مرد، بیشۂ عشق و وفا کے شیر
فاقوں کے بادشاہ، فقیری کی خو سے سیر — تیوری کے بل عدو کے لئے قسمتوں کا پھیر
جھپٹے جدھر، ہجوم کی بدلی سی چھٹ گئی
الٹی جو آستین، وہیں صف الٹ گئی

جناب حبیب ابن مظاہر بازار سے مہندی لیکر گھر جا رہے تھے جو راستے میں انھیں یہ خبر ملی کہ لشکر یزید نے امام حسینؑ کو کربلا میں گھیر لیا ہے۔یہ سن کر حبیب کو کتنا غصہ آیا۔نسیم صاحب فرماتے ہیں کہ

یہ سنتے ہی غضب سے عجب حال ہو گیا — مہندی زمیں پہ پھینک دی منھ لال ہو گیا

اس مجموعہ مراثی میں ایک مرثیہ ایک ایسے موضوع پر بھی ہے۔جس پر ابھی تک شاید ۵۔۶ مراثی ہی کہے گئے ہیں یعنی زعفر جن۔در اصل سانحہ کربلا سے پروردگار عالم کی تمام مخلوق ہی متاثر ہوئی ہے اور جنھیں اس وقت اطلاع ہوئی اور موقع ملا انھوں نے روایات کے مطابق امام حسینؑ کی مدد بھی کرنی چاہی۔ بہر حال زعفر جن کا کربلا سے متعلق تفصیلی واقعہ کتب میں ملتا ہے۔اسی کو مدنظر رکھ کر مرثیہ نگار شعرا نے مراثی بھی نظم کیے ہیں اس موضوع پر جو مرثیے کہے گئے وہ میر عشق، میر انیس اور مرزا دبیر کے ہیں ان کے علاوہ نسیم صاحب کے ہی دادا شمیم امروہوی کا مرثیہ بھی بہت مشہور ہوا۔دور حاضر کے شعرا میں عروج بھرت پوری نے بھی اس موضوع پر مرثیہ کہا۔حضرت نسیم امروہوی نے زعفر جن کے حال کا بھی مرثیہ کہا ہے اور قرآن کریم کے حوالے سے ہی بات شروع کی ہے یعنی

ع۔قرآن میں جنوں کی عبادت کا ذکر ہے

یہ مرثیہ ہلال نقوی کی مرتبہ فہرست (۲۱۱ مراثی) مراثی نسیم میں شامل نہیں ہے ۱۹۷۶ء میں راقم کو نسیم صاحب نے خود عنایت فرمایا تھا مرثیہ نگاری کی اچھی مثال ہے اور تلوار کی تعریف بھی ہے بیر الالم میں جو حضرت علیؑ نے تلوار نکالی اس کا ذکر صرف ایک بند میں ملاحظہ ہو۔وہ فرماتے ہیں کہ

پانی میں آگ بن کے جو تیغِ علیؑ چلی — آتش سے جو بنے تھے انھیں پھونکتی چلی

اٹھی، گری، تڑپ گئے بسمل، رکی، چلی جھنکار کی زباں سے یہ کہتی ہوئی چلی

جن چیز کیا ہیں میرے مقابل جو آئے ہیں
میں نے تو جبرئیل کے بھی پر اڑائے ہیں

میر ضمیر نے تو مرثیے میں مضامین کے اضافے اجزائے مرثیہ ترتیب دے کر کئے تھے۔لیکن نسیم صاحب نے کئی اعتبار اور کئی طریقوں سے مرثیے کو وسعت دی ہے اور دائرے میں اضافہ کیا ہے صرف چہرے میں ہی نہ جانے کتنے موضوعات شامل کر لئے ہیں جو پہلے نہیں تھے۔دوسرا اضافہ یہ کہ کچھ ایسے کرداروں کو بھی مرثیے کا موضوع بنایا ہے جن پر پہلے مراثی نہیں کہے گئے ہیں مثلاً جناب ابوطالبؑ جناب جعفر طیار اور جناب عقیل وغیرہ۔تیسرا اضافہ یہ کہ عقد اور شادی کی تقریبات کو مراثی میں تفصیل سے نظم کیا ہے اس کے علاوہ اور ایک اضافہ اسلوب کے اعتبار سے بھی کیا ہے یعنی دو مراثی ایسے ہیں کہ جن میں کربلا کے دن کے واقعات سورج کی زبانی اور رات کے واقعات چاند کی زبانی نظم کئے ہیں اور اس ذیل میں کچھ دیگر باتیں اور حالات شامل کر کے مرثیے کی اہمیت میں اضافہ کر دیا ہے۔چاند کی زبانی جو مرثیہ ہے اس کا مطلع ہے۔

ع۔عہد رفتہ کی طرح گو منتشر اب ہم نہیں

اس مرثیے میں قومی رجز نظم کیا ہے۔جس کے ذریعے قوم کے ماضی اور شاندار تاریخ پر فخر کیا ہے اور حال اور مستقبل کے لئے بیدار کرنے کی سنجیدہ کوشش کی ہے۔صرف وقتی جوش نہیں دلایا بلکہ ہمدردانہ انداز اور جذبے کے ساتھ مدلل طریقے سے قوم کو پیغام دیا ہے۔یہ وہ اسلوب ہے جو زیادہ اثر انداز اور دیرپا ہوتا ہے۔ایک بند ملاحظہ ہو۔

قوم بھی وہ قوم جو تیغوں کے سائے میں پلی سر کٹانا جس کا ادنیٰ کھیل، ایسی منچلی
جس کا خوں تاریخ جانبازی کا عنوان جلی رزم گاہ دہر میں نعرہ ہے جس کا یا علیؑ
زندگی جس کی شجاعت، جس کا میداں کربلا
تن مدینہ، سر نجف، دل سامرا، جاں کربلا

صرف ایک بیت اور ملاحظہ ہو۔

الفت شبیرؑ کا رشتہ عمل سے جوڑ دے پسلیوں سے پھر اگر چاہے تو بھالے توڑ دے

اسلامی تاریخ اور افرادِ خاندانِ رسالتؐ میں ایک اہم فرد حضرت علیؑ کے بھائی جناب عقیل بھی ہوئے ہیں۔جس طرح جناب جعفر طیار کے زیادہ تر حالات عوام کے سامنے نہیں آئے ہیں اسی طرح جناب عقیل کا بھی صحیح اور مکمل کردار تاریخ کے نہاں خانوں میں چھپا رہا اور شاید کسی شاعر نے تو ان کو موضوع بنا کر مرثیہ کہنے کو سوچا بھی نہ ہو۔یہ نسیم امروہوی کے ذہن کی اختراع پسندی کہ انھوں نے ایک مکمل مرثیہ حالات و واقعات جناب عقیل پر کہا۔اور جو تاریخی شکوک وشبہات کچھ مورخین نے پیدا کرنے کی کوشش کی تھی یا تحقیق سے کام نہیں لیا تھا ان کا بڑا مدلل جواب دے کر وضاحت کی ہے اس مرثیے کا مطلع ہے۔ ع۔جہاں میں قوت بازوئے مرتضیٰؑ ہیں عقیل

یہ مرثیہ نسیم صاحب کی نہ صرف شاعری بلکہ تاریخی تحقیق کا بھی ایک نمونہ ہے۔وہ اپنی بات کو مدلل کہنے میں کس قدر قادر تھے اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے اس مرثیہ میں جنگ موتہ اور جنگ حنین کو پوری تفصیل سے نظم کیا ہے اور جناب عقیل نے جس بہادری سے دشمن کا مقابلہ کیا ہے وہ بیان کیا ہے۔نسیم صاحب کے مراثی میں رزم نگاری بہت کم ملتی ہے لیکن اس میں رزم کے مناظر بھی جگہ جگہ ہیں اردو

مرثیے میں شعرا نے اپنے ہیرو کے علاوہ دشمن کے سپاہی کا کردار بھی پیش کیا ہے اور اس کا سراپا بیان کرنے میں تو اور بھی دلچسپ انداز اختیار کیا ہے۔ جسے ہم ہجو گوئی کا نمونہ کہہ سکتے ہیں نسیم صاحب نے بھی دشمن کا کردار ایسے پیش کیا ہے کہ دل میں اس کی طرف سے نفرت اور بیزاری پیدا ہو جاتی ہے ایک بند ملاحظہ ہو۔

ستم شعار، جفا جو، شریر، بد ایماں　　سیاہ کار، سیاہ پیرہن، سیاہ زباں
غضب کی تیغ، بلا کی سپر، ستم کی کماں　　غرور و کبر میں فرعون، مکر میں شیطاں
رخ سیاہ میں بالکل سپر کی رنگت تھی
وہ پہلوان نہ تھا شامیوں کی شامت تھی

اس جنگ میں جناب عقیل نے کس سوجھ بوجھ اور دانشمندی سے کام لیا اور ذہانت کا ثبوت دیا اس سلسلے کا بھی ایک بند ملاحظہ ہو۔

کہیں کہیں تو یقیناً ہنر سے کام لیا　　پر اسلحے سے فزوں دفع شر سے کام لیا
سنان و گرز، نہ تیرو تبر سے کام لیا　　ہر اک مقام پہ تیغ نظر سے کام لیا
جلالتوں کو مسلط کیا، جلیل جو تھے
لڑائی عقل، لڑائی میں، یہ عقیل جو تھے

جناب عون و محمد کے حال کے مراثی ہمارے مرثیہ نگار شعرا نے کافی کہے ہیں۔ اس جلد پنجم میں اگلا مرثیہ عون و محمد کے حال کا ہے یہ مرثیہ ان کے مراثی کی فہرست میں تو ہے۔ لیکن یہ کہیں نہیں تحریر کہ کس سن میں کہا اور کہاں کہا۔ مجھے ایک صاحب کے بستہ سے امروہا میں نسیم صاحب کی تحریر میں ہی ملا۔ لیکن عون و محمد کی جنگ کے بندنمی کے سبب چپک کر بالکل پڑھے نہیں جاسکتے تھے۔ صفحات کے اعتبار سے تقریباً دس بند ہوں گے۔ اس کے بعد آخر کے تمام بند تھے مرثیے پر نسیم صاحب نے نظر ثانی کر کے لال قلم سے ترمیم کی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرثیہ امروہہ میں کہا ہے۔

بہر حال اس مرثیے کو اس جلد میں اس لئے شامل کیا جا رہا ہے کہ اگر اب محفوظ نہ رہا تو تلف ہو جائے گا۔ پھر دوسری بات یہ کہ مرثیہ معیاری بھی ہے۔ یقیناً اسے تحت اللفظ خوان حضرات مجالس میں بھی پڑھیں گے۔ مرثیہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے کہ

زینبؑ کے چاند اوج وفا کے ہلال ہیں　　چہروں سے شاہ بدر کے روشن کمال ہیں
یہ کیوں کہوں وجیہ ہیں یا خوش خصال ہیں　　کافی ہے یہ کہ دختر حیدر کے لال ہیں
ہیں بھانجے حسین علیہ السلام کے
پوتے شہیدؓ کے ہیں نواسے امام کے

اس کے بعد مسلسل عون و محمد کی مدح و ثنا کے ساتھ مرثیہ آگے بڑھتا ہے۔ اس مدح میں دونوں کا مزاج، جوش، ولولہ، جرأت، ہمت، تیور، انداز اور جذبۂ نصرت کو طرح طرح سے بیان کیا ہے۔ صرف ایک بند ان کی بہادری کے سلسلے کا ملاحظہ ہو۔ نسیم صاحب فرماتے ہیں کہ

کیوں ان کے ڈر سے ہوں نہ کلیجے عدو کے شق　　یہ شیر ہیں ہزبرِ نیستانِ شیر حق
بازوئے شاہ سے جو پڑھے جنگ کے سبق　　گویا ہوئے صحیفہ نصرت کے دو ورق
ناصر ہیں جانشین رسولؐ قدیر کے
شاگرد ہیں شبیہ جناب امیرؑ کے

شب عاشوران دو بھائیوں کی کیا کیفیت تھی اور صبح ہونے کے بعد جنگ کا کس قدر اشتیاق تھا اور وہ رات کس طرح انتظار میں گذری اس صورت حال کا ایک بند دیکھئے۔

پھرتے تھے گرد خیمۂ شاہِ ہدا کبھی | تن تن کے دیکھتے تھے سوئے اشقیا کبھی
بڑھتا تھا شوق جنگ جو حد سے سوا کبھی | کرتے تھے صبح ہونے کی پیہم دعا کبھی

یا رب سماں دکھا دے عدو کی صفائی کا
نکلے سحر کے بھیس میں ارماں لڑائی کا

نسیم صاحب کے اس مرثیہ میں جب صبح ہونے لگتی ہے تو وہ فرماتے ہیں کہ

شبنم نثار کرتی ہے موتی عدن عدن | مدحت میں تر زباں ہیں شگوفے دہن دہن
عنبر فشاں ہے غنچۂ نورس ختن ختن | بلبل ہے باغ باغ تو گل ہیں چمن چمن

ہیں دلربا جو ناز، عروس بہار کے
سینے ہیں ایک تیر سے گھائل ہزار کے

اب دیکھئے یہاں شبنم کا موتی نثار کرنا، شگوفوں کا مدحت میں تر زباں ہونا، غنچۂ نورس کا عنبر فشانی کرنا، بلبل کا باغ باغ ہونا، گلوں کا چمن چمن کھلنا، عروس بہار کے نازوں کا دلربا ہونا، اور پھر ایک تیر سے ہزار کا گھائل ہونا، ان تمام مضامین میں نہ صرف حسن تعلیل ہے نہ صرف محاورہ بندی ہے نہ صرف رعایت لفظی ہے بلکہ ہر مصرعے میں خیال کی نزاکت بھی ہے۔ ابتدا کے چار مصرعوں میں الفاظ کی تکرار سے ایک صوتی کیفیت بھی پیدا ہورہی ہے اور صبح کا منظر بھی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ یہ تو صبح کا منظر تھا لیکن نماز صبح میں جب تمام نمازی مصروف نماز ہوتے ہیں تو اس موقع پر نسیم صاحب کائنات کے ہر خشک وتر کو مصروف یاد الٰہی بتاتے ہیں اور وہ سب نہ صرف مصروف حمد ہیں بلکہ ان کو بھی نماز میں مصروف دکھایا ہے چند اشعار دیکھیں۔

ہیں تر زباں جو یاد الٰہی میں خشک وتر | رطب اللساں ہیں ذکر خدا میں گل وثمر
بادِ نسیم سالک راہِ صواب ہے | پتّی ہر ایک حمد کی گویا کتاب ہے
سبزہ بچھا رہا ہے مصلّے بصد نیاز | شبنم لئے ہے ہاتھ میں تسبیح کار ساز
پودے قیام میں تو جبل ہیں قعود میں | شاخیں رکوع میں ہیں تو ذرّے سجود میں

حقیقت یہ ہے کہ فکری اعتبار سے نسیم صاحب نے اردو مرثیے کو سب سے زیادہ وسعت دی ہے۔ جس طرح ان کرداروں پر مرثیے کہے ہیں جن پر پہلے کبھی مرثیہ نہیں کہا گیا۔ اسی طرح ان واقعات پر بھی پورے پورے مراثی کہے ہیں جن پر پہلے مرثیہ نہیں ملتا۔ مثلاً واقعہ غدیر پر ایک پورا مکمل مرثیہ کہا ہے۔ اسلامی تاریخ کے اس پورے واقعے کو پوری تفصیل کے ساتھ نظم کیا ہے اور اس میں ان کا وہی عالمانہ مزاج ہے جو ان کی پہچان ہے مرثیہ کا مطلع ہے کہ۔ ع۔ نسیم رحمت ربّ قدیر آتی ہے

اس میں لفظ غدیر کی تشریح کے ساتھ حج کے بعد قافلہ مرسل اعظمؐ جو روانہ ہوا ہے اس کی منظر کشی کے ساتھ ساتھ ایک نیا پن یہ بھی ہے کہ اونٹوں کی تعریف بھی ملتی ہے اور پھر میدان غدیر کا منظر اور لفظ مولا کے سلسلے میں مدلل بحث بھی ہے۔ اونٹوں کی تعریف میں صرف ایک بند ملاحظہ ہو۔

عیاں ہے شان اطاعت گذار اونٹوں کی　　لئے ہوئے ہیں فرشتے مہار اونٹوں کی
نظر بلند جو ہے خاکسار اونٹوں کی　　پسند حق ہے روش برد بار اونٹوں کی
نبی ہے راہ خدا ان کی راہ کیا کہنا
یہ اونٹ خضرِ بیاباں ہیں واہ کیا کہنا

نسیم صاحب کو مدح ومنقبت کہنے میں خاص مہارت حاصل تھی جس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ عالم دین بھی تھے اسی لئے ہر اسلامی کردار کے سارے رخ ان کے سامنے تھے انھوں نے فضائل مولائے کائنات کئی مراثی میں بیان کئے ہیں ان کا یک مرثیہ جس کا مطلع ہے۔　ع۔دل میں ہے عزم منقبت مرتضیٰ علی

مدح گوئی کا بہترین نمونہ ہے اس مرثیے میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انھوں نے حروف تہجی کی تشریح کر کے مدح کے نئے نئے پہلو تلاش کئے ہیں۔اور اس میں جو ممدوح سے مناسبت رکھی ہے وہ بھی ان کی بلندیٔ فکر کا ثبوت ہے۔

خاندان رسول کی جن شخصیات پر پہلے مرثیہ نہیں کہا گیا اور کہیں ذکر آیا بھی تھا تو کسی حوالے میں اور مختصر۔لیکن نسیم صاحب نے ان کا ذکر برائے نام نہیں بلکہ ان پر باقاعدہ مکمل مرثیہ پورے اہتمام کے ساتھ کہا ہے اس قسم کا ان کے ہاں جناب جعفر طیار کے حال کا مرثیہ بھی ہے۔جناب جعفر طیار کے حال کے مرثیے کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔ ع۔جعفر کی مدح کے لئے طیار ہے قلم

اس مرثیے میں ممدوح کی مدح کے نئے نئے گوشے نکالے ہیں مثلاً

طفلی سے سایۂ زرہ و خود میں پلے　　جس میں نبیؐ پلے تھے اسی گود میں پلے

قبل اسلام اسلامی معاشرہ کس قدر غیر انسانی تھا۔جائز اور ناجائز اچھے اور برے حرام وحلال میں کوئی فرق نہیں تھا۔تہذیب جہالت کے غار میں پڑی تھی انسانیت ناپید تھی اور زیادہ تر معاملاتِ حیات میں انسان اور حیوان میں فرق نہیں تھا۔اس ماحول میں صنف نازک بھی کس قدر ارزاں شئے ہوگئی تھی ایک بہت نازک بات نسیم امروہوی نے اسلوب کے سہارے دیکھئے کس طرح بیان کی ہے اور الفاظ کا پردہ ڈالا ہے فرماتے ہیں کہ

ہر رات مست جام تعیش پڑے ہوئے　　ہر صبح سنگسار کی حد میں کھڑے ہوئے

اس مرثیے میں جعفر کے رجز سے پہلے نسیم امروہوی نے یہ بھی بتایا ہے کہ رجز کیا ہوتا ہے۔اور عرب کی رسم جنگ کے مطابق پہلے رجز کس طرح میدان میں آکر سپاہی پڑھتے تھے وہ کہتے ہیں کہ

رسم عرب یہ تھی کہ مقابل ہوں جب دلیر　　رد و بدل ہو تیغ زباں سے بھی تا بہ دیر
گرجیں مثال ابر، تو گونجیں مثال شیر　　لفظیں پکار اٹھیں یہ زبردست ہے وہ زیر

اس کے بعد رجز مکالموں کی شکل میں ہے یعنی ایک مصرعے میں سوال تو دوسرے میں جواب ہے۔یہ رجز بہت مدلل ہے اور رجز کے بعد دورانِ جنگ بھی مکالمے نظم کئے ہیں۔اس مجموعہ مراثی میں ایک مرثیہ ہے۔جس کا مطلع ہے　ع۔منظور ہے خدا کو بھی خاطر حسینؑ کی

یہ غیر مطبوعہ مرثیہ ہے اور ایران کلچر ہاؤس نئی دہلی کے شعبہ مخطوطات ونوادرات سے حاصل ہوا ہے یہ وہاں کے ڈائریکٹر ڈاکٹر خواجہ پیری صاحب نے عنایت فرمایا ہے ظاہر ہے کہ ہندوستان میں ہی کہیں کہا ہوگا۔

اس مرثیے میں کئی روایات نظم کی گئی ہیں اور بیر الالم کی جنگ بیان کی گئی ہے وہ بھی اس طرح کہ امام حسینؑ جب میدانِ جنگ

جاتے ہیں اور فوج یزید کے سامنے رجز بیان کرتے ہیں اس میں حضرت علیؑ کا ذکر بیر الالم کے حوالے سے کیا گیا ہے یہ ایک جدّت ہے یہ مرثیہ جنگ کے علاوہ مدح وثنا، رخصت امام، میدان میں آمد، جنّات میں امام کا چرچا اور شجاعت کا ذکر اور اختتام میں لاش ہائے شہدا کی پامالی پر مشتمل ہے۔ اس ابتدائی دور کے مرثیے پر شاید نظر ثانی کا موقع نہیں مل سکا۔

نسیم صاحب نے ہرا چھوتے اور منفرد موضوع پر کئی کئی مراثی کہے ہیں۔ اسی طرح امام زمانہؑ کے حال کے بھی دو مکمل مراثی ہیں اور دونوں علمی، تاریخی، معلوماتی اور استدلالی اعتبار سے اپنی اپنی جگہ بہت اہم ہیں وہ ایک مرثیے کا آغاز اس طرح کرتے ہیں کہ

ع۔ کس کی آمد انقلاب نو بہ نو لانے کو ہے

یہ مرثیہ ان کی قرآن فہمی اور تاریخ دانی کا بھی شاہد ہے۔ اس مرثیے میں ایک خاص عالمانہ شان ہے۔ مرثیے میں امام زمانہؑ کے وجود اور ان کی غیبت کو دیگر مسالک کے حوالوں سے بھی ثابت کیا ہے امام کے فضائل اور سراپا بھی پیش کیا ہے اور تخیل سے کام لیتے ہوئے امام کے تشریف لانے کی منظر کشی بھی کی ہے ابتدا میں ساقی نامہ اور عصر حاضر کی عکاسی کر کے عصری حیثیت کا ثبوت بھی دیا ہے۔ اس طرح یہ مرثیہ ایک انوکھا انداز لئے ہوئے ہے۔

اس طرح اس جلد میں ۲۹ مراثی اردو کے اور ایک نامکمل مرثیہ فارسی کا شامل ہے ان میں صرف ۱۳ مراثی وہ ہیں جو دیگر مراثی نسیم کی جلدوں میں شامل ہیں باقی سب مراثی وہ ہیں جو کسی جلد میں شائع نہیں ہوئے ان ۱۶ مراثی میں ۶ مراثی ایسے بھی ہیں جو مراثی کی شائع ہونے والی کسی فہرست میں بھی نہیں ملتے۔ بہر حال ۱۶ غیر مطبوعہ مراثی وہ ہیں جو یا تو مرحوم مجھے عنایت فرما گئے تھے یا ان کے فرزند رشید وسیم حیدر صاحب نے مجھے کینیڈا سے بھیجے تھے یا ہندوستان میں ملے۔

حقیقت یہ ہے کہ نسیم امروہوی کے مراثی فکر کی ندرت، احساس کی نزاکت، مضامین کی وسعت، بیان کی جامعیت اور نئی معنویت کا بہترین نمونہ ہیں۔ ان کے ہاں تاریخ کا بھرپور مطالعہ اور معاشرے کا گہرا مشاہدہ ہے۔ ان کی قادر الکلامی، نادرہ کاری اور عمیق النظری بے مثال ہے ان کے ہاں طبع کی روانی اور خیالات کی فراوانی ہے۔ انھیں الفاظ سے کھیلنے کا ہنر بھی آتا ہے۔ معنی خیز ترکیبیں تراشنے میں مہارت بھی ہے وہ شاعری کو مصوری بنانے کے فن سے بھی واقف ہیں ان کے مراثی بصارت اور بصیرت سے لبریز ہیں۔ وہ ہشت پہلو فنکار، ہمہ جہت قلمکار اور کلاسیکی روایت کے پاسدار بھی ہیں جو ان پر تخلیقی محویت طاری رہنے کا ثبوت ہے۔ دراصل نسیم امروہوی ایک باعمل عالم تھے یہی چیز ان کے مراثی کی روح ہے ان کی حیات وکلام ایک دوسرے کے عکاس ہیں ان کے مراثی علم کا خزانہ ہیں شعریت اور فن کا میخانہ ہیں۔

نسیم امروہوی کی ادبی وعلمی خدمات کے بہت سے شعبے ہیں اور ہر شعبے میں نہ جانے کتنے گوشے ہیں جن پر ابھی لکھنے کی بہت گنجائش ہے اب یہ اردو کی آنے والی نسلوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس فرض کو پورا کریں۔ ابھی تک ان پر پی۔ ایچ۔ ڈی کے تین تحقیقی مقالے لکھے گئے ہیں، جن میں ایک حد تک صرف دو رخ سامنے آئے ہیں دستِ قدرت کے تراشے ہوئے اس نگینے کے ابھی بہت سے رخ سامنے آنے باقی ہیں۔

مرثیہ

شہرِ علوم و شاہِ مدینہ ہیں مصطفٰےؐ

بند: ۷۷

تصنیف: ۱۹۷۸ء بمقام: کراچی، پاکستان

(خلاصہ)

مدح و ثنائے مرسل اعظمؐ ___ مدح میں قرآن مجید کی آیات، سوروں اور احادیث سے استفادہ اور حوالے ___ نعت رسولؐ میں حمد الٰہی بھی شامل ___ ذکر معراج ___ رسول اکرمؐ کے ذریعے جاہل معاشرے میں لایا گیا انقلاب ___ معجزات کا ذکر ___ رسالتمآبؐ کی علالت ___ مسجد میں نماز کو جانا اصحاب سے وقت رحلت کا ذکر ___ تازیانے کا واقعہ ___ ملک الموت کا آنا ___ ازواجِ طاہرات میں ماتم ___ رحلت پر گریہ ___

(۱) شہر علوم و شاہِ مدینہ ہیں مصطفیٰؐ اَسرار کبریا کا خزینہ ہیں مصطفیٰؐ
قلزم ہے معرفت، تو سفینہ ہیں مصطفیٰؐ توحید کے عروج کا زینہ ہیں مصطفیٰؐ
آئینہ جلی ہیں، خدا کی صفات کا
ان کی صفاتِ پاک، تعارف ہیں ذات کا

(۲) صبح ازل ہے خطِ گریبانِ مصطفیٰؐ صحنِ اَلَستُ، گوشۂ دامانِ مصطفیٰؐ
عرشِ علا، منارۂ ایوانِ مصطفیٰؐ نورِ عمل، چراغِ شبستانِ مصطفیٰؐ
معراج، منزلت کی حدِ ناتمام ہے
قوسَین تو نبی کے دو ابرو کا نام ہے

(۳) کاف اور نون، مطلعِ تابانِ منقبت لولاک، حسن مطلعِ دیوانِ منقبت
قالواء بلیٰ، قصیدۂ ذیشانِ منقبت قرآں، زبانِ حق سے غزلخوانِ منقبت
حیراں جو سن کے سورۂ کوثر، عقول ہیں
تین آیتیں، مثلثِ نعتِ رسولؐ ہیں

(۴) چشم بصیر، شمعِ شبستانِ معرفت لب، دفتینِ نسخۂ قرآن معرفت
دل، نفسِ معرفت، تو نفس جانِ معرفت واجب شناس، تاحدِ امکانِ معرفت
ذات و صفات غیب کے آئینہ دار ہیں
عرفانِ کردگار کے پروردگار ہیں

(۵) باغِ ازل میں، باعث تخلیق جُزو و کُل بزمِ عمل میں، گلشنِ فکر و نظر کے گل
یہ مبتدائے خلق، یہی خاتم الرسل میں نام لوں ابھی تو ہو صلِّ علیٰ کا غُل
کیا کیا کریں بیان، شرف بے حساب ہیں
اللہ لا شریک ہے، یہ لاجواب ہیں

(۶) یہ رازدانِ غیب ہیں وہ غیب کا ہے راز — یہ ہیں مآلِ کار، اگر وہ ہے کارساز
اِن کا بھی اُس میں نام ہے اُس کی جو ہے نماز — لیکن وہ ہے حقیقتِ کبریٰ، تو یہ مجاز
حادث کے اور قدیم کے یہ جانبین ہیں
بالکل اِدھر، نہ بالکل اُدھر، بین بین ہیں

(۷) وہ کردگارِ عقل، یہ استادِ جبرئیل — وہ خالقِ جمال، یہ آئینۂ جمیل
وہ عین خیر و عدل، یہ باخیر و بے عدیل — وہ نور، یہ ظہور، وہ دعویٰ، تو یہ دلیل
انساں کے بھیس میں صمدیت لئے ہوئے
احمدؐ، احد ہے، میم مشیّت لئے ہوئے

(۸) وہ بھی ہے ایک، یہ بھی دو عالم میں انتخاب — اپنا وہ خود جواب، تو اپنا یہ خود جواب
وحدت کا شمس وہ، یہ رسالت کے آفتاب — وہ خالق کتاب، تو یہ خطبۂ و خطاب
وہ قلزم کرم، یہ کرامت جناب ہیں
وہ ذاتِ اوّلین، یہ ختمی مآب ہیں

(۹) وہ منبع عطا، تو یہ دریائے فیض و جود — وہ کائناتِ غیب، تو یہ عالم شُہود
وہ واجب الوجود، تو یہ لازم الوجود — وہ قابل سجود، تو یہ لائق دُرود
کافی نہیں کہ صرف انہیں خلقت کرے سلام
حق کی نماز بھی دمِ رخصت کرے سلام

(۱۰) وہ کردگار، یہ سندِ ذاتِ کردگار — وہ طور ہے، یہ نور، وہ جلوہ، یہ جلوہ زار
وہ خُلق یہ خلیق، وہ حق اور یہ حق گزار — وہ شاہد قِدَم، یہ حدوث اور سدا بہار
وہ اسم ذات ہے، تو یہ جسم صفات ہیں
وہ حیّ لا یموت، یہ مرکز حیات ہیں

(۱۱) وہ حسن ہے یہ عشق، وہ مبداء یہ اختتام — وہ راحم و رحیم، تو یہ رحمت تمام
وہ غافر و غفور، تو یہ شافعِ انام — وہ حق یہ شرحِ حق، وہ حقیقت یہ التزام
وہ راز ہے خدا کی قسم، رازداں یہ ہیں
وہ سرِّ لا مکاں ہے، سرِ لا مکاں یہ ہیں

(۱۲) وہ حُب تو یہ حبیب، وہ بے مثل یہ مثال — وہ قالِ خوش مقال، تو یہ حالِ نیک فال
وہ مبتدائے کُن فیکوں، اور یہ مآل — وہ نورِ لازوال، تو یہ پرتوِ جمال

ظلِّ خدا خطاب شہِ ذی کمال ہے
سایہ کہاں، کہ سائے کا سایہ محال ہے

(۱۳) پایا کُل انبیا نے شرف دو جہان کا — کچھ اور ہی جہان ہے احمدؐ کی شان کا
شہرہ بہت کلیم کی ہے آن بان کا — اِن سے مگر ہے فرق زمین آسمان کا

دیدارِ حق، مُراد کلیمِ خدا کی ہے
دیدارِ مصطفیٰؐ پہ نظر کبریا کی ہے

(۱۴) بستر سے ماہِ چرخ نشیں تک پہنچ گئے — ماہِ فلک سے مہر مبیں تک پہنچ گئے
مہر مبیں سے روحِ امیں تک پہنچ گئے — چھوڑا امیں کو عرشِ بریں تک پہنچ گئے

سب منزلیں یہ ہوگئیں طے اتنی دیر میں
جائے فلک پہ میری نظر جتنی دیر میں

(۱۵) نعلین اتارنے لگے پائینِ فرشِ نور — بولا یہ عرشِ پاک، تکلُّف ہے کیا ضرور
نورِ خدا، اساسِ تجلّائے برقِ طور — نعلین مت اتاریے، موسیٰ نہیں حضور

یاں صرف میہمان ہے یا میزبان ہے
یہ غیر کا مکان نہیں، لامکان ہے

(۱۶) یہ ہے مقامِ قدس، اِدھر حق ہے آپ اُدھر — قوسین کا ہے فرق، یہ کچھ فرق ہے مگر
سارا نمائشی ہے بس اب فصل ہمدگر — ہو جائیں ایک، عذر مشیّت نہ ہو اگر

آئینۂ دَنٰی فَتَدَلّٰی تو خیر ہے
پردہ اٹھایئے کہ یہ خلوت میں غیر ہے

(۱۷) جاکر جو لامکاں سے شہِ انس و جن پھرے — ترکیب عنصری سے نہ چارہ تھا بن پھرے
وہ شب تھی وہ، کہ امت عاصی کے دن پھرے — طوبیٰ لھم سنا تو نبیؐ مطمئن پھرے

کل روز و شب کے سر کا وہ شب تاج ہوگئی
معراج کو بھی آپ سے معراج ہوگئی

(۱۸) لاکھ انبیاء ہیں، اُن کو یہ عظمت کہاں ملی سب کچھ ملا ہے، عرش کی رفعت کہاں ملی
اوصافِ کبریا کی شباہت کہاں ملی قرآن کو، یہ نور کی صورت کہاں ملی
اِن کی طرح، وہ صاحبِ کام و دہاں نہیں
شیرینی سخن تو ہے لیکن زباں نہیں

(۱۹) یہ پھول، ظاہرا، گُلِ گلدستۂ خلیل باطن میں کردگار کے جلووں کی سلسبیل
انسانیت سے رابطۂ خالقِ جلیل اللہ کے وجود کی منھ بولتی دلیل
صنعت ہے جب تو پھر کوئی صانع ضرور ہے
ان کا ظہور عین خدا کا ظہور ہے

(۲۰) حیران ہوں، خدا نہیں، کارِ خدا کیا فانی کے دل میں خلق، مذاقِ بقا کیا
جہل و غرور و شرک و خودی کو فنا کیا ذوقِ سلیم، کج روشوں کو عطا کیا
دنیا کے ساتھ دیں کی جو ترکیب ہوگئی
خونخوار قوم مرکزِ تہذیب ہوگئی

(۲۱) بالکل طریقِ جادہ و منزل بدل دیئے اوہامِ باطلہ کے مراحل بدل دیئے
کتنوں کی زندگی کے مسائل بدل دیئے وہ بے بدل مزاج دیا، دل بدل دیئے
بت پوجتے تھے جو وہ مسلمان ہوگئے
حیوان باتوں میں انسان ہوگئے

(۲۲) انسانیت کو ذوقِ ہنر سے ملا دیا ذوقِ ہنر کو فکر و نظر سے ملا دیا
فکر و نظر کو صدقِ خبر سے ملا دیا صدقِ خبر کو قلب و جگر سے ملا دیا
قلب و جگر کا جوڑ کے رشتہ دماغ سے
محفل سجی، چراغ جلا کر چراغ سے

(۲۳) فاقے کرائے، علم و عمل کے گہر دیئے سنگِ دل و جگر کو وفا کے شرر دیئے
شعلے تعصاب کے سب سرد کر دیئے سینوں میں سوزِ عشق کے انگارے بھر دیئے
دلسوزیوں سے خلد کا رستہ دکھا دیا
چنگاریوں کو غنچۂ رنگیں بنا دیا

(۲۴) اول تو جسم کا نہیں سایا، یہ معجزہ — پھر بے پڑھے جہاں کو پڑھایا، یہ معجزہ
پھر ایک شہر علم بسایا، یہ معجزہ — حیدر سا در پھر اس میں بنایا، یہ معجزہ
پھر معجزہ کتاب کا آیا جہان میں
اللہ بولتا ہے نبیؐ کی زبان میں

(۲۵) یکساں مزاجِ باطن و ظاہر، یہ معجزہ — خُلق حسن سے دب گئے قاہر، یہ معجزہ
اُمّی ہیں، اور علوم کے ماہر، یہ معجزہ — جو کھائے اور لٹائے جواہر، یہ معجزہ
ہلچل مچا دی اسلحۂ بے دریغ سے
کاٹا قمر کی ڈھال کو انگلی کی تیغ سے

(۲۶) بت رام ہوگئے، یہ خطابت کا معجزہ — خندق کی فتح، فکر و فراست کا معجزہ
زورِ علی، انھیں کی شجاعت کا معجزہ — بیٹی بتول سی، جو رسالت کا معجزہ
دختر کے دلبروں سے جو نسل نبیؐ چلی
دختر کُشی کی رسم نجس پر چھری چلی

(۲۷) باطل میں کُفر کے معجزۂ حق دکھا دیا — مکّے کے سرکشوں نے یہاں سر جھکا دیا
دل لے لئے یقین دیا حوصلہ دیا — پتھر کو موم، موم کو پتھر بنا دیا
دورِ خودی میں دین خدا عام ہوگیا
اسلام اس سلوک سے اسلام ہوگیا

(۲۸) اسلام کی یہ جان بھی ہیں جاں نثار بھی — دستِ قوی بھی، ضابطہ بھی، اقتدار بھی
مٹھی میں کائنات کا ہے اختیار بھی — محبوب کار ساز بھی، مختار کار بھی
ناخن میں، حق کی دی ہوئی عقدہ کشائی ہے
کہہ دوں خدا کے سامنے، اِن کی خدائی ہے

(۲۹) کیا ان سے پہلے رنگ جہاں تھا، سنا بھی ہے؟ — بوجہل سا کبھی کوئی جاہل ہوا بھی ہے
واقف تھا اس سے کون، کوئی کبریا بھی ہے؟ — آنے سے اِن کے سب نے یہ جانا، خدا بھی ہے
ان ظلمتوں میں نور جو پھیلا جناب کا
شب کٹ گئی، ظہور ہوا آفتاب کا

(۳۰) غل تھا کہ اِنّہٗ قمرٌ فی کمالِہٖ الشمس بھی تو اقتبست عن جمالِہٖ
دنیا مہک رہی ہے بطیّب خصالِہٖ آئے رسول صلّو علیہ و آلِہٖ
پتھر جہاں تھے اب وہیں وحدت کے پھول ہیں
یہ انقلاب کیوں نہ ہو، آخر رسول ہیں

(۳۱) دار السّلام بڑھ کے پکارا کہ السلام جھک کر کیا فلک نے اشارہ کہ السلام
کہتا تھا مسکرا کے ستارہ کہ السلام بولا تڑپ کے حسنِ نظارہ کہ السلام
ایمان تھا نہ اس کا جو خالق کے نور پر
کسرا کے قصر ہلنے لگے اس قصور پر

(۳۲) روح الامین خادمِ دربارِ مصطفیٰؐ دین و یقین، ناظمِ سرکارِ مصطفیٰؐ
مطلوبِ موسوی بھی طلب گارِ مصطفیٰؐ رویت ہے کردگار کی، دیدارِ مصطفیٰؐ
جز وحدت، اِن کی ذات میں اوصاف کیا نہیں
یہ مظہر خدا تو ہیں، مانا خدا نہیں

(۳۳) کل بھی نہیں تھے، آج بھی، روزِ مآل بھی مستقبل زماں بھی ہیں، ماضی بھی حال بھی
اسلام کا کمال بھی ہیں، باکمال بھی محبوبِ ذو الجلال بھی، حق کا جلال بھی
دل ہیں نگاہِ قہر سے اب تک چھپے ہوئے
بیٹھے ہیں مشرکوں کے خدا بت بنے ہوئے

(۳۴) صورت سے حسن غیب کی عظمت عیاں ہوئی سیرت سے، زندگی کی حقیقت عیاں ہوئی
باتوں سے، انبیاء کی ضرورت عیاں ہوئی صانع کو فخر ہے، مری صنعت عیاں ہوئی
کاندھے پہ مُہر جو صفتِ سجدہ گاہ ہے
ختم الرسل ہیں دوشِ مبارک گواہ ہے

(۳۵) یہ نور ہیں، مگر نہ قمر جیسے، فی المثل دھبّا ہے اُس میں اور یہ آئینۂ ازل
اِس برج میں وہ آج، تو اُس برج میں ہے کل اِن کا ہے ایک مرکز و محور جو ہے اٹل
عرش بریں پہ مسند اسریٰ کے صدر ہیں
بدر ان کی گرد راہ ہے، یہ شاہِ بدر ہیں

(۳۶) اوصافِ کبریا کی متانت ہیں مصطفیٰؐ — کُل انبیاء کی روح ذہانت ہیں مصطفیٰؐ
جس کے حبیب، اُس کی امانت ہیں مصطفیٰؐ — پھر لاکھ امانتوں کی ضمانت ہیں مصطفیٰؐ
صادق بھی ہیں، امین بھی، قرآن کی قسم
کافر بھی کہہ رہے ہیں کہ ایمان کی قسم

(۳۷) آمر- کہ جس کے رعب سے تھرائیں زلزلے — مامور- جس کا پاؤں شریعت بہ کف چلے
مقدور- جس کے سائے میں تقدیر دیں پلے — مزدور- جز مودّتِ قربیٰ جو کچھ نہ لے
سودا ہو جس سے جان کا، اس کو حیات دے
پکّا وہ لین دین کا، دل لے، نجات دے

(۳۸) حق گو- کہ حق نے جس کی حقیقت پہ مُہر کی — طاہر- کہ ذہن و فکر بھی ہر رِجس سے بَری
مولا- کہ ہے شریکِ موالی ہر اک ولی — شافع- کہ روزِ حشر بھی نعرہ ہے ''امتی''
امّی- کہ بزمِ علم میں قرآں بہ کف ملا
دریا- کہ ریگ زار میں طوفاں بہ کف ملا

(۳۹) حاکم- کہ صغر سن میں کبیروں پہ حکمراں — قابض- کہ صدق وحق کے ذخیروں پہ حکمراں
غالب- کہ بے زری میں امیروں پہ حکمراں — سلطاں- کہ سرکشوں کے ضمیروں پہ حکمراں
رہبر- کہ نظم و ضبط طریقت بدل دیا
قائد- کہ اعتبارِ قیادت بدل دیا

(۴۰) ضامن- کہ زندگی کی معیشت سے حشر تک — عابد- کہ چشم دید شہید، انجم فلک
زاہد- کہ ذوق فاقہ کشی دل کی اک للک — ناصح- کہ جس کی تلخی گفتار پُر نمک
ہمدرد- جس کو غیر کا درد آپ سے سوا
مشفق- کہ سرپرست ہے ماں باپ سے سوا

(۴۱) اول- کہ جس کے دم سے صفی کو ملی صفا — آخر- کہ جس کا رخ ہے ازل اور ابد قفا
عالم- کہ بات بات، اشارات، فلسفا — چیدہ چنیدہ- جس کا لقب بھی ہے مصطفیٰؐ
عجز آشنا- کہ آئینہ کبریائی ہے
بندہ بشر- کہ جاہ و جلالِ خدائی ہے

(۴۲) گوہر- کہ رمزِ کن فیکوں جس کی ہے صدف جوہر- کہ جس کے فیض سے فائز ہوئے سلف
مومن- کہ جس کی چھوٹ سے بھی شک ہو برطرف عارف- کہ راہِ شوق میں حد جس کی ما عرف
فرقان- رمزِ باطل و حق کھولتا ہوا
قرآن- وہ خموش نہیں، بولتا ہوا

(۴۳) سابق- کہ بعد ذاتِ خدا سب سے ماسبق شارق- کہ جس کا عکسِ جبیں شوخیٔ شفق
فاضل- کہ دو جہان سے افضل بہ فضلِ حق عاقل- کہ عقلِ کُل کو دیا حمد کا سبق
ساقی- کہ جس کے در پہ غمِ العطش نہیں
ناصر- کہ جس کے عہد میں اک فاقہ کش نہیں

(۴۴) مصدر- کہ ہے صدورِ تجلّی کا جلوہ زار مشتق- کہ فعلِ واحدِ غائب سے ہمکنار
مرسل- کہ مرسلین میں محبوب کردگار عادل- کہ داد رس کی عدالت میں پیشکار
بے زر- کہ بے خلاف شہِ مشرقین ہے
غازی- کہ نام سرورِ بدر و حُنین ہے

(۴۵) خوشخو- کہ جس کا خُلق عظیم آیت جلی دلجو- کہ بات سنتے ہی دل کی کِھلی کلی
ارفع- کہ لامکان سے رفعت ہے منجلی اعلیٰ- کہ جس کا بندۂ درگاہ بھی علیؑ
یٰسین- جو مبین کی منزل کا بدر ہے
طٰہٰ- کہ طاہرین کی محفل کا صدر ہے

(۴۶) ضابط- کہ ضبطِ نفس کی قدرت لئے ہوئے رابط- کہ ربطِ خالق و خلقت لئے ہوئے
باذل- کہ آب و گِل میں سخاوت لئے ہوئے کامل- کہ حشر تک کی شریعت لئے ہوئے
شاکر- کہ شکر دم ہمہ دم دل کا چین ہے
صابر- کہ تربیت کا نمونہ حسینؑ ہے

(۴۷) کیا تذکرہ حسینؑ کا، وہ اِن کی آل ہے بچوں کی تربیت کا تو سب کو خیال ہے
وہ بزم چل کے دیکھیے، جس میں بلال ہے صوفی بھی جھوم جائیں گے سن کر، وہ حال ہے
اصحابِ پاک، محوِ شرابِ الست ہیں
شاہوں کے شاہ، اِن کے فقیرانِ مست ہیں

(۴۸) بے سعی و بے ریاض، یہ شاہی نہیں ملی جھیلے ہزار غم، تو میسّر ہوئی خوشی
ہر گام، کربلا تھی، وہ مکّے کی زندگی جس میں تھے لاکھ دشمن جاں اور اک نبیؐ
کانٹے شقی بچھاتے تھے حضرت کی راہ میں
چھالے پڑے تھے پائے رسالت پناہ میں

(۴۹) طائف کی سر زمیں پہ جو ہوتا کبھی گزر نورِ خدا پہ سنگ برستے تھے اس قدر
ہو جاتے تھے حضور سراپا لہو میں تر جیسے حسینِ بیکس و مظلوم و بے جگر
یثرب میں آکے تازہ مصیبت میں پڑ گئے
دنداں شہید ہوگئے، حمزہ بچھڑ گئے

(۵۰) با ایں ہمہ مصائب و آفاتِ ناتمام وجہ سکوں تھے خدمت انسانیت کے کام
آیا بخار بھی، تو نہ چھوٹا یہ التزام بڑھتا رہا مرض کی طرح ضعف صبح و شامؐ
فاقوں سے اور زرد تن زار ہوگیا
جنت کا پھول، نرگسِ بیمار ہوگیا

(۵۱) شدت سے تپ کی اب، مرے مولا کا ہے یہ حال جلتا ہے جسم، ضعف و نقاہت بھی ہے کمال
پیہم مرض کا ہے یہ اشارہ بصد ملال آیا بہت قریب نبیؐ کا دمِ وصال
رخصت ہیں اب جہان سے بابائے فاطمہؑ
ہم بھی شریک غم ہیں ترے، ہائے فاطمہؑ

(۵۲) ہے فالِ بد، جو وارثِ دیں کے مرض کا طول غمناک ہیں فروع، تو بے چین ہیں اصول
چھایا جو ہے دلوں پہ غمِ فرقتِ رسولؐ ازواج بھی ملول ہیں، اصحاب بھی ملول
ہیں مضطرب بتول بھی، شاہ حنین بھی
روتے ہیں چپکے چپکے حسنؑ بھی حسینؑ بھی

(۵۳) بڑھتا گیا مرض جو شب و روز سر بسر رخصت کو ایک دن ہوئے مسجد میں جلوہ گر
منبر سے بعد حمد پکارے بہ چشم تر یارو! جہاں سے اب ہمیں در پیش ہے سفر
ہر شخص اس مقام پر جرأت سے کام لے
ایذا جسے ہوئی ہو، اٹھے، انتقام لے

(۵۴) تقصیر کچھ ہوئی ہے جو اللہ کے حضور نادم ہیں ہم بھی، اور ہے وہ بھی بڑا غفور
اب وہ رہے، کئے ہوں جو بندوں کے کچھ قصور بخشے انھیں کریم، عدالت سے ہے یہ دور
پہنچا ہو مجھ سے دکھ جو کسی دل ملول کو
حق العباد سے وہ چھڑا دے رسولؐ کو

(۵۵) رونے لگے یہ سنتے ہی اصحابِ جاں نثار اٹھا صفِ نماز سے اک مردِ حق شعار
کی دست بستہ عرض کہ اے شاہِ نامدار اک روز، میرے ہاتھ میں خاصے کی تھی مہار
مارا تھا تازیانہ جو اس کو جناب نے
وہ بچ گیا تھا، کھایا تھا اِس دل کباب نے

(۵۶) اُس وقت تھا نہ جسم پہ میرے جو پیرہن کوڑے کی ضرب سے متاثر تھا گل بدن
گو صبر کرکے بیٹھ رہا تھا یہ خستہ تن اس گفتگو سے زخم پھر ابھرا ہے دفعتہً
اب پشت سے ہٹا کے قبا، سر جھکایئے
لوں گا میں انتقام، وہ کوڑا منگایئے

(۵۷) سلمان کو نبیؐ نے دیا حکم، جلد جاؤ وہ تازیانہ، فاطمہؑ زہرا سے مانگ لاؤ
کیا اعتبارِ زیست اِنھیں، پاؤں پھر کے آؤ اس مظلمے سے جلد خدارا مجھے بچاؤ
کیا ہوگا اب، یہ سوچ کے سب نیم جاں ہوئے
سلماں اُدھر چلے، اِدھر آنسو رواں ہوئے

(۵۸) جاکر پکارے در پہ یہ سلمانِ ذی وقار بابا نے تازیانہ منگایا ہے، میں نثار
چھاتی پہ ہاتھ مار کے بولیں وہ ایک بار ہے ہے کہیں سفر میں نہ بڑھ جائے پھر بخار
کہہ دیجئے گا، ہجر میں آنسو بہاؤں گی
بابا کہیں سدھارے تو میں روٹھ جاؤں گی

(۵۹) سلمانِ فارسی نے سنایا تمام حال رونے لگیں تڑپ کے بتولِ نبیؐ خصال
اماں کے پاس آگئے گھبرا کے دونوں لال بچوں کے منھ کو چوم کے بولیں بصد ملال
بابا پہ میرے ٹوٹ پڑے غم جہان کے
تم تازیانے کھاؤ، عوض نانا جان کے

(۶۰) روئیں بلک بلک کے جو دلبندِ مصطفیٰؐ
مسجد میں آئے دوڑ کے دونوں وہ مہ لقا
ہاتھوں کو جوڑ کر یہ پکارے بصد بکا
اے شخص! ہے بخار انھیں، ان پر رحم کھا
للہ رخ ہماری طرف اپنا موڑ دے
سو دُرّے ہم کو مار لے، نانا کو چھوڑ دے

(۶۱) اس نے کہا کہ حکم شریعت میں دخل کیا
ہے یہ قصاص، ذمّہِ سلطانِ انبیا
بولے رسولؐ، دیر نہ کر، اب قدم بڑھا
ہو جلد تیرے حق سے سبکدوش مصطفیٰؐ
بے عذر، طے یہ مرحلہَ انتقام کر
بچے ہیں، ان کو کہنے دے، تو اپنا کام کر

(۶۲) فرما کے یہ اتار جو دی آپ نے قبا
وہ تازیانہ لے کے سوئے شاہِ دیں چلا
سب یک زباں پکارے یہ اصحابِ با وفا
بیمار ہیں حضورؐ، خدارا تو رحم کھا
رونے لگے حسین و حسن، دل الٹ گئے
شبیر نانا جان سے بڑھ کر پلٹ گئے

(۶۳) دُرّہ لئے ہوئے جو وہ آیا سوئے قفا
شانے کی مہر چوم کے قدموں پہ گر پڑا
رو رو کے عرض کی کہ شہنشاہِ انبیا
صرف اس لئے یہ بے ادبی کی تھی، میں فدا
مولا، شفیعِ روزِ جزا، بخش دیجئے
زہراؑ کا واسطہ یہ خطا بخش دیجئے

(۶۴) چاروں طرف سے آئیں صدائیں کہ مرحبا
حضرت نے اٹھ کے اس کو گلے سے لگا لیا
رخصت ہر اک سے ہو کے گھر آئے شہِ ہدا
مستقبل قریب نے کوفہ سے دی ندا
دُرّوں کے غم نہیں شہِ ابرار کے لئے
مختص ہیں یہ تو عابدِ بیمار کے لئے

(۶۵) ہوتا رہا نبیؐ کا مرض دم بہ دم سوا
آخر گھڑی وہ آئی کہ محشر ہوا بپا
شدت سے تپ کی، خواب میں تھے سرورِ ہدا
ناگاہ، در پہ آ کے کسی نے یہ دی ندا
بی بی! ملے جو اذنِ حضوری جناب سے
ملنا ہے جلد مجھ کو رسالتمآبؐ سے

(۶۶) بولیں بتولِ پاکؑ کہ اے شخص صبر کر — تپ ہے شدید، سو گئے ہیں سید البشرؐ
بولا، ابھی ملوں گا، ضرورت ہے سخت تر — اس مرتبہ کرخت تھا لہجہ کسی قدر
کہتا تھا اذن دیجئے، آنا ضرور ہے
پھر شہ کو ساتھ لے کے بھی جانا ضرور ہے

(۶۷) شاہوں کے بادشاہ کا بی بی میں ہوں سفیر — مولا سے بے ملے تو نہ جائے گا یہ حقیر
بنت نبیؐ پکاریں کہ اے مردِ سخت گیر — بس غم نہ دے مجھے کہ میں خود غم میں ہوں اسیر
یہ سن کے اب کی بار جو چیخا وہ زور سے
ختمی مآبؐ چونک پڑے اس کے شور سے

(۶۸) بولیں یہ فاطمہؑ کہ سنی شہ نے یہ صدا — کتنی مہیب ہے کہ مرا دل لرز گیا
آیا ہے اک سفیر کسی بادشاہ کا — کہتا ہے میں نبیؐ کو ابھی لے کے جاؤں گا
فرمایا الفراق! خدا نے بلایا ہے
آنے کا اذن دو، ملک الموت آیا ہے

(۶۹) رکتا ہے کب کسی سے یہ ہے قاصد خدا — اس گھر کا یہ ادب ہے کہ ہے طالب رضا
اے گردشِ زمانۂ غدار و بے وفا — لوٹا جو کربلا میں وہ گھر کیا یہ گھر نہ تھا
جن کا یہاں ادب تھا، وہی سب وہاں بھی تھیں
زہرا اگر یہاں تھیں، تو زینبؑ وہاں بھی تھیں

(۷۰) یاں تو مَلَک نے اذنِ حضوری کیا طلب — درّانہ واں خیام میں در آئے بے ادب
یہ احترامِ آل یہ پاسِ رسولؐ رب — زینب کی پشت، شمر کا درّہ، ارے غضب
بلوے میں بنت قلعہ شکن، وا محمدا
عترت کے بازوؤں میں رسن وا محمدا

(۷۱) ذریت آج اُسی کی ہے بلوے میں ننگے سر — بے اذن جس کے گھر میں مَلَک کا نہیں گزر
حاضر ہوئے غرض ملک الموت پوچھ کر — کھینچی جو روح، کانپ گیا دل، جلا جگر
پوچھا کسی حزیں پہ کبھی رحم کھاتے ہو
یا سب کو قبضِ روح میں یوں ہی ستاتے ہو

(۷۲) قدسی نے کی یہ عرض کہ یا شاہِ خاص و عام سختی بہت ہے جان پہ اوروں کی لا کلام
کروٹ بدل بدل کے تڑپتے ہیں صبح و شام آنکھوں میں اشک بھر کے یہ بولے شہ انام
اِس وقت مجھ پر گزری ہے تکلیف جس طرح
ایذا نہ دیجیو مری امت کو اس طرح

(۷۳) یہ کہتے کہتے ڈھل گیا منکا نفس رکا امت کی یاد میں مرے مولا نے کی قضا
ازواجِ طاہرات میں ماتم ہوا بپا روئیں تڑپ کے مادرِ مظلوم کربلا
پیہم بتولِ خستہ جگر پیٹنے لگیں
زینبؑ بھی ننھے ہاتھوں سے سر پیٹنے لگیں

(۷۴) بیٹی کے تھے یہ بین کہ بابا کدھر گئے معراج کو سدھارے کہ خالق کے گھر گئے
جنت بسائی اور مجھے برباد کر گئے آؤ حسن حسین کہ نانا گزر گئے
گردش کا رخ، غضب ہے مری سمت پھر پڑا
دوڑو مدینے والو فلک مجھ پہ گر پڑا

(۷۵) اے میرے فاقہ کش مرے نادار بابا جاں بیواؤں بیکسوں کے مددگار بابا جاں
ہے ہے اجڑ گئی مری سرکار بابا جاں بچے تڑپ رہے ہیں کرو پیار بابا جاں
بابا! مرے حسنؑ کو گلے سے لگایئے
بابا! حسینؑ روتا ہے اٹھ کر منایئے

(۷۶) کھا کر پچھاڑیں روتی تھیں بی بی جو زار زار پیہم صدا یہ آتی تھی کانوں میں بار بار
زہراؑ، مرے کلیجے کے ٹکڑے، ترے نثار نانا کے دونوں راج دلاروں سے ہوشیار
میرے حسنؑ حسینؑ کی شادی رچائیو
سہرے بندھیں تو میری بھی تربت پہ لائیو

(۷۷) بس اے نسیم باغِ ولا، روک لے قلم اب مانگ یہ دعا کہ خداوند ذوالکرم
امت ترے حبیب کی ہیں اے کریم ہم ایذا سے جس کی تھے متفکر شہ امم
الطافِ غیب سے ہمیں لطف حیات دے
حالات حاضرہ کے تعب سے نجات دے

☆

شمع افروزِ حیاتِ ابدی ہے شاعر

بند: ۸۳

تصنیف: ۱۹۳۰ء بمقام: لکھنؤ، ہندوستان

(خلاصہ)

۱۱۴ر احادیث اور ۲۱ر آیتوں سے فضائل حضرت علی ابن ابی طالبؑ ___

شہادت حضرت علیؑ ___ بین ___

۱۹۳۰ء/۱۳۴۸ھ

خطیب اعظم حضرت شمس العلماء مولانا سید سبط حسن (طاب ثراہ) نے مدرسۃ الواعظین اور ناظمیہ عربی کالج لکھنؤ کے طلباء کی درخواست پر اس مرثیے کی تصنیف کے لئے موضوع مقرر فرمایا، "فضائل علی ابن ابی طالبؑ قرآن وحدیث سے"۔ میں اس وقت مدرسۃ الواعظین میں مقیم تھا۔ (نسیم)

(۱) شمع افروز حیات ابدی ہے شاعر خطِ پیمانۂ نیکی و بدی ہے شاعر
خارج از ماہ و سن و قرن و صدی ہے شاعر آئینہ دارِ صفاتِ احدی ہے شاعر
آدمی دہر میں آتا ہے، ضرور آتا ہے
خالقِ شعر اگر ہو تو شعور آتا ہے

(۲) شاہکار قلم عرش نشیں ہے شاعر ید قدرت کی انگوٹھی کا نگیں ہے شاعر
روحِ احساس کی شہ رگ سے قریں ہے شاعر ناظمِ دہر کی اک نظم حسیں ہے شاعر
بیخودی اس کی جو بڑھ جائے خودی ہو جائے
کاروانِ دلِ مضطر کو حُدی ہو جائے

(۳) اس کی تخلیق میں ہر رخ سے ہے خالق کی نمود زندگی بھی ہے وہیں کچھ، یہ جہاں ہے موجود
جو ہر فرد ہے یہ، جس سے ہے ممکن کا وجود یہ ابھارے تو دل ابھرے، یہ نہ بولے تو جمود
انقلاب نفس تیز کے آئینے میں
زلزلوں کے ہیں سکوں خیز جہاں سینے میں

(۴) آب و گل کا عجب اعجاز ہے شاعر کی حیات عالم فکر میں ہے فکر دو عالم سے نجات
مادّی شکل میں یہ آئینہ بردارِ صفات عنصری قید میں ہے حریت جلوۂ ذات
اس کی باطل شکنی وجہ قیامِ حق ہے
حق نما ہو تو کلام اس کا کلامِ حق ہے

(۵) شاعری ایسے ہی شاعر کی ہے، باقی الفقط اب رہے وہ غلط انداز جو برخود ہیں غلط
جن کا معیارِ نظر غیر کا پیمانہ و خط تب چلے اُن کا قلم، جبکہ لگا دے کوئی قط
چھنتے پھرتے ہیں وہ ایندھن جو ہراک وادی میں
قید سی قید ہے اک فکر کی آزادی میں

(۶) ہاں مگر وہ جو ہے ایمان کے رشتے کا گہر شاعری جس کی ہے مبنی عملِ صالح پر
اور خصوصاً جو ہے مداحِ درِ پیغمبرؐ اس کے شعروں کی زمیں عرش سے بھی بالاتر
منزلت حد سے بڑھی، مدح کی حد میں آیا
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ، بھی سند میں آیا

(۷) بادۂ صدق و حقیقت کا ہے وہ متوالا بدرِ ذی قدرِ جمالِ مدنی کا ہالا
اس نے جو کچھ بھی کہا، دل میں خدا نے ڈالا کشف سے، وحی سے، الہام سے بالا بالا
عالم وجد میں تا عرش رسا ہوتا ہے
برہِ راست وہ تلمیذِ خدا ہوتا ہے

(۸) میں اِسی سلسلۂ فکر سے ہوں وابستہ مدحِ حیدرؑ کا ہے گلزار مرا گلدستہ
جو سمجھتے تھے مجھے زار و نزار و خستہ اُن کی نظروں پہ چڑھا اب سخن برجستہ
وہ فقط چند ہمہ اور شُما سنتے ہیں
ہے درِ علم کی مدحت، علماء سنتے ہیں

(۹) میرا ممدوح ہے ممدوحِ رسول اکرمؐ میرا موضوع ہے ارشادِ خطیب اعظمؐ
حکم یہ ہے کہ علیؑ کے وہ فضائل ہوں رقم جو ہوں افراط نہ تفریط، نہ بیش اور نہ کم
بات قرآن و احادیث کی منزل میں رہے
لب پہ ہو ذکر علیؑ، عشقِ علیؑ دل میں رہے

(۱۰) نوبتیں جس نے اذانوں کی بجائیں، وہ علیؑ آیتیں جس کے لئے عرش سے آئیں، وہ علیؑ
مدحتیں جس کی حدیثوں نے سنائیں، وہ علیؑ جس نے چولیں درِ خیبر کی ہلائیں، وہ علیؑ
جس کی قوت ہے رسولؐ دوسرا کی طاقت
جس کے بازو میں خدا داد خدا کی طاقت

(۱۱) مالک مسند تطہیر و امامت ہیں علیؑ نورِ وحدت ہیں نبیؐ، نورِ رسالت ہیں علیؑ
جسم اعجاز علیؑ، روحِ کرامت ہیں علیؑ مادّی شکل میں اللہ کی طاقت ہیں علیؑ
کیا کہوں میں کہ زمانہ انھیں کیا کہتا ہے
ایسے ہی کچھ ہیں کہ حق عینِ خدا کہتا ہے

(۱۲) مصطفیؐ قلزمِ رحمت تو شناور ہیں علیؑ وہ ہیں آئینہ، اس آئینے کا جوہر ہیں علیؑ
مالکِ خلد ہیں وہ، ساقیِ کوثر ہیں علیؑ دین داور ہیں نبیؐ، شرعِ پیمبرؐ ہیں علیؑ
جیسے احمدؐ کا شرف خالقِ غفار کے بعد
ہو بہو ایسے ہیں یہ احمد مختارؐ کے بعد

(۱۳) شرفِ منزلِ آیات شریفہ ہیں علیؑ امتِ احمدؐ مرسل کا وظیفہ ہیں علیؑ
ایک تو نائبِ قدرت کے خلیفہ ہیں علیؑ پھر جو مصحف سے مقدم وہ وظیفہ ہیں علیؑ
جب علیؑ عزم کی میزان میں پورے اترے
تب کہیں عرش سے قرآن کے سورے اترے

(۱۴) شان وہ ہے کہ ملک نورِ خدا کہتے ہیں آن وہ ہے کہ نبیؐ قلعہ کشا کہتے ہیں
ذات ایسی ہے کہ سب صلِّ علیٰ کہتے ہیں اور نصیری تو خدا جانیے کیا کہتے ہیں
قولِ محبوبِ الٰہی کے سوا سمجھے ہیں
یاں خودی بھی نہیں، نادان خدا سمجھے ہیں

(۱۵) ہم خدا دوست جو ہیں، کہتے ہیں ضرغامِ خدا مرکز دین مبیں، مقصد احکامِ خدا
مئے وحدت کا چھلکتا ہوا اک جامِ خدا جب سنا لفظ علیؑ، دل نے کہا نامِ خدا
ہم نصیری کا عمل شرکِ جلی کہتے ہیں
ایسے حق گو ہیں کہ حق کو بھی علیؑ کہتے ہیں

(۱۶) ذکر حق، ذکر نبیؐ، یادِ نبیؐ، یادِ علیؑ فاتح بدر واحد، زور خدا داد علیؑ
ہر قدم کیوں ہوں نہ ہم طالبِ امدادِ علیؑ حق نے مشکل میں محمدؐ سے کہا، نادِ علیؑ
دین رب کا وہ سمجھتے تھے سہارا ان کو
جب تو خیبر میں بلا خوف پکارا ان کو

(۱۷) مالکِ مملکتِ فتح و ظفر ہیں حیدرؑ حافظ ختم رسل شام و سحر ہیں حیدرؑ
پشت پر ہے جو نبیؐ کی وہ سپر ہیں حیدرؑ اپنے بابا کی دعاؤں کا اثر ہیں حیدرؑ
قلب ہیں احمدؐ مختار تو یہ قالب ہیں
حق کے طالب ہیں کہ دلبند ابوطالبؑ ہیں

(۱۸) منزل سورۂ والنجم اذا، بدر منیر امر حق، آمر و مامور، اولی الامر و امیر
طینت پاک میں اسرارِ کتاب و تفسیر تن وفا، نفس رضا، روح عمل، صدق ضمیر
شانِ تخلیق میں خلقت سے جدا ہیں بخدا
نہ جدا ہیں یہ خدا سے، نہ خدا ہیں بخدا

(۱۹) ان کی وہ تیغ خدا داد، قضا سے مانوس جس کے قبضے میں شجاعوں کی نگاہیں محبوس
جس کی اک ضرب سے اس طرح دبیں لاکھ نفوس جس طرح نعرۂ تکبیر سے شورِ ناقوس
ایک ایسا نہیں لاکھ اہل کرامات بنے
ہیں یہ خالق کی زباں کس کی یہاں بات بنے

(۲۰) والی سلطنت اہل ولا ہیں حیدرؑ جرم وعصیاں کے مریضوں کی دوا ہیں حیدرؑ
شامل نورِ رسولِ دو سرا ہیں حیدرؑ اور اسی وجہ سے تو وجہِ خدا ہیں حیدرؑ
یہ بھی طاعت ہے کہ مولا کی اطاعت کرلی
ان کے چہرے پہ نظر کی تو عبادت کرلی

(۲۱) جنّتی ان کے محبّ، ان کے عدو ناری ہیں اس کا اقرار اُنھیں بھی ہے جو انکاری ہیں
ایسے یوسف کے جو گاہک نہیں، بازاری ہیں سب سے بڑھ کر ہے سند، مستند باری ہیں
جزو تنویر شہنشاہ امم ہیں حیدرؑ
بہر یٰسین مبیں، پارۂ عم ہیں حیدرؑ

(۲۲) بطن مادر میں تھے جس وقت کہ مولائے انام کبھی آتے تھے محمدؐ تو یہ کرتے تھے سلام
خود اٹھا دیتے تھے ماں کو پئے تعظیم امامؑ کلمہ پڑھتے تھے، کرتے تھے پیمبرؐ سے کلام
ایک آیہ کوئی قدسی ابھی لایا بھی نہ تھا
بولتا جب یہ تھا، قرآن کہ آیا بھی نہ تھا

(۲۳) فقر پر اپنے انھیں فخر بھی ہے، شاہ بھی ہیں — بدر کے چاند بھی ہیں، کعبے کے یہ ماہ بھی ہیں
شارعِ شرع بھی ہیں، خضر بھی ہیں، راہ بھی ہیں — بازوئے احمدؐ مرسل بھی، ید اللہ بھی ہیں
ایک میں بھی نہیں یہ ایک صفت حیدرؑ کی
یہ صحابی بھی ہیں اور آل بھی پیغمبرؐ کی

(۲۴) مظہر لطف و جمال، آئینہ قہر و جلال — عیدِ والفتح کا ہیں مطلعِ نصرت پہ ہلال
بت شکن، زندقہ وکفر و ضلالت کا زوال — ان کمالات سے ہیں دینِ محمدؐ کا کمال
معنیٔ آیۂ بلّغ ہیں یہ پایا دیکھو
جب تو اَکْمَلْتُ لَکُم دِینَکُم آیا دیکھو

(۲۵) رس ہے خطبوں میں سبھی کے مگر اعجاز نہیں — لب قدرت کا ہو شک جس پہ وہ آواز نہیں
لوگ غزوات میں غازی تو ہیں جانباز نہیں — اُن کا ہر وصف خدا ساز ہے، خود ساز نہیں
شاہ و انجم بھی ہیں ماہِ فلک جاہ بھی ہیں
اسد اللہ بھی ہیں، اور مِن اللہ بھی ہیں

(۲۶) وہ جلالت کہ دل کفر تصور سے ہو شق — دبدبہ وہ ہے کہ طوفان کو آجائے عَرق
قہر ایسا کہ ہوں چودہ طبقے ایک طبق — تیغ ایسی کہ دوسر اور سپر وحدتِ حق
جس کے قبضے کو عدو فتح کی آیت سمجھے
جس کی جھنکار کو بھی سورِ قیامت سمجھے

(۲۷) ہمسری کرکے بھی ان کا کوئی ہمسر نہ ہوا — رہ کے دنیا میں کوئی ساقی کوثر نہ ہوا
نام جھولے میں کسی شیر کا حیدرؑ نہ ہوا — فتح کتنوں میں کسی ایک سے خیبر نہ ہوا
لائق عزت و تعظیم ہمارے سب تھے
ایک کرار نہیں، یوں تو کرارے سب تھے

(۲۸) کس نے پایا ہے یہ اقبال یہ شان وشوکت — دین کہتے ہیں جسے وہ ہے علیؑ کی طاقت
یہ نہ انسان کی ہمت نہ اسد کی جرأت — کوئی فطرس سے تو پوچھے کہ ہے کتنی قدرت
قدسیوں کو بھی مرادوں کے گہر بخشے ہیں
بے پر و بال کو اخلاص کے پر بخشے ہیں

(۲۹) جسد شرع ہیں محبوب خدا، سر حیدرؑ خویش حیدرؑ ہیں پیمبرؐ کے، برادر حیدرؑ
وادی علم کے ہیں شہر نبیؐ، در حیدرؑ در فردوس پہ تحریر ہے حیدرؑ حیدرؑ
ہم نے جنت سے جو پوچھا ترے کیا ہیں حیدرؑ
کھل کے ہر در نے کہا عقدہ کشا ہیں حیدرؑ

(۳۰) دین اسلام کے اک عاشق جانباز علیؑ طائر علم و عمل کا پر پرواز علیؑ
راز احمدؐ کا جو مصحف ہے تو ہمراز علیؑ ایک اعجاز وہ ہے، دوسرا اعجاز علیؑ
فرق اتنا سا ہے قرآن میں اور حیدرؑ میں
وہ پیمبرؐ کے گھر اترا، یہ خدا کے گھر میں

(۳۱) جز علیؑ کون گراں قدر ہے قرآں کی مثال اسد اللہ ہوا ہے کوئی کعبے کا غزال
روح بھی، نفس بھی، صناعِ مشیت کا کمال خود ہیں یہ بدرِ شب قدر تو شمشیر ہلال
تیغ کا ان کی جو ماہِ فلک آرا چمکا
بدر میں ملّتِ بیضا کا ستارا چمکا

(۳۲) خلق سے پہلے نہ تھا جب کوئی خالق کا ولی کس کا تھا نورِ خفی واقف اسرارِ جلی
جب محمدؐ تھے فقط، اور یہ وصیِ ازلی غیر معبود کہاں تھا کوئی ہستی میں علیؑ
ایک تھا نور نبیؐ، پرتوِ اکرامِ خدا
اک خدا، ایک یہ ہمنام خدا، نامِ خدا

(۳۳) یہ کرامات مجسم ہیں، سراپا اعجاز شکل آئینہ قدرت، قد بالا اعجاز
خلق و حلم و کرم و جرأت و تقویٰ، اعجاز علم کے ساتھ عمل کا ہیں یہ گویا اعجاز
شکل انساں میں مشکل ہے کرامت دیکھو
قاریو! بولتے قرآن کی صورت دیکھو

(۳۴) خاک سے روزِ ازل پیکر آدم جو بنا اُس کی طینت میں بھی شامل تھا یہ دانائے دنیٰ
عجز عرفاں سے ملک کر نہ سکے ان کی ثنا ہاتھ کانوں پہ دھرے کہہ گئے لَا عِلْمَ لَنَا
غیب سے حاصل آیات شریفہ آیا
ان کی تمہید میں فی الارضِ خلیفہ آیا

(۳۵) بعد احمدؐ کے ہر اک علم کے ماہر ہیں علیؑ — ترکِ اولیٰ سے بھی ہیں پاک وہ طاہر ہیں علیؑ
علم باطن کے جو عالم ہیں وہ ظاہر ہیں علیؑ — بول اے درِّ نجف کانِ جواہر ہیں علیؑ
جس نے مانا ہے اِنھیں اُس نے بھی کیا جانا ہے
صرف اللہ و نبیؐ نے انھیں پہچانا ہے

(۳۶) اللہ اللہ عجب بندۂ مولا ہیں علیؑ — جس کے عارف ہیں نبیؐ ایک، وہ یکتا ہیں علیؑ
اب کہو اور بھلا کیا میں کہوں، کیا ہیں علیؑ — بس ہیں و الشّمس محمدؐ، وَ ضُحٰھا ہیں علیؑ
قُل کَفا کو جو نہ کافی دَم مدحت سمجھیں
فَسَیَکْفِیْکَهُمُ اللّٰه کفایت سمجھیں

(۳۷) ایک دن محو تھے طاعت میں امام عادل — حسب معمول تھے آدابِ عبادت کامل
رعب قہار کی زنجیر میں جکڑا ہوا دل — حق میں مشغول اور اپنے سروتن سے غافل
اسلحہ جسم سے ٹکرائے اور احساس نہ ہو
پاؤں سے تیر نکل جائے اور احساس نہ ہو

(۳۸) یاں تخی کا تھا یہ عالم اُدھر آتی تھی صدا — میں ہوں بھوکا مجھے کھانا کوئی دو بہر خدا
کچھ کسی نے نہ دیا جب تو گدا کہہ کے چلا — سائیں اب جاتے ہیں، مولا مرے کر سب کا بھلا
کچھ نہ مسجد سے بجز نقد رضا لے کے چلے
بھیک لینے کو ہم آئے تھے دعا دے کے چلے

(۳۹) گو بظاہر تھے مصلّے پہ علیؑ جلوہ نما — مگر از راہ حضوری تھے سرِ عرشِ عُلا
اب وہاں پہنچی جو مسجد سے گدا کی یہ صدا — حق نے الہام کیا، حق کے ولی نے سمجھا
دست خالق کے تصرف میں جو شے تھی بخشی
وارث ختم رسالت نے انگوٹھی بخشی

(۴۰) اب بھی سمجھے شرف نائب خاتم نہ اگر — پھر وہ دل ہے خَتَمَ اللہ کا گویا دفتر
ناز کر اپنے نصیبے پہ گدائے حیدرؑ — اِنّما کی بھی لگی مہر ترے محضر پر
اتنا قیمت میں ملا مال کہ سلطان ہوا
دی علیؑ نے وہ انگوٹھی کہ سلیمان ہوا

(۴۱) رزقِ کونین کا یہ بار اٹھانے والے — اپنی روزی کے ہیں خود روز کمانے والے
کھا کے یہ نانِ جویں، خلد لٹانے والے — ایسے ہوتے ہیں محمدؐ کے گھرانے والے
ہاتھ خالی ہے مگر علم سے معمور بھی ہیں
حق کے معمار بھی ہیں، باغ میں مزدور بھی ہیں

(۴۲) ہر بشر سے یہ بجز خیر بشر ہیں اعلیٰ — سرمۂ دیدۂ یعقوبؑ ہے خاکِ کفِ پا
اُن کے یوسف کی بہا، چند درم، نام خدا — یہ وہ یوسف کہ فقط نفس کی قیمت ہے رضا
وہ بکے بیچنے والوں کی طلب گاری سے
اِن کو گاہک نے لیا ذوقِ خریداری سے

(۴۳) نفس کی قدر کے عارف ہیں جو میرے مولا — لے لیا بس وہی خوش ہو کے جو قیمت میں ملا
ہے مگر کون کھرا داد و ستد کا اتنا — لی رضا، نفس دیا، نقد کیا سب سودا
گو کہ خود یوسف بازار ہیں مَنْ یَّشْرِی کے
بِک گئے پھر بھی خریدار ہیں مَنْ یَّشْرِی کے

(۴۴) یہ نہ ہوں گر تو کوئی حق کا منادی ہی نہ ہو — پھر کوئی طاعت معبود کا عادی ہی نہ ہو
یہ نہ پیدا ہوں تو ایسا کوئی ہادی ہی نہ ہو — دخترِ احمدِؐ مختار کی شادی ہی نہ ہو
کفو اپنا نہیں پائے گی کسی کی لڑکی
لڑکا اللہ کے گھر کا، تو نبیؐ کی لڑکی

(۴۵) متصل سرحد واجب سے ہے امکانِ علیؑ — جو کہو بعد پیمبرؐ وہ ہے شایانِ علیؑ
ہوسکا اہل جہاں سے جو نہ عرفانِ علیؑ — غُل مچایا کہ غُلو کار غلامانِ علیؑ
ہو رسا ذہن جو قرآن کے اک نقطے تک
سر بسر ان کے فضائل ہیں الف سے یے تک

(۴۶) ہاں ”الف“ سے ہیں یہ اسلام کی نصرت کے اسیر — ”بے“ سے بخشش کی ہیں بنیاد، برأت کے بشیر
”تے“ سے تقدیس کی تخمیر، ترابِ تطہیر — ”ثے“ سے ثابت ہے ثباتِ قدمِ عرش سریر
”جیم“ سے جادۂ ایماں ہیں جماعت کے لئے
”ح“ سے ہیں حسنِ حَصِین حق کی حمایت کے لئے

(۴۷) ''خے'' سے خالق کے خلیفہ، خلفِ خیر ورا ''دال'' سے دعوت حق، دافع غم، دفع بلا
''ذال'' سے ذی حشم و ذی شرف و ذکر وذکا ''رے'' سے ہیں رحمت رب، ''زے'' سے زعیم زعما
''سین'' سے سایۂ حق ساقیِ کوثر حیدرؑ
سرور دیں ہیں جسد، سر ہیں سراسر حیدرؑ

(۴۸) ''شین'' سے شیر خدا اور شریک شہدا شفقت شافع محشر سے، شفیع دوسرا
''صاد'' سے صاد کی سورت، صمدیت کی صدا صابر و صادق و صدیق، بصد صدق و صفا
''ضاد'' بولا انھیں ضرغامِ وغا بھی کہیے
ضالّیں چیخ اٹھے ضرب خدا بھی کہیے

(۴۹) ''طا'' سے ہیں طنطنۂ طلعتِ طور سینا طرح انداز و طرفدار طریق طاہا
طیب و طاہر و طغریٰ کشِ طیب و طوبیٰ ''ظا'' سے ظاہر ہے ظفریاب ہے یہ ظلِّ خدا
''عین'' سے عین خدا، علم ابوطالبؑ ہیں
''غین'' کا غل ہے کہ یہ غالب ہر غالب ہیں

(۵۰) ''فے'' سے فاروق بھی، فارق بھی ہیں فرقان بھی ہیں فاتح و فاتحہ بھی، فتح کا فرمان بھی ہیں
فضل بھی، فیض بھی، فیاض بھی، فیضان بھی ہیں ''قاف'' سے شور ہے تا قاف کہ قرآن بھی ہیں
قاب قوسین میں قیوم کی قدرت ہیں علیؑ
قُل ھو اللہ اَحَد کا قد و قامت ہیں علیؑ

(۵۱) ''کاف'' سے کاسرِ اصنام و کریم و کرار ''لام'' سے لہجۂ قوسین و لب حق گفتار
''میم'' سے ملت مرحوم کے مالک، مختار ''نون'' سے نعمت انعمت علیھم بکنار
ہر قدم ''واؤ'' کا نعرہ ہے کہ اے واہ علیؑ
''ہے'' سے ہادی ہیں علیؑ ''یے'' سے یداللہ علی

(۵۲) ان فضائل سے ہے آراستہ یہ ذاتِ سعید جب تو خاصانِ خدا کہتے ہیں مولا کو وحید
اک یہ ادنیٰ سی فضیلت ہے دو عالم سے مزید کعبۃ اللہ کے مولود ہیں، مسجد کے شہید
جشن میلاد رچا ربّ ھدا کے گھر میں
پھر ہوا آپ کا ماتم بھی خدا کے گھر میں

(۵۳) آ گئی یاد وہ انیسویں ماہ رمضاں سحر غم اثر رحلت مولائے زماں
تھا میسر جو نہ گھر میں سحری کا ساماں پی کے پانی کا بس اک جام اٹھے بہر اذاں
رکھ کے روزے پہ جو روزہ شہ ذی جاہ چلے
تیغ کھانے کو جناب اسد اللہ چلے

(۵۴) در کے پاس آئے تو کلثوم سے بولے اک بار زیست کا کوئی بھروسا نہیں میری دلدار
چند طائر جو یہ گھر میں ہیں انیس و غم خوار ہم تمہیں سونپ کے جاتے ہیں، تم ان سے ہشیار
بے زباں ہیں انھیں دل سے نہ بھلانا بیٹی
خود نہ کھانا، انھیں دو وقت کھلانا بیٹی

(۵۵) ہائے حیوانوں کا یہ پاس ہو جس کو یہ خیال تین دن آب و غذا پائیں نہ اُس کے اطفال
فوج سیراب ہو اور پیاس سے بچے ہوں نڈھال برچھیاں بھوک میں کھائیں اسد اللہ کے لال
ایک قطرہ بھی دم مرگِ جوانی نہ ملے
سامنے نہر ہو، بے شیر کو پانی نہ ملے

(۵۶) پیشوائی کو جو ہر گام اجل تھی ہمراہ شوق میں وصلِ الٰہی کے بڑھے شیر اللہ
لائے مسجد میں جو تشریف امام ذی جاہ منھ سے بے ساختہ فرمایا کہ انّا للہ
شہ کی تعظیم کو ہر زاہد و دیندار اٹھا
ابنِ ملجم بھی چھپائے ہوئے تلوار اٹھا

(۵۷) دی اذاں شہ نے صفیں جمنے لگیں بہر نماز طاعت صبح میں مشغول ہوئے شاہِ حجاز
آخری سجدے میں جس وقت جھکا فرق نیاز تھر تھرا کر یہ دمِ ذکر پکاری آواز
کہیں طاعت کو امام ازلی چھوڑیں گے
دم بھی ٹوٹے گا تو نیت یہ نہیں توڑیں گے

(۵۸) زہر آلود وہ تیغ اور وہ ید اللہ کا سر یہ جفا طاعتِ معبود میں اللہ کے گھر
رو کے جبریلؑ نے آواز یہ دی گردوں پر روؤ اے امتیو، ہو گئے زخمی حیدرؑ
سجدۂ رب میں امام ازلی کو مارا
اک جفا کار نے سجدے میں علیؑ کو مارا

(۵۹) سن کے جبریل کی فریاد اٹھا شورِ بکا　　خانۂ فاطمہ زہرا میں ہوا حشر بپا
جد کے روضے کی طرف مڑ کے یہ زینب نے کہا　　نانا جاں آپ کی امت نے ہمیں لوٹ لیا
کس سے غربت میں کہوں عقدہ کشائی کے لئے
میں وہیں قبر پہ آتی ہوں دہائی کے لئے

(۶۰) مسجد کوفہ میں پہنچی جو یہ پُر درد صدا　　بولے شبّرؑ سے یہ شبیرؑ کہ پیارے بھیا
لے کے بابا کو چلو جلد سوئے بیت عزا　　کہیں سر پیٹ کے مر جائیں نہ بہنیں دکھیا
گھر کی جانب سے جو اس وقت ہَوا آتی ہے
ہائے بابا کی ہر اک بار صدا آتی ہے

(۶۱) رو دیا کہہ کے جو یہ فاطمہؑ کا نور العین　　کھول دیں آنکھیں یداللہ نے ہو کر بے چین
بھر کے اک آہ پکارے یہ شہ بدر و حنین　　عرش ہلتا ہے نہ رو اے مرے مظلوم حسینؑ
صبر کرنے کا ہے لازم تجھے شیوا پیارے
تو جواں لال کو بھی رو نہ سکے گا پیارے

(۶۲) خوں بھرے ہونٹوں سے سن سن کے یہ باتیں جانکاہ　　وا علیاہ کا مسجد میں اٹھا غل ناگاہ
لے کے زندہ کے جنازے کو بصد نالہ و آہ　　گھر کو سبطین چلے اہل عزا کے ہمراہ
پاؤں شبّرؑ نے تو شبیرؑ نے سر کو تھاما
بڑھ کے عباسؑ نے بابا کی کمر کو تھاما

(۶۳) آہیں بھرتا تھا کوئی، پیٹ رہا تھا کوئی سر　　ہائے آقا کوئی کہتا تھا، کوئی ہائے پدر
گھر کے نزدیک جو پہنچے تو یہ بولے حیدرؑ　　میرے اصحاب الو العزم سے کہہ دو شبّرؑ
گھر کو سب جائیں نہ ڈیوڑھی کے قریں آئے کوئی
بی بیاں روئیں گی آواز نہ سن پائے کوئی

(۶۴) یا علیؑ آپ کو پردے کا تھا جن کے یہ پاس　　کربلا میں وہی ناموس کھڑے تھے بے آس
سر کھلے، ہاتھ بندھے، خاک بسر، عالم یاس　　علی اکبر تھے نہ شبیرؑ نہ سر پر عباس
پشت مجروح سے اک خوں کی ندی جاری تھی
بازوؤں میں تھی رسن، قید کی تیاری تھی

(۶۵) کربلا میں یہ مظالم جو ہوئے عترت پر ان کی تمہید تھی زخم سر پاک حیدرؑ
گھر میں لائے جو ید اللہ کو مسجد سے پسر بیٹیاں خاک پہ غش کھا کے گریں پیٹ کے سر
جن و حور و مَلَک و ارض و سما روتے تھے
فاطمہؑ روتی تھیں، محبوبِ خدا روتے تھے

(۶۶) جلد جراح کو لائے جو بلا کر رفقا رو دیا دیکھ کے وہ زخم سر شاہ ہدا
جھک کے آہستہ جو کچھ کان میں شبرؑ سے کہا پوچھا شبیرؑ نے کیا کہتا ہے یہ مرد خدا
رو کے بولے کہ یتیمی کی خبر دیتا ہے
ہائے مرہم کے عوض دردِ جگر دیتا ہے

(۶۷) ناگہاں لایا جو قاتل کو پکڑ کر کوئی بازوؤں میں تھی رسن، درد سے روتا تھا شقی
بولے یہ دیکھ کے شبیرؑ سے خالق کے ولی تم کو زینبؑ کی قسم کھول دو بازو جلدی
کھل گئے حکم علیؑ سے ستم ایجاد کے ہاتھ
ہائے مقتل میں بندھے آپ کی اولاد کے ہاتھ

(۶۸) قید خانے میں نظر بند ہوا قاتل شوم سو گئے فرطِ نقاہت سے امامِ مظلوم
کھول دی آنکھ دم ظہر کہ یہ تھے معصوم وقت افطار ہوئیں حاضر خدمت کلثومؑ
عرض کی لائی ہوں شربت شہ عادل کے لئے
بولے شہ بھیج دو پہلے مرے قاتل کے لئے

(۶۹) آب سے کر کے پھر افطار کیا شکر خدا محو خالق کی عبادت میں رہے تا بہ عشا
تا جبیں زخم تھا، سجدہ نہ ہوا پھر بھی قضا شب جو اکیسویں آئی تو ہوا حشر بپا
ہاتھ تکبیر کو اٹھتے ہوئے تھرّانے لگے
دم بدم زینبؑ و کلثومؑ کو غش آنے لگے

(۷۰) اب تصور ہے مرا اور وہ غضب کا منظر بیٹیاں، مادر عباسؑ، کنیزیں، دلبر
آپ کے چاروں طرف بیٹھ گئے سب آکر بولے کلثومؑ سے مولا کہ مری لخت جگر
کل امانات شہنشاہِ عرب لے آؤ
جو بزرگوں کے تبرّک ہیں وہ سب لے آؤ

(۷۱) وہ اٹھا لائیں یہ ساماں جو بصد آہ و بکا　　اٹھے شبرؑ کے سہارے سے امامِ دوسرا
مثلِ دستارِ شرف جامہ و قرآں اپنا　　حسنؑ پاک کو مولا نے عطا فرمایا
جس کے جو چیز تھی شایاں وہ اسی کو بخشی
اپنی تلوار حسینؑ ابن علیؑ کو بخشی

(۷۲) اک مصلیٰ تھا وہ کلثومؑ کو دے کر یہ کہا　　جب جواں ہو مرا عابدؑ تو اسے دے دینا
اک یہ مشکیزہ ہے شبیرؑ کی اُس بیٹی کا　　جو بنائے گی چچا جان کو سقّا اپنا
اپنے بچوں سے سوا چاہے گا عبّاس اُسے
یہ اُسے دیجیو تڑپائے گی جب پیاس اُسے

(۷۳) وہیں نزدیک رکھا تھا علم فوج الٰہ　　جا پڑی اس پہ نظر روئے امامِ ذیجاہ
دیکھ کر پھر سوئے عباس بحال جانکاہ　　بولے شفقت سے قریب آؤ مرے غیرت ماہ
پاس آئے تو پھریرے کو علم کے چوما
دونوں شانوں کو پھر اس اہل ہمم کے چوما

(۷۴) رو کے فرمایا میں قربان مرے لختِ جگر　　کچھ خبر ہے تمہیں، تم کس کی دعا کا ہو اثر
ہم پئے نصرت شبیرؑ بہت تھے مضطر　　تب ہمیں حق نے دیا تم سا جگر دار پسر
بھائی کی چاہ میں حد کیجیو غم خواری کی
دھوم مچ جائے زمانے میں وفاداری کی

(۷۵) گھیر لے گی مرے شبیرؑ کو فوجِ اعدا　　نام اُس جنگ کا ہے معرکۂ کرب و بلا
تم اٹھاؤ گے مری جاں علم فوجِ خدا　　ہم بھی آئیں گے زیارت کو تمہاری بیٹا
لاش پر بنت نبی اشکوں سے منھ دھوئیں گی
فاطمہؑ اپنا پسر کہہ کے تمہیں روئیں گی

(۷۶) دل ہے بے چین کہ ہم دیکھتے وہ منظرِ غم ہاں حسین ابن علیؑ بھائی کو دیدو یہ علم
اٹھے شبیرؑ کمر تھام کے بادیدۂ نم رکھ دیا دوش پہ عباسؑ کے رایت بحشم
بولے حیدرؑ، میں فدا اے مرے غمخوار حسینؑ
تجھ پہ بابا کا سلام آہ علمدار حسینؑ

(۷۷) دیکھ کر مادر عباس یہ پُر درد سماں بولیں بیٹے سے مرے لال میں تجھ پر قرباں
بھول جانا نہ پدر کی یہ وصیت مری جاں ورنہ پھر یاد رہے دودھ نہ بخشے گی یہ ماں
مستعد خدمت شبیرؑ میں رہنا بیٹا
ان کو آقا کے سوا بھائی نہ کہنا بیٹا

(۷۸) یادِ عاشور میں رونے لگے سب اہل عزا گھر میں حیدرؑ کے ہوئی مجلس شبیرؑ بپا
دل جو ٹھہرا تو پکارے یہ امام دوسرا آؤ زینب مرے نزدیک، وہ آئیں تو کہا
اپنی اماں کی ردا بڑھ کے اٹھا لو بی بی
خاص حصہ یہ تمہارا ہے سنبھالو بی بی

(۷۹) وہ تو رونے لگیں ہے ہے مری اماں کہہ کر اُٹھ کے کلثومؑ نے خواہر کو اڑھائی چادر
کیا خدا جانے علیؑ کو نظر آیا منظر دیکھا زینبؑ کو پھری جانب شبیرؑ نظر
پھر تو اک لفظ بھی کہنے کی نہ مہلت پائی
غل ہوا حیدرؑ صفدر نے شہادت پائی

(۸۰) بیٹیاں سینہ و سر پیٹ کے کرنے لگیں بین غش ہوئیں مادر عباسؑ دمِ شیون وشین
خاک بالوں میں بھری ہو کے حسنؑ نے بے چین ہل گئی قبر نبیؐ روئے تڑپ کر جو حسینؑ
آج کوفے میں جو آغازِ بلا ہوتا تھا
کربلا خاک اڑاتی تھی نجف روتا تھا

(۸۱) بال بکھرا کے یہ تھا زینبؑ مضطر کا بیاں ہائے ہم کس کے سہارے پہ جئیں بابا جاں
دیس غیروں کا ہے نانا ہیں نہ اماں ہیں یہاں چھوڑ کر کوفے میں تنہا ہمیں جاتے ہو کہاں

سب ہیں بیگانے نہیں ایک یگانہ بابا
دشمن آل پیمبرؐ ہے زمانہ بابا

(۸۲) بہر نصرت ہے یہاں کون بتاتے جاؤ پڑھ کے قرآن پھر آواز سناتے جاؤ
میرے سجاد کی شادی تو رچاتے جاؤ ختم ہے اب رمضاں عید مناتے جاؤ

عام، کل شہر میں تہوار کا ساماں ہوگا
گھر میں زینبؑ کے مگر باپ کا دسواں ہوگا

(۸۳) مرثیہ ختم ہے کر شکر نسیم خوش ذات اب رقم کر سن تصنیف کہ ہو شمع حیات
امتحاں کا الف اٹھ کر یہ پکارا حق بات "ایک سو چودہ احادیث اور اکیس آیات"

بات کی بات بھی تاریخ کی تاریخ بھی ہے
دل حاسد کے لئے خنجر مریخ بھی ہے

☆
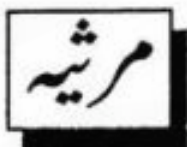
میں شاعرِ جنابِ رسالتمآبؐ ہوں

بند: ۱۰۰

تصنیف: ۱۹۶۲ء بمقام: کراچی۔ پاکستان

(خلاصہ)

اپنا اور اپنی شاعری کا ذکر ___ امام حسینؑ کی خیمے سے رخصت ___ میدانِ جنگ میں امام حسینؑ کی آمد ___ امام کا سراپا ___ امام کا فوج یزید سے خطاب ___ امام کا رجز ___ جنگ ___ تلوار کی تعریف ___ شہادت امام حسینؑ ___

(۱) میں شاعرِ جنابِ رسالتمآبؐ ہوں مدحِ علیؑ زبان پہ ہے کامیاب ہوں
حیرت کی بات کیا جو گلوں میں گلاب ہوں گلچینِ بوستانِ گُلِ بوتراب ہوں
گلدستۂ بہار ہے بندش نسیم کی
خوشبو مہک رہی ہے ریاضِ شمیم کی

(۲) کیا کیا ریاض مجھ کو ولا نے کئے عطا مکے کی گِل، زمین، مدینے کا گُل کدا
گلزارِ طُوس، باغِ نجف، خلدِ کربلا بستانِ کاظمین، گلستانِ سامرا
ممکن نہیں کہ ایک چمن میں مقیم ہوں
کیونکر نہ باغ باغ پھروں میں نسیم ہوں

(۳) مدح درِ علوم ہے در میرے باغ کا وصف قسیم خلد، شجر میرے باغ کا
جنت نژاد ہر گل تر میرے باغ کا آٹھوں بہشت، ایک ثمر میرے باغ کا
میرا چمن علیؑ کی ولایت کا باغ ہے
صلِّ علیٰ یہ قاسم جنت کا باغ ہے

(۴) ہر شمع جس کے گُل سے جلی یہ وہ باغ ہے ہر گل ہے مہر سے بھی جلی یہ وہ باغ ہے
کِھلتی ہے جس میں دل کی کلی یہ وہ باغ ہے جس کی روش طریق علیؑ یہ وہ باغ ہے
ادنیٰ یہ ہے صفت چمن مدحِ آل کی
جزو اصول دیں ہیں جڑیں ہر نہال کی

(۵) شیدا ہیں اس چمن کے پیمبرؐ، ولی علیؑ غنچوں میں گر خفی تو گلوں میں جلی علیؑ
ہر پھول کہہ رہا ہے علیؑ ہر کلی علیؑ دل میں نبیؐ نبیؐ ہے زباں پر علیؑ علیؑ
یعنی اساس ذکر رسولؐ کریم ہے
بعد از نبی صراط علیؑ مستقیم ہے

(۶) یہ باغ ہے کہ معجزۂ ماہ و سال ہے — کانٹے ہزار بوئے گئے، پھر نہال ہے
رنگینیِ سخن مرے گلشن کا لال ہے — یہ حسن اکتساب نہیں فیضِ آل ہے
پھیکا ہو اس چمن سے نہ کیوں ہر چمن کا رنگ
جلوے دکھا رہا ہے حسینؑ و حسنؑ کا رنگ

(۷) شمس و قمر کی آنکھوں کے تارے یہ پھول ہیں — قیمت میں پوچھیے تو ہزارے یہ پھول ہیں
جو ہیں خدا پسند وہ پیارے یہ پھول ہیں — اثنا عشر کا غل ہے ہمارے یہ پھول ہیں
طالع سعید ہے تو مرا بخت نیک ہے
بارہ تو مشتری ہیں مسدس یہ ایک ہے

(۸) رحمت کا غل ہے آبِ کوثر، جناں بھی لے — ہر بیت پر بہشتِ بریں کا مکاں بھی لے
دنیا میں گر صلے کی ہوس ہے یہاں بھی لے — عادل سے اپنی داد یہاں بھی، وہاں بھی لے
ایماں بھی لے، نوید شراب طہور بھی
لے کبریا نے قصر بھی بخشے، قصور بھی

(۹) اللہ رے مدح، آلِ رسولِ کریمؐ کی — ہر مرثیہ سند ہے ریاض النعیم کی
سننا سنانا دونوں ہیں رحمت رحیم کی — کام آ رہی ہے سب کے ریاضت رحیم کی
مدحِ علیؑ کا جام پلاتا ہوں جام پر
کوثر لٹا رہا ہوں شہیدوں کے نام پر

(۱۰) حاصل علیؑ کی چاہ سے یہ امتیاز ہے — ہم کو درود میں بھی ثواب نماز ہے
تائید پنجتنؑ، کرم بے نیاز ہے — وہ رند ہیں کہ جرم پہ بخشش کو ناز ہے
مجرم ہوں لاکھ پھر بھی یقین سزا نہیں
رحمت سے تو گناہ ہمارے سوا نہیں

(۱۱) بالا تر از شکوک، نبیؐ کا ہے یہ مقال — حُبِّ علیؑ وسیلۂ جنت ہے لازوال
عشق ابوتراب کا ادنیٰ یہ ہے کمال — بہر گناہ نار ہے اور نار کی ہے ڈھال
نیت ہے خیر کی جو ہماری سرشت میں
کج رو بھی ہوں تو جائیں گے سیدھے بہشت میں

(۱۲) معصوموں کے غلام ہیں اہل خطا نہیں　　کچھ ست ہوں عمل تو کچھ ایسا گلا نہیں
اصل اصول سے متجاوز ذرا نہیں　　کیا فکر خلد، وہ تو ولا کا صلا نہیں
اپنا تو ہے بہشت عزاداری حسینؑ
"فریاد از غریبی و بے یاری حسینؑ"

(۱۳) بھولیں گے ہم بھلا وہ ہجوم غم و ملال　　ویراں وہ بارگاہ وہ تنہا علیؑ کا لال
خاموش، سرنگوں، متفکر، تباہ حال　　امت کا بھی لحاظ یتیموں کا بھی خیال
اس درد جانگزا سے کلیجے پہ ہاتھ ہے
رانڈوں کا قافلہ ہے یتیموں کا ساتھ ہے

(۱۴) بینائی میں وہ ضعف وہ چہرہ کا رنگ زرد　　بازو شکستہ، زخم جگر میں، کمر میں درد
وہ دھوپ بے پناہ لبوں پر وہ آہ سرد　　اصغر کی یاد، ریتی پہ خوں، کاکلوں پہ گرد
وہ چھاؤنی اداس، فراق سپاہ میں
اجڑے ہوئے چمن کا سماں بارگاہ میں

(۱۵) وہ سوزش جگر، وہ پریشانی حواس　　وہ دوپہر کی دھوپ، وہ سولہ پہر کی پیاس
زخمی وہ تن، وہ خوں میں شرابور سب لباس　　مڑ مڑ کے قتل گاہ کو تکنا بچشم یاس
کہنا کہ ہائے گود کے پالے بچھڑ گئے
راہ سفر میں قافلے والے بچھڑ گئے

(۱۶) برسا رہے تھے تیر جو مولا پہ اشقیا　　محو ادائے شکر تھے سلطان کربلا
ہل من مبارز کی جو فوجوں نے دی صدا　　رخصت کو خیمہ گاہ میں آئے شہ ہدا
فرمایا الوداع کہ آفت میں پڑ گئے
لو بی بیوں صغیر بھی ہم سے بچھڑ گئے

(۱۷) حضرت بہن سے مل کے پکارے یہ بار بار　　لو ہم چلے ہماری سکینہ سے ہوشیار
اب گھر میں پھر نہ آئے گا پھر کر یہ بے دیار　　سونپا خدا کو اے مری اماں کی یادگار
دل پر ہر ایک مرحلے میں جبر کیجیو
ہر غم میں فاطمہ کی طرح صبر کیجیو

(۱۸) ہاں اے رباب مضطر و ناچار الفراق کبریٰ کی ماں حسینؑ کی غم خوار الفراق
اے بانوئے غریب و دل افگار الفراق اے نوجواں پسر کی عزادار الفراق
واحسرتا کہ تم پہ یہ صدمہ گزر گیا
بچی وہاں مریض، یہاں شیر مر گیا

(۱۹) یہ کہہ کے آپ تن پہ جو سج کر کفن چلے غل پڑ گیا کہ خلق سے اب پنجتنؑ چلے
زینب پکاریں ہائے شہ بے وطن چلے بھیا تمہارے ساتھ یہ بیکس بہن چلے
فرمایا تم ہمارے یتیموں کو پالیو
ہمشیر اِس لٹے ہوئے گھر کو سنبھالیو

(۲۰) نکلے یہ سن کے خیمے سے باہر شہ ہدا حاضر تھا آستانے پہ رہوار باوفا
کوئی رکاب تھامنے والا جو اب نہ تھا اک آہ بھر کے رہ گئے مظلوم کربلا
رویا فرس امام حجازی کو دیکھ کر
سر رکھ دیا قدم پہ نمازی کو دیکھ کر

(۲۱) مقتل کو مڑ کے شاہ پکارے یہ بار بار اکبر رکاب تھامنے آؤ، پدر نثار
کیا سو رہے ہو چین سے اے میرے گلعذار بیکس کا کوئی دوست نہ یاور نہ غمگسار
عباسؑ جلد آؤ برادر نثار ہو
تم ہاتھ تھام لو تو مسافر سوار ہو

(۲۲) اے یاورو! کہاں ہو ہماری مدد کو آؤ کس جا ہو اے حبیب، نہ مظلوم کو رلاؤ
قاسم بنے چچا کی ضعیفی پہ رحم کھاؤ زینبؑ کے لاڈلو! ہمیں رہوار پر بٹھاؤ
یہ سن کے بارگاہ کے اندر نہ کل پڑی
بانو تڑپ کے رہ گئی، زینب نکل پڑی

(۲۳) واحسرتا فلک نے قیامت یہ ڈھائی ہے تنہا ہجوم غم میں شہ کربلائی ہے
بیٹا، نہ بھانجے، نہ بھتیجا، نہ بھائی ہے زینب رکاب تھامنے مقتل میں آئی ہے
بھائی کی شان دیکھ کے خواہر نے رو دیا
خواہر کی الفتوں پہ برادر نے رو دیا

(۲۴) تھامی جو بڑھ کے خواہر مظلوم نے رکاب — بیٹھے فرس پہ بادشہ آسماں جناب
روتی حرم سرا میں گئیں بنت بوتراب — رن کو چلا جلال میں حیدرؑ کا آفتاب
نصرت جو ہمرکاب امام مبیں چلی
دامن سمیٹتی ہوئی رن کی زمیں چلی

(۲۵) دشت وغا میں آمد شاہ انام ہے — نام آورانِ شام کی ترکی تمام ہے
اک شور ہے کہ رن میں ورودِ امام ہے — زہرا کے آفتاب کا رخ سوئے شام ہے
گیتی کو ہے سکوں نہ فلک کو قرار ہے
دن بھی تو ڈر سے شام کی جانب فرار ہے

(۲۶) اقبال حمد پڑھنے لگا اور حشم درود — نادِ علی جو عرش، تو لوح و قلم درود
جبریل کی زباں پہ جو ہے دمبدم درود — تیغوں میں دم، نہ تیغ زنوں میں ہے دم درود
سرکش وہ کونسا ہے جواب سرنگوں نہیں
موذی ہیں یوں خموش جو کاٹو تو خوں نہیں

(۲۷) غربت میں بھی یہ شکوہ عجیب و غریب ہے — عزمِ نبی عزیمتِ حیدرؑ نصیب ہے
گر اقربا نہیں ہیں تو فتح قریب ہے — شمشیر، مثلِ ابنِ مظاہر حبیب ہے
تنہا سہی، حسام دو پیکر مدد کو ہے
اکبر نہیں تو خالق اکبر مدد کو ہے

(۲۸) وہ جاہ وہ حشم، وہ شہ کربلا کی شان — حُسن و جمال میں، شہ خیر الورا کی شان
رعب و جلال میں اسد کبریا کی شان — قرآں کا حُسن، نور کی صورت، خدا کی شان
تا حشر ان سے شمس و قمر فیضیاب ہیں
رخ اک طرف کہ پشت پہ نو آفتاب ہیں

(۲۹) قدسی فدائے جلوۂ رخسار، اک طرف — یوسفؑ ہزار جاں سے خریدار، اک طرف
عیسیٰؑ مسیح، چشم کے بیمار، اک طرف — موسیٰؑ کلیم، طالب دیدار، اک طرف
آنکھوں میں معرفت کے جو روشن چراغ ہیں
رخ دیکھ کر خلیلِ خدا باغ باغ ہیں

(۳۰) وہ نور، وہ ضیا، وہ شہ صف شکن کا حُسن
شیر خدا کی شان، رسولِ زمن کا حُسن
ذاتی بھی حُسن اور بتولؑ و حسنؑ کا حُسن
خالق نے ایک تن کو دیا پنجتنؑ کا حُسن
اس حُسن سے وغا کو امام زمن چلے
غل تھا مباہلہ کے لئے پنجتنؑ چلے

(۳۱) وہ سرخ اور سفید رخِ شاہِ بحر و بر
جیسے دم سحر کوئی گلشن بہار پر
بنی ریاض حُسن میں بادام کا شجر
شاخیں جو ابروؤں کی تو آنکھوں کے ہیں ثمر
ہنس ہنس کے کیوں نہ ان کو نبیؐ چومتے رہیں
ڈالی نہ ہلنے پائے ثمر جھومتے رہیں

(۳۲) پلکوں میں چشم پاک کی زینت تو دیکھئے
معنی سمیت صاد کی صورت تو دیکھئے
پردے سے جلوۂ ید قدرت تو دیکھئے
زمزم پہ حاجیوں کی جماعت تو دیکھئے
اہل نگاہ دیکھ لیں پتلی گواہ ہے
قبضہ میں شاہِ دیں کے سفید و سیاہ ہے

(۳۳) رخ ہے کہ وقت غیظ شگفتہ گلاب ہے
خوشبو علیؑ کی، رنگِ رسالتمآبؐ ہے
کچھ ریش پر ابھی جو نشانِ خضاب ہے
پیری کے دل پہ داغ فراق شباب ہے
رنگِ سفید سب سے یہ گوہر فشاں ہوا
لو رات کٹ گئی خط ابیض عیاں ہوا

(۳۴) ابرو ہلال ہے لب گفتار ماہِ نو
کاہش سے قامت شہ ابرار ماہ نو
حیدرؑ کے آفتاب کی تلوار ماہ نو
مطلع تو صرف ایک ہے اور چار ماہ نو
روشن کیا ہے نام رسالت مآبؐ کو
لو چار چاند لگ گئے اس آفتاب کو

(۳۵) ہیں جوشنینِ جوشنِ شاہنشہ زمن
عصمت کی ڈھال باندھے ہے زہرا کا گلبدن
سر پر ہے خودِ فضلِ خداوند ذو المنن
چار آئینہ رسولؐ علیؑ فاطمہؑ حسنؑ
تیغ دو دم سے فتح و ظفر آشکار ہیں
تازی براق ہے تو محمدؐ سوار ہیں

(۳۶) جلوے سے وہ ورودِ تجلّی جلی جلی　　شہرہ چمن چمن، تو ثنا خواں کلی کلی
قدرت نبیؐ نبیؐ تو کرامت ولی ولی　　جرأت حسنؑ حسنؑ تو شجاعت علیؑ علیؑ
ہر چند فرطِ غم سے جگر داغ داغ ہے
جنت جو سامنے ہے تو دل باغ باغ ہے

(۳۷) چہرے سے آشکار ہے شانِ ابوتراب　　اقبال ساتھ ساتھ ہے تھامے ہوئے رکاب
ہیں غیظ میں جو بادشہ آسماں جناب　　تھرا رہا ہے رخ کی جلالت سے آفتاب
یوں دبدبہ دبائے ہوئے ہے جہان کو
اٹھ اٹھ کے دیکھتی ہے زمین آسمان کو

(۳۸) فوجوں میں ابتری بھی ہے، اور انتشار بھی　　کانپی زمین بھی فلک کج مدار بھی
دہشت سے مہر زرد بھی ہے، بیقرار بھی　　لرزہ بھی آج تک نہیں اترا، بخار بھی
دیکھی ہے دور سے جو شکن آستین کی
سورج لئے ہوئے ہے طنابیں زمین کی

(۳۹) حسرت سے آہ بھر کے کوئی دیکھنے لگا　　چہرے کو غور کر کے کوئی دیکھنے لگا
آنکھوں پہ ہاتھ دھر کے کوئی دیکھنے لگا　　پیہم ابھر ابھر کے کوئی دیکھنے لگا
بولا کوئی کہ یہ تو ابھی رن میں آئے تھے
بچہ وہ کیا ہوا جسے ہاتھوں پہ لائے تھے

(۴۰) محشر کے ذکر شہ نے سنائے، نہ ہم ڈرے　　کیا کیا نہ معجزات دکھائے، نہ ہم ڈرے
اکبر کی لاش لینے کو آئے، نہ ہم ڈرے　　ہاتھوں پہ اک صغیر کو لائے، نہ ہم ڈرے
اب وہ امام دیں نہیں ایمان کی قسم
صورت ہی اور ہوگئی قرآن کی قسم

(۴۱) لشکر کے پاس دلبر زہراؑ ٹھہر گیا　　بہر شکار ضیغم ہیجا ٹھہر گیا
رہوار یا نسیم کا جھونکا ٹھہر گیا　　موسیٰؑ کا حکم پاتے ہی دریا ٹھہر گیا
خوشبو مہک گئی جو رسولؐ انام کی
چاروں طرف صدا تھی درود و سلام کی

(۴۲) نعرہ کیا کہ ہم شہ مرداں کے لال ہیں ضرغامِ بیشۂ اسد ذو الجلال ہیں
ہاں بدر جانتا ہے کہ اہل کمال ہیں مثل نبیؐ جہاں میں عدیم المثال ہیں
صبر و رضا کا وقت جب آیا نبیؐ ہوئے
جب ذوالفقار میان سے کھینچی علیؑ ہوئے

(۴۳) ہاں کون وہ علیؑ ہیں شہ لافتا علیؑ لنگر علیؑ، جہاز علیؑ، ناخدا علیؑ
مقصد علیؑ، مراد علیؑ، مدّعا علیؑ نور جلی، خدا کے ولی، مرتضیٰ علیؑ
کوثر علیؑ، بہشت علیؑ، مستحق علیؑ
کعبہ علیؑ، کتاب علیؑ، عین حق علیؑ

(۴۴) کون و مکاں میں جن کی دوہائی ہے وہ علیؑ عرشِ علا پہ جن کی رسائی ہے وہ علیؑ
ناخن میں جن کے عقدہ کشائی ہے وہ علیؑ جس بندۂ خدا کی خدائی ہے وہ علیؑ
وہ باخدا ہے جو کہ انھیں ناخدا کہے
بندہ خدا کہے نہ خدا سے جدا کہے

(۴۵) حیدرؑ ہیں آپ کلّۂ اژدر سے پوچھ لو پیاسوں کے دستگیر ہیں کوثر سے پوچھ لو
اللہ کی زباں ہیں پیمبرؐ سے پوچھ لو قوت کے باب میں درِ خیبر سے پوچھ لو
جرأت پہ فرق مرحب و عنترؔ گواہ ہیں
سہمے ہوئے ہیں روح امیں، پر گواہ ہیں

(۴۶) خیبر کیا جو فتح علیؑ نے بشد و مد چالیس روز کی تھی، نہ کس کس نے جد و کد
جب آستیں الٹ کے بڑھے ضیغم صمد در کو الٹ دیا تو ہوئیں سب بلائیں رد
دنیا کہے ہزار کہ ہم قلعہ گیر ہیں
تاریخ بول اٹھے گی جناب امیر ہیں

(۴۷) یوں غزوۂ احد میں لڑے شیر کردگار تیرہ حُسامیں ٹوٹ گئیں وقت گیر و دار
اس وقت جبریل امیں لائے ذوالفقار جو حشر تک رہے گی زمانے میں برقرار
تیغوں کے ٹوٹنے میں عجب رمز نیک ہے
چودہ میں جو ہے قائم و دائم بس ایک ہے

(۴۸) ایسے شجاع دہر کا دلبر حسینؑ ہے جان و دل علیؑ و پیمبرؐ حسینؑ ہے
شان و شکوہ احمدؐ و حیدرؑ حسینؑ ہے خلق نبی کی تیغ کا جوہر حسینؑ ہے
میں نے پیا ہے شیر جناب بتولؑ کا
میری رگوں میں خون ہے نفس رسولؐ کا

(۴۹) میں ہوں حسینؑ وارث محبوب ذو المنن ماں ہیں بتولؑ پاک مرے بھائی ہیں حسنؑ
نانا مرا رسولؐ ہے بابا ہے بت شکن قرآن ہے گواہ کہ ہم سب ہیں پنجتنؑ
قول نبیؐ سے مجھ کو یہ رتبے حصول ہیں
میں ہوں رسولؐ سے، مرے دم سے رسولؐ ہیں

(۵۰) حیدرؑ کا میں شکوہ محمدؐ کا میں جلال اسلام کا جمال، تو ایمان کا کمال
سادات ہوں، حرم کا پسر ہوں، منا کی آل کعبے کا رکن، گوہر زمزم، صفا کا لال
مجھ سے بقائے دین رسالت پناہ ہے
والعصر کا شہید ہوں قرآں گواہ ہے

(۵۱) اظہار حق ہے یہ اسے بیجا نہ جانیو در نجف کے لال کو چھوٹا نہ جانیو
جینے سے سیر ہوں مجھے پیاسا نہ جانیو حق میرے ساتھ ہے مجھے تنہا نہ جانیو
چاہوں تو شام تک سپہ شام پست ہو
ٹوٹی کمر کسوں تو جہاں کی شکست ہو

(۵۲) چاہوں تو موذیو تمھیں دم میں جھنجوڑ دوں دو انگلیوں سے شیر کا پنجہ مروڑ دوں
کاسہ قمر کا ایک اشارے میں توڑ دوں یہ کیا، رخ آفتاب کا مغرب سے موڑ دوں
اس ناتواں میں زور شہ قلعہ گیر ہے
قبضے میں ذوالفقار جناب امیر ہے

(۵۳) عالم بنا ہے اپنی اطاعت کے واسطے بھیجا ہمیں خدا نے ہدایت کے واسطے
کیا کیا ستم اٹھائے ہیں امت کے واسطے کس شان سے کھڑے ہیں شفاعت کے واسطے
کیوں آج تم پہ کھل گئے جوہر حسینؑ کے؟
دیکھو تو کتنے زخم ہیں تن پر حسینؑ کے

(۵۴) دولت کی مجھ کو چاہ نہ پروائے مال و زر پایا ہے فقر ارث پیمبرؐ میں سر بسر
جس کی غذا تھی نانِ جویں اُس کا ہوں پسر مادر نے چکّی پیس کے عسرت میں کی بسر
فاقوں کا غم غریب کو کھانے دو بھائیو
نانا کی قبر پر مجھے جانے دو بھائیو

(۵۵) فاقوں کی فکر ہے نہ مجھے تشنگی کا ڈر گزرے گی ہر طرح سے فقیروں کی کیا گزر
حاضر ہے اُس کی راہ میں لے لو ہمارا سر دے دیں تمھیں سکینہ کے بُندے اتار کر
جاتی ہے اب وطن کو سواری حقیر کی
سب کا بھلا رہے یہ دعا ہے فقیر کی

(۵۶) روتے تھے وحش و طیر بھی سن سن کے یہ کلام ایسے تھے سنگدل کہ پسیجے نہ اہل شام
تیروں کا مینہ برسنے لگا جانب امام تن کر کہا کہ آخری حجت ہوئی تمام
یوں خلق سے مٹاؤں گا ہستی فساد کی
ہوگی نہ تا ظہور، ضرورت جہاد کی

(۵۷) لوٹا نئی طرح مرا گلزار غافلو! یہ ظلم اور رسول کا دلدار غافلو!
لو اب قیامت آئی خبردار غافلو! صابر کو غیظ آ گیا ہشیار غافلو!
جس وقت سے بنائی ہے تربت صغیر کی
بل کھا رہی ہے تیغ جناب امیر کی

(۵۸) پایا رجز سے شہ کا ارادہ جو ناگہاں روکر پکاری در سے یہ ہمشیر خستہ جاں
بازو کا زخم باندھ کے لڑیے شہ زماں فضا کے ہاتھ بھیج دوں چادر کی دھجیاں
سب زخم باندھ لو تو انھیں گھیر کر لڑو
پر نوجواں کی لاش سے منھ پھیر کر لڑو

(۵۹) ناگاہ شور کرکے بڑھا لشکر کثیر آیا اِدھر بھی غیظ جب آئے اُدھر سے تیر
اُگلی ہوئی جو میان سے تھی تیغ بے نظیر قبضے نے بڑھ کے چوم لیا دست دستگیر
کھینچی جو تیغ جان شہ ذوالفقار نے
رحمت سے ہاتھ کھینچ لیا کردگار نے

(۶۰) گھوڑا بڑھا، حسام چلی، نوجواں گرے — سہمے شریر، ہاتھ سے تیر و کماں گرے
نام آورانِ فوج کے نامی نشاں گرے — نزدیک تھا زمین اُٹھے، آسماں گرے
روکا فلک کو تیرِ نگاہ جناب نے
دابا زمیں کو لحد بوتراب نے

(۶۱) ڈالی نظر جو غیظ میں بھر کر اِدھر اُدھر — دب دب گیا نہیب سے لشکر اِدھر اُدھر
شمشیر چل گئی جو صفوں پر اِدھر اُدھر — بدلی ہوا برسنے لگے سر اِدھر اُدھر
تا آسماں بلند یہ شور مصاف تھا
بجلی کہاں سے گر گئی مطلع تو صاف تھا

(۶۲) نازک مزاج بن کے بگڑتی ہوئی چلی — روحوں کو مثل صید پکڑتی ہوئی چلی
مثل نظر نگاہوں سے لڑتی ہوئی چلی — اپنی ادا پہ آپ اکڑتی ہوئی چلی
یہ ناز تھا کہ ہدیۂ رب غنی ہوں میں
دشمن بھی جان دیتے ہیں ایسی بنی ہوں میں

(۶۳) یہ ہے وہ خوش بیاں کہ زباں سے نہ کچھ کہے — حاضر جواب اور خموشی کا غم سہے
پانی بھی، آگ بھی، نہ یہ بھڑکے نہ وہ بہے — گر کفر پر چلے بھی تو ایمان پر رہے
لاکھوں کا خون کرکے خطاوار بھی نہیں
سر کاٹ کر سزا کی سزاوار بھی نہیں

(۶۴) منھ چاند سا ہے اور اسے دھوتی بھی یہ نہیں — صدمے پڑیں ہزار تو روتی بھی یہ نہیں
ہر وقت بیخودی بھی ہے سوتی بھی یہ نہیں — پانی بھی، آبرو بھی ہے، موتی بھی یہ نہیں
گھونگٹ میں بے حجاب ہے حیرت کی جا یہ ہے
دشمن بھی دیکھ پائے تو کھالے مزا یہ ہے

(۶۵) لڑتی ہے چشم شوخ سے، لیکن نظر نہیں — صورت میں سب پری کا جھگڑا ہے پر نہیں
جوہر ہے، آئینہ نہیں، پھل ہے، شجر نہیں — ہر دم میانِ آب ہے، اور جسم تر نہیں
بجلی نہیں، چراغ نہیں، شعلہ ور یہ ہے
کج رو ہے اور عین رہِ راست پر یہ ہے

(۶۶) کھاتے بھی ہیں، حلال بھی، مردار بھی نہیں — یہ پھل بھی ہے، اور اس پہ کوئی بار بھی نہیں
بے دم اگر نہیں ہے، تو جاں دار بھی نہیں — طرفہ یہ ہے کہ ڈستی ہے اور مار بھی نہیں
کہیے اگر ہلال تو اس میں یہ ضو نہیں
بدر الدجیٰ کی تیغ ہے یہ ماہِ نو نہیں

(۶۷) برسا لہو جدھر کو یہ رنگیں ادا گئی — تیروں کے پر کمانوں کے بازو اُڑا گئی
دل سے کہیں کھنچی، کہیں پہلو میں آگئی — غش کھا کے رہ گیا جسے جلوہ دکھا گئی
اس کی جھلک بھی دیکھ لی گر عین راہ میں
آنکھوں کا ذکر کیا کہ پھرا کی نگاہ میں

(۶۸) بجلی کی طرح، شام کی فوجوں پہ گر گئی — مچھلی کی طرح، خون کے دریا میں تر گئی
بھاگا کوئی، تو یہ نہ تعاقب میں پھر گئی — جو جو پھرے ہوئے تھے، انھیں پر یہ پھر گئی
آیت کی طرح چرخ سے اتری زمین پر
مد کی طرح کھنچی ہی رہی ضالّین پر

(۶۹) جس کی طرف یہ تیغ بڑھی عمر گھٹ گئی — زخمی کے دل سے نکلی ہوئی آہ کٹ گئی
جس سے ملی وغا میں گلے سے لپٹ گئی — دم دے کے، خون پی کے، مزالے کے، ہٹ گئی
کہتی تھی میں لطیف غذا دیکھتی نہیں
دوزخ کو بھر رہی ہوں مزا دیکھتی نہیں

(۷۰) تھا تیغ شہ سے حسبِ محل نقص و انتفاع — شر کا دفاع، شرعِ پیمبرؐ کا ارتفاع
نظم و نسق کا فوج کے دفتر میں انقطاع — صیغوں میں بحث پڑ گئی افعال میں نزاع
حاضر پہ اُٹھ گئی، متکلم پہ گر گئی
غائب پہ یہ ضمیر کی مانند پھر گئی

(۷۱) پتلی کٹی جو دور سے جھلکی دکھا گئی — تصویر مٹ گئی جو تصوّر میں آگئی
گویا سخن کی طرح زباں میں سما گئی — چھپ چھپ کے مثلِ فکر، بدن کو گھلا گئی
لیکن محبّ کا خون کبھی چاٹتی نہیں
میری زباں پہ آتی ہے اور کاٹتی نہیں

(۷۲) ابتر جو خوف تیغ سے تھا نظم کارزار — یہ بھی نہ گِن سکا کوئی کتنے ہوئے شکار
یہ دس گرے، وہ بیس، یہاں سو، وہاں ہزار — ایسی روا روی میں اجل کیا کرے شمار
سردار بد حواس محاسب اداس تھے
دس پانچ کو جو ضرب لگا دی پچاس تھے

(۷۳) کون و مکاں میں تیغ علیؑ کی دوہائی ہے — اس تیغ سے نماز نے معراج پائی ہے
خود اپنے ہاتھ کے لئے حق نے بنائی ہے — ڈھل کر وہیں سے فتح کے سانچے میں آئی ہے
پہونچی ہے مصطفیٰؐ سے امیر حُنین تک
آئی علیؑ سے مثلِ امامت حسینؑ تک

(۷۴) جوہر کا وہ لباس کہ جس میں شکن نہ جھول — دو دو زبانیں عرش سے بالا ہے جن کا بول
وہ بے بہا کہ فتح کے موتی ہیں جس کا مول — میزان لافتا میں ملک کی نظر سے تول
یہ آل کو شکوہ تو قرآں کی شان ہے
کلمے کا دم ہے دین محمدؐ کی جان ہے

(۷۵) اعجاز مصطفیٰؐ کی شہادت یہ تیغ ہے — یا یوں کہو علیؑ کی کرامت یہ تیغ ہے
کاہے کی بحث قاطع حجت یہ تیغ ہے — ثابت ہوا ثبوت امامت یہ تیغ ہے
پہلوئے غیر میں اسے رہنا حرام ہے
یہ جس جری کے قبضے میں ہو وہ امام ہے

(۷۶) تلوار باغ فتح کی رونق، فرس بہار — وہ ہے شگوفہ کار، تو یہ ہے گلے کا ہار
اڑنے میں وہ ہما، تو یہ طاؤس زرنگار — دونوں کبھی سحاب، کبھی برقِ شعلہ بار
جب وہ برس پڑی تو فرس کوندنے لگا
وہ کوند کر جو ہٹ گئی یہ روندنے لگا

(۷۷) رہوار کی وہ شان کہ حیراں ہمہ شما — وہ سُم کہ چال ڈھال میں جام جہاں نما
شمشیرِ آبدار پری ہے، تو یہ ہما — دونوں ہی بے مثال ہیں روحی فدا ہما
اس کی بھی چوٹ تیغ دو پیکر کی چوٹ ہے
ہم کس کو کم کہیں کہ برابر کی چوٹ ہے

(۷۸) باغِ سخن پہ رخش کا پرتو اگر پڑے چلتی ہوا سے نظم کا مضمون بھی لڑے
پریوں کے دل پہ نقش بٹھادے کھڑے کھڑے سینہ فراخ، چست کمر، سُم بڑے بڑے
اللہ رے شان رخش امام جلیل کی
کلغی چڑھی ہوئی ہے پر جبریل کی

(۷۹) مثل نگاہ پھول کے رخسار پر پھرے پانی کی طرح فوج کے گلزار پر پھرے
سبکی سے چشم ِمردم بیمار پر پھرے میلا نہ ہو جو آنسوؤں کے تار پر پھرے
آنکھوں پہ یوں نہ بار ہو نرمی کی چال میں
جیسے کسی جبیں کا تصوّر خیال میں

(۸۰) بندھنے میں یہ خیال ہے، کھلنے میں دل کا راز پھرنے میں چشم شوخ ہے، چلنے میں تیر ناز
بھڑکے تو نار عشق، جو پھڑکے تو عشق باز آنے میں حکم، جانے میں ہے پیک بے نیاز
اس کی ثنا علیؑ کے ثنا خواں پہ فرض ہے
گھوڑا نہیں یہ معجزہ طیِ ارض ہے

(۸۱) سبزے نے اہل شام کو روندا جو بار بار اک بار کھیت چھوڑ کے بھاگے زبوں شعار
رخ پر زمیں نے کانپ کے لی چادر غبار گیتی سے کہہ رہا تھا تزلزل کہ ہوشیار
غل تھا کہ کائنات جہاں آفریں چلی
یا بوتراب! جلد سنبھالو زمیں چلی

(۸۲) ڈرڈر کے بزدلوں کے پرے پیش و پس چلے رک رک کے جس طرح دم آخر، نفس چلے
ہل چل میں ڈگمگا کے گرے بیس، دس چلے آگے خبر کے واسطے کو تل فرس چلے
میداں میں صرف اک شہ ابرار رہ گئے
فرار سب ہوا ہوئے کرّار رہ گئے

(۸۳) بھاگے جو تیغ شاہ سے ڈر کر زبوں شعار بولے حسینؑ او پسرِ سعد نابکار
تنہا لڑا ہوں آج میں لاکھوں سے تین بار مارے ہر ایک حملے میں پیاسے نے دس ہزار
اس تشنگی میں جرأت شبیرؑ دیکھ لی
بنت نبیؐ کے دودھ کی تاثیر دیکھ لی

(۸۴) ہر سو یہ شور تھا شہ والا دوہائی ہے حیدر کی جان، دلبر زہراؑ، دوہائی ہے
جانوں پہ آ بنی ہے مسیحا، دوہائی ہے امت تباہ ہو گئی، مولا دوہائی ہے
اب تیغ روک لیجئے حیدر کا واسطہ
اکبر کا واسطہ، علی اصغر کا واسطہ

(۸۵) یوں طالب اماں جو ہوئی دم بدم سپاہ رحم آ گیا حسینؑ رکے بھر کے سرد آہ
تیغ دو دم کو میان میں رکھا بعز و جاہ ناگاہ پہونچی لاشہ عباسؑ پر نگاہ
فرمایا دل دو نیم ہے صدمے سے بھائی کا
تم نے نہ دیکھا آج تماشا لڑائی کا

(۸۶) شمشیر یوں چلی سپہ بے شمار پر بیٹھی ہر ایک ضرب کی دہشت ہزار پر
لاکھوں نے سر نثار کئے ذوالفقار پر دل ڈھونڈتا تھا آپ کو ایک ایک وار پر
دے داد کون تم سے جری جب گزر گئے
بھیا خبر بھی ہے علی اکبر بھی مر گئے

(۸۷) زینب نے جب سنی شہ والا کی یہ صدا روکر کہا کہ اے مرے ماں جائے میں فدا
لاشے سے چھوٹے بھائی کے یہ کہہ رہے ہو کیا مجروح تم کو دیکھ کے پھٹتا ہے دل مرا
خیمے میں آؤ زخموں پہ مرہم لگاؤں گی
پیاسے ہو جان بیچ کے پانی پلاؤں گی

(۸۸) ناگاہ شہ کی سمت سپاہِ جفا بڑھی زہرا کے آفتاب کی جانب گھٹا بڑھی
تیغ و تبر لئے ہوئے فوج دغا بڑھی شوق اجل اِدھر تو اُدھر سے قضا بڑھی
نرغہ ہوا عدو کا شہ خوش خصال پر
تیروں کا مینہ برس گیا زہراؑ کے لال پر

(۸۹) مظلوم پر ہجوم سپاہ جفا ہوا زخموں سے چور فاطمہؑ کا مہ لقا ہوا
اب کس زبان سے یہ سناؤں کہ کیا ہوا ابن انس کے ظلم سے محشر بپا ہوا
لو خود سمجھ لو چہرۂ پُرنور زرد ہے
ماتم کرو حسینؑ کے سینے میں درد ہے

(۹۰) وہ ایک تشنہ لب وہ کئی لاکھ اہل شر — برچھے وہ آس پاس وہ تیغیں قریب سر
نیزے نے سینہ چوم لیا تیر نے جگر — فرما رہے ہیں فوج کے حربوں کو دیکھ کر
دنیا میں پھر نہ پاؤ گے زہراؑ کے چین کو
رخصت کرو گلے سے لگا کر حسینؑ کو

(۹۱) تیغو! قریب آؤ مرے سر کا واسطہ — گرزو! ہمارے شیر برادر کا واسطہ
اے برچھیو! شبیہ پیمبر کا واسطہ — تیرو! بڑھو مرے علی اصغر کا واسطہ
سب کی زباں پہ یاد رہے تشنہ کام کی
پی لو یہ خوں سبیل ہے امت کے نام کی

(۹۲) وہ لُو، وہ بھوک پیاس وہ قلب و جگر فگار — وہ تیغوں کی جھڑی وہ پیمبرؐ کا گلعذار
کہنا یہ ذوالجناح سے جھک جھک کے بار بار — لے الوداع، اے مرے نانا کے راہوار
اک دم رہا نہ تو بھی مرے ساتھ چین سے
اس بیکسی میں خوب نباہی حسینؑ سے

(۹۳) یارو! یہ رخش شہ کا ہے بچپن سے جاں نثار — طفلی میں اس فرس پہ جو مولا ہوئے سوار
جبریل نے بٹھا کے اتارا بصد وقار — اب یہ بتاؤ کون ہے بیکس کا غمگسار
اسوار تو گرا دیا پیارے حسینؑ کو
زینبؑ سے اب کہو کہ اتارے حسینؑ کو

(۹۴) لو خاک پر مسافر کرب و بلا گرا — جلتی زمیں پہ فاطمہؑ کا مہ لقا گرا
رن میں سوار دوشِ رسولِ خداؐ گرا — زہراؑ پکاریں ہائے مرا لاڈلا گرا
اے بابا جان قول کے سچے کو دیکھئے
جلتی زمین پر مرے بچے کو دیکھئے

(۹۵) آگے جفائے چرخ کہن اور کیا کہوں — سجدے میں ہیں امام زمن اور کیا کہوں
در پر کھڑی ہوئی ہے بہن اور کیا کہوں — ہے حشر کی جبیں پہ شکن اور کیا کہوں
زہراؑ تڑپ رہی ہیں قریں نورِ عین کے
خنجر چمک رہا ہے سرہانے حسینؑ کے

(۹۶) زینبؑ پکارتی ہیں کہ اکبر مدد آؤ عباسؑ اس جفا سے مرے بھائی کو چھڑاؤ
بھیا حسنؑ کلیجے میں ناوک تو دیکھ جاؤ بابا کہاں ہو بیکس و مظلوم کو بچاؤ
نانا تم اپنے لال کو اب دیکھ بھال لو
اماں بتولؑ اپنی امانت سنبھال لو

(۹۷) اب حشر بارگاہِ امام زمن میں ہے آندھی سیاہ چلتی ہے سورج گہن میں ہے
ماتم کا شور گنبد چرخِ کہن میں ہے پیہم کسی حزیں کی یہ فریاد بن میں ہے
واحسرتا کہ گود کے پالے سے چھٹ گئی
شاہ نجف میں آپ کی سرحد میں لٹ گئی

(۹۸) ہاں دوستو کمی ہو نہ اب شور وشین میں زینب بھی ہیں عزائے شہ مشرقین میں
پھٹ جائیں دل وہ درد ہے دکھیا کے بین میں لو فاطمہؑ بھی آ گئیں بزم حسینؑ میں
چہرہ پہ خاک، بال پریشاں کئے ہوئے
گودی میں ایک ننھا سا لاشہ لئے ہوئے

(۹۹) جیسے یہ کہہ رہی ہیں بتول فلک مقام اے بے وطن کے تعزیہ دارو مرا سلام
مطلب یہ ہے کہ آج مجالس ہوئیں تمام ہاں اے نسیم جاتی ہیں اب مادر امام
اشکوں کی نذر دے کے شہِ تشنہ کام کو
رخصت کرو حسینؑ علیہ السلام کو

(۱۰۰) روکر کہو کہ اے شہِ ابرار الوداع اے کاروانِ درد کے سالار الوداع
اے امت رسولؐ کے غمخوار الوداع کڑیل جواں پسر کے عزادار الوداع
کیا جانیں اگلے سال جئیں گے، مریں گے ہم
پر قبر میں بھی، تعزیہ داری کریں گے ہم

☆

تہذیب کا فروغ ہے کردارِ پنجتنؑ

بند: ۸۹

تصنیف: ۱۹۶۷ء بمقام: کراچی، پاکستان

(خلاصہ)

مدح پنجتن ___ زمان و مکان کی ابتدا سے پہلے نورِ محمدیؐ کا وجود ___ تخلیق کائنات ___ احادیث سے دلائل ___ مدح نبیؐ و علیؑ ___ مدح و ثنائے فاطمہؑ ___ فضائل حسنین ___ زمین و آسمان کے مکالمے ___ مصائب امام حسینؑ ___ ایک مسافر کی روایت ___

(۱) تہذیب کا فروغ ہے کردارِ پنجتنؑ نفسِ کریم، جنسِ گرانبارِ پنجتنؑ
خُلقِ عظیم، یوسفِ بازارِ پنجتنؑ قرآنِ پاک، شارحِ معیارِ پنجتنؑ
سبطین ہیں، علیؑ ہیں، نبیؐ ہیں، بتولؑ ہیں
یہ پانچ ہی حیات کے اصل اصول ہیں

(۲) کردار کا شعور ہے، تہذیبِ پنجتنؑ فکر و نظر کا نور ہے، تہذیب پنجتنؑ
جہل و خودی سے دور ہے، تہذیبِ پنجتنؑ موسیٰ ہے عقل طور ہے، تہذیب پنجتنؑ
سینے جو اِن کے جلوہ گہ کار ساز ہیں
باتیں نہیں، بشر کی ترقی کے راز ہیں

(۳) پہنے ہوئے یہ عصمت و تطہیر کا لباس عرفان کی بنا ہیں تو ایمان کی اساس
خدمت کا آسرا ہیں تو ہمدردیوں کی آس دنیا پہ بھی نگاہ ہے، اور دین کا بھی پاس
کیا وسعتیں ہیں فکر مشیت اساس میں
اللہ کی نظر ہے بشر کے لباس میں

(۴) معمور ہے جو دردِ دو عالم سے قلب زار رحم و کرم لباس ہے، جُود و سخا شعار
کیا زیبِ تن ہے، جامۂ تزیب انکسار سر رشتہ حیات ہے جس کا ہر ایک تار
آیات تکمہ ہائے گریبانِ پنجتنؑ
جزدان ہے کتاب کا دامانِ پنجتنؑ

(۵) وہ پنجتنؑ جو خمسۂ دیوانِ معرفت جلوے میں، پنج شاخۂ تابانِ معرفت
کعبے میں پنجۂ علمِ شانِ معرفت مسجد میں پنج سورۂ قرآنِ معرفت
عاصی کو پنج آیۂ رحمت ہیں پنجتنؑ
مومن کو پنج رکنِ عبادت ہیں پنجتنؑ

(۶) جن کی ثنا ہے روح ہماری وہ پنجتنؑ جن کی عطا ہے چشمۂ جاری وہ پنجتنؑ
جن کا سخن، صحیفۂ باری وہ پنجتنؑ بلبل ہیں جن کے پنجہزاری وہ پنجتنؑ
عقدے جو سخت ہیں دلِ صد چاک کے لئے
غنچے ہیں دستِ پنجتنؑ پاک کے لئے

(۷) اقدامِ خیر بھی ہے، عمل میں ثبات بھی وقفِ امورِ دینِ خدا، دن بھی رات بھی
اس میں جو موت ہو اسے کہیے حیات بھی عرفانِ حق کے ساتھ ہے، عرفانِ ذات بھی
ذاتی خوشی سے دور مشیت کے پاس ہیں
کیونکر خدا شناس نہ ہوں، خود شناس ہیں

(۸) جو علمِ کبریا کا ہیں قلزم وہ پنجتنؑ جو بحرِ فیض کا ہیں تلاطم وہ پنجتنؑ
قرآں بلب ہے جن کا تکلّم وہ پنجتنؑ جنت بکف ہے جن کا تبسّم وہ پنجتنؑ
خاموش ہیں تو کُن فیکوں کا وقار ہیں
جب بول اٹھیں مشیت پروردگار ہیں

(۹) ایثار وہ، کہ جس کے لئے ہل اتیٰ گواہ اخلاق وہ، کہ جس پہ کلامِ خدا گواہ
اسلام، ذوقِ عزم کا سب سے بڑا گواہ پوچھو اگر عمل کو، تو ہے کربلا گواہ
خود کو مٹا کے دین کی ہستی بنائی ہے
مر مر کے یہ حیاتِ ابد ہاتھ آئی ہے

(۱۰) تعمیلِ امرِ حق میں یہ تنہا ہوں یا بہم آندھی کی اِن کو فکر، نہ طوفانِ غم کا غم
آئیں جو زلزلے متزلزل نہ ہوں قدم رکنے لگے جو سانس، تو دم بھر گھٹے نہ دم
انسانیت کی حد میں مَلَک اقتدار ہیں
بندوں میں جب تو آئینۂ کردگار ہیں

(۱۱) ایک اِن میں وہ کہ جس نے دیا علم کا سبق اور ایک نے عمل سے سکھایا جہادِ حق
عصمت کا ایک صفحہ، تو اک امن کا ورق اک وہ، بشر کو جس نے دلایا بشر کا حق
پانچوں ہی حسبِ وقت و محل راہبر ہوئے
مل کر حواسِ خمسۂ نوعِ بشر ہوئے

(۱۲) پانچوں یہ نور ایک بھی ہیں، اور جدا بھی ہیں — مقصد بھی ہیں، مراد بھی ہیں، مدّعا بھی ہیں
لنگر بھی ہیں، جہاز بھی ہیں، ناخدا بھی ہیں — منزل بھی ہیں، صراط بھی ہیں، رہنما بھی ہیں
مٹھی میں اِن کی قسمت فردوس و نار ہے
بخشش کریں، عذاب کریں، اختیار ہے

(۱۳) یہ ظاہرا جو شانِ تعدّد کا ہے ظہور — در اصل کم نگاہیِ ناظر کا ہے قصور
روشن ہو مسئلہ جو سناؤں حدیث نور — سمجھے جسے بیان و معانی کا ہو شعور
گویا اک استعارۂ ذات و صفات ہے
محبوب سے اشارے کنایے کی بات ہے

(۱۴) یہ ہے حدیثِ قدسی مضبوط و مستند — آئی ہے جو صحاح میں، کافی ہے وہ سند
کُل جوہر و عرض تھے عدم میں بجز صمد — تھی ابتدا زمان و مکاں کی کہیں نہ حد
کرسی و عرش تھے نہ مَلَک کا ظہور تھا
آنکھیں بھی جب نہ تھیں تو محمدؐ کا نور تھا

(۱۵) یہ چاند تھے ازل کے مگر آسماں نہ تھا — موجود تھے جہاں، وہ جہاں، یہ جہاں نہ تھا
یہ نامور تھے، اور کسی کا نشاں نہ تھا — خلوت تھی دوستوں میں، کوئی درمیاں نہ تھا
اللہ رے قُربِ رحمتِ داور رحیم سے
گویا ملا ہوا تھا یہ حادثِ قدیم سے

(۱۶) یہ ایک نور جلوہ گہ پنجتن بنا — پھوٹی کرن جمالِ شہِ بُت شکن بنا
زہراؑ بنیں، کہ نور کا پارہ دلہن بنا — سب سے حَسین نورِ حسینؑ و حسنؑ بنا
چمکے یہ چاند نورِ رسالتمآب سے
کیا چاندنی کھِلی ہے گُلِ آفتاب سے

(۱۷) مرکز جو نور کا شہ خیر الامم بنے — پرتَو سے عرش و کرسی و لوح و قلم بنے
نور ید اللّٰہی سے ملائک بہم بنے — باغ زمیں، ریاضِ فلک، یک قلم بنے
جب بن گئی فضا اُسے بڑھ کر سجا دیا
زہراؑ نے چاند تاروں کا زیور پنہا دیا

(۱۸) نورِ حسنؑ کی چھوٹ سے مہر مبیں بنا فیروزۂ نبیؐ سے سنہرا نگیں بنا
نورِ حسینؑ مقصدِ دنیا و دیں بنا ادنیٰ کرن سے جس کی بہشت بریں بنا
اب تو لکھوں گا میں یہ بڑی زیب و زین سے
جنت حسینؑ کی ہے ملے گی حسینؑ سے

(۱۹) حکم خدا ہوا کہ قلم میرا نام لکھ پھر لوح پر محمدؐ خیر الانام لکھ
احمدؐ کی آل پاکؑ میں بارہ امامؑ لکھ بعد اس کے ان سبھوں پہ درود و سلام لکھ
آغاز ہو جہاں سے اُسی حد پہ ختم ہو
احمدؐ سے ابتدا ہو، محمدؐ پہ ختم ہو

(۲۰) یہ سن کے محو حکم ہوا حکمراں قلم حیران رہ گیا ازلیت نشاں قلم
تھا مصحف خموش کہ معجز بیاں قلم سینہ ہوا شگاف تو گویا زباں قلم
حیرت سے عرض کی کہ عجب کا مقام ہے
اللہ تیرے ساتھ محمدؐ کا نام ہے

(۲۱) آئی ندا کہ حق کا سہارا، یہی تو ہے دریائے معرفت کا کنارا، یہی تو ہے
پیشانیٔ ازل کا ستارا، یہی تو ہے توحید کا حَسین اشارا، یہی تو ہے
ممکن ہے اور وُجوب کی حد سے قریب ہے
ایسا ہی کچھ ہے بس کہ ہمارا حبیب ہے

(۲۲) جب یہ سنا قلم نے تو نام خدا لکھا پھر متصل محمدؐ و صل علیٰ لکھا
بالکل قریب اس کے جو آل عباؑ لکھا گویا یہ حکم عام بہ امر قضا لکھا
بعد از خدا عظیم جلال رسولؐ ہے
جو کچھ ہے ان کے بعد وہ آل رسولؐ ہے

(۲۳) گو یہ حدیث نور مطوّل ہے اک کتاب لیکن یہاں یہ نور کا مضموں ہے انتخاب
از راہ اصل ایک ہیں پانچوں یہ حق جناب ہے فرقِ مرتبت، زرہِ منصب و خطاب
اک طاہرہ ہے، تین امام، اک رسولؐ بھی
غنچے بھی، ایک نخل میں ہوتے ہیں، پھول بھی

(۲۴) وہ پھول گلستانِ خلیلِ خدا کا گُل یعنی محمدؐ عربی سرور رُسل
گُل انبیاء میں ایک شہنشاہ جزو و گُل واجب ہے جس کے نام پہ صلِ علیٰ کا غُل
کہتے ہیں اس کو اوج، شرف اس کا نام ہے
اللہ کی نماز میں، اِن پر سلام ہے

(۲۵) یہ ہیں خدا کے راز مناسب نہیں قیاس سمجھیں گے کچھ وہی جو ہیں بنیادِ حق شناس
چاہت کی حد ہے یہ کہ وفا کا لحاظ و پاس حضرت ہمارے پاس ہیں، سایہ خدا کے پاس
بھیجا اگرچہ گلشن دنیا کی سیر کو
پر ان کی چھاؤں بھی تو نہ دکھلائی غیر کو

(۲۶) حق کی جناب میں ہے بڑی مصطفیٰؐ کی بات پردے کی بات، خالق ارض و سما کی بات
لفظیں کہاں، کہوں جو شہِ انبیاءؑ کی بات جو بات ہے، وہ عین مشیت خدا کی بات
جب تک نہ وہ کہے یہ زباں کھولتے نہیں
بے وحی کردگار کبھی بولتے نہیں

(۲۷) روزِ ازل سے آپ نبیؐ ہیں، ولی علیؑ نخلِ عمل کے پھول محمدؐ، کلی علیؑ
ہر باعمل کا وِرد خفی و جلی علیؑ دل میں نبیؐ نبیؐ ہے، زباں پر علیؑ علیؑ
اک جزوِ نور وہ ہیں، تو اک جزو آپ ہیں
لیکن وہ تربیت کے تعلق سے باپ ہیں

(۲۸) خضرِ صراط ایک ہے، شمعِ نجات ایک روح و ضمیر ایک، خمیر ایک، ذات ایک
علم ایک، حلم ایک، مکمل صفات ایک دل ایک، نفس ایک، نفَس ایک، بات ایک
دم، گوشت، خون، آنکھ، نظر، جان، ایک ہے
دو صورتیں ہیں نور کی، قرآن ایک ہے

(۲۹) وہ سرورِ جہاں تو یہ ان کے وزیر ہیں وہ حصنِ معرفت ہیں تو یہ قلعہ گیر ہیں
وہ آفتاب ہیں تو یہ ماہِ منیر ہیں وہ بادۂ الست، یہ خم غدیر ہیں
جلوے وہی ملے ہیں، رسالت سے پوچھ لو
ہے ایک چاندنی، شبِ ہجرت سے پوچھ لو

(۳۰) دل سے ہیں جاں نثارِ نبیؐ بحر و بر گواہ — مشرک تو غیر ہیں شب ہجرت مگر، گواہ
خیبر گواہ، مرحب و عنتر کے سر گواہ — مکہ گواہ، بت شکنی کی خبر گواہ

پوچھو اگر کہ بازوئے خیر الورا ہے کون
بت بھی پکار اٹھیں کہ علیؑ کے سوا ہے کون

(۳۱) پوچھو علیؑ کے فیض تو آثار بول اٹھیں — آثار کیا خود احمدؐ مختار بول اٹھیں
قدرت کا تذکرہ ہو تو اقدار بول اٹھیں — بیت اللہ کے در و دیوار بول اٹھیں

تنہا کبھی ہیں اور کبھی زہرا سمیت ہیں
کعبے میں ہوں، کہ گھر میں رہیں اہلبیتؑ ہیں

(۳۲) ذاتی ہی وصف اِن کے ہیں اتنے کہ ناتمام — اس میں اضافہ ہائے اضافی سے کیا ہے کام
پھر بھی یہ ایک وصف خصوصی ہے لا کلام — زوجہ وہ پائی، جس کو پیمبرؐ کریں سلام

اس فخر آسیا کا بڑا اقتدار ہے
چھپنے میں اسمِ اعظمِ پروردگار ہے

(۳۳) قصر عمل میں دین کی تعمیر فاطمہؑ — اسلام کے عروج کی تقدیر فاطمہؑ
شانِ نزولِ آیۂ تطہیر فاطمہؑ — رمزِ مزاجِ شبّرؑ و شبّیرؑ فاطمہؑ

بچوں کی تربیت کے عجب اہتمام ہیں
دو لال، اور گود میں دونوں امام ہیں

(۳۴) ہر وقت ہیں جو محوِ عمل گستری بتولؑ — مثل نبی ہیں رجس سے بالکل بری بتولؑ
قرآنِ رحلِ زانوئے پیغمبری بتولؑ — روپوش ہو کے آئینۂ داوری بتولؑ

نقشِ سجود زیب جبیں بدر کی طرح
پردے میں روز و شب ہیں شبِ قدر کی طرح

(۳۵) مریم کا فخر، غیرت حوا و ہاجرہ — صدیقہ و محدثۂ صدق، صابرہ
بانوئے حشر، سیدۂ پاک طاہرہ — ام الکتاب، ہمسرِ الحمد شاکرہ

معصومہ و زکیہ بھی ہیں، زاکیہ بھی ہیں
مرضیہ و رضیہ بھی ہیں، راضیہ بھی ہیں

(۳۶) خاتون حشر آل عبا بضعۃ الرسول　　مقبول کردگار کہ جس کی دعا قبول
خیر العمل سے خیر نساء فاطمہؑ، بتول　　چشم و چراغ حق ہوئے جس کے چمن کے پھول
اک پھول راز امن، خموشی سے کہہ گیا
اک پھول کے ریاض سے، اسلام رہ گیا

(۳۷) ایماں کی یہ بہار بھی ہیں، زیب و زین بھی　　نور خدا کے نور بھی، اور نور عین بھی
زہراؑ کے نونہال بھی، حیدرؑ کے چین بھی　　بحرین کے گہر ہیں حسنؑ بھی، حسینؑ بھی
دونوں بسانِ دُرِّ نجف، بے مثال ہیں
وہ ختم انبیاء کے زمرد، یہ لال ہیں

(۳۸) امن و اماں کی راہ میں ابنائنا کے چین　　حسن عمل سے سب کے ہیں محسن، حسنؑ حسینؑ
دونوں شہید بہر بقائے شہادتین　　عزم حدیبیہ، تو کبھی جذبۂ حنین
تہذیب کا اصول ہی یہ بے دریغ ہے
اول پیام صلح ہے بعد اس کے تیغ ہے

(۳۹) یہ صلحنامہ بہر مخالف برا ہوا　　سارا وقار عہد شکن کا ہَوا ہُوا
کھائی وہ ضرب جس سے وہ زندہ فنا ہوا　　اللہ رے ذوالفقار کا پانی رکا ہوا
اس صلح سے حسنؑ کی عجب کام ہوگیا
خُلقِ نبیؐ کا خُلقِ حسنؑ نام ہوگیا

(۴۰) دین رسول میں حسنی صلح کا نظام　　گویا ۔ ہے آمریت باطل کا قتل عام
سرسبز کیوں نہ ہو حسنِ مجتبیٰؑ کا کام　　اک تو نبیؐ کے لال ہیں یہ، دوسرے امام
نانا نبیؐ سا باپ امیر حنین سا
ماں فاطمہؑ سی قوت بازو حسینؑ سا

(۴۱) ملزوم حریت کا جو لازم ہے وہ حسینؑ　　جرأت کا قُلزُمِ مُتلاطم ہے وہ حسینؑ
علم و عمل کی روح کا عالم ہے وہ حسینؑ　　جس سے بھرم رسولؐ کا قائم ہے وہ حسینؑ
فکر و نظر سے جنگ میں نفس و ضمیر کی
تصویر کھینچ دی تھی رسولِ قدیر کی

(۴۲) مقصد کسی کی موت کا اتنا اجل کہاں ہر موت میں مسائل ہستی کا حل کہاں
یہ عزم ہے کہاں، یہ مذاقِ عمل کہاں جس نے بدل دیئے ہیں دل اس کا بدل کہاں
جرأت کو دیکھئے نہ تہور کو دیکھئے
خدمت میں ہاتھ باندھے ہوئے حُر کو دیکھئے

(۴۳) جکڑا تھا گو کہ قیدِ مصائب میں بند بند دب کر مگر نہ سر کو جھکانا کیا پسند
ہو کر رہی یہ جرأتِ اخلاق فتح مند سر ہو گیا جدا تو ہوا اور سر بلند
حاصل کسے خدائی میں یہ اختیار ہے
آزادئ ضمیر کا پروردگار ہے

(۴۴) تطہیر بے حُسینؑ مکمل کہاں ہوئی خوابِ منیٰ کی شرح، مُفصّل کہاں ہوئی
آیت شہادتوں سے، مدلّل کہاں ہوئی قربانی ذبح مُشکّل کہاں ہوئی
روزِ مباہلہ سے شہ مشرقین ہیں
کُل آیتوں کے جزو متمم حسینؑ ہیں

(۴۵) توحید کا ریاض نبوت کا گل ستاں روزہ، نماز، مصحفِ رب، کلمہ و اذاں
ایماں کا باغ، باغ کا پُر کیف یہ سماں شاخیں، جڑیں، نہال، ثمر، پھول، پتیاں
اب جو بھی دین حق کے چمن میں بہار ہے
سب دامن حسینؑ کا گرد و غبار ہے

(۴۶) ہاں وہ حسینؑ جس میں پیمبر کے ہیں صفات نوعِ بشر کی رہبرِ کامل ہے جس کی ذات
وہ دوپہر کی دھوپ میں اک سایۂ نجات وہ تین دن کی پیاس میں، اک چشمۂ حیات
انساں کو جس نے عزم دیا، حوصلہ دیا
امت کی مغفرت کے لئے گھر لٹا دیا

(۴۷) بہرِ معاد فیضِ رسول زمن حسینؑ وقتِ جہاد دبدبۂ بت شکن حسینؑ
زہد بتولؑ، و حلمِ جنابِ حسنؑ، حسینؑ آغاز عزم خاتمۂ پنجتن حسینؑ
پانچوں کے رعب و دبدبۂ و اقتدار سے
گردوں بھی جھک گیا ہے زمیں کے وقار سے

(۴۸) اک دن زبان حال سے بولا یہ آسماں | ہاں اے زمین تجھ میں مرا بانکپن کہاں
تو خاک کا ہے ڈھیر، تری خاک عزوشاں | اس نے کہا کجی تری صورت سے ہے عیاں
میں خاک ہوں کہ عجز سے میرا خمیر ہے
یہ راز تو سمجھ نہیں سکتا، کہ پیر ہے

(۴۹) بڑھ بڑھ کے بانکپن جسے کہتا ہے ناصواب | دنیا میں کجروی ہے اسی ٹیڑھ کا خطاب
جلتا ہے تیرے کبر سے خود تیرا آفتاب | میں خاکسار ہوں مرا مولا ابو ترابؑ
خوئے فروتنی سے جلالت پناہ ہوں
اچھی ہوں یا بری ہوں، تری سجدہ گاہ ہوں

(۵۰) اس نے کہا کہ مجھ پہ مَلَک ہیں وہ باصفا | ہے جن کی بستیوں میں عجب امن کی فضا
دن رات گرمِ کارِ الٰہی ہیں باخدا | ذرہ بھی شر کا نام نہیں، خیر کے سوا
ممکن نہیں کہ حد سے تجاوز ذرا کریں
بولی زمیں کہ اور وہ بے نفس کیا کریں

(۵۱) قدرت نے کر دیا ہے مقرر جو کاروبار | دار و مدار ان کا اسی پر ہے، بے مدار
مجبور کارِ خاص ہیں بے عزم و اختیار | میں اہل اختیار ہوں، وہ جبر روزگار
دیکھے ہیں ہم نے کام ترے ہر مکین کے
جس طرح چلتے رہتے ہیں پرزے مشین کے

(۵۲) اُس نے کہا کہ گرد جہان فسوں گری | طینت تری غبارِ کدورت سے ہے بھری
اِس نے کہا کہ خسرو دنیائے خود سری | تیرا شعار کجروی و کینہ پروری
کھائے جو پیچ و تاب پھر اس بد یقین نے
آنکھوں میں دھول جھونک دی اٹھ کر زمین نے

(۵۳) اُس نے کہا نجوم کی آنکھوں سے گھور کے | بارہ بروج ہیں مری منزل میں نور کے
اِس نے کہا کہ ڈھول سہانے ہیں دُور کے | سارے یہ برج گل ہیں مری شمع طور کے
کیا تجھ کو فیض نور کے بارہ مقام سے
قسمت مری چمک گئی بارہ امام سے

(۵۴) اُس نے کہا کہ میں ہوں بلندی سے سرفراز — اِس نے کہا کی میں بھی ہوں مومن کی جانماز
اُس نے کہا ارے تجھے پستی پہ کیوں ہے ناز — اِس نے کہا نیاز ہے مقبول بے نیاز
مجھ پر جبیں جو سجدۂ حق میں جھکائی ہے
مومن نے یوں نماز میں معراج پائی ہے

(۵۵) بولا مجھے سہیل ملا اور سہا ملا — اِس نے کہا کہ دُرِ نجف بھی بھلا ملا
بولا مجھے مسیح ملے تجھ کو کیا ملا — اس نے کہا کہ نسخۂ خاک شفا ملا
تجھ پر بس اک مسیح ہیں اور وہ بھی، کل سے ہیں
یاں لاکھ سے سوا ہیں نبی، اور ازل سے ہیں

(۵۶) بولا فلک کہ نور کا عنوان، میں ہوں میں — منزل تجلیات کی ہر آن، میں ہوں میں
بولی زمیں ارے مجھے پہچان، میں ہوں میں — آیا ہے جس کی گود میں قرآن، میں ہوں میں
بولا یہاں نبیؑ کی دعا آئی فرش سے
اس نے کہا کہ وحی یہاں آئی عرش سے

(۵۷) اُس نے کہا میں وحیِ خدا کی ہوں رہگزر — پھر کیا ہو میں مَلَک کو نہ دوں راستہ اگر
بولی زمیں کہ اس کی نہ پروا نہ مجھ کو ڈر — مجھ پر ہے باب علم یہ در آکے بند کر
الہام جو یہاں ہے بلا واسطہ یہ ہے
تقریر ہے علی کی ''سلونی'' مزہ یہ ہے

(۵۸) اُس نے کہا عجب مرے منظر ہیں خوشگوار — کیا جاں فزا ہے کوثر و تسنیم کی بہار
اِس نے کہا کہ ان کی ہے کیا اصل کیا وقار — جاری ہیں مجھ پہ علم کے بحرین بے کنار
پھر کیا ہو مسئلہ جو کوئی تجھ سے پوچھ لے
مجھ پر امام وقت ہیں آ مجھ سے پوچھ لے

(۵۹) اُس نے کہا سماں بھی ہے، مجھ پر فضا بھی ہے — اِس نے کہا کہ ہاں، اور اسی میں خلا بھی ہے
اُس نے کہا اِرم بھی ہے، خلد علا بھی ہے — اِس نے کہا نجف بھی ہے، یاں کربلا بھی ہے
اُس نے کہا کہ خلد میں، غنچے ہیں پھول ہیں
اِس نے کہا کہ ہوں گے کچھ آل رسولؐ ہیں؟

(۶۰) بولا مجھے نجوم کی دنیا پہ ناز ہے ہے مشتری پہ فخر تو زہرا پہ ناز ہے
اس نے کہا کہ وادی بطحا پہ ناز ہے زہرا کی اصل کیا مجھے زہراؑ پہ ناز ہے
گاہک کوئی ترا نہ تری مشتری کا ہے
اللہ مشتری مرے مولا علیؑ کا ہے

(۶۱) اُس نے کہا کہ دیکھ ذرا میری زیب و زین اِس نے کہا کہ سب مری نظروں میں عین غین
اُس نے کہا کہ صاف وہ روشن ہیں فرقدین اِس نے کہا کہ دیکھ وہ آئے حسنؑ حسینؑ
بولا یہ مہر و ماہ بھی، دیکھے ہیں یا نہیں
اِس نے کہا، نبیؐ و علیؑ سے سوا نہیں

(۶۲) میری چمک دمک ہے کہاں تجھ میں بے حجاب لے دے کے ایک چاند ہے اور ایک آفتاب
مجھ پر ہیں کتنے مہر میں کتنے ماہتاب زہراؑ، حسنؑ، حسینؑ، پیمبرؐ، ابوترابؑ
تجھ کو یہ مہر و ماہ ملے بھی، تو کیا ملا
وہ پنجتنؑ ملے مجھے جن سے خدا ملا

(۶۳) ان کے ہی دم قدم سے، یہ حاصل ہوا شرف اٹھتی ہیں کائنات کی نظریں مری طرف
میں ہوں اسی سبب سے حسد کا ترے ہدف ہر دم مرے خلاف ہے، تیغ و سناں بکف
تیرے ستم سے حال زمیں کا تباہ ہے
اولاد بوتراب کا مقتل گواہ ہے

(۶۴) زخمی کیا نماز میں تو نے علیؑ کا سر کاٹا پلا کے سم حسنِؑ پاک کا جگر
پانی تک آہ بند کیا، اہل بیتؑ پر جا بے وفا، فرات کے پانی میں ڈوب مر
تڑپا دیا لحد میں خدا کے حبیب کو
مارا رلا رلا کے حسینؑ غریب کو

(۶۵) بھولے نہیں وہ رنج، وہ زہراؑ کا مہ لقا اطفال تین دن سے، وہ بے آب و بے غذا
وہ پیاسے بچے تھامے ہوئے دامن قبا وہ شیر خوار جھولے میں، دم توڑتا ہوا
زخمی وہ سر بھی، پاؤں بھی، سینہ بھی، ہاتھ بھی
بیووں کا قافلہ بھی، یتیموں کا ساتھ بھی

(۶۶) وہ غوغۂ سپاہ، وہ زہراؑ کا نور عین وہ آس پاس خوں میں شرابور، دل کے چین
وہ نوحۂ حرم، وہ سکینہ کا شور و شین اتنی مصیبتوں کا ہجوم، اور اک حسینؑ
لکھا ہے تشنگی سے یہ حالت تباہ تھی
سوکھی ہوئی زبان کی رنگت سیاہ تھی

(۶۷) وہ دل میں داغ، اور کلیجے میں تیرِ غم دامن پہ رنگِ دامنِ گُل، آنکھوں پر ورم
پیاروں کا رنج، بیٹے کا غم، بھائی کا الم چہرے پہ خاک، بال پریشان، پشت خم
انساں کی کیا مجال کہ اتنے ستم سہے
زہراؑ کا صبر جس کو ملے، وہ یہ غم سہے

(۶۸) وہ صبر و شکر، ہر مہ انور کی لاش پر شبّرؑ کی یاد، قاسم مضطر کی لاش پر
وہ ٹوٹنا کمر کا، برادر کی لاش پر صابر کا یہ سخن علی اکبر کی لاش پر
عباسؑ! کیا ترائی میں، سوتے ہو چین سے
اکبرؑ کی لاش، اٹھ نہیں سکتی حسینؑ سے

(۶۹) اوروں کو روئے اپنے پسر کی عزا نہ کی کڑیل جواں کی لاش اٹھائی، بُکا نہ کی
اِن کلفتوں میں بہرِ عدو، بد دعا نہ کی گھر لٹ گیا پہ منھ سے شکایت، ذرا نہ کی
اتنا کہا کہ غم سے جگر چاک چاک ہے
اے لال اب حسینؑ کے جینے پہ خاک ہے

(۷۰) گزرے اِس اِبتلا سے تو شکر خدا کیا بے شیرؑ کو بھی امتِ جد پر فدا کیا
تا دیر قاتلوں سے نہ قصدِ وغا کیا سبط نبیؐ نے حق مروّت ادا کیا
حیدرؑ کا بھی، رسولؐ کا بھی، نام رکھ لیا
حق تو یہ ہے حسینؑ نے اسلام رکھ لیا

(۷۱) لاشوں سے کہہ رہی تھیں نگاہیں، نہ دل دکھاؤ اے مسلم و حبیب کہاں ہو، مدد کو آؤ
وہب و زہیر قین مسافر پہ، رحم کھاؤ عباسؑ اپنے بھائی کی غربت تو دیکھ جاؤ
بھیا ہمارے رنج و محن میں شریک ہو
کڑیل جواں کے، دفن و کفن میں شریک ہو

(۷۲) برسا رہے تھے تیر جو پیاسے پہ تلخ کام
فوجوں سے کہہ رہے تھے امامِ فلک مقام
آیا ہوں میں بلانے سے اے ساکنانِ شام
مہماں کا یہ لحاظ، یہ عزت، یہ احترام
تم مجھ کو یوں ستاتے پیمبرؐ کے سامنے؟
سقّے کے ہاتھ کاٹتے حیدرؑ کے سامنے؟

(۷۳) اُس سے یہ شر، جو پیروِ خیر الانام ہے
اُس سے یہ کد، جو طالب حق صبح و شام ہے
دو روز سے یہ خستہ جگر تشنہ کام ہے
اک کلمہ گو پہ، نہر کا پانی حرام ہے
یہ ظلم و جَور اور کسی پر ہوا نہیں
انساں کو نہر پر کبھی پیاسا سنا نہیں

(۷۴) یہ سن کے اک فقیر مسافر کا دل جلا
اک ڈولچی میں آب لئے اِس طرف چلا
کی پاس آکے عرض کہ اے غم کے مبتلا
کیا رنج کی جگہ ہے یہ میدانِ کربلا
تم بھی یہاں جو آئے تو محوِ تعب رہے
دریا بہت قریب ہے، اور تشنہ لب رہے

(۷۵) پی لو یہ آب سرد کہ دل بیقرار ہے
تم بے خطا ہو رخ سے یہ صاف آشکار ہے
غم میں بھی، لب پہ شکر خدا بار بار ہے
اللہ کیا محبت پروردگار ہے
یہ روشنی جو دیدۂ حق بیں میں آئی ہے
ہاں، ہو نہ ہو، رسولؐ سے تعلیم پائی ہے

(۷۶) جانِ شہِ حسین سے واقف ہو یا نہیں؟
زہراؑ کے نورعین سے واقف ہو یا نہیں؟
سلطانِ مشرقین سے واقف ہو یا نہیں؟
کیوں بھائی، تم حسینؑ سے واقف ہو یا نہیں؟
ملتا ہے تم سے خُلقِ شہِ مشرقین کا
بالکل یہی چلن ہے، جنابِ حسینؑ کا

(۷۷) تم بھی حسینؑ ہی سے بس اب التجا کرو
شہ کی طرف رجوع، دل با صفا کرو
روکر کہو کہ دور مری ہر بلا کرو
صدقے میں اُن کے، میرے بھی حق میں دعا کرو
وعدہ یہ کبریا کا میانِ کتاب ہے
بیکس شکستہ دل کی دعا مستجاب ہے

(۷۸) شہ بولے کبریا تری حاجت روا کرے مطلب بیان کر کہ یہ بیکس دعا کرے
بھائی تری مراد بر آئے خدا کرے ہم بھی فقیر ہیں ترا مولا بھلا کرے
بولا یہ آرزو ہے کہ عزت نصیب ہو
دنیا میں پھر نبیؐ کی زیارت نصیب ہو

(۷۹) شہ نے کہا نبیؐ تو میانِ مزار ہیں کی عرض ہمشبیہ نبیؐ برقرار ہیں
نانا کے جانشیں شہ عالی وقار ہیں حیدرؑ کی بھی رسولؐ کی بھی یادگار ہیں
دنیا میں مصطفیٰ کے وہ نور عین ہیں
احمد، اگر نہیں تو جناب حسینؑ ہیں

(۸۰) شہ نے کہا یہ سچ ہے، وہ آل رسولؑ ہیں نفسِ نبیؐ کی روح ہیں، جانِ بتولؑ ہیں
لیکن مصیبتوں میں حزین و ملول ہیں اے شخص تیری دونوں دعائیں قبول ہیں
مقتل میں چل کے دیکھ شبیہِ رسولؐ کو
بعد اس کے ہم بتائیں گے جانِ بتولؑ کو

(۸۱) حیرت سے وہ پکارا کہ اے زار و ناتواں مقتل کہاں، شبیہِ رسولؐ خدا کہاں
فرمایا انقلابِ جہاں، دورِ آسماں اکبر کے تن پہ تیر لگے سینے پر سناں
بانو غریب گود کے پالے سے چھٹ گئی
پردیس میں حسینؑ کی ہمشیر لٹ گئی

(۸۲) روکر کہا حسینؑ کہاں ہیں اُنھیں بتاؤ فرمایا بھائی اُن کی محبت سے ہاتھ اٹھاؤ
ایسا نہ ہو کہ اُن کے لئے تم بھی تیر کھاؤ وہ یاں شہید ہوں گے تم اپنے وطن کو جاؤ
اس نے کہا میں اُن کے لئے بیقرار ہوں
تم کون ہو؟ کہا کہ غریب الدیار ہوں

(۸۳) پوچھا کہ نام کیا ہے؟ کہا راضی رضا پوچھا کوئی ولی ہو؟ کہا فدیۂ خدا
پوچھا کہ گھر کہاں ہے؟ کہا دشت کربلا قسمیں جو دیں تو آپ نے اتنا فقط کہا
یہ کیا کہوں کہ پیش خدا کوئی چیز ہوں
تو جن کا کلمہ گو ہے، میں اُن کا عزیز ہوں

(۸۴) اُس نے کہا حسنؑ ہیں نہ شاہ حنین ہیں — دنیا میں ایک فاطمہؑ کے نور عین ہیں
ان کو خدا رکھے وہ شہ مشرقین ہیں — احمدؐ کے تو عزیز بس اب اک حسینؑ ہیں
پھر بھی نہ یہ کہا، وہ یہی تشنہ کام ہے
فرمایا، ہاں حسنؑ مرے بھائی کا نام ہے

(۸۵) وہ بولا میں نثار میں قربان ہائے ہائے — مولا حسینؑ آپ کی یہ شان ہائے ہائے
سید پہ ظالموں کا یہ احسان ہائے ہائے — قاتل یہود ہیں کہ مسلمان؟ ہائے ہائے
فرمایا کلمہ گویوں کا کیونکر گِلا کروں
نانا سے شرم آتی ہے افسوس کیا کروں

(۸۶) اُس نے کہا فقیر پہ، احسان کیجئے — بندے کی عرض بہر خدا مان لیجئے
مولا غریب ہوں، مجھے صدمہ نہ دیجئے — یا شاہِ دیں، یہ تھوڑا سا پانی تو پیجئے
حضرت اِسے پئیں تو مرا دل بڑھائیں گے
فرمایا ہاں پئیں گے جو عباسؑ لائیں گے

(۸۷) بچے تڑپ کے مر گئے ہم تشنگی بجھائیں — ہم سے یہ ہو سکے گا کہ پیاسوں کو بھول جائیں؟
ممکن نہیں کہ قاسم و اکبر جناں سے آئیں — بانو کے شیر خوار کو اس دم کہاں سے لائیں
پانی پہ نذر دے کے شہِ دستگیر کی
بھائی اِسے لحد پہ چھڑک دے صغیر کی

(۸۸) بھائی ترا ملال ہمیں ناگوار ہے — غمگیں مگر نہ ہو یہ حزیں روزہ دار ہے
یہ وقتِ امتحانِ غریب الدیار ہے — اب ہم ہیں، اور گردشِ لیل و نہار ہے
اُس نے کہا، مجھے بھی تو کچھ حکم دیجئے
بولے امام پاک، کہ بس صبر کیجئے

(۸۹) بولا کہ اب تو زیست سے بیزار ہے غلام — مجھ کو رضائے جنگ عطا کیجیے یا امام
اِک آہِ سرد بھر کے یہ بولے شہِ انام — مجبور ہوں، لکھا نہیں محضر میں تیرا نام
بھائی یہی رضا ہے خدائے قدیر کی
جا، اب تجھے قسم ہے، جناب امیر کی

☆

عقد اک رشتۂ سر رشتۂ انسانی ہے

بند: ۴۷

تصنیف: ۱۹۶۹ء بمقام: کراچی۔ پاکستان

(خلاصہ)

مرسل اعظمؐ سے ام المومنین بی بی خدیجہؑ کا عقد ___ فضائل جناب ابو طالبؑ ___ انبیائے اولوالعزم کے دور میں ان کے ایک حامی اور ایک محافظ کا سلسلہ ___ ام المومنین اور جناب ابو طالبؑ کا ان منصوبوں پر مامور من اللہ ہونا ___ کربلا میں ان کے وارث جناب زینبؑ اور جناب عباسؑ ___ حضرت عباسؑ کے لمحات آخر ___ بین ___

(۱) عقد اک رشتۂ سر رشتۂ انسانی ہے عقد اک عقدۂ سر بستۂ روحانی ہے
عقد حکمِ نبوی، آیۂ قرآنی ہے عقد اک ایسا عقیدہ ہے جو لافانی ہے
عقد رحمان کی قربت میں بٹھا دیتا ہے
عقد شیطان کے حملے سے بچا دیتا ہے

(۲) عقد ہے عُقدہ کشا غنچۂ خاطر کے لئے شمع منزل رہِ ہستی کے مسافر کے لئے
کم نہیں کچھ یہ سند غائب و حاضر کے لئے فتح اول ہے یہ پیغمبرؐ آخر کے لئے
پہلے ہر کام میں پڑتی رہی مشکل کی گرہ
جب خدیجہ سے بندھا عقد، کھلی دل کی گرہ

(۳) آگئیں گھر میں یہ احمدؐ کے تو ہر کام چلا مال سے ان کے بڑی شان سے اسلام چلا
قافلہ دینِ محمدؐ کا بہ آرام چلا فرش سے حمد چلی، عرش سے پیغام چلا
خشتِ زر سے ہیں یہ اسلام کے معماروں میں
سب مسلمان ہیں بی بی کے نمک خواروں میں

(۴) بہرِ اسلام جہیز ان کا بنا وجہ حیات حشر تک دین جسے یاد رکھے گا دن رات
برکت ان کے قدم کی تھی مصائب سے نجات عقد ان کا تھا نبیؐ کے لئے پیغام برات
وحی بھی آگئی قرآن کا بھی دَور ہوا
ان سے جب بیاہ رچا رنگ ہی کچھ اور ہوا

(۵) مختلف رسم عرب سے تھا یہ شادی کا نظام جس کا تحریک سے دختر کی ہوا سر انجام
تھا نفیس اور بھی اس وجہ سے رشتے کا یہ کام لے کے آئی تھیں نفیسہ شہ دیں کو پیغام
تھی پیمبرؐ کی رضا، ان کے چچا کی مرضی
کب یہ راضی تھے نہ ہوتی جو خدا کی مرضی

(۶) زیب تاریخ رہے گا وہ سہانا منظر   یہ دلھن ہے، تو وہ نوشاہ، یہ زُہرہ وہ قمر
یہ طراوت، وہ چمن زار، یہ کونپل وہ شجر   یہ نگہ ہے، وہ نگہبان، یہ پردہ، وہ نظر
یہ ہے خاموش حیا، مصحف ناطق وہ ہے
یہ ہے بعثت کی خبر، مخبر صادق وہ ہے

(۷) رازِ کوثر کی یہ حامل تو وہ جنت کا کفیل   یہ صداقت تو وہ صادق، یہ جلالت وہ جلیل
نہ کوئی اس کی نظیر اور نہ کوئی اس کا عدیل   اصل سے نسب سے دونوں گل گلزار خلیل
شاخ سر سبز ہوئی، نخل برومند ہوا
ایک ہی شجرے کی دو شاخوں کا پیوند ہوا

(۸) عطر کونین ہے دولھا تو معطر ہے دلھن   وہ ہے فرمانِ خدا، مرضی داور ہے دلھن
میرا کیا منھ جو کہوں، کتنی گراں تر ہے دلھن   منتخب کردہ اللہ و پیمبرؑ ہے دلھن
وہ بنا، جس کے لئے چرخ بنے، فرش بنا
ہمسر خلد بنی، ہمشرفِ عرش بنا

(۹) عبد معبود ہے دولھا گو عبادت ہے دلھن   وہ ہے قرآن کا مضموں، تو عبارت ہے دلھن
نفسِ اعجاز وہ ہے، روح کرامت ہے دلھن   وہ اگر نور کی سورت ہے، تو آیت ہے دلھن
مصطفیؐ نام ہے اس کا تو خدیجہ یہ ہے
برج عصمت میں ہیں سعدین نتیجہ یہ ہے

(۱۰) دلھن ایسی ہے کریں جس کا نمازی اکرام   ایسا دولھا ہے نمازیں جسے کرتی ہیں سلام
وہ دلھن، گھر سے ہوا جس کے عبادت کا قیام   اور وہ نوشاہ جو تسبیح رسالت کا امام
ہے خدیجہ سے رسولؐ دو جہاں کا رشتہ
جس کی تسبیح ہے، اُس بی بی کی ماں کا رشتہ

(۱۱) مادرِ فاطمہؑ و عترت اطہار دلھن   لوحِ قسمت کی طرح حامل اَسرار دلھن
دولتِ نسل پیمبرؐ سے گرانبار دلھن   اُفق نور دلھن، مطلعِ انوار دلھن
نورِ عصمت کی امانت کا خزینہ ہے دلھن
آمنہ کی ہے بہو، جب تو امینہ ہے دلھن

(۱۲) وہ شہانہ تنِ نوشاہ کا وہ زینت و زین غازۂ روئے حسیں، دبدبۂ بدر و حنین
وہ قبا اور وہ عبا، گرد ہیں جس کی کونین سر چڑھائے گا جسے عرش، وہ طاہر نعلین
دست قدرت کی عطا، نور ازل کا سہرا
عِلم کے پھولوں سے گوندھا ہے عمل کا سہرا

(۱۳) مالکِ خلد سے وہ بنت خویلد کا نکاح طرزِ نو سے، کہ اسی طرز سے ابتک ہے مباح
پہلی تقریب تھی احمدؐ کی یہ از روئے صحاح جس میں تھی حمد خدا قفلِ سخن کی مفتاح
جاہلیت نے سنی جس میں صدائے اسلام
وحی سے پہلے تھی تمہید برائے اسلام

(۱۴) واضع و قاری خطبہ بطریق فصحا تھے ابوطالبؑ ذی جاہ محمدؐ کے چچا
حمد رب میں علی الاعلان جنھوں نے یہ کہا جو خدا ایک ہے الحمد وہ رب ہے میرا
بت پرستی سے جو ہے پاک وہ گھر اپنا ہے
حشر تک جو ہے محمدؐ وہ پسر اپنا ہے

(۱۵) صاف خطبے میں تھی توحید کی عظمت مضمر پھر محمدؐ کی ستائش میں رسالت مضمر
حشر کا ذکر جب آیا تو قیامت مضمر اس ضیافت میں بھی تھی دین کی دعوت مضمر
کبھی یہ ذکر سنا اور سنایا بھی نہ تھا
بات جب کی ہے کہ قرآن تو آیا بھی نہ تھا

(۱۶) جمع تھے عصر جہالت کے جو اربابِ عقول دنگ تھے سن کے یہ تقریب خلافِ معمول
بول اٹھا وقت کہ مستقبل روشن کے رسولؐ ہے یہ ایجاب قبول اور یہ طریقہ مقبول
عقد کی شکل میں تشکیل تھی آبادی کی
جو بھی شادی ہے تاسّی ہے اسی شادی کی

(۱۷) حمد جس عقد کے خطبے میں پڑھیں اب علما بخدا نقشِ قدم ہے وہ ابوطالبؑ کا
غیر دیندار تھے گر آپ بقول دنیا پیروی اُن کی ہے پھر کون سی منطق سے روا
ہے یہ انکار کہ اقرار ابوطالبؑ ہے
چھوڑ دو حمد کہ یہ کارِ ابوطالبؑ ہے

(۱۸) حق کی تبلیغ کا پیغام ابوطالبؑ ہیں — حافظ حق سحر و شام ابوطالبؑ ہیں
بانیِ دعوتِ اطعام ابوطالبؑ ہیں — سب مسلمان ہیں، اسلام ابوطالبؑ ہیں

طورِ سینا سے نہ وہ کعبے کے در سے نکلا
پل کے دین نبوی ان کے ہی گھر سے نکلا

(۱۹) مرسل حق کا بغیر ان کے نہ کچھ کام چلا — دین سائے میں انہی کے سحر و شام چلا
یہ اٹھے بہر حمایت تو پھر اسلام چلا — ان سے بیٹا جو ملا، نسل چلی، نام چلا

جاہلیت میں علم عِلم کا لے کر نکلے
قبل بعثت یہ صداقت کے پیمبرؑ نکلے

(۲۰) اے زہے شانِ ابوطالبؑ ذی فہم و نبیہ — شیبۃ الحمد کے اوصاف و محامد کی شبیہ
صلب میں وجہ خدا، وجہ سے جس کی یہ وجیہ — خود ہم اسرار نبیؐ، ابن بھی سرّ لابیہ

یہ اثر ان کے لہو کا ہے کہ وہ حیدرؑ ہے
پیشوا خلق کا ہے، باپ کا پس منظر ہے

(۲۱) جو محمدؐ کی وہی ان کی بھی عالی نسبی — وہی اسلاف کے اوصاف وہی خوش لقبی
خود بھی مسلم ہیں اب وجد بھی، ہاشمی و اَبی — ان کے گھر میں ہوئے مبعوث رسولؐ عربی

عین معبود بھی اک نور نظر ان کا ہے
جو نصیری کا خدا ہے، وہ پسر ان کا ہے

(۲۲) وہ پیمبر کا ہے سر، ان کا ہے سایہ سر پر — وہ محمدؐ کی ہے شمشیر، یہ ان کی ہیں سپر
وہ ہے اشجع یہ شجاعت، وہ مظفر یہ ظفر — وہ بہر شکل ہے مشتق، یہ بہر رخ مصدر

وہ اُدھر اور یہ اِدھر غالب ہر غالب ہیں
فاتح بدر علیؑ، فتح ابوطالبؑ ہیں

(۲۳) ان کی امداد سے ہموار ہوئی راہ نجات — پھر بھی دنیا نے کہی ان کے لئے کفر کی بات
منکرو! نرغۂ کفار عرب میں دن رات — اِن کے ایماں کا ثبوت احمد مرسل کی حیات

سب دلیلوں پہ دلیل ایک مگر غالب ہے
کلِ ایمان تو اک جزو ابوطالبؑ ہے

(۲۴) ہم کو تاریخ میں کوئی یہ دکھائے تو کہیں کب جھکی اور کہاں بُت کی طرف انکی جبیں
گود میں ان کی پلے اور بڑھے بانیٔ دیں گھٹنیوں ان کی ہی منزل میں چلی شرعِ مبیں
خانۂ صدق و امانت کے یہ سر کردہ ہیں
اک رسولؐ ایک امام آپ کے پروردہ ہیں

(۲۵) کرکے ہجرت حبشہ کو جو گئے اہلِ ہمم دوڑ کر اُن کے تعاقب میں چلے ننگِ اُمم
سن کے، نصرت کو اٹھا اور بڑھا تیز قدم ان کا کلک دو زباں، صورتِ شمشیر دو دم
ایک مکتوب مضامین رفیعہ لکھا
بہرِ سلطانِ حبش خطِ شفیعہ لکھا

(۲۶) جس میں تحریر تھا یہ بھی کہ بھتیجا میرا تیرے مذہب کی بھی رو سے ہے مثیلِ موسیٰؑ
یہ وہی ختم رسل، شاہ رسل ہے بخدا جس کا دم بھرتے ہوئے اٹھ گئے تیرے عیسیٰؑ
اہلِ انصاف! رسالت کے یہ منکر تو نہیں
ان کو کافر میں کہوں کوئی میں کافر تو نہیں

(۲۷) یہ کھلے بند جو اعلانِ رسالت کرتے قوم پر تھا جو تسلط اُسے غارت کرتے
فیصلے آپ کے رد اہلِ ضلالت کرتے اپنے دامن کو بچاتے کہ حمایت کرتے
یہ عمل ان کا ہے اسرار الٰہیہ میں
اب جنھیں شک ہو وہ آجائیں حدیبیہ میں

(۲۸) اُن کی منزل ہے وہی شک ہو مسلط جن پر جس میں از راہِ تقیہ برضائے داور
حضرت ختم رسل نے پئے دفعیہ شر صلح نامہ سے ''نبی'' کاٹ دیا لکھوا کر
کفر کا اوروں پہ الزام نہ کم ظرف رکھے
حوصلہ ہو تو پیمبرؐ پہ کوئی حرف رکھے

(۲۹) ان مصالح پہ نہیں کوئی کشیدہ ابرو کہہ دیں کافر جو پدر میں ہو علیؑ کے یہ خو
بَل ہے تیوری پہ یہاں اور وہاں اللہ ہو دوستو! پھول حلال اور حرام اس کی بُو
خونِ اسلاف کا کیا آپ سے بدلہ لوگے
قتل بیٹے نے کیا باپ سے بدلہ لوگے

(۳۰) کفر حضرت کے دلائل میں حدیث نایاب دیکھ آئے شبِ اسریٰ یہ شہ عرش جناب
توبہ توبہ یہ چچا نار میں ہیں زیرِ عقاب اے میں قربان، جو زندہ ہیں ابھی ان پہ عذاب
حشر سے پہلے جو یوں فیصلۂ کار کیا
کیا قیامت ہے قیامت سے بھی انکار کیا

(۳۱) کفر کا یہ پدرِ شیرِ خدا پر الزام صاف ہے امتِ مرحوم کی سعی ناکام
اس کی تردید میں سینئے یہ سیوطی کا کلام "کفر سے پاک ہیں ایسوں کے سب آبائے کرام
مدعا یہ ہے فقط تہمت الزامی سے
بچے بدنام ہوں ماں باپ کی بدنامی سے"

(۳۲) اپنے اسلام کا حمزہ نے کیا جب اعلان آپ نے اُن سے کہا آؤ سناؤ قرآن
تم سے میں خوش ہوں کہ لائے ہو نبی پر ایمان میرے احمدؐ کا کچھ آسان نہیں تھا عرفان
راہِ معبود میں اِس عبد کی نصرت بھی کرو
صاحبِ ملّتِ حقہ کی حفاظت بھی کرو

(۳۳) جس کے مذہب کی اشاعت سے خوش اتنا ہو کوئی جس کے عرفان کی امواج میں ڈوبا ہو کوئی
جس کی نصرت کے لئے اوروں سے کہتا ہو کوئی صاحبِ ملتِ حقہ جسے سمجھا ہو کوئی
اس قدر جس کو صداقت پہ یقیں آیا تھا
کہہ دو ایمان سے ایمان نہیں لایا تھا

(۳۴) بولے اک دن یہ علیؑ سے کہ کسی کو نہ کھلو اپنے بھائی کی روش پر جو مری جان چلو
زندگی بھر نہ کبھی پھر کفِ افسوس ملو بات اتنی سی ہے سانچے میں محمدؐ کے ڈھلو
مل گیا ابنِ عم ایسا تمہیں، خوش بختی سے
دین دنیا میں بچائے گا جو ہر سختی سے

(۳۵) سختیاں دین کی دنیا کی بحد تعبیر لفظ ہیں چند مگر ان کی بڑی ہے تفسیر
زندگی، موت، لحد، اس کی صعوباتِ کثیر حشر و میزان و حساب و ارم و نار سعیر
کون ان سب کا سبق غیر نبیؐ سے لے گا
کیا یہ تعلیم پسر کو کوئی کافر دے گا

(۳۶) دوستو! یہ بھی تو انصاف سے سوچو اک بار — کون مدحت میں بھتیجے کی کہے گا اشعار
صدر اسلام میں مداح رسول مختارؐ — اک تھے یہ ان کے چچا، ایک خدائے غفار
میرے لفظوں میں مرے جد کا قصیدہ دیکھو
رنگ اغیار کے چہروں کا پریدہ دیکھو

(۳۷) مدح کے لفظ یہ ہیں صادق الاقرار ہو تم — ارض مکہ کے لئے نزہت افکار ہو تم
خواب افلاس اُڑا، طالعِ بیدار ہو تم — شمعِ کونین ہو تم، مطلعِ انوار ہو تم
طیب و طاہر و باعظمت و جرار بھی ہو
تم نبیؐ بھی ہو، محمدؐ بھی ہو، سردار بھی ہو

(۳۸) کیا ہے کلمے میں یہی کچھ تو ہے اربابِ عقول — ''میں یہ دیتا ہوں گواہی کہ محمدؐ ہیں رسول''
سوچیے اور سمجھئے نہ بہت دیجئے طول — ماحصل اس کا ہے اقرار نبوت کا حصول
کلمہ پڑھ لوں تو بجا! گو مجھے ایقان نہیں
''تم نبی ہو'' یہ کہے جو وہ مسلمان نہیں

(۳۹) جب بھی اللہ نے کفار میں بھیجا کوئی نور — کر دیا اس کی حفاظت کا بھی سامان ضرور
گھر میں فرعون کے پہنچا جو کلیمِ سرِ طور — آسیا پہلے سے تھیں بہر حمایت مامور
مومن خانۂ فرعون بھی دم بھرتا تھا
اہلِ تقویٰ تھا تقیے میں بسر کرتا تھا

(۴۰) اہل فرعون کے مومن نے کبھی یہ نہ کہا — تم پہ ایمان میں لاتا ہوں جناب موسیٰؑ
آسیا نے بھی حمایت کا نہ اعلان کیا — وصف اِن دونوں کا آیات میں پھر بھی آیا
حق ثنا خواں ہے تو پھر ہوں گے بھی آخر اچھے
یہ بھی کافر تھے، تو مسلم سے یہ کافر اچھے

(۴۱) اب جو کفار میں مبعوث ہوئے ختم رُسل — کفر کے کانٹوں میں کھلا باغ براہیم کا گل
ذرّے ذرّے کو یہ تھی فکر کہ یہ شمع ہو گل — در و دیوار مخالف تو معاند جز و کل
جو یہاں اِن کا محافظ تھا وہ ذیجاہ تھا کون
یعنی اس فرض پہ مامور من اللہ تھا کون

(۴۲) اور اس فرض پہ مامور نہ تھا کوئی اگر　　سنۃ اللہ ہو تبدیل یہ مانیں کیونکر
ہو وہ موسیٰ کی حفاظت کہ حمایت یکسر　　فرض مخصوص تھی اک مرد اور اک عورت پر
بس یونہی چاہیے اب ختمِ نبوت کے لئے
زن حمایت کے لئے، مرد حفاظت کے لئے

(۴۳) جس مورخ سے بھی پوچھا یہ کیا اُس نے کلام　　دیکھنے بھر کے تھے اس دور میں احباب تمام
وہ جنھیں صرف حمایت سے حفاظت سے تھا کام　　ایک خاتون تھیں، اک مرد اور اللہ کا نام
مرحلے جتنے بھی پیش آئے یہی غالب تھے
مادر فاطمہؑ تھیں اور ابوطالبؑ تھے

(۴۴) مادرِ فاطمہؑ جب عقد نبیؐ میں آئیں　　شامل ذات ہوئیں حسب اصول و آئین
قربتیں سب یہ حمایت کی جزا میں پائیں　　تن بے سایہ تھے حضرت، تو یہ تھیں پرچھائیں
مدعا ایک تھا، دو قلب تھے، دو قالب تھے
اور محافظ بہمہ حال ابوطالبؑ تھے

(۴۵) بحث یہ ہے یہ حفاظت تھی چچا کی مرضی　　یا نبیؐ کے دل جویائے وفا کی مرضی
یا اعزا کی رضا یا رفقا کی مرضی　　یا نبوت کے تحفظ میں خدا کی مرضی
جز خدا اور کسی کی جو یہ مرضی ہوتی
احتجاجی کوئی آواز تو اٹھی ہوتی

(۴۶) مرتے مرتے یہ چچا تھے جو پیمبرؐ کے مشیر　　مشورے ان کے ہیں احکام بہ حکم تقدیر
مٹ نہیں سکتی مٹانے سے یہ ہے وہ تحریر　　حال گھاٹی کا ہے تاریخ میں پتھر کی لکیر
تھے نہ مامور تو کیوں شامل صحبت ٹھہرے
اور تھے مامور تو پھر جزو نبوت ٹھہرے

(۴۷) مستند جس کا ہے مامورِ حفاظت ہونا　　جس نے آغاز کیا تخم ہدایت بونا
اس کی تضحیک کروگے تو پڑے گا رونا　　اس کی تکفیر ہے ایمان خود اپنا کھونا
جس نے یہ بات نہ سوچی وہی گمراہ ہوا
کوئی کافر، کبھی مامور من اللہ ہوا

(۴۸) اِن کے دادا تھے خلیل، اُن کی ہیں یہ ذریت — منصب "جَاعِلُکَ" آپ کی ہے ملکیت
ہے علیؑ سا جو پسر ثمرۂ صدقِ نیت — مرتے دم سونپ گئے اُس کو یہ ماموریت
اب محافظ خلفُ الصدق ابوطالبؑ ہے
اور اسی وجہ سے وہ غالب ہر غالب ہے

(۴۹) رات دن راحت تن کھو کے نگہبانی کی — آگئی نیند تو منہ دھو کے نگہبانی کی
بعد طفلی کے جواں ہو کے نگہبانی کی — شب ہجرت جو ہوئی سو کے نگہبانی کی
وقف تھے آپ رسالت کی حفاظت کے لئے
فاطمہؑ جائے خدیجہؑ تھیں حمایت کے لئے

(۵۰) یہ حفاظت جو ہے میراث ابوطالبؑ کی — منزلت اور بڑھی اِس کی، پسر کو جو ملی
تھے حفاظت میں وہاں اُن کی فقط ایک نبی — اُن کے بیٹوں کے بھی ہر وقت محافظ ہیں علیؑ
اس فضیلت کو کسی نفس زکیہ سے سنو
جاؤ صفین میں ابنِ حنفیہ سے سنو

(۵۱) وہ دم معرکہ بابا سے محمد کا سوال — مسکرا کر وہ جگر بند سے حیدرؑ کا مقال
شانِ سبطین سنو مجھ سے مرے ماہ کمال — میرے فرزند ہو تم اور یہ پیمبرؐ کے ہیں لال
کل یہ تھا فخر کہ احمدؐ کا محافظ ہوں میں
آج ابنائے محمدؐ کا محافظ ہوں میں

(۵۲) حفظ سبطین محمدؐ جو فریضہ تھا اہم — اہتمام اس کا علیؑ کر کے گئے مرتے دم
چھوٹے بیٹے کو بلا کر یہ کہا دے کے علم — اب تمہیں سونپتے ہیں اپنے بڑے فرض کو ہم
پسرانِ شہِ لولاک کے حافظ تم ہو
ہے حمایت کو جو زینبؑ تو محافظ تم ہو

(۵۳) جس طرح شاہِ رسلؐ کے لئے ہم بن گئے ڈھال — تم امامت کی سپر ہو یونہی اے ماہِ کمال
خاص کر نہر کے ساحل پہ ہو جب جنگ وجدال — جانشیں باپ کا اپنے کو سمجھنا مرے لال
تم کو ہم سونپتے ہیں کام ابوطالبؑ کا
کربلا یاد رکھے نام ابوطالبؑ کا

(۵۴) باپ کی تھی جو تمنا وہی بیٹے نے کیا جیتے جی غم کوئی شبیرؑ کو ہونے نہ دیا
جنگ میں ضبط کا تھا حکم تو غصے کو پیا شہ نے جو اسلحہ لے جانے سے روکا، نہ لیا
تشنگی بھول گئے نہر کی تیاری میں
جنگ کی نفس سے تکمیل وفاداری میں

(۵۵) اس قدر الفت شبیرؑ میں تھی سرشاری اُن کی نصرت میں انھیں پھول تھیں ضربیں کاری
زر کا جادو نہ لعینوں کی چلی عیاری شمر بہکانے کو آیا، اُسے ٹھوکر ماری
تُف نہ کی شام کی نو لاکھ کی سالاری پر
ناز تھا چھوٹے سے لشکر کی علمداری پر

(۵۶) امتحاں گاہِ عمل معرکۂ کرب و بلا تو بھی کچھ بول بہت تو نے تو پرکھی ہے وفا
تیری جانب سے جو عاشور کو چلتی ہے ہوا صاف کانوں میں عقیدت کے یہ آتی ہے صدا
مشک بھر کر جو ابھی نہر سے یہ لائے ہیں
جانِ احمدؐ کی حفاظت کو علیؑ آئے ہیں

(۵۷) کس قدر شہ کی انھیں جان بچانے کا ہے پاس مشک اک اُن کی امانت جو ہے جرار کے پاس
اِس امانت کی حفاظت میں جناب عباسؑ خون میں ہوتے چلے جاتے ہیں تر، بے وسواس
گرز بھی، تیر بھی، شمشیر بھی کھا لیتے ہیں
مشک کو سینۂ زخمی سے چھپا لیتے ہیں

(۵۸) تیر دلدوز کلیجے کو ہلاتے ہی رہے آپ شانِ اسد اللہ دکھاتے ہی رہے
رن ہلاتے ہی رہے، حشر اٹھاتے ہی رہے تیر کھاتے ہی رہے، مشک بچاتے ہی رہے
کوئی پہلو پہ لیا کوئی جگر پر روکا
زد پہ مشک آئی تو پتلی کی سپر پر روکا

(۵۹) خلد سے آکے پکارے یہ پیمبرؐ شاباش آئی آواز نجف سے مرے دلبر شاباش
روحِ جعفر نے کہا، ثانیِ حیدرؑ شاباش بولیں زہراؑ مرے محسن مرے دلبر شاباش
نصرت سبط نبیؐ میں جد و کد کرتے ہو
امّاں صدقے مرے بیکس کی مدد کرتے ہو

(۶۰) لاکھ رُوباہوں نے روکا، یہ غضنفر نہ رکا — گڑ گئے سینے میں نیزے، پہ دلاور نہ رکا
فوج کے مکر و دغا سے بھی، یہ صفدر نہ رکا — کٹ گئے ہاتھ، مگر بازوئے سرور نہ رکا
گر گیا گو کہ علم پھر بھی نہ زنہار گرے
چھد گئی مشک تو ریتی پہ علمدار گرے

(۶۱) گرتے گرتے یہ کہا شاہِ ھدا اَدرِکنی — دلبر بنت رسول دوسرا اَدرِکنی
راحتِ جانِ شہِ عُقدہ کشا اَدرِکنی — پسر حضرتِ محبوبِ خدا اَدرِکنی
مرتے دم حسرت دیدار ہے آقا آؤ
وقت یٰسین کا ہے دلبر طاہا آؤ

(۶۲) یہ صدا سنتے ہی مولا نے جگر کو تھاما — ضعف پیری نے شہ جن و بشر کو تھاما
پاؤں تھرّائے تو اکبر نے پدر کو تھاما — درد نے اٹھ کے، مسافر کی کمر کو تھاما
یوں قضا باغِ تمنا کی فضا لوٹ گئی
دم بدم روکے کہا، ہائے کمر ٹوٹ گئی

(۶۳) گرتے پڑتے جو لب نہر گئے شاہِ امم — دیکھ کر بھائی کو مجروح کہا ہائے ستم
گرز سے سر ہے فگار اور ہے چہرے پہ ورم — مشک سینے پہ ہے پہلو میں محمدؐ کا علم
شان پر دیکھنے والوں کو گماں ہوتا ہے
گھاٹ روکے ہوئے بے خوف اسد سوتا ہے

(۶۴) جھک کے آہستہ پکارے یہ شہ کون و مکاں — ابھی زندہ ہو کہ جنت میں گئے بھائی جاں
بولے گھبرا کے یہ عباسؑ کہ مولائے زماں — السّلام اے جگر و جانِ رسولؐ دو جہاں
نہر پر آنے کی تکلیف جو فرمائی ہے
آپ کے ساتھ سکینہ تو نہیں آئی ہے

(۶۵) روکے فرمایا کہ بھیّا تری غیرت کے نثار — میرے جانباز برادر تری جرأت کے نثار
میری ناوان کے سقے تری ہمت کے نثار — اے مرے چاہنے والے تری چاہت کے نثار
پسر بادشہِ بدر و حنین آیا ہے
اٹھو بھائی تمہیں لینے کو حسینؑ آیا ہے

(٦٦) کہہ کے یہ بیٹھ گئے خاک پہ شاہِ شہدا سر علمدار دلافگار کا زانو پہ رکھا
اب جو اس شیر کی آنکھوں پہ نظر کی تو کھلا کوئی صدمہ ہے کہ روتے ہیں کہا بھائی یہ کیا
اپنے بچوں کے لئے محو قلق ہوتے ہو
بھائی عباسؑ کہو تو سہی کیوں روتے ہو

(٦٧) عرض کی اور ہی کچھ فکر ہے اے ابر کرم اپنے بچوں کا نہ کچھ دھیان نہ صدمہ نہ الم
بس اگر ہے تو فقط شہ کی حفاظت کا ہے غم عصر کی یاد میں بیتاب ہوں یا شاہ امم
مرتے دم بھی تو وہ صدمہ مجھے تڑپاتا ہے
کس طرح عرض کروں منھ کو جگر آتا ہے

(٦٨) وہ بزرگوں کا دم نزع، وہ دنیا سے سفر وہ نبیؐ، اور وہ آغوشِ ید اللہ، وہ سر
وہ سر شیر خدا اور وہ سرہانے شبّرؑ اور پھر فرق حسنؑ آپ کے وہ زانو پر
حیف یاں تو کوئی بھائی نہ بھتیجا ہوگا
ہائے پھر کیا سرِ سرور کا نتیجا ہوگا

(٦٩) جانِ زہراؑ نے کہا آہ نہ پوچھو بھیّا یہ الم یہ غم جانکاہ، نہ پوچھو بھیّا
میرے انجام کو للہ نہ پوچھو بھیّا کوئی مونس نہ ہوا خواہ، نہ پوچھو بھیّا
لب پہ امت کی دعا حلق پہ خنجر ہوگا
خاک پر گود میں زہراؑ کی مرا سر ہوگا

(٧٠) یہ سخن سنتے ہی عباسؑ کو ہچکی آئی جب حفاظت سے ہوئی یاس شہادت پائی
روکے بولے شہِ مظلوم کہ ہے ہے بھائی اک ذرا اور ٹھہر جاؤ مرے شیدائی
اپنی معصوم حزینہ سے تو ملتے جاؤ
بھائی عباسؑ سکینہ سے تو ملتے جاؤ

(٧١) ناگہاں آئی یہ آواز کہ آؤ عمّو تم سے روٹھی ہوں مجھے اُٹھ کے مناؤ عمّو
نہ کرو پیار، نہ چھاتی سے لگاؤ عمّو مشک تو پھیر دو پانی نہ پلاؤ عمّو
اور پاس آئی جو بچی دل مضطر اُلٹا
کانپ کر لاشۂ عباسِؑ دلاور اُلٹا

(۷۲) دوستو فصلِ غم و شیون و شین آخر ہے لو عزائے پسر شاہِ حنین آخر ہے
ماتمِ سبطِ رسول الثقلینؑ آخر ہے اس عزاخانے میں اب بزمِ حسینؑ آخر ہے
کربلا کو پسرِ خیر ورا جاتے ہیں
رو کے رخصت تو کرو شاہِ ہدا جاتے ہیں

(۷۳) الوداع اے پسرِ احمدِ مختارؐ حسینؑ الوداع اے جگرِ حیدرِ کرار حسینؑ
الوداع اے حرمِ پاک کے سالار حسینؑ الوداع اے علی اکبرؑ کے عزادار حسینؑ
نوحہ و ماتم و فریاد میں جاں کھو نہ سکے
ہائے مولا تمہیں جی بھر کے محبؔ رو نہ سکے

(۷۴) ہو کے مہماں جو ہمارے شہ عالم آئے احمدؐ و حیدرؑ و زہراؑ بھی بصد غم آئے
کیا خبر اگلے برس پھر جو محرّم آئے ہم لحد میں ہوں یہاں موسم ماتم آئے
غم نہ بھولیں گے تمہارا جو مریں گے مولا
ہم کفن پھاڑ کے ماتم تو کریں گے مولا

☆

مرثیہ

اِخلاص کی دلیل ہے رُویائے صادقہ

بند: ۸۰

تصنیف: ۱۹۷۸ء بمقام: کراچی، پاکستان

حضرت مولانا منتخب الحق صاحب اعلی اللہ مقامہ (جامعۂ کراچی) نے خدائے سخن میر انیسؔ اعلی اللہ مقامہ سے متعلق ایک خواب دیکھا تھا جس کی تفصیلات اس مرثیے کے چہرے میں نظم فرمائی ہیں۔

(خلاصہ)

رویائے صادقہ کی تشریح ___ اچھے اور برے خواب کا ذکر ___ ماہ عزا میں مولانا منتخب الحق کے خواب کا ذکر ___ میر انیسؔ کو خواب میں دیکھنا اور اُن سے گفتگو ___ مطلع ثانی۔ علم اسلام کی تعریف و تاریخ ___ کربلا میں علمدار کے بارے میں گفتگو ___ علمداری کے لئے حضرت عباسؑ کا انتخاب ___ جناب زینبؑ کی عون و محمد سے گفتگو ___ اذنِ جنگ مانگنا ___ جناب زینب کی بچوں کو نصیحتیں اور ہمت افزائی ___ بچوں کی میدان کے لئے رخصت ___ ماں کے دل میں بچوں کی شہادت کی خواہش ___

(۱) اِخلاص کی دلیل ہے رویائے صادقہ — تعبیر کا کفیل ہے رویائے صادقہ
منزل کا سنگِ میل ہے رویائے صادقہ — اک پرتوِ خلیل ہے رویائے صادقہ
حق کی طرف سے ہوتی ہے یہ دید کی خوشی
قربان ایسے خواب پہ ہو، عید کی خوشی

(۲) اچھا بھی خواب ہوتا ہے، کوئی برا بھی خواب — گاہے مہیب اور کبھی راحت فزا بھی خواب
پر لطف خواب اور کبھی بے مزا بھی خواب — باطل بھی خواب اور حقیقت نما بھی خواب
اک خواب جو ابھرتا ہے تحت الشعور سے
اک وہ، نمود جس کی ہے دنیائے نور سے

(۳) اپنے بھی خواب میں نظر آتے ہیں غیر بھی — شر بھی دکھائی دیتا ہے سوتے میں خیر بھی
اڑتا ہے آدمی کبھی مانندِ طیر بھی — نظارۂ سقر بھی ہے، جنت کی سَیر بھی
اک خواب ہے سڈول تو بے ڈول ایک خواب
شیطاں کو تازیانۂ لاحول ایک خواب

(۴) اک خواب وہ کہ موت کا سایا نظر پڑے — اک خواب، وہ کہ جس میں مسیحا نظر پڑے
اک خواب، جس میں دولت دنیا نظر پڑے — اک خواب، جس میں نعمت عقبیٰ نظر پڑے
اک ذلتوں کا ایک تفاخر کا خواب ہے
اک مُلکِ رَے کا خواب ہے، اک حُر کا خواب ہے

(۵) حُر جبکہ تھا شریکِ سپاہِ امیرِ شام — باطل کا تھا مطیع بہت دور تھے امام
لیکن قبول حق کا جو تھا ظرف لا کلام — رویا میں آئیں دخترِ پیغمبرِ انامؑ
تسبیح فاطمہؑ کا وہ اس وقت دُر نہ تھا
دولت کا تھا غلام، شریعت میں حُر نہ تھا

(۶) اک خواب وہ بشر ہو جسے دیکھ کر ملول اک وہ کہ اضطراب میں تسکین ہو حصول
اک وہ جسے کرے دل حق آشنا قبول یعنی وہ خواب دیکھیں جسے زوجۂ رسولؐ
خود رو پڑیں حضورؐ کو بیتاب دیکھ کر
رونا ہو سنت نبوی خواب دیکھ کر

(۷) مانا کہ خواب ہوتے ہیں اضغاث بھی، مگر صادق ہیں وہ کہ جن میں بنیں سرمۂ بصر
قدسی، نبیؐ، امامؑ، ولی، مردِ حق نگر مداحِ آل و ذاکر سلطانِ بحر و بر
ابلیس اِن کے بھیس میں آ جائے، کیا مجال
شر، خیر کے محل میں سما جائے، کیا مجال

(۸) زیرِ نظر ہے آج بھی ایسا ہی ایک خواب عین الیقین جس میں ہے مداحِ بوترابؑ
وہ بوترابؑ، جس سے صداقت ہے فیضیاب جن کا ''زبانِ صدق'' ہے قرآن میں خطاب
اِس خواب میں جو مصحف ناطق کا ذکر ہے
کیا احتمالِ کذب، کہ صادق کا ذکر ہے

(۹) یہ خواب، جو فروغِ بصیرت کا ہے سبب مقصد ہے جس کا یوسف زہراؑ سے منتسب
جس کے لئے زمانے کے اہل ولا میں اب حق نے کیا ہے ''منتخب الحق'' کو منتخب
ہم سے کہا جو ناظرِ دیندار نے یہ خواب
دیکھا ہمارے دیدۂ بیدار نے یہ خواب

(۱۰) ماہِ عزا میں ایک شب آنکھیں ہوئیں جو بند دنیا سے ہٹ گئی نگہ پاک و ارجمند
تقدیس کی فضا میں اڑا روح کا سمند دل کی نگاہ صورتِ طالع ہوئی بلند
پُر کیف اک سکون کی دنیا نظر پڑی
آئینۂ حیات میں عقبیٰ نظر پڑی

(۱۱) کچھ مختلف جہانِ فنا سے تھا وہ جہاں جز قلب مطمئن کوئی ساتھی نہ تھا جہاں
رہ رہ کے اپنے دل پہ مجھے خود یہ تھا گماں کشتی ہے ایک قلزمِ تجرید میں رواں
گو خواب تھا مگر نہ وہ خواب و خیال تھا
تھا عالم مثال، مگر بے مثال تھا

(۱۲) مانوس اُس جہاں سے نہ تھے گو دل وجگر — پھر بھی نہ اجنبیت و وحشت کا تھا اثر
اک قصر پر شکوہ یکایک پڑا نظر — عظمت کا گھر، ادب کا مکاں، رحمتوں کا در
دریاں سے روک ٹوک کسی پر نہ فوج سے
ظاہر علوئے ظرف مکیں جس کے اوج سے

(۱۳) معلوم کچھ نہ تھا کہ یہ کس کا ہے قصر نور — خواہاں تھا داخلے کا مگر، قلب نا صبور
گھر غیر کا تھا، دل تھا مگر غیریت سے دور — مخلوط ہو گئے تھے شعور اور لا شعور
حجرے تھے، منزلیں تھیں، مگر پیچ وخم نہ تھا
موزونیت میں بیت سخنور سے کم نہ تھا

(۱۴) پردے پڑے ہوئے تھے دروں پر بصد صفا — لیکن اٹھے ہوئے تھے حجاباتِ ماورا
دربان تھی جلالتِ نادیدہ باخدا — میں بے حجاب پردۂ در کی طرف بڑھا
شوق لقا نے دستِ عقیدت بڑھا دیا
پردے سے غیریت تھی تو اس کو اٹھا دیا

(۱۵) تھے اک بزرگ تخت معلیٰ پہ جلوہ گر — رخ پر وہ نور تھا کہ ٹھہرتی نہ تھی نظر
جھرمٹ تھا منھ کے گرد شعاعوں کا اس قدر — جیسے طلوعِ شمس کا عالم دمِ سحر
لوحِ جبیں نقوشِ متانت لئے ہوئے
چہرہ بہشتیوں کی جلالت لئے ہوئے

(۱۶) خدمت میں ان بزرگ کی اصحاب مقتدر — بیٹھے تھے کرسیوں پہ بصد جاہ و کرّ و فر
حیرت فزا تھی بزم کی یہ شان سر بسر — سورج کی انجمن میں ستارے تھے جلوہ گر
مُقدار سے جو صدر کی عظمت دو چند تھی
سب کرسیوں سے تخت کی کرسی بلند تھی

(۱۷) مجھ کو ملا جو نخلِ مودت کا یہ ثمر — تسلیم کو جھکا صفت نخلِ بارور
خالی وہیں جو اک مجھے کرسی پڑی نظر — مثل نگاہِ شوق بڑھا در سے میں اُدھر
بولے بزرگ آیئے نزدیک آیئے
میرے قریب تخت پہ تشریف لایئے

(۱۸) جھجکا ذرا بپاسِ ادب میں جو ایک بار آؤ اِدھر، بزرگ پکارے بصد وقار
اب کیا تھی یہ مجال کہ دم لے یہ خاکسار سر خم کیا تو پاؤں بڑھا مثلِ اعتبار
ٹالیں بڑوں کے حکم کو تہذیب کب یہ ہے
فوق الادب ہے امر، اصول ادب یہ ہے

(۱۹) میں امتنان در دل و شکرِ خدا بلب آداب کرکے تخت پہ بیٹھا بصد ادب
اس مرحلے پہ سب سے بڑی فکر تھی یہ اب دیکھا کسے؟ بتاؤ گے کیا جا کے؟ منتخب؟
کس چاہ سے قریب بلایا ہے دور سے
سوءِ ادب ہے نام جو پوچھوں حضور سے

(۲۰) دل نے کہا کہ طرزِ عرب کیجئے اختیار پوچھا بزرگ سے کہ زعیم فلک وقار
بد قسمتی ہے اب جو نہ جانے یہ خاکسار حاصل ہوا ہے کس کی زیارت کا افتخار؟
یہ کیا جگہ ہے؟ آپ یہاں کے رئیس ہیں؟
حضرت نے مسکرا کے کہا ''ہم انیس ہیں''

(۲۱) یہ بیت پُر نعم کہ ہے اک قطعۂ نعیم ہم ایک سو برس سے اسی گھر میں ہیں مقیم
میں نے کہا کہ مشغلۂ ذاتِ مستقیم؟ بولے جواب میں کہ وہی شیوۂ قدیم
یہ ایک ہی تو کام ہے عقبٰی کے کام کا
مداح ہوں حسین علیہ السلام کا

(۲۲) نامِ حسینؑ سنتے ہی میں نے پڑھا درود پھر عرض کی ادب سے کہ اے خاصۂ وُدود
دو چار بند جن میں یہاں کے ہوں تار و پود ہو جائیں نذرِ سامعہ، از راہِ لطف و جود
صدقہ عطا ہو مجھ کو بھی مولا کے نام کا
عاشق ہوں میں حسین علیہ السلام کا

(۲۳) بولے یہ سن کے کس شفقت سے وہ نیک نام مختص اسی جگہ سے یہاں کا ہے سب کلام
سنتے ہو تم ہمارے مراثی جو صبح و شام یہ، وہ، سب ایک ہیں وہی شاعر، وہی امام
اِن مرثیوں کی چھوٹ مراثی تمام ہیں
یہ آفتاب ہیں تو وہ ماہِ تمام ہیں

(۲۴) یہ سن کے آنکھ کھل گئی اب تھا سرورِ خواب — یہ مرثیہ اسی کی ہے تعبیر باصواب
ہاں اے نسیم اب وہ دکھا دے گل خوش آب — اک چھوٹ ہو انیس کی، سب جن کی آب وتاب
مطلع وہ لکھ کہ مطلعِ انوار ماند ہو
مضموں سیہ حروف میں بدلی کا چاند ہو

(۲۵) کس خواب سے خلیل کی قسمت جوان ہے — فدیوں سے کس کے دین محمدؐ کی شان ہے
کس کا جہاد امنِ دو عالم کی جان ہے — کس کا نشان فتحِ مبیں کا نشان ہے
ارماں لوائے حمد کو ہے جس کی دید کا
وہ ہے علم جناب حسین شہید کا

(۲۶) اے فطرت بلند! ثریا حشم ہو آج — اے طبع ارجمند! عطارد رقم ہو آج
اے کلک! فوجِ فکر و نظر کا علم ہو آج — اے بالِ جبرئیلِ امیں! مو قلم ہو آج
نقشہ کھینچے گا رایت رفعت مآب کا
خامہ شعاع کا ہو، ورق آفتاب کا

(۲۷) ہے شُقّۂِ عروجِ شرف، حق کا یہ علم — دل کھینچتا ہے جن کی طرف، حق کا یہ علم
مقصودِ انبیائے سلف، حق کا یہ علم — حسبِ مذاقِ شاہِ نجف حق کا یہ علم
شامل علم بھی دین کی نصِ جلی میں ہے
ہے عین و لام اِس میں وہی جو علیؑ میں ہے

(۲۸) واقف رموز اسم علم سے علیم ہے — یہ عین و لام، عین عطائے عظیم ہے
پھر اس سے متصل جو محمدؐ کا میم ہے — ثابت علیؑ سے قُربِ رسولِ کریمؐ ہے
دیکھو یہ لطف خاص بشیر و نذیر کے
اک حرف بادشاہ کا ہے دو وزیر کے

(۲۹) اسلام ایک شمع، یہ لَو شمع نور کی — اب لن ترانیاں ہیں کہاں نخلِ طور کی
تصویر لے کے دل میں نشانِ حضورؐ کی — آنکھیں ہوئیں جو بند تو سوجھی ہے دور کی
جب بزم کُن فکاں کو علم سے حشم ملا
جس کو ملا تھا علم، اسی کو علم ملا

(۳۰) ہے فتح کا نشاں علمِ شاہِ ارجمند جس سے جنودِ حق کی جلالت ہوئی دو چند
وہ چوب جس سے کفر کا لرزاں ہے بند بند پرچم مثالِ شہپر جبریل سر بلند
سر پر اصولِ دیں کا جو پنجہ چڑھا رہا
ہر جنگ میں نبیؐ سے، یہ آگے بڑھا رہا

(۳۱) کیا ہو بیاں نشانِ رسولِؐ زمن کا حُسن جس پر نثار یوسفِ گُل پیرہن کا حُسن
ہمرنگ آل کیوں نہ ہو اُس صف شکن کا حُسن رکھتا ہے جس کا سبز پھریرا حسنؑ کا حُسن
کس کو ہوا نصیب جو اس کا وقار ہے
دوش سوارِ دوشِ نبیؐ پر سوار ہے

(۳۲) شوکت ہے دین کی علمِ مصطفیٰؐ کے ہاتھ خیبر کی فتح جیسے شہِ لافتا کے ہاتھ
پنجہ اشارہ کرتا ہے پیہم اٹھا کے ہاتھ کر لو خدا کے ہاتھ سے بیعت، بڑھا کے ہاتھ
پنجے میں ان کے مژدۂ فتح قریب ہے
جہد و جہاد میں ید طولیٰ نصیب ہے

(۳۳) آیات کبریا میں نمایاں ہے یہ نشاں سائے میں جس کے دین کا ہے کارواں رواں
دم سے اسی کے شجرۂ نصرت ہے گلفشاں تقویٰ کو تقویت ہے تو ایمان کو اماں
پنجہ پھرہرا شاہد عرفانِ پنجتنؑ
پانچ انگلیاں لئے ہوئے دامانِ پنجتنؑ

(۳۴) حمزہ اسی کے فیض سے جرار ہو گئے فتحِ مبیں کے، بدر میں حقدار ہو گئے
جعفر کو جب ملا، تو وہ طیار ہو گئے حیدرؑ اسے اٹھاتے ہی، کرّار ہو گئے
پتھر میں نصب ہو یہ فقط اس کی شان ہے
خیبر سے پوچھ لو یہ رَجُل کا نشان ہے

(۳۵) ایسا کوئی نشان کہاں ہے کسی کے پاس صرف ایک تھا ازل میں خدائے غنی کے پاس
لایا مثالِ وحی جو قدسی نبیؐ کے پاس پہنچا یہ ہاتھوں ہاتھ نبیؐ سے علیؑ کے پاس
رکھا بہ احتیاط بڑے نورِ عین نے
پایا حسنؑ سے مثل امامت حسینؑ نے

(۳۶) ڈیوڑی سے دیکھ دیکھ کے اب اس کی عزّوشاں ہر دل میں ہے امنگ، ملے مجھ کو یہ نشاں
پنہاں جو شوق ہے وہ نگاہوں سے ہے عیاں تیور بدل کے طفل حسیں ہو گئے جواں
بوڑھے بھی آج شیر ژیاں ہیں بنے ہوئے
رکھ کر کمر پہ ہاتھ کھڑے ہیں تنے ہوئے

(۳۷) اس رعب و داب کا کہیں جرار ہے کوئی حمزہ ہے کوئی، جعفر طیار ہے کوئی
صفدر مثالِ حیدرؑ کرار ہے کوئی بالکل شبیہِ احمدِ مختارؐ ہے کوئی
شبّرؑ کے شیر چشم تمنا بنے ہوئے
قاسم بھی ہیں حسنؑ کا مثنیٰ بنے ہوئے

(۳۸) مضطر ہیں شائقِ علم شیرِ ذو الجلال حُسنِ طلب ہے باتوں سے ظاہر دمِ مقال
کہتا ہے کوئی دلبرِ شبّرؑ ہیں خوش جمال پہلے انہیں کے باپ کا حق ہے علیؑ کا مال
بولا کوئی کہ اِن سے بھی اکبر وجیہ ہیں
جن کا نشان ہے یہ انھیں کی شبیہ ہیں

(۳۹) آپس میں کہہ رہے ہیں، کچھ اصحاب جاں نثار زینب کے لاڈلے بھی ہیں جعفر کے ورثہ دار
کہتے ہیں کچھ دلیر، یہ تن تن کے بار بار اسلاف کا بھی فخر ہیں، عباسؑ نامدار
حمزہ تھے پُر جگر، یہ وفاداریاں نہ تھیں
جعفر کے بازوؤں میں یہ طیاریاں نہ تھیں

(۴۰) بولے زُہیرقین کہ بیشک بجا کہا مسلم پکارے عین مرا مدعا کہا
بولے بُریر، خوب بپاسِ وفا کہا ہنس کر کہا حبیب نے، واللہ کیا کہا
عباسؑ ہمرکابِ شہ بے نظیر ہیں
گویا نبیؐ کے ساتھ جناب امیرؑ ہیں

(۴۱) کہتے ہیں بعض مصلحت آگاہ چپ رہو سن لے کہیں نہ فاطمہؑ کا ماہ چپ رہو
مالک علم کے ہیں شہِ ذی جاہ چپ رہو زینب کا بھی لحاظ ہے للہ چپ رہو
خواہر کے حق شناس شہ کربلائی ہیں
ہم کیوں دخیل ہوں، یہ بہن ہیں، وہ بھائی ہیں

(۴۲) انصار باوفا میں جو یہ قیل و قال ہے سن کر عجیب فکر میں زہراؑ کا لال ہے
مولا کو سب کی دل شکنی کا خیال ہے کس کس کو دیں نشاں کا اُلم یہ ملال ہے
ہے مصلحت کا علم جو حق کے فدائی کو
شہ بار بار دیکھتے ہیں چھوٹے بھائی کو

(۴۳) اس دم غم و ملال کے بادل جو چھائے ہیں مولا خیامِ پاک میں تشریف لائے ہیں
کچھ فکر ہے کہ قبلۂ دیں سر جھکائے ہیں دیکھا سلاح خانے میں زینب کے جائے ہیں
اک تولتا ہے تیغ علیؑ چوم چوم کے
اک دیکھتا ہے سوئے نشاں جھوم جھوم کے

(۴۴) بولے بہن سے سرور ذی جاہ دیکھنا کیا کرتے ہیں ہمارے ہوا خواہ دیکھنا
تیور تو ان صغیروں کے واللہ دیکھنا ہمشیر اپنے یوسفوں کی چاہ دیکھنا
چہروں سے ہم دلوں کے ارادوں کو پا گئے
بچوں کے ولولوں پہ علیؑ یاد آگئے

(۴۵) تیغ و علم کو شوق سے تکتے ہیں بار بار زینب تمہارے پھول، اٹھالیں گے ان کا بار؟
بولی بہن، صغیر ہیں، کیا ان کا اعتبار میرا تو لال وہ ہے، جو مولا پہ ہو نثار
عمریں ہی کیا ہیں اِن کی جو کچھ کر کے آئیں گے
تب میں تو شاد ہوں گی، یہ جب مر کے آئیں گے

(۴۶) کیسا نشاں، نشانیِ حیدرؑ کی خیر ہو دشتِ بلا میں فاطمہؑ کے گھر کی خیر ہو
عباسؑ اور دلبر شبرؑ کی خیر ہو یا کبریا شبیہِ پیمبرؐ کی خیر ہو
فوجِ خدا کو آپ سا سالار چاہیے
ہم صورتِ نبیؐ سا علمدار چاہیے

(۴۷) یہ بات سن کے رونے لگے شاہِ خوش خصال بولے کہ اے بہن ہمیں آتا ہے یہ خیال
اکبر کو دیں نشان تو قاسم کو ہو ملال زندہ ہے اِن کا باپ وہ بن باپ کا ہے لال
دونوں کو حق کی فوج کا سالار کیجیے
عباسِ باوفا کو علمدار کیجیے

(۴۸) وہ بولیں شاد ہو کے، جو مرضی ہو بھائی جان — دیجے انھیں کو شوق سے رایت بعز و شان
جن کا ہے یہ نشان انھیں کے ہیں یہ نشان — شاگرد آج ان کے ہیں سب حیدری جوان
قائم رکھے خدا مرے بابا کی جان کو
عباسؑ آؤ، بڑھ کے اٹھا لو نشان کو

(۴۹) آگے تو وہ بڑھے سر تسلیم کر کے خم — پر بھانجوں کے رخ پہ نظر کی بصد کرم
زینب پکاریں، بائیں! یہ کیا؟ میرے ذی حشم — بیجا ہیں وسوسے تمھیں دیتی ہوں میں علم
تم شاہ کے غلام ہو زینب کنیز ہے
میں جس کو بخش دوں مرے بابا کی چیز ہے

(۵۰) رایت اٹھا کے لائے جو عباسؑ مہ جبیں — انجام کار سوچ کے مولا ہوئے حزیں
خیمے سے نکلے دل کو سنبھالے امام دیں — زینب نے چھوٹے بھائی کی بڑھ کر بلائیں لیں
بولیں میں کیا کروں مرے بچے تو خورد ہیں
عباسؑ اب حسینؑ تمھارے سپرد ہیں

(۵۱) تسکین دے کے در سے جو نکلا وہ نامدار — مشغول موعظہ تھے یہاں شاہِ ذی وقار
دی تہنیت جو اکبر و قاسم نے بار بار — شفقت سے مسکرا دیے عباس نامدارؑ
غل تھا کہ لو علیؑ کی یہ تصویر ہوگئے
منھ دیکھ کر حبیب بغل گیر ہوگئے

(۵۲) طفل و جوان و پیر سبھی شاد تھے وہاں — شامل انھیں میں خواہر شہ کے بھی تھے نشاں
استاد کے ادب سے جو کھلتی نہ تھی زباں — منھ سے نہ کہہ سکے کہ مبارک ہو ماموں جاں
دل سے مگر سرور کے چشمے ابل پڑے
یوں خوش ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑے

(۵۳) بیٹی نے فاطمہؑ کی سنا جب یہ ماجرا — تھرا گئی وفور الم سے وہ باوفا
عصمت سرا میں بیٹوں کو بلوا کے یہ کہا — آنسو بھرے ہو آنکھوں میں، دل کو الم ہے کیا
ہوگی خبر جو اِس کی خدا کے فدائی کو
کیا کیا گماں نہ گزریں گے عباسؑ بھائی کو

(۵۴) پہچانتے تھے ماں کے جو تیور وہ باوفا — گھبرا گئے یہ سنتے ہی، تھرّائے دست و پا
تھیں مضطر و ملول جو کچھ بنتِ مرتضیٰ — روکر دبی زبان سے بولے وہ مہ لقا
اماں طلب نہیں ہمیں ہرگز نشان کی
آنسو تھے وہ خوشی کے، قسم نانا جان کی

(۵۵) ماموں سے پوچھئے کہ غلاموں نے کیا کہا — منھ سے نہ ایک حرف برا یا بھلا کہا
بے شک نشان دیکھ کے صلِّ علیٰ کہا — ماموں کی شان دیکھ کے، اے مرحبا، کہا
خواہاں نہیں کہ شہ علمِ ذی وقار دیں
ہاں جراُتیں دکھائیں اگر ذو الفقار دیں

(۵۶) مادر نے منھ کو چوم کے فرمایا مرحبا — میں تم کو جانتی ہوں کہ ہو صاحبِ وفا
وارث بھی ہو علیؑ ولی کے، کلام کیا — لیکن یہ تیغ ایک ہے، تم دو ہو میں فدا
یہ اس کے کام کی بھی نہیں جو ولی نہیں
اب تک بجز امام کسی سے چلی نہیں

(۵۷) سن کر جو یہ جواب دلیروں نے سر جھکائے — ماں نے سلاح خانے سے دو نیمچے منگائے
قرآنِ صفدری کے یہ آئے جو ہاتھ آئے — قبضوں کی بیل دیکھ کے یہ پھول مسکرائے
ماں نے کہا یہ فیض ہے شاہِ حنین کا
اِس پر حسنؑ کا نام ہے اُس پر حسینؑ کا

(۵۸) خوش ہو کے جھومنے لگے دونوں وہ لالہ فام — باندھے کمر میں نیمچے جھک کر کیے سلام
ناگاہ تیر آنے لگے جانبِ امامؑ — حاضر ہوئے یہ شیر حضورِ شہ انام
آنکھیں لڑی تھیں فوج سے قبضوں پہ ہاتھ تھے
بڑھ کے رکے ادب سے، کہ عباسؑ ساتھ تھے

(۵۹) تا دیر اشقیا کی جفا دیکھتے رہے — اہلِ حرم کو محوِ بکا دیکھتے رہے
ماموں کے یاوروں کی وفا دیکھتے رہے — سب غازیوں کا طرزِ وغا دیکھتے رہے
رہ رہ کے تھا ملال بھی، غیظ و جلال بھی
مارے گئے حبیب بھی، مسلم کے لال بھی

(۶۰) بیتاب ہو کے آئے وہ جاں باز ماں کے پاس — گھبرا کے غم نصیب پکاری بدرد و یاس
کیوں بدحواس آئے ہو چہرے ہیں کیوں اداس — کیا دیکھ کر لڑائی کو طاری ہوا ہراس
رن سے پھرا ہے کون تمہارے گھرانے میں
نانا کی دھاک بیٹھی ہے سارے زمانے میں

(۶۱) کیا کیا گزر گئے شہ دیں پر غم و محن — بچھڑے مسافرت میں رفیقانِ بے وطن
نذر خزاں ہوا مرے بھائی کا سب چمن — مسلم کے لال مارے گئے، لٹ گئی بہن
کس کس شہید کے لئے آنسو بہاؤ گے
اب کس کی لاش دیکھ کے مرنے کو جاؤ گے

(۶۲) بولے وہ گلبدن کہ ہماری خطا نہیں — ہم کیا کریں امامِ امم کی رضا نہیں
اذنِ جہاد صبح سے اب تک ملا نہیں — ماموں سے پوچھ لیجئے، یہ سچ ہے یا نہیں
پاتے جو اذن نورِ نگاہِ بتولؑ سے
پہلے ہمیں بہشت میں ملتے رسولؐ سے

(۶۳) ماں نے کہا، عبث نہ یہ باتیں مجھے سناؤ — مانگا تھا اِذن قدموں پہ گر کر،؟ قسم تو کھاؤ
اچھا ذرا امام کو، گھر میں بلا تو لاؤ — خود پوچھ لوں گی، کیوں انہیں رخصت نہ دی، بتاؤ
یہ دونوں کیوں تمہاری نظر میں حقیر ہیں
مسلمؑ کے لاڈلوں سے بھی کیا یہ صغیر ہیں

(۶۴) یہ ذکر تھا کہ شاہؑ خود آئے بہن کے پاس — بیٹھیں وہ سر جھکا کے شہِ بے وطن کے پاس
بچے بھی روئے بیٹھ کے شاہ زمن کے پاس — نزدیک تھا کہ آئیں کلیجے دہن کے پاس
اشکوں سے یوں دلیروں نے، دامن بھگوئے تھے
سبطین جس طرح، غم زہراؑ میں روئے تھے

(۶۵) کہتے تھے شاہِ تشنہ دہن، کیا کرے حسینؑ اے بنت شاہ قلعہ، شکن کیا کرے حسینؑ
لٹتا ہے حسرتوں کا چمن، کیا کرے حسینؑ للہ کچھ بتاؤ بہن، کیا کرے حسینؑ
پوچھو تو کیوں یہ روتے ہیں کیوں ہائے ہائے ہے
روئے انھیں حسینؑ، تمہاری یہ رائے ہے؟

(۶۶) روکر کہا بہن نے کہ اے شاہ خوش خصال کوثر کے خواستگار ہیں دونوں یہ نونہال
یہ کیا ہیں، جبکہ مر گئے بیوہ بہن کے لال بھیا! سخی ہیں آپ نہ رد کیجئے سوال
رو رو کے جان دوں گی جو روکا امام نے
وعدہ یہ کرچکی ہوں، میں اماں کے سامنے

(۶۷) شہ نے کہا، کہ بیکس و تنہا پہ رحم کھاؤ خواہر خدا کے واسطے، بھیا پہ رحم کھاؤ
وہ بولیں بھائی! دختر زہراؑ پہ رحم کھاؤ بیکس پہ، بے نصیب پہ، دکھیا پہ، رحم کھاؤ
شہ بولے رن کو آپکے جائے نہ جائیں گے
زینب یہ داغ ہم سے اٹھائے نہ جائیں گے

(۶۸) مجھ سے پھری ہے ساری خدائی، میں کیا کروں کیونکر لٹاؤں تیری کمائی، میں کیا کروں
بولیں نصیب میں ہے جدائی، میں کیا کروں اماں سے قول ہاری ہوں بھائی، میں کیا کروں
للہ رد نہ کیجئے، ہدیہ فقیر کا
دیتی ہوں واسطہ میں جناب امیرؑ کا

(۶۹) شہؑ نے کہا، نہ روؤ بہن شور وشین سے میرا تو چین بس ہے تمہارے ہی چین سے
دنیا پھری ہے فاطمہؑ کے نور عین سے ان کو بھی تم چھڑاتی ہو بیکس حسینؑ سے
چھٹ جائیں گے یہ لال تو سب جان کھوئیں گے
یہ ہے خوشی تمہاری تو ان کو بھی روئیں گے

(۷۰) بیٹی نے فاطمہؑ کی کہا شکر کردگار تسلیم کر کے شہؑ کو، اٹھے دونوں جاں نثار
زلفیں سنوارنے کو بڑھی ماں، بصد وقار باندھے عمامے، پونچھ دیا چہروں کا غبار
جانبازوں نے کمر جو کسی جھوم جھوم کے
مادر بلائیں لینے لگی منھ کو چوم کے

(۷۱) بولی کہ جاؤ حشر بپا کر کے آئیو ستھراؤ کر کے خوں میں صفیں بھر کے آئیو
منھ پھیر کر، نہ سامنے مادر کے آئیو شمر شقی کو مار کے، یا مر کے آئیو
پہرا ہو چاہے لاکھ، سپاہِ کثیر کا
خنجر تو بڑھ کے چھین ہی لینا شریر کا

(۷۲) تم شیرِ بنتِ شیرِ خدا ہو بہادرو! مشکل نہیں ہے، فتح جو چاہو بہادرو!
جو بات ہو، سبھوں سے سوا ہو بہادرو! وہ رن پڑے، کہ حشر بپا ہو بہادرو!
سب خلق فیضِ نصرت شبیرؑ دیکھ لے
ماں بھی کچھ اپنے دودھ کی تاثیر دیکھ لے

(۷۳) وقت وغا نہ ہاتھ چلیں دیر دیر کے ہر معرکہ میں ساتھ رہے شیر، شیر کے
بھاگیں پرے جہاں سے بھی، منھ پھیر پھیر کے پھر لائیو وہیں پہ انھیں گھیر گھیر کے
جعفر کریں یہ فخر نکل کر مزار سے
یوں کھیلتے ہیں شیر کے بچے شکار سے

(۷۴) کوفے کے در پہ جاؤ تو چولیں ہلا کے آؤ خیبر کشا کی طاقت وعظمت دکھا کے آؤ
ماموں کا ہر دیار میں ڈنکا بجا کے آؤ قصر امیر شام پہ، بجلی گرا کے آؤ
پاؤ ظفر، جو فیضِ امام مجید سے
تاریخ لکھ کے آئیو خونِ یزید سے

(۷۵) ہاں مل کے دونوں رن کے دبا لیجیو پرے — جو گھیرنے کو آئے وہ خود قہر میں گھرے
جھپکے نہ آنکھ، سامنے بجلی اگر گرے — یوں نیمچے چلیں، کہ سپاہوں کا رخ پھرے
گھبرا نہ جائیو جو مصیبت بڑی پڑے
پڑھ لینا جوشنین، جو کوئی کڑی پڑے

(۷۶) ہاں افسرانِ فوج کے تم سر اتارنا — تن تن کے، جھوم جھوم کے، بڑھ بڑھ کے، مارنا
گھیرے سپاہِ ظلم، تو ہمت نہ ہارنا — گھوڑوں سے جب گرو تو علیؑ کو پکارنا
کھونا نہ مرتے دم دل مادر کے چین کو
ہو جاؤں گی خفا، جو پکارے حسینؑ کو

(۷۷) کل تک یہ تھی مراد، جواں ہوں جو گلعذار — شادی رچاؤں، دھوم سے دونوں کی، ایک بار
آج آرزو یہ ہے، مرے بھائی پہ ہو نثار — سہروں کے بدلے، پیچ ہوں شملوں کے تار تار
اب تو یہی ہے بیاہ کہ ماتم بپا کروں
تم گردنیں کٹاؤ، میں سجدہ ادا کروں

(۷۸) تن تن کے، تن پہ برچھیاں کھانا بہادرو! — اہل وفا کہے گا زمانا بہادرو!
عباسؑ کا جلال، دکھانا بہادرو! — واری، سوئے فرات نہ جانا بہادرو!
پیاسے جو صدقے ہوگے، شہ مشرقین پر
خود بخش دوں گی دودھ، میں نام حسینؑ پر

(۷۹) مرکر جو آؤ گے، تو صلا دوں گی میں تمھیں — کوثر امام دیں سے، دلا دوں گی میں تمھیں
رو رو کے میتوں پہ دعا دوں گی میں تمھیں — بہر کفن خود اپنی ردا دوں گی میں تمھیں
اے دلبرانِ جعفر طیار الوداع
بچے پکارے، مادر غم خوار الوداع

(۸۰) جس حوصلے سے رن کو یہ لڑکے ہوئے رواں — ایماں کی یہ لگن ہے، جوانوں میں بھی کہاں
ہمت کریں یتیم جو ہم بھی، تو بے گماں — زندہ ہو آج پھر وہ تفاخر کی داستاں

پلٹے وہی خلوص بھی، خیر و صواب بھی
فکر و نظر بھی، عزم و عمل کا شباب بھی

☆
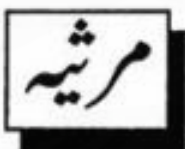
ضمیرِ کُن فیکُوں ہے مزاجِ دانِ بشر

بند: ۷۶

تصنیف: ۱۹۵۳ء — بمقام: خیر پور۔ پاکستان

(خلاصہ)

اسلام اور معاشرے میں عورت کا مقام ___ فضائل جناب زینبؑ ___ جناب زینبؑ، اور اسلام میں ان کے اقدام کی اہمیت ___ شامِ غریبان کا منظر ___

(۱) ضمیرِ کُن فیکُوں ہے مزاج دانِ بشر — امین تیر قضا و قدر، کمانِ بشر
فساد و ظلم کی تخلیق، امتحانِ بشر — ملائکہ کی جبیں، سنگِ آستانِ بشر
خموش بحثِ غلط میں جو علم پا کے رہا
یہ کبرِ نفس فرشتوں کا سر جھکا کے رہا

(۲) قریب تر ہے یہ خالق سے باہمہ دوری — اسی کی ذات پہ بس سعیِ کُن ہوئی پوری
ظہورِ جلوۂ قدرت بشانِ مستوری — اک اختیارِ مجسم، بہ شکل مجبوری
ملک کا علم ہے محدود بندگی کے لئے
عمل کا جذبۂ مخصوص آدمی کے لئے

(۳) نہ کیوں ہو عالمِ اکبر یہ عالمِ پُرکار — کہ جس کی ذات ہے گویا خزینۂ اسرار
وہ جسم سرمۂ چشمِ مَلک ہے جس کا غبار — وہ روح امرِ مشیت کی جو امانت دار
وہ دل جو عرشِ حقیقت ہے حق شعاری سے
وہ نفس جس کا ہے سودا رضائے باری سے

(۴) وہ آنکھ عین حقیقت ہے جس کی خود نگری — وہ کان، کانِ صداقت بہ وصفِ دیدہ وری
جبیں میں عظمت لوح و قلم کی جلوہ گری — مشیت صمدی ہے بصورتِ بشری
نہیں علیم، مگر عالم دو عالم ہے
نہیں قدیر، مگر قدرتِ مجسم ہے

(۵) عجیب ذرۂ صحرا طراز اس کا وجود — عجیب قطرۂ طوفاں شگاف اس کی نمود
عجیب جلوۂ جاناں نواز اس کا شہود — خود اپنی ذات میں محدود اور بغیر حدود
جو اپنے عالم وہم و گماں میں رہتا ہے
مکاں کی قید میں بھی لامکاں میں رہتا ہے

(۶) یہ مشت خاک ہے وہ مایۂ خمیر شعور — تمام پیکر خاکی، تمام عالم نور
خود اپنی چشمِ تماشا سے گو رہے مستور — مگر یہ غیبت مطلق کا رازداں ہے حضور
اگرچہ اہل نظر ہے، ہلاکِ دید بھی ہے
یہ حُسن ذات کا شاہد بھی ہے شہید بھی ہے

(۷) یہ خاک آدم و حوا کی جس میں ہے شرکت — ہے دو طرح کی بحدِ نزاکت و قوت
قوی ہو گر تو رَجُل ہے نحیف تو عورت — جلال اس کا ہے شیوہ جمال اس کی صفت
یہ اور شے ہے تشدد سے مرد حاوی ہیں
مگر فضائلِ انسانیت مساوی ہیں

(۸) نہ مرد کو ہے تفوق حیات میں زن پر — نہ زن ہے منزلِ امکاں میں مرد سے برتر
جدا جدا ہیں خصائص الگ الگ جوہر — وہ مردمی ہے یہ عفت وہ علم ہے یہ ہنر
وہ اِس کی مثل، یہ اُس کا جواب ہے گویا
کتاب وہ ہے یہ اُمّ الکتاب ہے گویا

(۹) یہ فکر ہے وہ تفکر، یہ ذہن ہے وہ ذہیں — یہ عشق ہے تو وہ عاشق یہ حُسن ہے وہ حسیں
یہ ہے مکان کی زینت وہ زیتوں کا مکیں — یہ ہاجرہ وہ مہاجر یہ آمنہ وہ اَمیں
یہ گو عمل میں ادھوری ہے اور وہ سارا ہے
مگر یہ مصحف تخلیق ہے وہ پارلہ ہے

(۱۰) یہ عیش ہے وہ معیشت یہ ساز وہ آہنگ — یہ گل وہ دامن گلچیں یہ بوئے گل تو وہ رنگ
یہ انبساطِ دل پر غبار، وہ دل تنگ — یہ شانِ حسن وہ شانہ یہ آئینہ تو وہ سنگ
قیاسِ عام میں لیلیٰ یہ ہے تو قیس وہ ہے
یہ حسن سے ہے مسلح وفا سے لیس وہ ہے

(۱۱) یہ جانِ عظمتِ ماضی وہ شانِ صورتِ حال — یہ دل وہ عقل یہ جذبہ وہ حس یہ قال وہ حال
یہ شاعری کی لطافت وہ فلسفے کا کمال — یہ حور ہے وہ فرشتہ، جو خوب ہوں اعمال
یہ مصلحت ہے خدا کی وہ مدعا کُن کا
یہ مومنین کی ماں ہے وہ باپ ہے اُن کا

(۱۲) قناعت اِس کی صفت کسب زر پہ اُس کی نظر ٭ یہ فالِ نیک وہ تدبیر و عزم کا پیکر
مگر یہ دونوں کے جذبے میں فرق ہے یکسر ٭ کہ مامتا کو فضیلت ہے ہر محبت پر
کھلے گا زن کا شرف حشر کے قیام کے ساتھ
پکارے جائیں گے جب لوگ ماں کے نام کے ساتھ

(۱۳) اسی روش پہ ہے قائم غرض جہاں کا نظام ٭ کہ مرد و زن ہیں رہ زندگی میں گام بگام
مگر یہ بات ہے عورت کا خاص منصب عام ٭ پلے ہیں دودھ سے اِس کے ولی، رسول، امام
یہ حُسن ظن ہی نہیں وصف زن مقرر ہے
علوئے نفس کا معیار شیر مادر ہے

(۱۴) وہ نرم و نازک و کمزور ہے یہ صنف جلیل ٭ کہ پنکھڑی سے بھی گل کی پڑے بدن پر نیل
مگر کہیں کوئی ناموس میں اگر ہو دخیل ٭ تو شیرنی سے نہیں کم پھر اس کی چشم جمیل
مصیبتوں میں غضب پُر شکوہ بن جائے
پہاڑ غم کے جو ٹوٹیں تو کوہ بن جائے

(۱۵) قدم قدم جو یہاں مضطرب ہیں بدر و حنین ٭ یہ سب ہیں فتح جو عورت کا عزم ہو مابین
اک امتحانِ رضا و قضا ہیں یہ کونین ٭ رضا کا نام ہے زینبؑ، قضا کا نام حسینؑ
گنو نفس بھی فضائل جوان کے گننا ہیں
وہ ضبط نفس ہیں، یہ نفس مطمئنہ ہیں

(۱۶) ادب کا اب ہے محل ہاں قلم سنبھل کر چل ٭ رواں ہو وادیِ صبر و رضا میں سر کے بل
یہ اُس کا ذکر ہے پردہ ہے جس کا ضرب مثل ٭ سخن کے چہرے پہ حرفوں کا ڈال دے آنچل
کلام مدح کو دیکھے نظر تو پردے سے
سنے کبھی گوشِ سماعت اگر تو پردے سے

(۱۷) یہ ذہن ہے جو رسا مدحِ مرتضٰی کے لئے ٭ کہ جس نے عرش سے مضموں ہزار جا کے لئے
رکا ہے پاسِ ادب سے یہاں ثنا کے لئے ٭ امامِ عصر مدد کیجئے خدا کے لئے
مری زباں کو روانی عطا ہو کوثر کی
قسم حضور کو تطہیر والی چادر کی

(۱۸) زبان و دل کو میں طاہر کروں گا ہاں ساقی　　وہ مے پلا جو ہے تطہیر دو جہاں ساقی
رہی جو واجب و ممکن کے درمیاں ساقی　　چھپا رکھی ہے وہ پردے کی مے کہاں ساقی
نہاں جو خُم ہے، بصیرت سے کیا نہاں ہوگا
اسی جہاں میں تو ہوگا کہیں، جہاں ہوگا

(۱۹) میں بے حجاب کہوں میرے مہرباں ساقی　　ہے اب تو پردۂ غیبت بہت گراں ساقی
اسی امید پہ جیتے ہیں رند، ہاں ساقی　　زمانے بھر کو پلا دے گا بارہواں ساقی
بجائے خَتمِ رسلؐ دور بادہ عام کند
اگر پدر نتواند پسر تمام کند

(۲۰) بس اب تو جلد ہو ساقی اِدھر نگاہِ کرم　　کہ تیرے ہجر میں ہے نظم دو جہاں برہم
زمیں پہ شام و سحر منتظر ہے اک عالم　　فلک پہ آنکھوں میں اٹکا ہوا مسیحؑ کا دم
رہے خیال کہ بس ہوگئی قرار کی حد
ملے نہ حدِّ قیامت سے انتظار کی حد

(۲۱) پیوں گا ڈٹ کے میں ساقی صراحیاں بھر لے　　جو اجر چاہے تو اک دل بنامِ حیدر، لے
بجائے جام یہ حاضر ہے کاسۂ سر، لے　　یقیں نہ ہو تو ابھی آ کے امتحاں کر لے
خدا گواہ میں، غائب پرست ہوں ساقی
بغیر دیکھے ہوئے جب تو مست ہوں ساقی

(۲۲) جو دم میں دم ہے تو شانِ ظہور دیکھوں گا　　کبھی قریب کبھی تجھ کو دور دیکھوں گا
کبھی بجلوہ گہِ لاشعور دیکھوں گا　　مجھے تو ضد ہے کہ جلوہ ضرور دیکھوں گا
جو زندگی میں مری یاں نہ آئے گا ساقی
میانِ حشر کہاں بچ کے جائے گا ساقی

(۲۳) خمار آنے لگا اب یہ ذکر چھوڑ، پلا　　نہ دیکھ شیخ طریقت کے جوڑ توڑ، پلا
نہ دیر کر کے مرے شوق کو جھنجوڑ، پلا　　ولا کے جام میں اسلام کا نچوڑ، پلا
میں اس سے کم نہ پیوں گا مرے غنی ساقی
حجابِ غیبت کبریٰ میں جو چھنی ساقی

(۲۴) وہ مے، جو شمعِ حرم، پاکباز کی صورت — پسند حضرتِ باری، نماز کی صورت
سرور، حور کی زلفِ دراز کی صورت — خدا کی لَوح میں محفوظ، ساز کی صورت
وہ ساغرِ ازلی، دل جو تابناک کرے
وہ بادۂ ابدی، جو بدی سے پاک کرے

(۲۵) میں ایک جام پیمبر کا نام لے کے پیوں — پھر ایک ساقیِ کوثر کا نام لے کے پیوں
جو زہر بھی ہو تو شبّرؑ کا نام لے کے پیوں — لہو کا گھونٹ بھی سرورؑ کا نام لے کے پیوں
پیوں بھی اتنی کہ بہکوں نہ ڈگمگا کے گروں
اگر گروں بھی تو زہراؑ کے در پہ جا کے گروں

(۲۶) وہ مے پلا جو بھلا دے جہاں کے جور و جفا — پیوں گا کھول کے جی، لاکھ محتسب ہو خفا
یہی ہے اب تو مناسب بہ اقتضائے وفا — کہ جامِ دُرِّ نجف ہو سبوئے خاکِ شفا
بہ استقامتِ پا دور میں فلک کے پیوں
نجف سے پی کے چلوں کربلا میں چھک کے پیوں

(۲۷) شرابِ پاک کا ادنیٰ اثر یہ ظاہر ہو — کہ صاف دل مرا آئینۂ مظاہر ہو
حدودِ پاسِ ادب سے بھی ذہن ماہر ہو — زباں بھی لفظ بھی مضموں بھی پاک و طاہر ہو
علیؑ علیؑ کا وظیفہ پڑھوں سجود کے بعد
ثنائے حضرت زینبؑ لکھوں درود کے بعد

(۲۸) شریکِ صبر شہ مشرقین ہیں زینبؑ — کہ عینِ فاطمہؑ کی نورعین ہیں زینبؑ
دلِ محمدؐ و حیدرؑ کا چین ہیں زینبؑ — خدا کی راہ میں بالکل حسینؑ ہیں زینبؑ
حسینؑ مردِ رہِ انقلاب ہیں گویا
یہ عورتوں میں عمل کی کتاب ہیں گویا

(۲۹) حسینؑ صبر کا آغاز ہیں تو یہ انجام — حسینؑ دینِ نبیؐ کی بقا ہیں اور یہ دوام
حسینؑ امام، یہ تکمیلِ مدعائے امام — حسینؑ فاتحِ کرب و بلا، یہ فاتحِ شام
انھوں نے قصرِ رعونت جلا کے خاک کیا
یزیدیت کا کلیجہ انھوں نے چاک کیا

(۳۰) مثال بنت رسول قدیر ہیں زینبؑ نظیر فاطمہؑ ہیں بے نظیر ہیں زینبؑ
امیر آلِ جنابِ امیر ہیں زینبؑ شہید راہِ خدا کی وزیر ہیں زینبؑ
نثار دونوں کے ہم باطنی علاقے پر
وہ خطبہ خواں سر نیزہ ہیں اور یہ ناقے پر

(۳۱) اٹھے جو بھائی بہن بہر حفظ دین کریم رہِ عمل میں فرائض کو کرلیا تقسیم
کیا اخی نے جو سر دے کے کارِ ذبح عظیم وفا کے پھولوں کی پھیلی بہن کے دم سے شمیم
عدو کا دل جو نہ خطبوں سے ان کے ہل جاتا
شہادتوں کو بغاوت خطاب مل جاتا

(۳۲) جناب مریم و سارا کہاں ہیں دیں تو جواب انھیں بھی ثانی زہرا ملا نبیؐ سے خطاب
جلالِ حیدرؑ صفدر ہے اِن کے رخ کی نقاب جو بول اٹھیں تو علی ہیں، جو چپ رہیں تو کتاب
رہیں خموش تو خود ظلم کو حجاب آیا
زبان کھولی تو کوفے میں انقلاب آیا

(۳۳) جہانِ عزم میں بنت بتولؑ ہوں کہ حسینؑ علیؑ کے دل کی ہیں دھڑکن، نبیؐ کے دل کا ہیں چین
غضب کے بپھرے ہوئے ظلم و جور کے مابین لئے ہوئے ہیں یہ بارِ حفاظتِ ثقلین
امامِ پاک کتابِ خدا کے حافظ ہیں
یہ عترت شہ لولاک کے محافظ ہیں

(۳۴) سحاب غم میں ہیں زینبؑ وہ برقِ عزم کی رَو ہر انقلاب ہے ہلکا سا جس کا اک پرتو
چراغِ بزم مصیبت حسینؑ ہیں، تو یہ لَو جبیں میں اوج شہادت کے دو نجوم کی ضو
حسنؑ حسینؑ کی صورت جو ماہ پارے ہیں
مثالِ فاطمہؑ قسمت کے دو ستارے ہیں

(۳۵) یہ اوج بھی نہیں حوّا کا یہ حشم بھی نہیں یہ ساکھ بھی نہیں، مریم کی یہ بھرم بھی نہیں
وہ حریت کا تحفظ کریں یہ دم بھی نہیں یہ ہیں اسیر ستم اور اسیر غم بھی نہیں
صداقتیں ہیں رواں بنت قلعہ گیر کے ساتھ
یہ قید کچھ نہیں آزادی ضمیر کے ساتھ

(۳۶) اگر چہ آل کسا میں نہیں ہے اِن کا شمول — مگر پلی تو ہیں پی کر یہ شیرِ بنتِ رسولؐ
وہی علیؑ کی ہے طینت وہی خمیر بتولؑ — اسی چمن کی کلی ہیں، حسینؑ جس کے ہیں پھول
یہ کیوں کہوں کہ یہ ایسی ہیں اور ایسی ہیں
بس ایک بات ہے کافی حسینؑ جیسی ہیں

(۳۷) وہ رخ جو صورتِ قرآں رسولؐ کو پیارا — کتابِ قلبِ جنابِ بتولؑ کا پارا
وہ مردمک جو حیا کے نصیب کا تارا — وہ آنکھ عصمت زہراؑ کا عین گہوارا
وفا کی روح، تحمّل کا اک سراپا ہے
عمل کے آئینے میں فاطمہؑ کا چھاپا ہے

(۳۸) وہ جد رسولِ عرب، رہنمائے خیر سبل — وہ باپ جس کی امامت کا انبیاء میں ہے غل
وہ بھائی جن کا ہے ناقہ نبیؐ سا ختمِ رسل — وہ گھر کہ جس میں سبھی گلشن خلیل کے گل
طواف جس کا ملک صبح و شام کرتے ہیں
وہ ماں کہ جس کو محمدؐ سلام کرتے ہیں

(۳۹) حیاتِ پاک کے لمحات اول و آخر — تمام وقف رہے امرِ خیر کی خاطر
صحابیہ ہیں یہ اُن کی جو علم کے ماہر — نبیؐ، علیؑ، حسنینؑ اور عابدؑ و باقرؑ
کئی امام ہیں ایسے جو خورد ہیں ان کے
جبھی تو کارِ امامت سپرد ہیں ان کے

(۴۰) جناب ہاجرہ و آسیا کی مخدومہ — نظر میں شرعِ نبیؐ کے امور معلومہ
رضائے حق سے رضیّہ، غریب، مظلومہ — رگوں میں بنتِ پیمبرؐ کا خون، معصومہ
جو نص نہیں تو نہ ہو، رجس ایک دم بھی نہیں
یہ فاطمہؑ کے برابر نہیں تو کم بھی نہیں

(۴۱) اگرچہ خیر نسا ہیں بتولؑ نیک نہاد — پر ایک بات میں زینبؑ کچھ ان سے بھی ہیں زیاد
نبیؐ نے اِن کی ولادت کے دن کیا ارشاد — یہ پڑھ کے آئی ہیں سارے علوم بے استاد
رسولؐ، مردوں میں امّی بقول قمی ہیں
یہ عورتوں میں ہیں وہ عالمہ جو امّی ہیں

(۴۲) علومِ حضرت زینبؑ سے کرکے قطع نظر ملی اک اور فضیلت ہر ایک سے بڑھ کر
ادائے فرض میں کردار تھا وہ محکم تر کہ اعتماد امامت نے کر لیا جس پر
امام، گو کہ ہیں زین العبا حسینؑ کے بعد
مگر وصی ہیں یہی شاہِ مشرقین کے بعد

(۴۳) جو بعد علم، عمل دیکھنا ہو زینبؑ کا یہ دیکھ لو کہ اثر ان کی تربیت کا ہے کیا
جو ایک عون سا فرزند ہے بعونِ خدا تو اک جنابِ محمد سا لال، صلِّ علیٰ
زمانہ دنگ ہے، بچے وہ کام کرکے مرے
مرے تو موت کو اپنا غلام کرکے مرے

(۴۴) ثنائے حضرت زینبؑ ثنائے زہراؑ ہے نقابِ روئے مبارک ردائے زہراؑ ہے
وہی نگاہِ حقیقت نمائے زہراؑ ہے رہِ عمل میں یہ بی بی بجائے زہراؑ ہے
جہادِ نفس کیا، قتلِ عام کے بدلے
نبیؐ کے گھر کو سنبھالا، امام کے بدلے

(۴۵) شریکِ معرکۂ دشت کربلا زینبؑ رہ وفا میں شہادت کا نقش پا زینبؑ
دیارِ شام میں عترت کی ناخدا زینبؑ نشانِ عظمت حق، یا حسینؑ یا زینبؑ
رسن میں بندھ کے بھی عقدہ کشا جو ہے سب کا
خدا کا ہاتھ ہے بازو جنابِ زینبؑ کا

(۴۶) یہ وہ ہیں جن کے اشاروں پہ حق کے کام چلے حرم، انھیں کی قیادت میں صبح و شام چلے
جو رک گئیں تو نہ عابدؑ پھر ایک گام چلے ہم ان کو کیا کہیں مرضی پہ جب امام چلے
رسولؐ گو کہ نہیں ہیں یہ رہبری کے لئے
مگر ہیں جزوِ متمم پیمبری کے لئے

(۴۷) ہزار غم میں گھری ہیں، ملول بھی یہ نہیں بسا دیا چمن شرع، پھول بھی یہ نہیں
گناہ سے بھی بری ہیں، بتول بھی یہ نہیں پیامِ حق ہے زباں پر، رسولؐ بھی یہ نہیں
دمِ خطاب و خطابت نبیؐ کی شان بھی ہے
جلال آئے تو حیدرؑ کی آن بان بھی ہے

(۴۸) بیاں ہو کیا شرف و جاہِ بنت قلعہ شکن　ملی نبیؑ کی زباں ان کو، فاطمہؑ کا دہن
علیؑ کا طرزِ سخن، بھائیوں کا خُلقِ حسن　اِس ایک تن میں سمائے ہیں پنجتن کے چلن
عجب نہ تھا جو شہِ خاص و عام ہو جاتیں
نہ ہوتیں پردہ نشیں تو امام ہو جاتیں

(۴۹) نبیؐ کے دین پہ احسان ہے یہ کیا کچھ کم　کہ ہیں یہ قافلہ سالارِ کاروانِ حرم
جھکا جو سجدہ گہ کربلا پہ حق کا علم　کیا بلند انھوں نے رسولؐ کا پرچم
نشان جس سے ہے باقی رسولؐ داور کا
ہے اُس نشاں میں، پھریرا انھیں کی چادر کا

(۵۰) ہوا جو فاطمہؑ کا لال فدیۂ اسلام　اشاعت اس کی تھی لازم میانِ کوفہ و شام
یہ اس لئے کہ حکومت کے مفتیانِ کرام　تراشتے تھے مسلسل جوازِ قتل امام
یہ کہتے تھے کہ وہی درپئے یزید ہوئے
حسینؑ کوہ سے ٹکرا کے خود شہید ہوئے

(۵۱) یہ کربلا ہی سے جاری تھی سازشِ اغیار　نکھر کے آئے نہ ہرگز حسینؑ کا کردار
مگر حسینؑ کی ہمشیر دین، تجھ پہ نثار　کہ بڑھ کے بن گئی تاریخ کی امانت دار
یہ باب وہ ہے جہاں کوئی سدِّ باب نہیں
سوالِ زینبؑ و زنداں کا کچھ جواب نہیں

(۵۲) امیر شام کی جن کو خطا نہیں تسلیم　جواب دیں کہ اگر کربلا کا ذبح عظیم
نہ تھا یزید کا عزمِ صمیم و عہد قدیم　تو کیوں یہ سلسلۂ ظلم و جور کی تعمیم
خزاں کے بعد کھلایا نیا شگوفہ کیوں
جو کربلا تھی اکایک تو شام و کوفہ کیوں

(۵۳) سرِ حسینؑ تھا قرآن خواں بنوکِ سناں　تو لب پہ زینب کبریٰ کے خطبۂ عرفاں
وہ اک اشارۂ مجمل اور ان کی بات عیاں　جو یوں نہ پھول لٹاتیں تو آچکی تھی خزاں
جہادِ سبط نبی بے مآل ہو جاتا
لہو شریعت حق کا حلال ہو جاتا

(۵۴) یہی وہ کارِ اہم تھا بحدِ صبر و رضا — جو عظمتوں میں شہادت سے کم نہ تھا بخدا
علیؑ کی بیٹی سیاست جہاں کی تجھ پہ فدا — خوشی سے دے کے ردا حق کا رکھ لیا پردا
شریک کلمۂ حق لاکلام ہو کے رہیں
شہادتوں کی بقائے دوام ہو کے رہیں

(۵۵) ہجوم غم میں دلِ بے غبار لے کے چلیں — حرم کو دشت سے مردانہ وار لے کے چلیں
امانتوں کا پیمبرؐ کی بار لے کے چلیں — خزاں کے رنگ میں اصلی بہار لے کے چلیں
وہ کام کر گئیں دورِ حیاتِ فانی میں
ہوئیں شریک شہادت یہ زندگانی میں

(۵۶) دیارِ شام میں شمعِ حرم جلا کے پھریں — کہ حق کے زور سے باطل کا سر جھکا کے پھریں
یہ انقلاب بھی ذہنیتوں میں لا کے پھریں — یزید نحس سے دنیا کا دل پھرا کے پھریں
قلوبِ خلق میں عظمت بٹھا کے سرور کی
سر برہنہ زینبؑ نے یہ مہم سر کی

(۵۷) عجیب کام کیا تم نے مرحبا زینبؑ — معینِ مقصدِ سلطانِ کربلا زینبؑ
حسینؑ منزل حق ہیں تو حق نما زینبؑ — وہ ابتدائے شہادت تو انتہا زینبؑ
برائے نام شہیدوں کا نام رہ جاتا
جو یہ نہ ہوتیں ادھورا پیام رہ جاتا

(۵۸) وہ پُرشکوہ تھا زینبؑ کا عزمِ لافانی — کہ تشنگی میں مصائب کو کر دیا پانی
حسینؑ از سر نو لا اِلٰہ کے بانی — شریک کارِ حسینی یہ مریم ثانی
رہے گا حشر تک ان کا جلال جلّ اللہ
بشکلِ اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

(۵۹) زہے فضائل ذکر جلالتِ زینبؑ — نبیؐ کو حق نے سنائی بشارت زینبؑ
یہ کم نہیں ہے دلیلِ سعادت زینبؑ — حرم کا قافلہ ہے اور قیادت زینبؑ
امامِ وقت کو سینے سے ہیں لگائے ہوئے
حسینیت کا علم بے تکان اٹھائے ہوئے

(۶۰) مصیبتوں کو اک انعامِ ایزدی جانا — خوشی کو غنچۂ نوخیز کی ہنسی جانا
سکونِ قلب کو ہستی میں نیستی جانا — وفا کی گود میں مرنے کو زندگی جانا
دوائے دیں کے لئے دردِ دل قبول کیا
ہر ایک خار کو ذوقِ نظر سے پھول کیا

(۶۱) وہ حلم و صبر و تحمل رسولؐ کی صورت — ابوترابؑ کی سیرت بتولؑ کی صورت
وہ ضبطِ غم حسنؑ دل ملول کی صورت — حسینؑ خوش ہوں، تو کھل جائیں پھول کی صورت
امام پر یہ فدا ہیں، امام زینبؑ پر
درود سبطِ نبیؐ پر، سلام زینبؑ پر

(۶۲) اخی کے ساتھ کبھی غم کو غم نہیں سمجھا — ستم کو بھائی کی خاطر ستم نہیں سمجھا
علیؑ سے گھٹ کے انھیں ایک دم نہیں سمجھا — حسینؑ نے بھی انھیں ماں سے کم نہیں سمجھا
یہ بھائی وہ ہے کہ جانا بہن کو جاں کی طرح
یہ وہ بہن ہے جو بھائی کو روئی ماں کی طرح

(۶۳) اخی کے غم میں تھیں اشکوں سے گرچہ آنکھیں تر — جمی ہوئی تھیں نگاہیں مگر فریضے پر
اُدھر وہ سلسلۂ حادثات پیشِ نظر — اِدھر حفاظتِ ناموسِ احمدؐ و حیدرؑ
اُدھر یہ فکر کہ منجدھار میں سفینہ ہے
اِدھر کلیجے سے لپٹی ہوئی سکینہ ہے

(۶۴) وہ رن میں خاتمۂ پنجتن وہ حشر کی شام — ظہورِ شامِ غریباں ہجومِ لشکرِ شام
خیام جھلسے ہوئے جن میں دل جلوں کا قیام — ردائیں سر پہ نہ مقنع، نہ سرپرست امام
یہ بار کس سے اٹھے شاہِ مشرقین کے بعد
ندا یہ آئی کہ زینبؑ تو ہیں حسینؑ کے بعد

(۶۵) وہ ننھے ننھے سے بچے وہ فاقہ کش سادات — وہ قتل گاہ میں لاشوں کے ڈھیر تا بہ فرات
وہ سائیں سائیں کی آواز وہ اندھیری رات — علیؑ کی بیٹی تھی پہرے پہ یا خدا کی ذات
شکست کا جو نہ تھا خوف قلبِ خستہ کو
اٹھا لیا تھا بس اک نیزۂ شکستہ کو

(۶۶) خموش مائیں تھیں، سہمے ہوئے تھے سب اطفال　　حرم کے حلقے میں زین العبا تھے غم سے نڈھال
مگر یہ بنت ید اللہ کا تھا جاہ و جلال　　کہ خود حفاظت عترت کو بن گئی تھیں ڈھال
الجھ کے لاشوں میں ہر ہر قدم پہ گرتی تھیں
اندھیری رات میں خیمے کے گرد پھرتی تھیں

(۶۷) جو رو دیا کوئی بچہ تو آئیں دوڑ کے پاس　　تھپک کے اس کو سلاتی رہیں بحسرت و یاس
نکل کے خیمے سے باہر پھر آئیں بے وسواس　　حرم میں بن گئیں زہراؑ، طلایہ میں عباسؑ
یہ حال تھا کہ اک آوازِ تیز پا آئی
سکوت دشت میں ٹاپوں کی سی صدا آئی

(۶۸) نظر اٹھا کے جو دیکھا بدیدۂ قہار　　تو باگ اٹھائے چلا آ رہا تھا ایک سوار
بلند کرکے یہ نیزہ پکار اٹھیں اک بار　　یہ کون آتا ہے بس روک لے وہیں رہوار
نہ راستہ نہ مقامِ سپاہ ہے بھائی
یہ بارگاہِ رسالت پناہ ہے بھائی

(۶۹) رکا نہ وہ تو پکاریں بدل کے یہ تیور　　سنا نہیں ابھی تو نے میں کہہ رہی ہوں ٹھہر
جو لوٹنا ہے دوبارہ ہمیں تو لوٹ مگر　　بس اتنی دیر کو دم لے کہ ہو نمودِ سحر
عدو کے ظلم نے بچوں کے ہوش کھوئے ہیں
یہ بھوکے پیاسے ابھی روتے روتے سوئے ہیں

(۷۰) رکا نہ پھر بھی جو وہ شہسوارِ عرصۂ غم　　تو بنت حیدر کرارؑ ہوگئیں برہم
کہا بغیظ کہ او آنے والے تیز قدم　　اٹھے گا حشر اگر تان لیں گے نیزہ ہم
جسارتوں سے تری، بات دمبدم نہ بڑھے
یہ اب ہے حکم ہمارا کہ اک قدم نہ بڑھے

(۷۱) جب اس پہ بھی نہ مسافر نے حوصلہ ہارا　　تو بڑھ کے دختر شیر خدا نے للکارا
سمجھ لیا ہمیں بالکل ضعیف و بے چارا　　جو سورما ہے تو آ، میں ہوں معرکہ آرا
علیؑ کی گود کے پالوں کو باک ہی کب ہے
حسینؑ تیرے مقابل نہیں یہ زینبؑ ہے

(۷۲) میں ہوں محافظ آلِ رسولِ نیک اساس
مجھے نہ فرض سے غافل کرے گا خوف و ہراس
نہ یہ سمجھ کہ ہوں میں پائمالِ حسرت و یاس
مرے پدر ہیں علیؑ، میرے بھائی ہیں عباسؑ
نہ قید و بند میں مجبورِ شور و شین سمجھ
میں عصر تک تھی حسنؑ، اب مجھے حسینؑ سمجھ

(۷۳) یہ سُن کے بھی جو قریب آ گیا وہ تیز خرام
انھوں نے بڑھ کے پکڑ لی وہیں فرس کی لجام
کہ اب کسی کو نہیں ہے اجازت یک گام
کہ اس کے بعد ہیں ناموسِ مصطفٰےؐ کے خیام
جلیں ملک کے بھی پر، یہ وہ راہِ مشکل ہے
کہ اب قدم کی نہیں سر کے بل کی منزل ہے

(۷۴) لجام تھام کے زینبؑ نہ جب جگہ سے ٹلی
ٹھہر گیا وہیں راکب بہ حکمت عملی
گلے میں ڈال کے باہیں وہ صابر ازلی
نقابِ الٹ کے پکارا کہ میں علیؑ ہوں علیؑ
رسولؐ تیرے محافظ ہیں غم نہ کھا بیٹی
میں گردِ خیمہ پھروں تو حرم میں جا بیٹی

(۷۵) اخی کے ساتھ اٹھایا ہے بارِ غم دن بھر
سحر کے ہوتے ہی درپیش شام کا ہے سفر
تمام سو گئی ہے رو کے آلِ پیغمبرؐ
ذرا سی دیر کو سیدھی تو کر لے تو بھی کمر
کہا کہ سوؤں گی، نپٹوں تو داغ کھانے سے
ابھی تو پشت بھی زخمی ہے تازیانے سے

(۷۶) بس اے نسیم کہ اک شورِ آہ و زاری ہے
دعا کا وقت ہے رقت ہر اک پہ طاری ہے
ہر ایک آنکھ سے دریائے اشک جاری ہے
حیات عرقِ عطائے جنابِ باری ہے
یہ عرض کر، مری محنت وصول ہو جائے
جو مرثیہ مرا یا رب قبول ہو جائے

☆
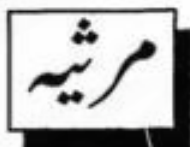
تمام خَلق کا خدمت گُزار ہے پانی

بند: ۷۸

تصنیف: ۱۹۷۱ء بمقام: کراچی، پاکستان

(خلاصہ)

پانی کی حقیقت ___ اہمیت اور افادیت ___ زمین میں جگہ جگہ آسمان اور بہشت میں پانی کی موجودگی ___ دنیا کی مختلف اشیاء میں پانی کی موجودگی ___ پانی کے مختلف محاوروں کا استعمال ___ پانی کی مختلف شکلیں ___ کربلا میں بندشِ آب ___ پیاسوں کے مصائب ___

(۱) تمام خلق کا خدمت گزار ہے پانی — رگوں میں خون، بدن میں نکھار ہے پانی
گلوں میں حُسن، چمن میں بہار ہے پانی — نمو کی بزم میں پروردگار ہے پانی
نگاہِ خلق سے غائب جو ہے فضاؤں میں
امام غیب کا بھرتا ہے دم ہواؤں میں

(۲) بفطرت ازلی بے غبار ہے پانی — جمالِ قدس کا آئینہ دار ہے پانی
فضا میں خالق ابر بہار ہے پانی — زمیں پہ رحمت پروردگار ہے پانی
یہ آب و رنگ، یہ سب رنگ و بو ہے پانی سے
عروسِ خاک! تری آبرو ہے پانی سے

(۳) کہیں یہ اشک کا گوہر، کہیں دُرِ شبنم — کہیں خوشی کا ہے آنسو، کہیں ہے گریہ غم
خوشا لطافت آب و خوشا طہارت یم — بہشت میں ہے یہ تسنیم، خاک پر زمزم
یہ پاک ساقی کوثر کے انتساب سے ہے
کہ جیسے خاک کی تطہیر بوترابؑ سے ہے

(۴) نہ کیوں ہو چار عناصر میں آب کو تفضیل — بقولِ حق ہے اسی سے حیات کی تشکیل
جو مس ہو تن سے نجاست، کثیر ہو کہ قلیل — تو پاک کرنے کو یہ سلسبیل کی ہے سبیل
عجیب جوہر تطہیر اس کی ذات میں ہے
کہ سب سے پہلے یہ شرعاً مطہرات میں ہے

(۵) یہ چار حرف کی ترکیب کس قدر ہے عظیم — کبھی زمین، کبھی آسمان اس کا ندیم
کبھی ہے کوہ کی آغوش میں بصد تکریم — کبھی فضا میں معلق، بدوشِ موجِ نسیم
سبیل عام کبھی راہ باٹ کا پانی
پیا ہے اس نے غرض گھاٹ گھاٹ کا پانی

(۶) عجیب چیز زبانِ لغت میں پانی ہے — کہ جس کے ذکر میں آمد ہے اور روانی ہے
قلم بھی وقت رقم محو در فشانی ہے — یہ ایک لفظ اور اک قلزمِ معانی ہے
چڑھے جو بامِ فلک پر سحاب ہو جائے
جو کھینچ لیں تو عرق ہو، شراب ہو جائے

(۷) اگر یہ پھل کی صفت ہو تو سمجھو پھیکا ہے — جو ذکر شیر میں آئے، رقیق ہوتا ہے
جو وصف آہن و فولاد ہو تو، ٹھنڈا ہے — ہوں اصل ونسل کے معنی، تو استعارا ہے
یہ روز مرہ ہے مشہور مرزبانی کا
کہ جانور ہے بہت اچھے کھیت پانی کا

(۸) کسی کسان سے معنی جو پوچھے اس نے کہا — کہ میرا کھیت ہے محتاج ایک پانی کا
کبھی کسی کو اگر آگیا کہیں غصا — طمانچہ کھا کے وہ پانی ہوا، تو نرم پڑا
جو یاد ہو کبھی پانی کی اہل جوہر میں
چمک ہے تیغ میں یہ، اور دمک ہے گوہر میں

(۹) ہوئی جو کام میں مشکل کے بعد آسانی — وہاں بھی اس کے سہارے چلی زباں دانی
کہیں یہ جیسے، کہ پیاسوں نے دل میں جب ٹھانی — تو جو بھی آئیں کڑی منزلیں ہوئیں پانی
کبھی ہے حوصلہ و عزم کے معانی میں
کہ جیسے مد مقابل ہے کتنے پانی میں

(۱۰) تری کا ہے مترادف جو آبلے سے بہا — اسی کو کہتے ہیں آنسو جب آنکھ میں اُمڈا
یہ موتیا ہے اگر مردمک تک آپہنچا — کبھی اسی کے ہیں معنی، خجل بفرط حیا
شمیم خاک شفا جیسے وہ سہانی ہے
کہ جس کے سامنے کوثر کی نہر پانی ہے

(۱۱) بہت وسیع ہے پانی کا دامن سیال — یہ سب کثیر معانی ہیں اس کے فیض پہ دال
محاورات میں ان کے سوا ہے استعمال — جو بوند بوند نہیں، لاکھ ہیں پکھال پکھال
کہیں جو ماہی فکر ان کی تہ میں کھو جائے
تو بحر شعر و سخن آب آب ہو جائے

(۱۲) بیانِ آب کا اُبلا جو قلزم زخّار — برس پڑا ہے تخیل کا ابر دریا بار
زمین شعر کا یوں دھو گیا ہے گرد و غبار — ورق ورق میں ہے طوبیٰ کی پتیوں کا نکھار
جو اس بہانے سے کوثر کی راہ کھل جائے
یقین ہے مری فردِ حساب دھل جائے

(۱۳) شکوہِ دجلہ و فرّ فرات ہے پانی — گلوں کی جان ہے، شبنم کی ذات ہے پانی
مری زبان میں شہد و نبات ہے پانی — مذاقِ خضرؑ میں آب حیات ہے پانی
یہ روحِ قافلہ ہے تشنگی کے خطروں میں
حیات بستی ہے اس کے لطیف قطروں میں

(۱۴) عجیب سادہ مزاجی، عجیب فطرت ہے — نہ ذائقہ ہے کچھ اس میں نہ بُو نہ رنگت ہے
مگر کسی پہ اگر تشنگی کی شدت ہے — پھر اس سے پوچھیے پانی میں کیا حلاوت ہے
نہ ترش و تلخ نہ شیریں ہے یہ نہ سیٹھا ہے
مگر مزہ تو یہ ہے جان سے بھی میٹھا ہے

(۱۵) سبک، مفرّحِ دل، جاں فروز، روح نواز — لطیف و خوش مزہ و خوش گوار و نرم و گداز
کبھی یہ خاک نشیں اور کبھی فلک پرواز — قدم قدم پہ ہے دیکھے ہوئے نشیب و فراز
زمیں سے اٹھ کے جو گردوں کی راہ لیتا ہے
یہ ارتقا کا زمانے کو درس دیتا ہے

(۱۶) یہ کائنات حقیقت میں ہے دخان و شرر — اسی دخان و شرر سے بنے ہیں شمس و قمر
زمیں بھی پارۂ آتش تھی ابتدا میں مگر — یہ آگ راکھ بنی مدتوں میں بجھ بجھ کر
تلا بہ امر مشیت جو لاگ پر پانی
سحاب فضل نے چھڑکا اس آگ پر پانی

(۱۷) ہزاروں سال فضا میں رہا محیط سحاب — جھما جھمی سے ہوئیں بارشیں، زمیں سیراب
بجائے شعلہ بیتاب اب تھے وہ گرداب — نگل کے آگ، اگلتے تھے جو دُرِ نایاب
بفیضِ آب نوید گل و گلاب آئی
زمین خاک تھی، پانی سے آب و تاب آئی

(۱۸) نمودِ حسنِ جگر دوز و دل نشیں، پانی — وجودِ نیشکر و شہد و انگبیں، پانی
جہاں میں نسخہ ایجاد ماہ و طیں، پانی — ہے آفرینش انساں، صد آفریں، پانی
نمو میں ہے حرکت آب کی روانی سے
اگا ہے خلق میں نخل حیات پانی سے

(۱۹) ہے جزو جامہ خلقت جو آستیں کی طرح　لئے ہے گود میں خلقت کو یہ زمیں کی طرح
زمیں جو گول ہے انگشترِ حسیں کی طرح　چمک رہا ہے انگوٹھی میں یہ نگیں کی طرح
جہانِ خاک میں پانی کا یہ قرینہ ہے
کہ خاک دان حقیقت میں آبگینہ ہے

(۲۰) کبھی مسیح کے نسخے میں موجِ رحمت حق　کبھی مریض کی آنکھوں میں وجہِ سدِ رمق
کبھی افق کی تراوٹ، کبھی ہے رنگ شفق　کبھی شراب، کبھی شیخ کی جبیں کا عرق
کبھی الست کے مستوں کی روحِ مینا ہے
کبھی علیؑ کا مہکتا ہوا پسینا ہے

(۲۱) بزیرِ خاک ہے سر چشمہ نمو، پانی　بروئے شاخ ہے، شوخی رنگ و بو، پانی
سمومِ تند میں دہقاں کی آرزو، پانی　بھری بہار میں پھولوں سے سرخرو، پانی
شفق کے رنگ سے تازہ یہ گل کھلاتا ہے
کہ آسماں کو حنائی زمیں بناتا ہے

(۲۲) جو بن گیا در شہوار یہ تو زینت تاج　کسی کی پیاس، بجھادی، دیا عطا کو رواج
مگر تضاد پسندی بھی ہے شریک مزاج　یہ معتدل حرکت یہ تلاطم امواج
ابل ابل کے اگر یہ کبھی بپھرتا ہے
زبانِ موج سے باتیں فلک سے کرتا ہے

(۲۳) چمن میں ہے تو یہ گل، بن میں ہے تو خارِ بلا　زمین پر ہے تو دریا، فضا میں ہے تو گھٹا
صدف کے بطن میں موتی، کنارِ جُو ذرا　گلے میں ہے تو حیات اور گلے گلے تو قضا
لپک ہے آگ کی، سیلاب کی روانی ہے
اگر گرے تو ہے بجلی، پھرے تو پانی ہے

(۲۴) دوا میں ہے تو یہ حنظل، غذا میں ہے تو عسل　جو باغ میں ہے تو لالہ، جو رُود میں تو کنول
جو کاہ میں ہے تو دلکش، جو راہ میں تو خلل　جو نہر میں ہے تو شربت، جو زہر میں تو اجل
کبھی ہے برف، کبھی کشتی دخانی ہے
عجب جمود کا عالم، عجب روانی ہے

(۲۵) ذوی العقول میں شامل نہیں یہ نیک نہاد — مگر تمیز بد و نیک کی ہیں راہیں یاد
بہاؤ ایک ہے، وقت ایک اور اثر متضاد — برائے خیر ہے رحمت، برائے شر جلاد

جو حق ہے پار تو باطل ہے غرق یا کہ نہیں؟
جنابِ نوحؑ! کہو، ہے یہ فرق یا کہ نہیں؟

(۲۶) سمائے سب کی رگ و پے میں اور جدا بھی رہے — فرازِ سر بھی چڑھے، اور زیرِ پا بھی رہے
رفیقِ شاہ بنے، مونسِ گدا بھی رہے — بہا بہا بھی پھرے، اور بے بہا بھی رہے

زمیں پہ اس کا ہے گھر، چوٹیوں پہ بستا ہے
عجیب بات کہ انمول اور سستا ہے

(۲۷) کھلی فضا میں یہ راتیں گزارنے والا — خمارِ سر خوشی و بے خودی کا متوالا
جو انجماد کے نقطے پر آئے تو ژالا — جو پھیل جائے تو کہرے کی گود کا پالا

بڑھے جو حد سے نہ اپنی، تو بارہ ماسا ہے
جو سر اٹھائے تو پانی کا یہ بتاسا ہے

(۲۸) کوئی ہوں، کیسے بھی ہوں، بے شعور، اہل شعور — غنی، غریب، قوی، ناتواں، شکور، کفور
لہو غریبوں کا پی پی کے فربہ و مغرور — تباہ کردۂ رسمِ معاشرہ، مزدور

یہ سب جہاں ہیں مساوی وہ موڑ ہے پانی
ربوبیت کے عمل کا نچوڑ ہے پانی

(۲۹) نقیب اردی و مشاطہ ربیع و خریف — جمیل، صاف، مصفا، حسیں، لطیف، نظیف
صدف میں گوہر یکتا، خزف میں آب کثیف — طبیعت اس کی ملایم، مزاج اس کا شریف

جو شکل پوچھئے کیسی ہے جسم کیسا ہے
تو ہر جگہ پہ یہ ویسا ہے، ظرف جیسا ہے

(۳۰) اچھل رہا ہے کہیں اور چھلک رہا ہے کہیں — ابل رہا ہے کہیں، اور بھٹک رہا ہے کہیں
چمک رہا ہے کہیں اور جھلک رہا ہے کہیں — ہے سر بلند کہیں، سر پٹک رہا ہے کہیں

نہیں پسند رعونت اسے زمانے کی
تلاش کرتا ہے راہیں زمیں پہ آنے کی

(۳۱) صفت ہے جس کی تواضع، یہ ہے وہ پاک گہر ‏ کریں بلند تو پھر جھک کے رکھ دے خاک پہ سر
یہ عاجزی ہے مگر رعب اس سے بھی بڑھ کر ‏ کہ ناچتے ہیں بھنور رات دن اشاروں پر
یہ انکسار ملے چاہے سب زمانے سے
مگر یہ دب نہیں سکتا کبھی دبانے سے

(۳۲) یہ رحمت ابدی ہے، نہ ہو جو طغیانی ‏ اسی کی بوند میں رقصاں ہے کشف بارانی
گھٹا میں دیکھئے قطروں کی اس کے جولانی ‏ خمِ شراب پہ جس سے پڑے گھڑوں پانی
یہ کیاریوں میں چمک کر گہر سے جڑتا ہے
بلائے قحط سے یہ بیچ کھیت لڑتا ہے

(۳۳) گیاہِ خشک میں روحِ نمو، نمی اس کی ‏ دعا و ذکر کی دعوت ہے، برہمی اس کی
نمازِ خاص کی تحریک ہے، کمی اس کی ‏ ثنا کرے بلب حمد، آدمی اس کی
لئے ہوئے ہے جو سینے میں برقِ سینا کو
پڑھائے جاتا ہے دو قل کا ورد مینا کو

(۳۴) حلاوت مئے کوثر ہے اس کی شیرینی ‏ ہے اس سے گردگلوں میں جو ہے مہک بھینی
دھنک حسیں ہے پر اک عیب بھی ہے آئینی ‏ کجی ہے اس میں اور اس میں کمال رنگینی
جہاں سحاب سا سقائے فیض جاری ہے
اسی کے تحت وہ تنظیم آبداری ہے

(۳۵) رواں دواں ہے یہی بطنِ خاک میں پیہم ‏ یہی ہے لذت انگور و کیف ساغر جم
عطیہ ہائے خدا میں ہے یہ خدا کی قسم ‏ عطا کی آن، سخا کا حشم، کرم کا بھرم
یہ فیض دیکھے تو سونا ورق ورق ہو جائے
یہ جود سن لے تو دریا عرق عرق ہو جائے

(۳۶) نہ پوچھئے کہ رسا ہے کہاں کہاں پانی ‏ کہیں نہاں ہے نظر سے کہیں عیاں پانی
جہاں جہاں یہ جہاں ہے، وہاں وہاں پانی ‏ وہاں حیات معطل، نہیں جہاں پانی
فضا و کوہ میں حاضر ہے فرش پر موجود
نبیؐ کے ہاتھ دھلانے کو عرش پر موجود

(۳۷) گلوں کی پنکھڑیوں میں اسی سے رس قائم — نمو کی لہر ہے جس میں رواں وہ نس قائم
اسی کی وجہ سے برگ و ثمر کا جس قائم — اسی کے دم سے ہیں سانسیں نفس نفس قائم
وہ ہیں اسی سے فضاؤں میں جو ہوائیں ہیں
ہر ایک بوند کی مٹھی میں دو ہوائیں ہیں

(۳۸) یہ دو ہوائیں تشخص میں دو ہیں اور پھر ایک — مظاہرے ہیں الگ مرکز مظاہر ایک
یہ برق و باد کے ہیں مختلف مناظر ایک — جدا جدا ہے اثر، فاعل و موثر ایک
دوئی ہے صاف عیاں اور ظہور واحد ہیں
یونہی علیؑ و پیمبرؐ بھی نورِ واحد ہیں

(۳۹) یہ قلب میں ہے سکوں، جسم میں ہے نشو و نما — جگر میں تاب و تواں پتلیوں میں نور و ضیا
بصر فروز و بصیرت فزود و جاں افزا — بہشت پرور و طوبیٰ نواز و کوثر زا
یہ اس شراب میں شامل ولا کے ہاتھ سے ہے
جو مومنین کی قسمت خدا کے ہاتھ سے ہے

(۴۰) کبھی عمارت گردوں جناب ہے پانی — کبھی خرابی دار الخراب ہے پانی
کبھی ہے برق کبھی آب و تاب ہے پانی — جو اعتدال نہ ہو اک عذاب ہے پانی
کسی کی آنکھ کا پانی ذرا جو ڈھل جائے
نظام عصمت و اخلاق ہی بدل جائے

(۴۱) نبیؐ کے سر پہ جو رہتا تھا ابر کا سایا — نظر کو آپ کا سایہ کہاں نظر آیا
یہ معجزہ جو کرامت خدا نے فرمایا — تو اس کو حجت پیغمبری بھی ٹھہرایا
نگاہِ خلق میں یہ ابر ہے، جو پانی ہے
مری نظر میں نبوت کی یہ نشانی ہے

(۴۲) کبھی جو رحمت باری کی شان دکھلائے — زمیں پہ خلد سے نزہت کو کھینچ کر لائے
جو کف اگل کے تلاطم بکف کبھی آئے — عرق میں نوحؑ کا طوفان غرق ہو جائے
خدا کا فضل ہے، قہر قدیر ہے پانی
مطیع شاہِ بشیر و نذیر ہے پانی

(۴۳) جو موج میں ہے تو گویا چنا ہوا جامہ حباب میں ہے تو آبِ رواں کا عمامہ
قلم میں ہے تو نویدِ نگارش نامہ دوات میں ہے تو سجدہ گزار ہر خامہ
رکا رہے تو مزاجِ خسیسِ ہے پانی
رواں ہو جب تو زبانِ انیس ہے پانی

(۴۴) یہ آج جو ہے قوام حیات میں شامل رگوں میں خون میں تخمیر ذات میں شامل
ازل سے آب و گل کائنات میں شامل عمل کی راہ سے ہے معجزات میں شامل
یہ جسم در ہے جو اجرامِ آسمانی پر
قوی ہے کوہ سے بھی اور بنا ہے پانی پر

(۴۵) اگر چہ نرم مزاجی ہے اس کی سب پہ عیاں مگر ہے سخت بھی اتنا، پہاڑ پر ہے گراں
ابل ابل کے کبھی ہو جو یہ رواں و دواں ہوا ہو گرد، تو آندھی کے ہوش ہوں پراں
جو کوہ سامنے ہوں تیوریوں پہ بل ڈالے
تو دستِ موج کی چٹکی سے یہ مسل ڈالے

(۴۶) فضا میں تھی جو ہوا روز و شب پراگندا گراں تھا آب پہ یہ صبح و شام کا دھندا
گلے میں بادِ بہاری کے ڈال کر پھندا بنا لیا اسے آزادہ گام سے بندا
یہ بند شیں جو نہ ہوں دم میں کیا سے کیا ہو جائے
گرہ کھلے تو پھر آندھی بنے ہوا ہو جائے

(۴۷) جو آکے غیر کوئی اس کی بزم میں ہو دخیل ابل پڑے یہ بغیظ و غضب بصورت نیل
تھپیڑے مار کے کر دے ڈبو ڈبو کے ذلیل سوائے شاخِ شجر، وہ خفیف ہو کہ ثقیل
عصائے حضرت موسیٰ جو یاد آتا ہے
ہر ایک چوب کو اب تک یہ سر چڑھاتا ہے

(۴۸) گلاب، نسترن و یاسمین، مولسری گلِ انار، مدن بان، رات کی رانی
سدا بہار، گلِ آفتاب، داؤدی گڑھل، کنول، گلِ عباس، جعفری، خیری
چمن چمن جو یہ کھل کھل کے رنگ لائے ہیں
یہ رنگ رنگ کے پانی نے گل کھلائے ہیں

(۴۹) کمان، تیر، سروہی، سنان، بھال، خدنگ چھری، کٹار، فلاخن، عصا، طمنچہ، سنگ
کمند، گرز، شکنجہ، بنوٹ، بانک، تفنگ حسامِ شعلہ مزاج، آبدار، صاعقہ رنگ
برس پڑیں تو نہ ٹوٹے گی دھار پانی کی
سپر ہے رحمتِ پروردگار پانی کی

(۵۰) خلیج، نہر، ندی، جوئبار، جھیل، کنواں غرض جہاں پہ مکیں ہو، جہاں ہو اس کا مکاں
اٹھا کے ٹھوس قدم جب بھی کوئی آئے وہاں یہ اس کو دل میں بٹھا لے نہ طبع پر ہو گراں
ملے جو ظرف کا ہلکا اچھال دے اس کو
بہا بہا کے کنارے پہ ڈال دے اس کو

(۵۱) جو پھینک دے کوئی اس کو بذلت و خواری وہ غم میں ہو، تو کرے پھر یہ اس کی غمخواری
ہر ایک کافر و مسلم سے ہے رواداری نبیؐ و آل نبیؐ کا یہ فیض ہے جاری
جناب فاطمہؑ زہرا کا مہر ہے پانی
جو ان سے بغض رکھے اس کو زہر ہے پانی

(۵۲) جو ریگ گرم میں دم بھر نہ یہ کسی کو ملے تڑپ کے قافلہ تشنہ کام دم توڑے
جو کاروانِ مدینہ کی چھاگلوں میں رہے عطش میں حر کے رسالے کو زندگی بخشے
فرات میں ہے تو ارماں کسی حزینہ کا
چچا کی مشک میں ہے آسرا سکینہؑ کا

(۵۳) جو گھر میں ہو تو گھرانے کا ہے یہ مونسِ جاں کنویں میں ہو تو کُل اطراف میں ہے فیض رساں
جو چشمہ سار سے پھوٹے، جو نہر میں ہو رواں تو فیضیاب سب انسان و جانور یکساں
ادھر سے شدت گرما میں جو گزرتے ہیں
تو قافلے سرِ ساحل قیام کرتے ہیں

(۵۴) تمام حاکم و محکوم و منعم و نادار تمام کافر و دیندار و زاہد و بدکار
وحوش و طیر و بُز و گُرگ و مرکب و اسوار ہیں بے مزاحمت اس وقف عام سے سرشار
روا ہر اک کے لئے بے گزند ہے پانی
مگر حسینؑ کے بچوں پہ بند ہے پانی

(۵۵) یہ تین روز کے پیاسے کھڑے ہیں ڈیوڑھی پر　　شباب پر ہے تمازت سموم کا ہے گزر
بھبک رہی ہیں فضائیں، برس رہے ہیں شرر　　فرات سامنے ہے، پی رہا ہے سب لشکر
قیامت اور یہ بچوں پہ ڈھا رہے ہیں شقی
دکھا کے پیاس میں پانی بہا رہے ہیں شقی

(۵۶) وہ مسلم جگر افگار کے یتیم پسر　　وہ بنت فاطمہؑ کے لال عون اور جعفر
وہ جانِ شبّرِ مسموم قاسمِ مضطر　　وہ آسرا شہ مظلوم کا علی اکبر
یہ سب پیمبرؐ اسلام کے نواسے ہیں
جو کلمہ گویوں کی بستی میں آج پیاسے ہیں

(۵۷) حبیب و مسلم و ضرغامہ و بریر و بلال　　زہیر قین جگر دار و وہب نیک خصال
جناب جون جری، دشت کربلا کے ہلال　　یہ سب تھے تین شب و روز کی عطش سے نڈھال
لئے تھے سینوں میں لیکن یہ آرزو پیاسے
عدوئے آل کا پی جائیں گے لہو پیاسے

(۵۸) خیام پاک میں ذریت نبیؐ بے آب　　کہ جن میں زینبؑ وکلثومؑ دلفگار و ربابؑ
پھر ان کی گود میں اطفال مضطر و بیتاب　　سکینہؑ پیاس سے غش میں پڑی ہیں سینہ کباب
جو چونکتی ہیں نکلتا ہے منہ سے یا عباسؑ
کہیں سے پانی منگا دیجیے چچا عباسؑ

(۵۹) ہے ایک خیمہ عصمت میں بیکس و مظلوم　　وہ اک جوان جو بیمار و مضطر و مغموم
ولی و زاہد و سجاد و عابد و معصوم　　مریض تب سے جلے اور ہو آب سے محروم
وفورِ کرب میں غش سے جو آنکھ کھلتی ہے
زبانِ خشک کے کانٹوں میں پیاس تلتی ہے

(۶۰) پڑا تھا جھولے میں اک شیر خوار جانِ علیؑ　　یہ چھ مہینے کا جان اور بلائے تشنہ لبی
لگی تھی پیاس سے ہچکی، ڈھلا تھا منکا بھی　　یہ ضعف تھا کہ نہ کھلتی تھی آنکھ اصغرؑ کی
بلکنا چاہتے تھے اور بلک نہ سکتے تھے
حسینؑ یاس سے بچے کے منھ کو تکتے تھے

(۶۱) جو پوچھئے کہ یہ معصوم کب سے تھے بے آب
تو خیمے میں شب ہشتم بھی آب تھا نایاب
بریر لائے تھے مشکیزہ بھر کے جب تو شتاب
نہ جانے کب سے تھے بچے عطش سے سینہ کباب
سب آ کے ٹوٹ پڑے جب نظر پڑا پانی
کشاکشی میں کھلی مشک، بہہ گیا پانی

(۶۲) تڑپ کے رہ گئے اطفال سید کونین
کیا وہ نوحہ و ماتم کہ سن کے روئے حسینؑ
وہ مشک بیچ میں، بچے وہ گرد، لب پہ وہ بین
کسی کی لاش پہ ہوتا ہے جیسے شیون و شین
نمی سے آتشِ دل میں کمی جو ہوتی تھی
سکینہ مشک پہ رخسار رکھ کے روتی تھی

(۶۳) وہ شب گزرنے پہ آئی جو آٹھویں کی سحر
ہوئے تھے سوکھ کے کانٹا وہ لب جو تھے گلِ تر
عجب ہے پیاس سے تھی جن کی جان ہونٹوں پر
وہ تین روز جیے اور تشنہ لب کیوں کر
یہ کیا تھا جس نے انہیں اس قدر دلیر کیا
کہ تشنگی سے لڑے، فطرتوں کو زیر کیا

(۶۴) عطش سے گرچہ تھے برہم، مزاجِ شکر پسند
یقین جام شہادت سے تھے مگر خورسند
رضائے حق پہ تھے شاکر، وہ صبر کے پابند
مگر خیام میں فریاد العطش تھی بلند
یہ تازیانۂ گریہ، سوالِ آب نہ تھا
جھنجوڑتے تھے شقاوت کو اضطراب نہ تھا

(۶۵) دہم کی صبح کو یہ تشنگی کا عالم تھا
زباں تھی اینٹھی ہوئی، خشک، خاردار گلا
جو بات کرتے تھے لگتا تھا منھ میں نشتر سا
رجز کا وقت جو آیا بہا دیے دریا
بڑھے جو سیل کی صورت اٹھا کے سینوں کو
ڈبو دیا عرقِ شرم میں لعینوں کو

(۶۶) اٹھا اٹھا کے حساموں کی آب سے طوفاں
پہنچ پہنچ گئے ساحل کے پاس شیرِ ژیاں
وہیں تو نہر تھی جاری یہ لڑ رہے تھے جہاں
نظر اٹھا کے بھی دیکھا نہ سوئے آبِ رواں
بڑھا دیا تھا بہت ضبط نے وقار ان کا
بتولؑ کو لب کوثر تھا انتظار ان کا

(۶۷) پھر اس کے بعد یہ منظر بھی فوج نے دیکھا — کہ اک جری درِ خیمہ سے سوئے نہر چلا
علم تھا دوشِ مبارک پہ ہاتھ میں نیزا — لئے تھا مشک بھی، جیسے کسی کا ہے سقا
مزاحمت سے نبٹتا ہوا لڑائی میں
سفیر تشنہ لباں تھا، رکا ترائی میں

(۶۸) پسینہ پونچھ کے انگڑائی لی جو ضیغم نے — جو رہ گئے تھے وہ پہرے بھی نہر سے بھاگے
اتر کے زین سے پہنے جری نے دستانے — کہ مشک بھرنے میں پانی نہ مس ہو ہاتھوں سے
وفا کا پاس، جو کروٹ نہ اس گھڑی لیتا
فرات قبضے میں تھی چاہتا تو پی لیتا

(۶۹) جری نے مشک بھری اور تشنہ کام پھرا — پلٹ کے فوج نے نرغہ کیا بہ مکر و دغا
ہوئے وہ ہاتھ قلم، مشک پر بھی تیر لگا — علم کے ساتھ، یہ پانی گرا، وہ شیر گرا
ہوا نثار علم پر شہ مدینہ کے
لہو سبیل بنا، نام پر سکینہؑ کے

(۷۰) اب اک جوان تھا پیاسا، جو بہر جنگ چلا — بھگا کے فوج جو اظہار تشنگی کا کیا
زبان چسانے کو اپنی بڑھے امامِ ہدا — ملا دہن سے دہن، منہ پسر نے پیٹ لیا
کہا کہ ہائے یہ کلفت یہ امتحانِ حسینؑ
ہے چوبِ خشک سے بھی خشک تر زبانِ حسینؑ

(۷۱) یہ کہہ کے رن میں دوبارہ گئے، جہاد کیا — سناں جو کھائی تو صغرا بہن کو یاد کیا
مرادوں والے نے اماں کو نامراد کیا — پدر سے عرض یہ روکر بہ اعتماد کیا
نہ شکل دیکھے گا ناچیز جامِ کوثر کی
حضور پیاس نہ جب تک بجھے گی اصغرؑ کی

(۷۲) یہ کہتے کہتے پسینے جو موت کے آئے — پسر نے توڑ کے دم باپ پر ستم ڈھائے
جنازہ لے کے چلے شاہ بال بکھرائے — جواں کو لے کے گئے، شیر خوار کو لائے
خدا کی راہ میں ایثار کی جو ٹھانی ہے
وہ لاش اٹھا چکے یہ لاش اب اٹھانی ہے

(۷۳) سپاہ شام کو صورت دکھا کے بچے کی — کہا کہ وہ بھی سنیں جو کہ ہوں شقی سے شقی
یہ چھ مہینے کا گل رو، یہ جان ننھی سی — ہمارے ساتھ ہے پامالِ جور تشنہ لبی
یزیدیو! یہ گلِ تر بہت نراسا ہے
قصور کچھ نہیں اور تین دن کا پیاسا ہے

(۷۴) یہ سن کے سب نے جو دیکھا نظر اٹھا کے ادھر — شقی بھی رو دیئے دل تھام تھام کر اکثر
کمان اتنے میں کڑکی، بپا ہوا محشر — گلے پہ تیر لگا، مسکرا دیئے اصغرؑ
حسینؑ بولے، میں اس ضبط کے فدا بیٹا
تمہاری پیاس بجھی، حلق تر ہوا بیٹا؟

(۷۵) قبا پہ خون جو ٹپکا ہوئی یہ حیرانی — کہاں سے دھوئیں اسے پینے کو نہیں پانی
اور اس میں سب سے زیادہ تھی یہ پریشانی — کے مدد کو پکارے بتولؑ کا جانی
"نہ لشکرے، نہ سپاہے، نہ کثرت الناسے
نہ قاسمے، نہ علی اکبرے، نہ عباسے"

(۷۶) کوئی رفیق نہ ہمدم نہ مونس و یاور — فقط صغیر کا لاشہ تھا اور داغِ جگر
علیؑ کی تیغ سے بولے امام جن و بشر — بس اب سنبھل کہ بناتے ہیں تربت اصغرؑ
یہ کہہ کے بارِ بلائے کثیر کھینچ لیا
پسر کے حلق سے صابر نے تیر کھینچ لیا

(۷۷) غضب کی جا ہے کہ یہ کلفتیں اٹھائے حسینؑ — علیؑ کی تیغ سے خود اک لحد بنائے حسینؑ
اتارے قبر میں بیٹے کو باپ، ہائے حسینؑ — بجز رضا بقضا کچھ نہ لب پہ لائے حسینؑ
نہ تھا چھڑکنے کو پانی پسر کی تربت پر
چڑھائے آنسوؤں کے پھول ننھی تربت پر

(۷۸) خیال آب جو تھا یاد آگئے بھائی — نگاہِ یاس ترائی سے جا کے ٹکرائی
زمیں لرز گئی، غازی کی لاش تھرائی — تڑپ کے غیرت انسانیت یہ چلائی
ارے فرات کے کم ظرف و بد گہر پانی
نہ مل سکا علی اصغرؑ کو ڈوب مر پانی

☆
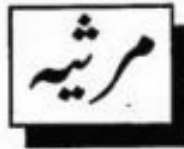
دنیا وفا پسند ہے دیں ہے وفا پسند

بند: ۷۷

تصنیف: ۱۹۸۰ء بمقام: جدّہ، سعودی عرب

(خلاصہ)

مدح وثنائے حضرت عباسؑ ___ حضرت علیؑ سے حضرت عباسؑ کی فضائل میں یکسانیت و موازنہ ___ امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ کے فضائل میں موازنہ و یکسانیت ___ حضرت عباسؑ کا سراپا اور میدانِ جنگ میں آمد ___ رجز ___ جنگ ___ حضرت عباسؑ کی وقت نزع امام حسینؑ سے گفتگو ___ شہادت ___ امام حسینؑ اور سکینہ کے بین ___

(۱) دنیا وفا پسند ہے دیں ہے وفا پسند — سجدہ وفا پسند، جبیں ہے وفا پسند
کوئی بھی ہو جہاں میں کہیں، ہے وفا پسند — دعوے کی حد میں، کون نہیں ہے وفا پسند
وہ ایک ہی ہے جس سے ہے قائم وفا کا نام
عباسؑ اس کا نام ہے آگے خدا کا نام

(۲) عباسؑ روحِ عزمِ جنابِ امیرؑ ہیں — بے دست ہوکے، مثل علیؑ دستگیر ہیں
وہ شاہ ذوالفقار یہ سیف قدیر ہیں — وہ بے نظیر ہیں تو یہ ان کی نظیر ہیں
ناصر نبیؐ کے وہ، یہ شہِ کائنات کے
کوثر کے وہ امیر، یہ مالک فرات کے

(۳) وہ منبرِ رسولِ عرب کی ہیں زیب و زین — یہ ہو بہو رجز میں زبانِ شہِ حنین
وہ عینِ کبریا ہیں تو یہ اُن کے نورِ عین — وہ بازوئے رسولؐ ہیں، یہ بازوئے حسینؑ
وہ ہیں نجف کے شیر، یہ ہیں کربلا کے شیر
یہ ہیں علیؑ کے شیر، علیؑ ہیں خدا کے شیر

(۴) کرب و بلا میں یہ ہیں شہِ کربلا کی ڈھال — بے مثل ہیں حسینؑ تو، عباسؑ بے مثال
وہ مصطفےٰؐ کی آل، تو یہ مرتضیٰؑ کے لال — وہ احمدی جمال، تو یہ حیدری جلال
اُن کو رموزِ غیب، نبیؐ نے بتائے ہیں
ان کو فنون جنگ، علیؑ نے سکھائے ہیں

(۵) وہ نفسِ بابِ علم، یہ روحِ عمل پسند — وہ دین حق کا درد، وفا کے یہ درد مند
وہ موعظہ یہ ہیبتِ تاثیرِ وعظ و پند — وہ صاحبِ بلندی و پستی، یہ سر بلند
وہ علم میں، تو فضل میں یہ لا جواب ہیں
وہ سید شبابِ جناں، یہ شباب ہیں

(۶) وہ شرع ہیں، یہ نصرت شرع رسول ہیں — ایثار کے چمن میں وہ پھل ہیں، یہ پھول ہیں
وہ شاملِ اصول ہیں، یہ با اصول ہیں — والفتح ہیں حسینؑ، یہ شانِ نزول ہیں
ایمان کی وہ روح یہ شکل اعتقاد کی
وہ آیۂ جہاد، یہ صورت جہاد کی

(۷) وہ سرمدی جمال تو یہ عاشق صمد — ان کو اجل سے پیار انھیں زندگی سے کد
وہ کشتۂ ازل ہیں، تو یہ زندۂ ابد — حِلم اُن کا مستند ہے، تو ضبط اِن کا مستند
اُن پر خلوص، اِن پہ رفاقت تمام ہے
صبر ان کا نام ہے، تو وفا ان کا نام ہے

(۸) وہ رازدارِ عزم، یہ اُس عزم کا ہیں راز — وہ زندگی کا سوز، یہ اس سوز کا گداز
وہ حُسن کا ہیں ناز، تو یہ عشق کا نیاز — وہ شاہدِ عمل، یہ شہیدِ عمل نواز
قرآں اُدھر ہے مشکِ حرم اِن کے پاس ہے
عِلم اُن کے پاس ہے، تو علَم اِن کے پاس ہے

(۹) وہ رعب، یہ حشم، وہ جلالت، تو یہ جلال — وہ شان، یہ شکوہ، وہ کامل، یہ باکمال
وہ شاہِ بدر کے مہ تاباں، تو یہ ہلال — وہ فضل ذو الجلال، تو یہ قہرِ ذو الجلال
وہ عزم آہنی ہیں رسولِ قدیر کا
یہ نفسِ مطمئن ہیں، جنابِ امیر کا

(۱۰) وہ ہیں منیٰ کے لال، یہ سرمایۂ حرم — دونوں کی ایک شان، بہ تفریق بیش و کم
وہ صبر کا وقار، تو یہ ضبط کا بھرم — حیدرؑ کا وہ شکوہ، یہ مظلوم کا حشم
آ کر وفا کے بھیس میں عظمت حسینؑ کی
عباسؑ بن گئی ہے، شجاعت حسینؑ کی

(۱۱) وہ بحر و بر کے شاہ، ترائی کے ہیں یہ شیر — سب اُن کے زیر دست، زبردست اِن سے زیر
وہ جاں، یہ جاں نثار، وہ دل اور یہ دلیر — وہ تشنۂ اجل ہیں، تو یہ زندگی سے سیر
اُن کی رگوں میں جوش ہے زہراؑ کے شیر کا
اِن کی رگوں میں خون جنابِ امیرؑ کا

(۱۲) دونوں کا حال وصف و عمل سے ہے منجلی — وہ ہیں امام کون و مکاں اور یہ ولی
گلزار معرفت کے وہ ہیں پھول، یہ کلی — وہ خُلقِ مصطفےٰ ہیں، تو یہ سیرتِ علیؑ
وہ بزم میں مثالِ رسولِ قدیر ہیں
یہ رزم میں شبیہِ جنابِ امیرؑ ہیں

(۱۳) وہ قبلۂ زمن ہیں تو قبلہ نما یہ ہیں — ایفائے عہد وہ ہیں، تو عہد وفا یہ ہیں
وہ ہیں نبیؐ کا عشق، علیؑ کی ولا یہ ہیں — وہ دین کی سپر ہیں، تو سیف خدا یہ ہیں
وارث شکوہ و دبدبۂ قلعہ گیر کے
دو پھل ہیں ذوالفقارِ جنابِ امیرؑ کے

(۱۴) ظاہر میں دو نفوس، مگر خاندان ایک — ذات ایک، بات ایک، ادا ایک، شان ایک
نفس ایک، خون ایک، نفس ایک، جان ایک — قرآن وہ، یہ حافظِ قرآں بیان ایک
طرز و طریق و سیرت و دستور ایک ہے
آنکھیں علیؑ کی دو ہیں، مگر نور ایک ہے

(۱۵) عباسؑ نامدار شہ کربلا کے ساتھ — گویا ابوتراب حبیبِ خدا کے ساتھ
اک ساحل مراد ہے، اک ناخدا کے ساتھ — تسبیح فاطمہؑ ہے، علیؑ کی دعا کے ساتھ
چھوٹے بڑے کے فرق سے دونوں امیر ہیں
نادِ علیؑ کبیر وہ ہیں، یہ صغیر ہیں

(۱۶) ہمت پہ اِن کی خامسِ آلِ عبا کو ناز — جرأت پہ اُن کی معرکۂ کربلا کو ناز
طاقت پہ اِن کی حضرت شیر خدا کو ناز — چاہت پہ اُن کی خالقِ عشق و وفا کو ناز
ثابت قدم تھے نصرتِ شاہِ انام میں
سجدے میں وہ شہید ہوئے، یہ قیام میں

(۱۷) دورخ ہیں کربلا کے مرقع کے بے مثال — اک شہ کا صبر، دوسرے عباس کا جلال
اُن کے کرم سے فوج عدو مطمئن کمال — ہیبت سے اِن کی پست زمیں، آسماں نڈھال
اس دبدبے سے ضبط جو ان کا شعار ہے
مجبوریاں نہیں ہیں، یہ جبر اختیار ہے

(۱۸) مدح و ثنا میں اِن کی یہ ادنیٰ سی بات ہے	یہ ایک فرد عالم ذات و صفات ہے
ان پر جو اعتمادِ شہ کائنات ہے	پیاسوں کو تشنگی میں فرات ان کی ذات ہے
مضبوط سب کے دل ہیں جو عباس پاس ہیں
زینب کا آسرا ہیں سکینہ کی آس ہیں

(۱۹) لاکھوں کو ایک ضرب علیؑ میں فنا کریں	ہستی عدم ہو، دم میں جو کُھل کر وغا کریں
اِذن جہاد پائیں، تو محشر بپا کریں	صابر کے زیرِ حکم ہیں، افسوس کیا کریں
ہنگامِ ضبطِ غیظ، نہ یہ پوچھ کیا ہیں یہ
بزم حسینؑ میں حسنِ مجتبیٰ ہیں یہ

(۲۰) دیکھا سنا نہیں کہیں ایسا تضاد بھی	قبضے پہ انگلیاں بھی ہیں، امت کی یاد بھی
نصرت کا ولولہ بھی ہے، ذوق جہاد بھی	بازو میں زور، زور پہ ہے اعتماد بھی
خُو بُو وہی ہے سب جو خدا کے ولی میں ہے
عباسؑ میں ہے ع وہی، جو علیؑ میں ہے

(۲۱) یہ ''ع'' ہے جو عینِ علمدار کا نشاں	''ب'' کا ہے یہ بیاں، کہ بہادر ہے یہ جواں
ہے الفتِ امام ''الف'' سے ہے یہ عیاں	آتا ہے یاد ''س'' سے سقائی کا سماں
سیفِ خدا ہیں اہل تمرد کے واسطے
تشدید ہے عدو پہ تشدد کے واسطے

(۲۲) وہ نام، جس کو سن کے دہلتے ہیں اہلِ کیں	وہ کام، جو زمانے میں تاریخ آفریں
وہ ذات، جس کا ایک جواب آج تک نہیں	وہ بات، جس میں کر نہیں سکتے چناں چنیں
وہ آنکھ، جو جہاد میں ضرب شدید ہے
وہ فرد، جو ہزار میں فردِ فرید ہے

(۲۳) قامت ہے راستی میں الف اعتبار کا	جس پر گماں اقامت شب زندہ دار کا
مینار ہے یہ جہد عمل کے حصار کا	یا اک نشانِ ارادۂ پروردگار کا
وہ سر بلندیاں کہ بلندی کی حد نہیں
قد قامت الصلوٰۃ کا قامت ہے قد نہیں

(۲۴) دنیا جسے نیاز مجسم کہے وہ جسم — چاہت ہے جس کا نام، محبت ہے جس کا اسم
الفت کے امتحاں میں وفاؤں کا اک طلسم — ارواح سے لطیف ہے، اجسام کی یہ قسم
کیونکر نہ شان عجز ہو اس سرو ناز میں
خود عشق آگیا ہے لباس مجاز میں

(۲۵) اک چہرۂ جمیل، خجلِ جس سے آفتاب — اک چہرۂ قصیدۂ عظمت بہ آب و تاب
عارض شباب آئینہ، آئینۂ شباب — صورت ہے نور کی، رخِ پُر نور کی کتاب
لب ہائے پاک باز قد ارجمند پر
قرآن بولتا ہوا رحلِ بلند پر

(۲۶) وہ دست پاک، جن سے قوی دین نیم جاں — ایسی کلائیاں، کہ ید اللہ مدح خواں
کاندھے پہ تشنگی کی امانت جو ہے عیاں — ابھری ہیں مشک بھرنے کو بازو کی مچھلیاں
نہر فراتِ عشق کا پانی پیے ہوئے
یہ مچھلیاں ہیں رخ سوئے دریا کیے ہوئے

(۲۷) عباسؑ نامور کی زباں ہے، زبانِ فتح — رمز ظفر دہن ہے، تو لب ترجمان فتح
آنکھیں ہیں عین عزم، تو بنی نشانِ فتح — دل آیۂ جلالت حق، جسم جانِ فتح
ابرو ہیں ذوالفقار بکف اس دلیر کے
طاقت خدا کے شیر کی پنجے میں شیر کے

(۲۸) شیروں میں یہ ہنر یہ نموداریاں کہاں — تیغوں میں یہ تراش یہ طراریاں کہاں
حمزہ میں یہ نگاہ یہ ہشیاریاں کہاں — جعفر کے بازوؤں میں یہ طیاریاں کہاں
سردارِ لشکرِ شہِ برنا و پیر ہیں
یہ دشت کربلا کے جناب امیر ہیں

(۲۹) دونوں کی خصلتیں ہیں عیاں خاص و عام پر — قرباں تھے وہ نبیؐ پہ یہ صدقے امام پر
شیر خدا، فدا تھے پیمبرؐ کے نام پر — مرتے ہیں یہ حسین علیہ السلام پر
اس چاہ نے فرات پہ یہ مرتبا دیا
دنیا میں با وفا کو بہشتی بنا دیا

(۳۰) ساحل پہ آمد خلف بو تراب ہے — دہشت سے موج موج کا دل، آب آب ہے
بھاگے بھنور کدھر کو عجب پیچ و تاب ہے — گیتی ہے گرد برد کہ مٹی خراب ہے
چھپنے کو خاک جانب چرخ بریں چلی
دامن سمیٹتی ہوئی رن کی زمیں چلی

(۳۱) کانپا جو رن، زمان و زمیں کانپنے لگے — کل ساکنانِ چرخ بریں کانپنے لگے
سیار و ماہ و مہرِ مبیں کانپنے لگے — بازو سمیٹے روحِ امیں کانپنے لگے
محشر جو ہے رکاب میں چھوٹے حضور کی
ٹاپوں سے آ رہی ہے صدا نفخ صور کی

(۳۲) اللہ رے نہیب علمدار ارجمند — وہ سیف دم بخود، وہ سناں کی زبان بند
ضغطے میں ہر کمان تو الجھن میں ہر کمند — وہ ہر نشان فوج کا دست اماں بلند
وہ خنجروں کے قلب میں چھالے پڑے ہوئے
ڈھالوں کو اپنے پھولوں کے لالے پڑے ہوئے

(۳۳) جز رعب شیر، کچھ نہیں میداں کے آس پاس — رُوئے زمیں ہے خاک بسر اور فضا اداس
سرخم کئے ہے فکر میں گردوں بصد ہراس — مہر مبیں ہے لرزہ بر اندام و بد حواس
اتنا ہے رعب شیر خدا کے نشان کا
چلہ اتر گیا مہ نو کی کمان کا

(۳۴) اللہ رے رعب و دبدبہ حامل علم — جمتا نہیں ہے ذہن میں مضموں دم رقم
کاتب کی انگلیوں کو بھی لرزہ ہے دم بدم — بھونچال ہے قلمروِ معنی میں یک قلم
سالم نہ رکن اور نہ افاعیل رہ گئے
مفعول فاعلات مفاعیل رہ گئے

(۳۵) سن سن کے ذکر آمد عباس پُر جلال — دل جیوٹوں کے کانپتے ہیں بید کی مثال
سب دم بخود ہیں خوف سے سب کا ہے غیر حال — جز عاشق حسینؑ و بجز مدح خوان آل
دفتر ہیں منقلب زبر و زیر کی طرح
کاغذ پہ چل رہا ہے قلم شیر کی طرح

(۳۶) رعب و جلالِ شیر کا احوال دیکھئے خود طوطیِ قلم کی زباں لال دیکھئے
فرزندِ بوتراب کا اقبال دیکھئے اشعار کی زمیں میں ہے بھونچال دیکھئے
کلمے بھی بیقرار ہیں اور نحو و صَرف بھی
بیتوں کے لفظ بھی متحرک ہیں حرف بھی

(۳۷) وہ شان وہ شکوہ وہ غازی کا کرو فر وہ اسلحہ جو نادِ علیاً کا ہم اثر
نیزہ مثالِ خطِّ شعاعی بلند تر بالکل نگاہ بد سے جو محفوظ وہ سپر
کوئی کہیں نہ دیکھ سکا خوش جمال کو
پشتیں گزر گئی ہیں پس پشت ڈھال کو

(۳۸) اے آسماں! زمیں کی طنابوں کو تھام لے اے حشر! دور عدل ہوا انتقام لے
اے صور! دم بدم شہ مرداں کا نام لے اے مہر! صبح حشر ہوئی، راہ شام لے
اے ترکِ چرخ پھینک سروہی ہلال کی
آمد ہے ضیغمِ اسد ذوالجلال کی

(۳۹) ناگاہ سورماؤں کے دِل تھر تھرا گئے سمٹے، ہٹے، سرک گئے، آنکھیں چرا گئے
کتنے مچا مچا کے یہ غل منھ چھپا گئے بھاگو ارے وہ حضرتِ عباسؑ آ گئے
گیتی طریق صبر و سکوں بھولنے لگی
گہوارۂ فلک میں زمیں جھولنے لگی

(۴۰) زیر و زبر پڑا جو نظر فوج کا نظام نعرہ کیا جری نے کہ اے ساکنانِ شام
یہ خوف کا محل نہ لرزنے کا ہے مقام لینا نہیں ہے ہم کو شہیدوں کا انتقام
غیر از دفاع ہاتھ نہ تم پر اٹھائیں گے
ہٹ جاؤ سامنے سے لب نہر جائیں گے

(۴۱) یہ سن کے مطمئن جو ہوئے خانماں خراب بڑھ کر دیا پرے سے بن سعد نے جواب
بہتر یہ ہے کہ خیر سے واپس ہوں اب جناب ہم خیمۂ حسینؑ میں جانے نہ دیں گے آب
جب تک نہ سر یزید کے آگے جھکاؤ گے
رگڑو گے ایڑیاں بھی تو پانی نہ پاؤ گے

(۴۲) مانا کہ تم ہو حیدر خیبر شکن کے لال فوج کثیر کا مگر آساں نہیں سنبھال
تیر و کماں نہ خنجر و شمشیر بے مثال لائے ہو اک سناں یہ دکھائے گی کیا کمال
اس طعن پر بڑھے جو یہ نیزے کو تان کے
کانپی زمین، ہوش اڑے آسمان کے

(۴۳) نعرہ کیا کہ نہر پہ جاتے ہیں روک لو لشکر کے صفدروں کو سناتے ہیں روک لو
اے اہل شام رخش بڑھاتے ہیں روک لو آگاہ کر کے باگ اٹھاتے ہیں روک لو
بھاگو، ہٹو، یہاں سے ابھی راہ شام لو
دانتوں پسینہ آئے جو دریا کا نام لو

(۴۴) نیزہ جدھر بڑھا، وہیں دنیا الٹ گئی جو صف تھی، بوریے کی طرح سے سمٹ گئی
نوک سناں سے چھد گئے دل سانس کٹ گئی اس کی ہوا لگی، تو ہوا ڈر کے ہٹ گئی
نظروں میں تول کر روش کارزار کو
بھولی روا روی میں اجل بھی شمار کو

(۴۵) جس کی طرف یہ بڑھ گئی عمر اس کی گھٹ گئی برما دیا جبیں کو، تو قسمت الٹ گئی
سینے سے جیوٹوں کے اُبھر کر لپٹ گئی بھاگا کوئی تو کھا کے ترس آپ ہٹ گئی
کی دیکھ بھال چار طرف اس نزاع میں
پھر گھوم پھر کے آگئی حد دفاع میں

(۴۶) نیزے کا وہ کمال وہ توسن کی ترکتاز اندازِ چشم شوخ ادائے نگاہ ناز
توحید کی مدد کو رواں ہو جو یکہ تاز یوں جائے جیسے عرش پہ معصوم کی نماز
اس کی ثنا علیؑ کے ثنا خواں پہ فرض ہے
گھوڑا نہیں یہ معجزۂ طیِ ارض ہے

(۴۷) زخموں کی یہ بہار ہے، جانوں کی یہ خزاں اڑنے میں رنگ، رنگ بدلنے میں آسماں
گھرنے میں ابر، پھرنے میں معشوق کی زباں آنے میں ہے خیال، تو جانے میں ہے گماں
یوں بے تکان چلتا ہے تیغوں کی آب پر
جیسے امام، شرعِ رسالتمآبؐ پر

(۴۸) یہ خاک اڑی کہ موت کا چہرہ بھی اٹ گیا — دریا کا پاٹ فوج کے لاشوں سے پٹ گیا
دو گام میں وہ نہر کا رستہ بھی کٹ گیا — ضیغمِ ترائی چھین کے ساحل پہ ڈٹ گیا
قدسی پکارے دیکھ کے عالم دلیر کا
قبضہ ہے سلسبیل پہ، خالق کے شیر کا

(۴۹) دریا پہ ابن مالک زمزم پہنچ گیا — مغرب کے پاس نیرِ اعظم پہنچ گیا
غل مچ گیا ترائی میں ضیغم پہنچ گیا — فتحِ مبیں کا آیۂ محکم پہنچ گیا
سب فوج کو بھگائے یہ اس کا ہی کام تھا
پہلے جو ہٹ گیا تھا، وہ حکمِ امام تھا

(۵۰) دریا بھی ناریوں کی صفائی پہ تل گیا — شمشیر موج لے کے لڑائی پہ تل گیا
گردوں کا دور جو کج ادائی پہ تل گیا — اک اک حباب چشم نمائی پہ تل گیا
آبِ رواں بھنور کی سپر باندھنے لگا
گرداب بھی مدد پہ کمر باندھنے لگا

(۵۱) معجز نما سناں یہیں ابھری، یہیں گڑی — محور کی کیل بھی کبھی ایسی نہیں گڑی
بولا دلیر جب وہ لچک کر کہیں گڑی — بُغضِ علیؑ جہاں ہے دلوں میں، وہیں گڑی
کیا گھاٹ پر پڑے تھے یہ فوجیں لئے ہوئے
یہ بھی ہے گھاٹ گھاٹ کا پانی پئے ہوئے

(۵۲) نعرہ کیا وہ روکنے والے کہاں گئے — تیغیں وہ کس طرف ہیں وہ بھالے کہاں گئے
جہل و خودی کی گود کے پالے کہاں گئے — لے کر خطِ شکست، رسالے کہاں گئے
زندہ ابھی ہے یا پسر سعد مر گیا
خالی پڑا ہے دشت، یہ خولی کدھر گیا

(۵۳) قابض ہوا جو نہر رواں پر علیؑ کا ماہ — دہشت سے دور ہٹ گئی دریا کی سب سپاہ
پانی سے لڑ گئی جو علمدار کی نگاہ — پیاسوں کے غم میں رونے لگے بھر کے سرد آہ
دل نے کہا کہ ہائے طبیعت اداس ہے
عباسؑ تیرے ہوتے، سکینہؑ کو پیاس ہے

(۵۴) پیاسے ہیں وہ جو فاطمہؑ کے نور عین ہیں خادم ہوں ان کا میں، وہ شہ مشرقین ہیں
جب سے لحد میں فاتح بدر و حنین ہیں یہ جانتا ہوں میں، مرے بابا حسینؑ ہیں
بچوں میں العطش کا کئی دن سے شور ہے
کس دن کے واسطے مرے بازو میں زور ہے

(۵۵) یہ کہہ کے مشک دوش سے لے کر بہ کرّ و فر اُترے فرس سے بازوئے سلطان بحر و بر
ٹھنڈی ہوا جو نہر سے آتی تھی سر بسر جھنجلا کے لب چباتا تھا گھوڑا بچشمِ تر
محروم اس ہوا سے جو تھے شہ جہان میں
روتا تھا وہ بھی مالکِ دلدل کے دھیان میں

(۵۶) عباسؑ نے جو گھوڑے کی آنکھوں پہ کی نگاہ سوچا کہ غم سے پیاس کے، حال اس کا ہے تباہ
پانی کے پاس اس کو جو لایا علیؑ کا ماہ دریا کی سمت دیکھ کے رویا وہ بھر کے آہ
کچھ کہہ سکا نہ راکب گردوں رکاب سے
گردن ہلا کے پھیر لیا منھ کو آب سے

(۵۷) گویا زباں میں اپنی یہ اس نے کیا بیاں کیونکر پیے اس آب کو یہ زار و ناتواں
خیمے میں تشنگی سے سکینہؑ ہے نیم جاں دم توڑتا ہے پیاس سے جھولے میں بے زباں
اس وقت پانی پی کے جو دریا سے جاؤں گا
آقا میں ذوالجناح کو کیا منھ دکھاؤں گا

(۵۸) لیکن حضور پر تو قیامت کا ہے تعب تنہا لڑے ہیں پیاس میں لاکھوں سے ہے غضب
تھوڑا سا پانی پیجئے بہرِ شہِ عرب سقا نہیں سنا کبھی دریا پہ تشنہ لب
رو کر کہا یہ آب مرے حق میں زہر ہے
کیا اے فرس یہ نہر مری ماں کا مہر ہے

(۵۹) پھر مشک آب بھر کے پکارے بدرد و یاس بیوہ بہن کے لاڈلو! آ کر بجھاؤ پیاس
زینبؑ کے پیارو آبِ خنک ہے ہمارے پاس بچو تمہاری تشنہ لبی سے ہے دل اداس
خاموش کیوں پڑے ہو یہ کیا واردات ہے
قاسم! چچا کے قبضے میں نہر فرات ہے

(۶۰) یہ کہہ کے مشک دوش پہ لی جلد تر پھرے | جیسے شکار کر کے کبھی شیر نر پھرے
یہ دیکھتے ہی شامیوں کے رخ ادھر پھرے | گھونگٹ جو کھا گئے تھے وہ سب اہل شر پھرے
زہراؑ کے چاند سے فلکِ پیر پھر گیا
حیدرؑ کا شیر فوج کے نرغے میں گھر گیا

(۶۱) اک دوش پر تو مشک اور اک دوش پر نشاں | اک ہاتھ میں سنانِ شرر ریز و خوں فشاں
وہ نرغہ سپاہ ستمگر کہ الاماں | چاروں طرف وہ تیر، وہ تیغیں، وہ برچھیاں
با ایں ہمہ خیام میں جانے کی فکر ہے
نرغے میں صرف مشک بچانے کی فکر ہے

(۶۲) گو کٹ چکے ہیں ہاتھ وفادار کے، مگر | رکتا نہیں ہے اس پہ بھی حیدرؑ کا شیر نر
دانتوں میں مشک خیمۂ سرور پہ ہے نظر | ناگاہ سر پہ گرز لگا، تیر مشک پر
گھوڑے سے پھر تو ثانی الیاس گر گئے
پانی جہاں گرا، وہیں عباسؑ گر گئے

(۶۳) آواز دی کہ یا شہ ابرار الفراق | رخصت ہیں ہم بتولؑ کے دلدار الفراق
اے شہ کے لال اکبر جرار الفراق | معصوم تشنہ لب سے خبردار الفراق
کیا ہو جو میری یاد میں دل کو نہ کل پڑے
سر پیٹ کر کہیں نہ سکینہؑ نکل پڑے

(۶۴) خم ہوگئی یہ سنتے ہی مظلوم کی کمر | روتے ہوئے چلے سوئے دریا برہنہ سر
ہمشکلِ مصطفیؐ بھی جلو میں تھے نوحہ گر | کہتے تھے شاہؑ اے مرے بھیا گئے کدھر
نرغہ ہے ظالموں کا نہ منھ مجھ سے موڑیے
اس وقت بد میں بھائی کو تنہا نہ چھوڑیے

(۶۵) پانی پہ جان دی مرے شیدا غضب کیا | مجھ کو نہ اپنے ساتھ لیا کیا غضب کیا
خود چل بسے غریب کو چھوڑا غضب کیا | پردیس میں بچھڑ گئے بھیا غضب کیا
غربت میں کس طرح تمھیں دفنائے گا حسینؑ
نادار ہے کہاں سے کفن لائے گا حسینؑ

(۶۶) ناگاہ ایک لاش پہ پہنچے امام پاک — دیکھا کسی دلیر کے پہلو کو چاک چاک
سینے پہ مشک، آنکھ میں ناوک، جسد پہ خاک — درد و الم پکارتے ہیں روحنا فداک
خیمے کو پشت، رخ سوئے دریا کئے ہوئے
سوتا ہے شیر منھ پہ پھریرا لئے ہوئے

(۶۷) اکبر سے پوچھنے لگے سرور بچشم نم — بھائی کی لاش ہو تو گلے سے لگائیں ہم
بولا پسر یہ ضعف بصارت ہے، ہے ستم — تب ہائے بھائی کہہ کے گرے سرورِ امم
روکر کہا کہ ہجر میں آنسو بہاتی ہیں
بھیا چلو تمہاری سکینہ بلاتی ہیں

(۶۸) یہ سنتے ہی تڑپنے لگے بازوئے امام — بولے زبانِ حال سے عباسؑ نیک نام
مولا سلام لیجئے رخصت ہے یہ غلام — پر چند حسرتیں ہیں مری یا شہ انام
اول تو میری آنکھ سے ناوک نکالئے
صورت دکھا کے خاک قدم سر پر ڈالئے

(۶۹) محشر میں سر پہ شہ کے قدم کا غبار ہو — پیش ابو تراب مرا اقتدار ہو
اور دوسرے یہ خادم شہ جب نثار ہو — پانی جہاں بہا ہے اسی جا مزار ہو
نکلے جو دم امام مدینہ کے سامنے
لاشہ مرا نہ جائے سکینہ کے سامنے

(۷۰) رو رو کے تب یہ کہنے لگے شاہِ کربلا — اک آرزو ہے میری بھی اے میرے باوفا
بیکس کو آپ نے کوئی صدمہ نہیں دیا — لیکن زبان سے کبھی بھائی نہیں کہا
تڑپاؤ اب نہ فاطمہؑ کے نورعین کو
اس دم تو بھائی کہہ کے پکارو حسینؑ کو

(۷۱) بولے وہ کانپ کر کہ یہ میری مجال کیا — ذرے کا آفتاب کے آگے جلال کیا
بدر الدجیٰ کا چاند ہوا تو کمال کیا — میں بھی ہوں بنت احمد مرسلؐ کی آل کیا
ہمسر بنوں میں خاص نبیؐ کے عزیز کا
بی بی کے لال آپ، میں بیٹا کنیز کا

(۷۲) پھر ہائے بھائی کہتے ہی خاموش ہو گئے　　پھیلا کے پاؤں نہر کی ریتی پہ سو گئے
چلائے شاہ خوب مرا داغ دھو گئے　　ایسے خفا ہوئے کہ زمانے سے کھو گئے
میں صدقے جاؤں میرے فدائی نہ روٹھیے
بھائی نہ کہلواؤں گا، بھائی نہ روٹھیے

(۷۳) اے میرے جاں نثار مرے غیرت قمر　　غربت میں آہ توڑ گئے تم مری کمر
یاں تو حسینؑ روتے تھے بھائی کی لاش پر　　اور واں کسی نے خیمے میں پہنچا دی یہ خبر
پھر تو چچی کی گود میں دل کو نہ کل پڑی
فضّا کو ساتھ لے کے سکینہ نکل پڑی

(۷۴) چلاتی تھی چچا مجھے صورت دکھایئے　　ہے ہے کدھر ہیں آپ صدا تو سنایئے
روٹھی ہوں آپ سے مجھے اٹھ کر منایئے　　میں اپنی مشک پھیرنے آئی ہوں لایئے
اماں تو کہہ رہی تھیں چچا نہر پر گئے
ہے ہے فرات سے مرے عمو کدھر گئے

(۷۵) چلائے شہ نہ آؤ قضا کر گئے چچا　　بیکس کے دل پہ داغ الم دھر گئے چچا
پانی کے واسطے لب کوثر گئے چچا　　بالی سکینہ صبر کرو، مر گئے چچا
یاں کون اب پلائے گا پانی چچا کہاں
گھر لٹ گیا مرا، مری جانی چچا کہاں

(۷۶) یہ سن کے سر کو پیٹتی دوڑی وہ تشنہ لب　　نوحہ یہ تھا کہ ہائے چچا کیا کروں میں اب
لو رونے والو اور تعب پر سنو تعب　　بچی قریب لاش جو پہنچی ہوا غضب
عباسؑ کی حیا پہ جگر غم سے پھٹ گیا
تھرا کے اس غیور کا لاشہ الٹ گیا

(۷۷) بچی کو لے کے گود میں روئے شہ امم　　اکبر نے مشک اٹھا کے رکھا دوش پر علم
روتے ہوئے حسینؑ پھرے جانب حرم　　بڑھکر پکاری در پہ یہ فضہ بصد الم
ماتم کرو پیام غم آتا ہے صاحبو
دریا سے خوں بھرا علم آتا ہے صاحبو

☆

اے منشیِ گردوں قلمِ نخلِ وِلادے

بند: ۱۰۵

تصنیف: ۱۹۷۵ء بمقام: کراچی، پاکستان

(خلاصہ)

علم کی حقیقت اور افادیت ___ ولادت علی اکبرؑ ___ آمد شباب پر حسن و جمال کا چرچہ ___ سلطان حلب کو خبر ہونا ___ امام حسینؑ کو خط لکھنا ___ سلطان حلب کا علی اکبرؑ کو اپنی بیٹی کا رشتہ دینا ___ رشتہ طے ہونا ___ امامؑ کے خط میں دنیا کی بے ثباتی کا ذکر اور شادی کی تاریخ عاشور محرم طے کرنے کا ذکر ___ عاشور محرم آنے پر کربلا میں کارزار گرم ہونا۔ علی اکبرؑ کا رجز ___ جنگ ___ تلوار کی تعریف ___ شہادت حضرت علی اکبرؑ ___ حلب میں شادی کی تیاری تھی کہ واقعہ کربلا کی خبر پہنچنا ___ حلب میں گریہ و ماتم ___

(۱) اے منشیِ گردوں قلمِ نخلِ ولا دے　　سو سال جو پہلے کا ہے وہ رنگ دکھا دے
ماضی کو پھر اے دورِ زماں حال بنا دے　　اسلوبِ دبیر آج کے لفظوں میں مزا دے
جب مرثیہ گوئی کو قلم ہاتھ میں آئے
دل جس سے غنی ہو وہ رقم ہاتھ میں آئے

(۲) اے عیسیٰ مضموں دلِ مُردہ کو جلا دے　　لَو شمعِ تصور کی ذرا اور بڑھا دے
وہ چشمِ بصیرت کو مری نور و ضیا دے　　مجلس میں محمدؐ کا جو دیدار دکھا دے
آغوش میں شبیرؑ کی دلبر نظر آئے
اکبرؑ، صفتِ مصحفِ اکبر نظر آئے

(۳) لو حق نے وہ پھر آیتِ تطہیر اتاری　　اک نور کی صورت مع تنویر اتاری
نقاش نے محبوب کی تصویر اتاری　　مصحف تو اتارا تھا، یہ تفسیر اتاری
بالائے زمیں عرش کا تارا اتر آیا
لو سورۂ والشمس دوبارا اتر آیا

(۴) اس چاند کے جلوے نے یہ اک اک کو سنایا　　لو سایۂ محبوب خدا خلق میں آیا
شبیرؑ کی ہمشیر نے چھاتی سے لگایا　　ماں دودھ پلاتی رہی زینبؑ نے کھلایا
کہتی تھیں یہ ہمشکل رسول عربیؐ ہے
اک مہر بھی ہو پشت پہ اس کی تو نبیؐ ہے

(۵) بالکل وہی آنکھیں ہیں وہی رُو وہی ابرو　　بینی وہی اونچی، وہی تیور، وہی خُو بُو
ماتھا بھی وہی، اور وہی شانے، وہی بازو　　سلجھے ہوئے ویسے ہی شب قدر سے گیسو
حق کو جو پسند آئی تھی وہ شکل یہی تھی
نانا کو نبوت اسی صورت پہ ملی تھی

(۶) بنت اسد اللہ نے کس پیار سے پالا جمعیت خاطر تھا یہی گیسوؤں والا
گھر کا بھی چراغ اور یہی آنکھوں کا اجالا پتلی کی طرح ان کو نہ پردے سے نکالا
حاصل وہ مقام ان کو تھا جو آنکھ میں تل کو
اک بال بھی ٹوٹا تو بس الجھن ہوئی دل کو

(۷) بھاوج سے یہ فرماتی تھیں ہنس کر سحر و شام آرام دل و جاں ہے تمہارا یہ دل آرام
میں نیگ نہ لوں گی مجھے دے دو یہی گلفام نانا کی مرے شکل ہے بابا کا مرے نام
بھائی سے بھی کہہ دو کہ یہ فرزند نہ دوں گی
اس لال کو میں پالوں گی، میں بیاہ کروں گی

(۸) اِس مصحف آغوش نے جب نطق بھی پایا باتوں میں دل مصحف ناطق کو لبھایا
تعلیم کے دن آگئے مکتب کا سِن آیا گودی میں درِ علم کی بیٹی نے پڑھایا
فرماتی تھیں پڑھنے ہی میں عزت ہے میں واری
حق جس سے ملے، علم وہ دولت ہے میں واری

(۹) سب علم کے باعث ہے جو توقیر نبیؐ ہے اے لال یہ میراثِ رسول عربیؐ ہے
اس فرض سے غفلت ہو تو پھر بے ادبی ہے واری، طلب علم نبیؐ حق طلبی ہے
بے عِلم کوئی قدر کے قابل نہیں ہوتا
کونین کا ہادی کوئی جاہل نہیں ہوتا

(۱۰) بے عِلم بشر، معترفِ رب نہیں ہوتا خالق کی طلب سے اسے مطلب نہیں ہوتا
منصب پہ تقرر کا بھی منصب نہیں ہوتا سب کچھ ہو مگر رب کا مقرب نہیں ہوتا
آدمؑ نے ملائک پہ شرف عِلم سے پایا
بابا نے دل عزم بکف عِلم سے پایا

(۱۱) انساں کے لئے باعث حرمت ہے تو یہ ہے تسبیح ہے تو یہ ہے عبادت ہے تو یہ ہے
قرآن سے اخلاص کی صورت ہے تو یہ ہے جو صَرف سے بڑھتی ہے وہ دولت ہے تو یہ ہے
اس کا ہی شرف تھا کہ نبیؐ خیر بشر تھے
حیدر کو امامت جو ملی عِلم کا در تھے

(۱۲) گو علمِ امامت تو خدا داد ہے بیٹا — پر تم پہ بھی اللہ کی امداد ہے بیٹا
تعلیم کو عباسؑ سا استاد ہے بیٹا — آخر وہ درِ علم کی اولاد ہے بیٹا
اک حرف بھی بھولو گے تو پھر رنج و تعب ہے
عباسؑ مرا، شیر ہے غیظ اس کا غضب ہے

(۱۳) تھا خون امامت کا رگ و پے میں جو شامل — طفلی ہی سے یہ لال رہا علم پہ مائل
بڑھنے بھی نہ پایا تھا کہ یہ چاند تھا کامل — توصیف کے قابل، مہ کنعاں کا مقابل
ہر شہر میں شہرے جو ہوئے ماہ لقا کے
زندہ ہوئے مشتاق رسولؐ دو سرا کے

(۱۴) اک شخص نے سلطانِ حلب کو یہ سنایا — پھر آئینۂ نورِ خدا خلق میں آیا
اللہ نے پھر دوست کا دیدار دکھایا — وہ نور کا شجرہ ہیں تو یہ نور کا سایا
یہ فاطمہؑ کے چاند کی توقیر تو دیکھو
تصویرِ محمدؐ کی یہ تصویر تو دیکھو

(۱۵) یہ کہتے ہی نقل خط تقدیر دکھائی — تصویرِ نبیؐ کی اسے تصویر دکھائی
تصویر نے بھی مہر کی تنویر دکھائی — یا مصحف اعجاز کی تفسیر دکھائی
سلطانِ حلب دیکھ کے تفسیر کی صورت
حیران تھا آئینۂ تصویر کی صورت

(۱۶) دل میں کہا چہرہ ہے کہ آئینۂ قدرت — یہ نور کا قد، نور کا رُخ، نور کی صورت
اعجاز کا نقشہ ہے کہ یہ شکلِ کرامت — رفعت کا مرقع ہے، کہ تصویرِ شفاعت
ابرو کو کہا شمعِ شبِ قدر کی لَو ہے
بسم اللہ والشمس میں شانِ مہ نو ہے

(۱۷) وہ رنگ نظر آگیا تصویر کے بر میں — تصویرِ شب قدر پھری اس کی نظر میں
رخ دیکھ کے کہتا تھا کہ دھبا ہے قمر میں — خورشید میں شعلہ ہے، دھواں شمعِ سحر میں
اس رُخ کی محبت میں جگر شق ہے سحر کا
جلوے کی یہ صورت ہے کہ منھ فق ہے سحر کا

(۱۸) اللہ رے اس صاحب توقیر کی تصویر   آئینۂ حق یوسف شبیرؑ کی تصویر
ماتھے سے ہے ظاہر خطِ تقدیر کی تصویر   قرآن کا قرآن ہے، تصویر کی تصویر
صورت اسے کہتے ہیں کہ سیرت نظر آئے
تصویر میں اخلاص کی صورت نظر آئے

(۱۹) بینی ہے کہ یہ ہمزۂ اعجاز امامت   گویا دہن پاک میں اسرارِ نبوت
دنداں کہوں ان کو کہ دُرِ قلزم رحمت   یہ سینِ تبسم ہے کہ یٰسین کی صورت
خوشنود ہوں میں حسنِ حسنؑ دیکھ کے لب کا
گویا نظر آیا ہے مجھے چاند رجب کا

(۲۰) یہ کہتے ہی قرطاس و قلم جلد منگایا   لالے کی سیاہی میں گلاب اس نے ملایا
لکھنے کو قلم پنجۂ مژگاں سے اٹھایا   تحریر کے خط کو خطِ گلزار بنایا
سلطاں نے عریضہ شہِ ذی جاہ کو لکھا
یا خطِ غلامی اسد اللہ کو لکھا

(۲۱) القاب میں لکھا کہ ولیِ مہ و ماہی   اے مالک و مختارِ سپیدی و سیاہی
اے صاحبِ عز و شرفِ نامتناہی   اے قبلۂ دیں، نورِ خدا، ظلِ الٰہی
یہ دبدبہ و حشمت و اجلال سلامت
تاحشر یہ اعزاز یہ اقبال سلامت

(۲۲) تسلیم و درود آپ پہ اور آپ کے جد پر   بعد اس کے گزارش ہے یہ اے جانِ پیمبرؐ
ہر چند کہ میں خاک ہوں شہ نور کا جوہر   میں ذرۂ ناچیز ہوں حضرت شہِ خاور
درخواست کی جرأت ہوئی حضرت کی عطا سے
رشتے کی تمنا ہے مجھے آلِ عبا سے

(۲۳) حضرت کا پسر جد کا جو ہمشان ہے مولا   خورشید بھی اس ماہ پہ قربان ہے مولا
لونڈی اسے دوں مجھ کو یہ ارمان ہے مولا   اقرار کریں آپ تو احسان ہے مولا
خدمت وہ کرے دلبرِ سلطانِ عرب کی
آئینہ دکھایا کرے شہزادی حلب کی

(۲۴) پھر مدح لکھی خلق شہنشاہ امم کی — کچھ فیض کی توصیف تھی کچھ خلق و کرم کی
دختر کی بھی تصویر پس پشت رقم کی — پھر صورت اخلاص، خطِ شوق پہ دم کی
پھر خاص لفافے کے لئے خطِ جلی تھا
یثرب کا نشاں، نامِ حسین ابن علیؑ تھا

(۲۵) قاصد کو وہ خط دے کے پتا اس کو بتایا — وہ مثلِ ہُوا فخرِ سلیماں کے گھر آیا
جلدی سے وہ نامہ، شہِ نامی کو دکھایا — فرزند پیمبرؐ نے برادر کو بلایا
فرمایا کہ عباسؑ یہ خط پڑھ کے سناؤ
مضموں کا خلاصہ ہی فقط پڑھ کے سناؤ

(۲۶) خط کھول کے پڑھنے لگا حضرت کا برادر — شادی ہی کا مضموں نظر آیا جو سراسر
کھلتے ہوئے غنچے میں چمکنے لگے گوہر — بے ساختہ بول اٹھے فدائے علی اکبر
پھر ہنس کے کہا سید ذی جاہ مبارک
ہمشکل پیمبر کا ہمیں بیاہ مبارک

(۲۷) خود صاحب دختر کی یہ درخواست ہے لیجئے — اپنی تو یہ ہے عرض کہ انکار نہ کیجئے
دیندار ہے، مومن ہے، اسے رنج نہ دیجئے — حضرت کے یہ فرزند ہیں، خادم کے بھتیجے
پوچھ آؤں ذرا، بنتِ شہنشاہِ نجف سے
پھر صاد کئے دیتا ہوں حضرت کی طرف سے

(۲۸) یہ سنتے ہی تھرّا گیا وہ حق کا فدائی — دل تھام کے فرمایا کہ مختار ہو بھائی
لکھ دو جو کہے حیدرؑ کرار کی جائی — عباسؑ چلے واں، یہاں رقّت انھیں آئی
دل میں کہا ہم کس کا بھلا بیاہ کریں گے
اٹھارہ برس کے یہ پُر ارمان مریں گے

(۲۹) عباسؑ پکارے مری ہمشیر مبارک — اے لختِ دلِ صاحبِ تطہیر مبارک
ہاں اوج پہ ہے اختر تقدیر مبارک — منسوب ہوا دلبر شبیرؑ مبارک
تائید خدا سے، کرم شاہِ نجف سے
یوسف کو پیام آیا زلیخا کی طرف سے

(۳۰) یہ سن کے کھڑی ہوگئی وہ عاشقِ اکبر — بولی کہ مفصّل کہو، قربان ہو خواہر
کس کا یہ پیام آیا ہے، اے دلبرِ حیدرؑ — کس شہر کا سردار ہے، کس فوج کا افسر
یا رب مرے فرزند کی سسرال قریں ہو
دولہا مرا یکتا ہے، دلہن بھی تو حسیں ہو

(۳۱) عباسؑ نے کی عرض کہ تشویش نہ کیجئے — تصویر تو موجود ہے یہ دیکھ نہ لیجئے
تصویر کو وہ دیکھ کے بولیں مجھے دیجئے — ہاں دیکھئے یہ الفتِ زہراؑ کے نتیجے
دولت یہ فقط فاطمہؑ کی چاہ نے بخشی
کیا چاند سی بیٹی، اُسے اللہ نے بخشی

(۳۲) بانو یہ خبر سنتے ہی ہنستی ہوئی آئی — کی عرض مبارک ہو ید اللہ کی جائی
صد شکر کہ خالق نے یہ آواز سنائی — جیسی کہ دلہن چاہتی تھیں ویسی ہی پائی
اب لال کا سہرا تمہیں اللہ دکھائے
ہمشکل پیمبرؐ کا، خدا بیاہ دکھائے

(۳۳) زینب سے رضا لے کے پھرے ثانیِ جعفر — حضرت نے کہا لکھ دو جواب اس کا برادر
القاب میں لکھوایا کہ، اے فخرِ سکندر — اے قدر شناسِ پسرِ حیدرِؑ صفدر
اے عاشقِ رب علمک اللہ تعالیٰ
اے شاہِ حلب سلمک اللہ تعالیٰ

(۳۴) پھر بعد دعا لکھا کہ واضح ہو یہ احوال — نامے سے ترے شاد ہوا فاطمہؑ کا لال
خط کھلتے ہی گویا تری نیت کا کھلا حال — طالع ترا بیدار ہے، یاور ترا اقبال
اللہ نے چاہا تو تجھے شاد کریں گے
ہمشکل نبی کو ترا داماد کریں گے

(۳۵) ہاں تیرے عریضے نے بہت شاد کیا ہے — تاریخ کی اور ماہ کی نسبت جو لکھا ہے
ہم نے یہ فقط مرضیِ داور پہ رکھا ہے — جو چاہے کرے مالک و مختار خدا ہے
منظور نہیں ہم کو کڑھانا ترے جی کا
قسمت میں نہ لکھا ہو تو کیا زور کسی کا

(۳۶) ہر چند کہ گلزارِ جہاں دارِ فنا ہے — تعریف کے قابل، نہ سزاوار ثنا ہے
اس لوح پہ ہر نقش بگڑنے کو بنا ہے — شادی وہاں کیسی، جہاں رونا حَسَنہ ہے
یہ جائے غم و ہم ہے یہاں کون ہنسا ہے
جو پھول ہنسا ہے، وہی کانٹوں میں پھنسا ہے

(۳۷) اک خواب ہے آرائش گلزارِ جہاں کیا — جب نام ہی مٹتا ہے تو پھر طبل و نشاں کیا
اس بحر کی اک موج ہے، یہ عمر رواں کیا — اک رنگ تلوّن ہے بہار اور خزاں کیا
کچھ باغ کی ہستی ہے نہ کچھ اصل فضا کی
جو شکل فضا کی ہے وہی شکل قضا کی

(۳۸) اک دم نہ اِسے چین نہ اک پل اِسے آرام — گہ دھوپ، گہے چھاؤں، گہے صبح، گہے شام
یہ چرخ کی گردش یہ مہ و مہر کا انجام — یہ شمع سحر، اور وہ خورشید لبِ بام
اک رنگ پہ ٹھہرے یہ روش اس کی کہاں ہے
کل چرخ کی شان اور تھی، آج اور سماں ہے

(۳۹) اللہ رے اس گلشن ایجاد کی رفتار — گہ باغچۂ حُسن، گہے وادی پُرخار
گہ عاشقِ دلسوز، گہے آتش گلنار — یوسف سے حسینوں کو، چمن موت کا بازار
سو رنگ دکھاتا ہے یہ نیرنگ نیا ہے
پھولوں کو جو برباد کرے یاں وہ ہوا ہے

(۴۰) اس سے کوئی کافر نہ بچا اور نہ مسلماں — میخوار، نہ زاہد، نہ گدا اور نہ سلطاں
جن بھی تو نہ جانبر ہوئے، انسان تو انساں — ہارون، نہ موسیٰ ہیں، نہ آصف، نہ سلیماں
اس نے تو کسی باغ کے پھولوں کو نہ چھوڑا
اوروں کا تو کیا ذکر رسولوں کو نہ چھوڑا

(۴۱) یہ ظالمِ سفّاک بھی ہے دشمن جاں بھی — شکلیں بھی مٹا دیتی ہے اور نام و نشاں بھی
بچے بھی گزر جاتے ہیں، بوڑھے بھی جواں بھی — یاں اہل وفا تیر بھی کھاتے ہیں، سناں بھی
بالیں پہ کوئی خویش و برادر نہیں ہوتا
کتنوں کو کفن تک بھی میسر نہیں ہوتا

(۴۲) دنیا کے ستم سہنے کی طاقت ہے نہ یارا   اس قاتل بے رحم نے کس کس کو نہ مارا
ہم کو ترا غم دینا، مناسب نہ گوارا   پر بخت سے کچھ زور، نہ تیرا، نہ ہمارا
مرضی جو خدا کی ہے تو ہم بیاہ کریں گے
تاریخ سے پہلے تجھے آگاہ کریں گے

(۴۳) لیکن مری ہمشیر کی یہ رائے ہے ہمدم   شادی کے لئے خوب ہے عاشور محرم
یہ دن بھی مبارک ہے مہینہ بھی مکرم   حرمت سے تو آگاہ ہے توقیر سے محرم
مالک ہے خدا وہ مجھے توفیق جو دے گا
عاشور کو بچے کا مرے بیاہ رچے گا

(۴۴) پھر حضرت عباسؑ نے قاصد کو بلایا   فرزند پیمبرؐ کا رسول اس کو بنایا
جنت کا بھی وعدہ کیا خلعت بھی پہنایا   قاصد نے وہ فرماں مع جاگیر جو پایا
مانند نظر سوئے حلب جلد مڑا وہ
پروانۂ شمع نبوی لے کے اڑا وہ

(۴۵) قاصد جو مدینے سے چلا لے کے وہ تحریر   خوش ہو کے کبھی حمد کہی اور کبھی تکبیر
کہتا تھا یہ نامہ ہے کہ میرا خطِ تقدیر   صلوات و سلام آپ پہ یا حضرت شبیر
اس لطف سے انداز بزرگوں کا جلی ہے
یہ رنگِ محمدؐ ہے یہ خو بوئے علیؑ ہے

(۴۶) قسمت جو وطن میں اُسے پھر پھیر کے لائی   سلطانِ حلب کو یہ نوید اس نے سنائی
اے شاہ مبارک کہ مراد آپ نے پائی   شبیرؑ کی ہمشیر نے توقیر بڑھائی
معصوم نے عرضی پہ جو یہ صاد کیا ہے
خواہر کی سفارش تھی کہ دل شاد کیا ہے

(۴۷) اس نے کہا میں دونوں کے احسان پہ قرباں   تسلیم کے لائق ہیں تو صلوات کے شایاں
ہمشیر بھی ذی قدر ہے اور بھائی بھی ذیشاں   یہ ہمشرف سورۂ مریم ہے وہ قرآں
امت پہ وہ صدقے ہیں یہ ملت پہ فدا ہیں
وہ حضرت زہراؑ ہیں، یہ محبوب خدا ہیں

(۴۸) یہ کہہ کے محل میں گیا اور ہنس کے ندا دی لو سبطِ نبیؐ نے مری توقیر بڑھا دی
مدہوش ہوں اللہ رے اس بیاہ کی شادی زوجہ نے بھی صلوات پڑھی اور یہ دعا دی
تاحشر ید اللہ کا گلزار سلامت
بی بی کے خوزادے تری سرکار سلامت

(۴۹) وہ بولا مرے بخت کو بیدار کیا ہے فرزند کی شادی کا بھی اقرار کیا ہے
نیرنگیٔ دنیا کو بھی اظہار کیا ہے غفلت میں پڑا تھا مجھے ہشیار کیا ہے
اس امر کا اللہ سے میں عہد کروں گا
ہمشکل پیمبرؐ کو ولی عہد کروں گا

(۵۰) وہ بولی یہ حسرت ہے کہ زینب یہاں آئیں احمدؐ کی خوزادی ہمیں دیدار دکھائیں
یارب وہ دن آئے کہ ہم آنکھوں کو بچھائیں بی بی کے قدم لیں، علی اکبر کی بلائیں
خوش ہو کے کہیں کیا کرم رب علا ہے
ہمشکل نبی سا ہمیں داماد ملا ہے

(۵۱) اس نے کہا تاریخ کا تو حال لکھا ہے پر سال ابھی تک نہیں تجویز کیا ہے
شادی میں توقف جو وہ فرمائیں بجا ہے سردار دو عالم ہیں یہ عالم پہ کھلا ہے
سب شہر میں غل آمد معصوم سے ہوگا
دل کہتا ہے یہ بیاہ بڑی دھوم سے ہوگا

(۵۲) پر موت یہ کہتی تھی میں سامان کروں گی اس بیاہ کی مشکل کو میں آسان کروں گی
امت پہ خدا چاہے تو احسان کروں گی اس گل کو عزاداروں پہ قربان کروں گی
یہ شاہ کا مشتاق تھا، وہ قربِ خدا کے
یہ بیاہ کے دن گنتا تھا، تقدیر قضا کے

(۵۳) واں منتظر ان کا تھا، وہ مشتاق عطایا یاں اکبر مہرو کو، پیام اجل آیا
اعدا نے شہنشاہِ دو عالم کو ستایا یثرب سے روانہ ہوئے جنگل کو بسایا
کچھ طفل تھے کچھ پیر رکابِ شہ دیں میں
اک اصغر بے شیر بھی شامل ہیں انھیں میں

(۵۴) عاشور کو سب گلشن ہستی سے سدھارے — تا ظہر نہ وہ یاور و ناصر تھے نہ پیارے
عباس بھی مارے گئے دریا کے کنارے — باقی ہیں بس اک بانوئے بیکس کے دلارے
اب وہ بھی شہادت پہ کمر باندھ رہے ہیں
ہمشکل نبی تیغ و سپر باندھ رہے ہیں

(۵۵) ڈیہوڑی سے شہِ پاک کو فضہ نے ندا دی — اے فاطمہؑ کے لختِ جگر دین کے ہادی
بیٹے کا کہیں بیاہ ہوا اور نہ شادی — ماں نے تو رضا دی تھی پھپھی نے بھی رضا دی
فرزندِ جواں، تیغ و سناں کھائے گا مولا
یہ شیر سا بیٹا، کہاں ہاتھ آئے گا مولا

(۵۶) یہ سن کے پکارا وہ نظر کردہَ باری — زینب کی جو مرضی وہی مرضی ہے ہماری
ناگاہ بر آمد ہوئی اکبر کی سواری — مظلوم کی آنکھوں سے بھی آنسو ہوئے جاری
اک ہاتھ سے دل اک سے کمر باپ نے تھامی
پھر صبر دکھایا کہ رکاب آپ نے تھامی

(۵۷) آداب بجا لاکے چلا شیر حجازی — ہاں کہہ کے جو لی باگ، ہوا ہو گیا تازی
بپھرا ہوا جھپٹا جو سوئے فوج وہ غازی — ہر صف میں ہوا غل، کہ لگے جان کی بازی
غصے میں جری صورت ضرغام رب آیا
اب حشر کے آنے میں نہیں دیر اب آیا

(۵۸) وہ شیر کی آمد صفت قہر الٰہی — فوجوں میں وہ بھگدڑ، وہ تلاطم، وہ تباہی
رخصت ہوئی سب شام کی وہ سطوت شاہی — مردم کی بصارت بھی، عدم کو ہوئی راہی
صحرا نے بھی دامن کو سمیٹا ہے یہ ڈر ہے
دریا کا بھی چہرہ عرق مرگ میں تر ہے

(۵۹) دہشت سے دلیروں کے جگر کانپ رہے ہیں — شعلے کی طرح، بانی شر کانپ رہے ہیں
پامرد جھکائے ہوئے سر، کانپ رہے ہیں — جبریل بہت دور ہیں، پر کانپ رہے ہیں
افلاک کو بھی اپنی روش بھول رہی ہے
گردوں کے ہنڈولے میں زمیں جھول رہی ہے

(۶۰) جنگل میں نہ چیتے، نہ اسد نہر کنارے　　یہ شیر کی ہیبت ہے، ہرن ہیں وہ چکارے
گلشن میں نہ غنچے ہیں، نہ گردوں پہ ستارے　　یہ داغ، وہ چھالے، یہ پتنگے، وہ شرارے
بپھرا ہوا ناگاہ جو ضیغم نظر آیا
خورشیدِ قیامت قدِ آدم نظر آیا

(۶۱) لشکر کے قریب آتے ہی وہ شیر ڈکارا　　ہاں کھول کے اب کان سنیں سب ستم آرا
حیدرؑ کا میں ضرغام ہوں شبیرؑ کا پیارا　　اللہ نے تارا مرے دادا پہ اتارا
روشن ہے سبھی پر جو وقار شہ دیں ہے
والنجم سے ثابت ہے تو یٰسین سے مبیں ہے

(۶۲) حیدرؑ سا جو ذی جاہ، کوئی ہو تو بتاؤ　　ہر علم سے آگاہ، کوئی ہو تو بتاؤ
اللہ کے ہمراہ کوئی ہو تو بتاؤ　　بندوں میں ید اللہ، کوئی ہو تو بتاؤ
پایا نہیں پایا کسی مرسل نے علیؑ کا
اللہ کا یہ ہاتھ ہیں بازو ہیں نبیؐ کا

(۶۳) مانند نبیؐ خلق میں ممتاز علیؑ ہیں　　ایماں کا شرف دین کا اعزاز علیؑ ہیں
قرآں کی قسم مصحف اعجاز علیؑ ہیں　　واللہ کہ اللہ کے ہمراز علیؑ ہیں
جو اِن سے پھرا باب سقر اُس پہ کھلے گا
جو دل سے ملا عِلم کا در اس پہ کھلے گا

(۶۴) احمدؐ نے سر عرش اسی ماہ کو دیکھا　　خود پشت پہ، دست شہ ذیجاہ کو دیکھا
حق بیں وہ ہوا، جس نے کہ اس شاہ کو دیکھا　　اللہ کو دیکھا، جو ید اللہ کو دیکھا
کیونکر نہ ید اللہ کو یہ قرب خدا ہو
کیا کام کرے کوئی اگر ہاتھ جدا ہو

(۶۵) عالم کو تولّا ہے، مگر تم کو نہیں ہے　　کیا غزوۂ خیبر کی خبر، تم کو نہیں ہے
جبریل کو بھی خوف ہے، پر تم کو نہیں ہے　　ہم عین خدا ہیں، یہ نظر تم کو نہیں ہے
ہاں آج دو عالم میں دوہائی ہے ہماری
اللہ ہمارا ہے، خدائی ہے ہماری

(٦٦) خالق سے امامت کی سند پائے ہوئے ہیں　　قرآن کے سوروں میں یہ ذکر آئے ہوئے ہیں
شیر اپنی شجاعت پہ یقیں لائے ہوئے ہیں　　دبکے ہوئے، سہمے ہوئے، گھبرائے ہوئے ہیں
مطلق ستم و جور پہ، مائل نہ رہے شیر
بیدم یہ ہوئے، ذبح کے قابل نہ رہے شیر

(٦٧) ہم سے ہی جہاں کی چمن آرائی ہوئی ہے　　گلزار شریعت پہ بہار آئی ہوئی ہے
خود فتح مبیں بہرِ نثار آئی ہوئی ہے　　کس روز سکندر کی یہ دارائی ہوئی ہے
ظلمات سے نکلے یہ ہماری ہی عطا تھی
اپنے ہی کرم سے یہ سلیمانؑ کی ہوا تھی

(٦٨) ہم اب بھی وہی ہیں جسے دعویٰ ہو وہ آئے　　نکلے کسی گوشے سے کوئی، تیر چلائے
نیزے کا ہنر، تیغ کا فن، کچھ تو دکھائے　　میداں میں تنے، مرد بنے، آنکھ ملائے
ہم بھیس میں انسان کے اک شیر عریں ہیں
حیدرؑ کے ہیں دلبند، کوئی اور نہیں ہیں

(٦٩) یہ سنتے ہی تیر آئے، تو شمشیر نکالی　　یا مرگ مفاجات نے آنے کی رضا لی
ہر غول تھا ویران، ہر اک مورچہ خالی　　وہ شام کا اندھیر تھا، اور تیغ ہلالی
چڑھتی تھی نہ شمشیر سرِ دشمنِ دیں پر
دن چڑھتا تھا اور رات اترتی تھی زمیں پر

(٧٠) غل تھا کہ اب ایسا تو کوئی شیر نہ ہوگا　　یوں دشت میں لاشوں کا، کہیں ڈھیر نہ ہوگا
یوں شور نمک ریزیِ شمشیر نہ ہوگا　　سو بار یہ پھل کھائیں، تو دل سیر نہ ہوگا
حیدرؑ کی وغا، حُسنِ رسولؐ دوسرا ہے
یوسفؑ سے بھی بڑھ کر نمکیں ہے یہ مزا ہے

(٧١) ہلچل میں لعینوں کے نیام الٹے ہوئے تھے　　میداں میں نشاں، مہروں میں نام الٹے ہوئے تھے
ہلتے تھے جگر، قلب تمام الٹے ہوئے تھے　　دریا میں حبابوں کے خیام الٹے ہوئے تھے
سب اہل جہاں زیست سے مایوس ہوئے تھے
الٹی تھیں صفیں کوس بھی معکوس ہوئے تھے

(۷۲) حیراں ہیں عدو آنکھ چرائے نہیں بنتی چھوڑے نہیں بنتی اسے کھائے نہیں بنتی
اس گل سے تو بے داغ اٹھائے نہیں بنتی بگڑے تو ہزاروں کے بنائے نہیں بنتی
گو مرگ مفاجات ٹلے، یہ نہیں ٹلتی
ہاں کھیت سے بے پھولے پھلے یہ نہیں ٹلتی

(۷۳) سینوں میں جو دم تھی، تو وہ پہلو میں جگر تھی آنکھوں پہ وہ ابرو تھی، تو پتلی میں نظر تھی
چم خم میں مہِ نو تھی، تو جلووں میں قمر تھی جس وقت اُڑی شہپر قدسی کی خبر تھی
غل تھا کہ وہ تقدیر ظفر اوج پہ آئی
قوسین سے بھی تیر بھر آگے نظر آئی

(۷۴) بجلی نے جہاں تیرہ و تار آج کیا ہے کوفے کو صفا، شام کو تاراج کیا ہے
ایمان کو یوں باغ و بہار آج کیا ہے محبوب شریعت نے سنگھار آج کیا ہے
اب شرع کا تا حشر یہی طور رہے گا
قرآں کی یہی شان یہی دور رہے گا

(۷۵) رُودار جواں، کھیت سے منھ موڑ رہے تھے جو سُور تھے، ہٹ چھٹ تھے، وہ جی چھوڑ رہے تھے
جو کوہ شکن تھے، وہی دم توڑ رہے تھے تیروں کے عوض، دست ادب جوڑ رہے تھے
بس خطِ شکست ان کے مقدر میں لکھا تھا
اترا تھا یہ نشہ کہ بدن ٹوٹ رہا تھا

(۷۶) جن کی بھی یہ طاقت نہیں، یاں جان بچائے اس تیغ کے منھ پر کوئی آئے تو یہ کھائے
جب اس کے مقابل میں وہ سر اپنا جھکائے پھر کہیے کہ نظروں میں فلک کیوں نہ سمائے
یہ برق سدا ناریوں کے غدر میں چمکی
کب چرخ کی تیغ مہ نو بدر میں چمکی

(۷۷) ہر وار میں دس بیس کا سر کاٹ کے آئی دے پٹکا اسے، اُس کی کمر، کاٹ کے آئی
نیزوں کی زباں، تیروں کے پر کاٹ کے آئی گوشوں میں وہ چھپتے رہے، پر کاٹ کے آئی
ڈر ڈر کے شقی، سایۂ شمشیر سے بھاگے
جتنے قدر انداز تھے، وہ تیر سے بھاگے

(۷۸) اللہ رے وہ شاہ کے دلدار کی پیکار — اک قہر الٰہی تھی کہ جرار کی پیکار
احمدؐ کی وغا، حیدرؑ کرار کی پیکار — اعجاز کا اعجاز تھا، پیکار کی پیکار
غل تھا کہ یہ تلوار نہیں قہر خدا ہے
موسیٰ کا عصا موذیوں کو مار رہا ہے

(۷۹) الٹا وہ گرا، سامنے ڈٹ کر جسے مارا — دو ہوگیا، اک، وار جھپٹ کر جسے مارا
سیدھا وہ ہوا، ہاتھ پلٹ کر جسے مارا — نیلا ہوا، ناگن نے لپٹ کر جسے مارا
غل تھا، کبھی کفار پہ یوں قہر نہ اترا
سرگھاٹ پہ اُترے، پہ ابھی زہر نہ اترا

(۸۰) پیکر کبھی کانپے تو کلیجے کبھی دھڑکے — وہ جان کے کھٹکے، وہ دل زار کے دھڑکے
اللہ رے صفائی کہ ستمگار بھی پھڑکے — اس برق سے ناری بھی جلے، رخش بھی بھڑکے
غل تھا، سپہ شام کو اک آن میں پھونکا
کیوں حشر اٹھا، صور نے کیا کان میں پھونکا

(۸۱) یہ خون اڑا ہے کہ شجر لال ہوئے ہیں — میداں میں سیہ کاروں کے سر لال ہوئے ہیں
گو طیر خوش آواز تھے، پر لال ہوئے ہیں — پتھر بھی تو کالے تھے، مگر لال ہوئے ہیں
موذی بھی ہر اک خوف سے بے حال ہے گویا
اس دن سے ہی کالوں کی زباں لال ہے گویا

(۸۲) تن کر کسی جلاد نے خنجر نہ اٹھایا — پھر چرخ ستمگار نے بھی سر نہ اٹھایا
کس سور نے فریاد سے محشر نہ اٹھایا — پر خیر سے اشرار نے پھر شر نہ اٹھایا
منکر بھی یہ چلائے کہ ہم قائل رب ہیں
ہر بانیِ شر نے کہا، ہم خیر طلب ہیں

(۸۳) اللہ رے غضب منہ سے نکلتے ہیں شرارے — جن بھی کوئی ٹوکے تو اسے جان بے مارے
بسمل تھا کوئی شوم کوئی گور کنارے — وہ قہر کے غمزے، وہ قیامت کے اشارے
کہتی تھی کہیں داد نہ فریاد ہے میری
جو چرخ سے اتری ہے وہ استاد ہے میری

(۸۴) جب تیغ، سرِ اہل ستم لینے کو آئی　　سر پر ہی اجل اس کے قدم لینے کو آئی
پہلو کی طرف دل کی رقم لینے کو آئی　　غم دینے کو، خوں پینے کو، دم لینے کو آئی
نصرت پہ جھکی دلبر کرار کی تلوار
دمساز کی دمساز تھی، تلوار کی تلوار

(۸۵) اللہ رے تلوار کا وہ گھاٹ وہ پانی　　وہ رخش کی آمد صفتِ جوشِ جوانی
یہ نرم روی اور یہ دریا کی روانی　　کاغذ پہ رواں ہو صفتِ خامۂ مانی
اس طرح یہ پھرتا رہے چشم گل تر میں
جیسے کوئی مہرو کسی عاشق کی نظر میں

(۸۶) شاہیں، صفت رخش ہما یوں نہیں اڑتا　　شاہیں کا تو کیا ذکر، ہما یوں نہیں اڑتا
یوں طائر رنگِ رخِ مجنوں نہیں اڑتا　　اک لال پری اڑتی ہے، گلگوں نہیں اڑتا
گر شعبدۂ چرخ کہوں بے ادبی ہے
یہ عرش پہ جانے کے لئے فکرِ نبی ہے

(۸۷) اندھیاری میں رہوار کا منھ چاند، جبیں، چاند　　بالائے فلک نور ہے، بالائے زمیں چاند
معشوقوں کے گہنے میں بھی ایسے تو نہیں چاند　　ثابت ہیں زمیں پر، کہیں تارے، تو کہیں چاند
نقشِ سمِ توسن میں، عجب جلوہ گری ہے
گیتی نے بھی مانگ اپنی ستاروں سے بھری ہے

(۸۸) سب فوج کا گلزار جو پامال ہوا تھا　　تیرہ تھا فلک، دشت ستم، لال ہوا تھا
ہلتی تھی زمیں، چال سے بھونچال ہوا تھا　　بیخود پسر سعدِ بد افعال ہوا تھا
کہتا تھا کہ سب ڈر گئے اس شیر وغا سے
للہ کوئی قتل کرو مکر و دغا سے

(۸۹) لشکر میں کئی بار جو ظالم یہ پکارا　　چپکے سے بڑھا ابن نمیر ستم آرا
نیزہ دل اکبر پہ جفا کار نے مارا　　گھوڑے سے گرا بانوئے دلگیر کا پیارا
احمدؐ کی خوزادی نے بقیعے سے ندا دی
ہے ہے مرے بابا کی بھی تصویر مٹا دی

(۹۰) گر کر وہ جگر دار نہ تڑپا، نہ کراہا منہ کر کے پکارا یہ سوئے خیمہ کہ شاہا
وہ ہو گیا مقتل میں جو تقدیر نے چاہا یٰسین سنا دیجیے اے دلبر طاہا
یہ سن کے رہا ہوش نہ زہراؑ کے پسر کو
مقتل میں چلے ڈھونڈنے بانو کے جگر کو

(۹۱) آنکھوں کی طرح پھرتے تھے ہر سو شہ والا لیکن کہیں ملتا تھا نہ وہ گیسوؤں والا
کہتے تھے کدھر ہے مری آغوش کا پالا ہے ہے نظر آتا نہیں آنکھوں کا اجالا
اے شامیو! مظلوم کے مہرو کو بتا دو
آنکھیں جو مری کھو گئے منہ ان کا دکھا دو

(۹۲) راوی نے کئی مرتبہ یہ آنکھ سے دیکھا دہنے کو کبھی دوڑتے تھے سید والا
گہہ تیر صفت بائیں طرف جاتے تھے آقا لیکن کہیں ملتا تھا نہ فرزند کا لاشا
اس یاس میں جب ضعف سے تھراتے تھے شبیرؑ
ہاتھوں سے جگر تھام کے گر جاتے تھے شبیرؑ

(۹۳) رستے میں ہر اک لاش پہ جھک جاتے تھے سرور بو سونگھ کے کہتے تھے، نہیں یہ نہیں اکبر
تب جوشِ محبت جو ہوا آپ کا رہبر آ نکلے وہیں روتے ہوئے لاش پسر پر
اک شیر کو صابر نے سسکتے ہوئے دیکھا
نیزہ دل بسمل میں کھٹکتے ہوئے دیکھا

(۹۴) بیٹے کی جو بو پائی تڑپنے لگے سرور فرمایا کہ تم کون ہو وہ بولے کہ اکبر
بابا مرے سینے پہ نظر کیجیے جھک کر برچھی جو نکل جائے تو سنبھلے دل مضطر
پھر آہ جو فرزند جواں کھینچ کے تڑپا
مظلوم کلیجے سے سناں کھینچ کے تڑپا

(۹۵) نکلی جو سناں سینے سے، دم ساتھ میں نکلا لاشے کو اٹھا لے گئے گھر میں شہ والا
پھر گنجِ شہیداں کو وہ لال آپ نے سونپا پھر ننھے مسافر کو کیا فدیۂ مولا
پھر کچھ ہنر فاتحِ خیبر بھی دکھائے
خنجر کے تلے صبر کے جوہر بھی دکھائے

(۹۶) مسند بھی جلی، خیمۂ سلطانِ امم بھی عابد بھی ہوئے قید، پیمبرؐ کے حرم بھی
بچوں پہ یہ صدمے بھی، طمانچوں کے ستم بھی اک اور سنو یہ خبر صدمہ و غم بھی
اکبر یہاں بے گور ہیں، ماں رنج و تعب میں
ہوتے ہیں وہاں بیاہ کے سامان حلب میں

(۹۷) ناگاہ شب حشر کی اک دن سحر آئی جو خون شفق منہ پہ ملے چرخ پر آئی
پھولوں کی طرح چاک گریباں نظر آئی اتنے میں غم و رنج و بلا کی خبر آئی
اک مرد عرب حشر اٹھاتا ہوا آیا
غل ہائے حسینا کا مچاتا ہوا آیا

(۹۸) کہتا تھا کہ، مولا کو بھی لشکر کو بھی مارا سید کے ہر اک حامی و یاور کو بھی مارا
قاسم کو بھی، عباس دلاور کو بھی مارا ان شامیوں نے سبط پیمبرؐ کو بھی مارا
گھر پھونک دیا عترت اطہار کو لوٹا
کونین کے سردار کی سرکار کو لوٹا

(۹۹) یاں گوش بر آواز جو تھا شہ کا ہوا خواہ گھبرا کے اٹھا سنتے ہی یہ نالۂ جانکاہ
پوچھا ارے کیا کہتا ہے یہ مرد حق آگاہ سر پیٹ کے سلطاں کے وزیروں نے کہا آہ
صد حیف شہادت ہوئی فرزند نبیؐ کی
لایا ہے سنانی یہ حسین ابن علیؑ کی

(۱۰۰) یہ سنتے ہی بس، تاج کو دے پٹکا زمیں پر دو ہاتھوں سے سینہ کبھی پیٹا، تو کبھی سر
پیہم یہی نوحہ تھا کہ ہے ہے مرے سرور پھر بولا کہ جلدی یہ کہو بہر پیمبرؐ
مولائے دو عالم تو گئے باغِ جناں میں
ہمشکل پیمبرؐ تو سلامت ہیں جہاں میں

(۱۰۱) وہ بولا کہ ہستی سے سفر کر گئے اکبر دو روز کے پیاسے لب کوثر گئے اکبر
پانی نہ ملا خون میں سب بھر گئے اکبر سینے میں گڑی نوکِ سناں مر گئے اکبر
پالے کی محبت میں جو دل کو نہ کل آئی
اکبر کی پھوپی گھر سے کھلے سر نکل آئی

(۱۰۲) وہ بولا یہ کیا کر گئے ہے ہے علی اکبر پیاسے لب کوثر گئے ہے ہے علی اکبر
میداں سے نہ پھر گھر گئے ہے ہے علی اکبر بن بیاہے جواں مر گئے ہے ہے علی اکبر
سید ترے کھانے کے لئے نیزے کا پھل تھا
اکبر یہ جوانی تھی کہ پیغام اجل تھا

(۱۰۳) ناگہ یہ خبر شاہ کی زوجہ نے جو پائی سر پیٹ کے غش کھا گئی وہ غم کی ستائی
رونے کو دلہن اٹھ کے جو اک حجرے میں آئی فریاد کی شکل ایک سہیلی نے بتائی
کہتی تھی کہ مجھ سی کوئی ناشاد نہ ہوگی
بن بیاہی دلہن یوں کبھی برباد نہ ہوگی

(۱۰۴) ہمجولیوں کو رو کے یہ دکھیا نے پکارا رنڈ سالہ مجھے اب کوئی پہناؤ خدارا
منسوب تھی جس سے وہ زمانے سے سدھارا بے موت مجھے مرگِ جواں مرگ نے مارا
دولہا مجھے وہ چاند سا چہرا تو دکھا دو
چہرے پہ گل زخم کا سہرا تو دکھا دو

(۱۰۵) اے جانِ حسینؑ آپ کو کیا کہہ کے میں روؤں   زینب کی مرادوں کا پلا کہہ کے میں روؤں
یا دوسرے محبوب خدا کہہ کے میں روؤں   دولہا نہ بنے تھے جو بنا کہہ کے میں روؤں

تازیست یہ ناشاد ندامت سے مرے گی
ہر ایک سہاگن مرے سائے سے ڈرے گی

☆
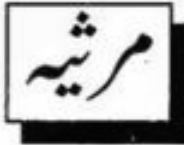
ذرّہ ہوں آفتاب سے گرمِ سخن ہوں میں

بند: ۶۲

تصنیف: ۱۹۶۹ء بمقام: کراچی، پاکستان

(خلاصہ)

سورج سے مخاطب ہو کر اپنی شاعری اور فن کا ذکر ___ مداحِ رسولؐ و آلِ رسولؑ ہونے پہ فخر ___ اُس وقت تک مرثیہ گوئی کو پچاس سے زیادہ سال ہونے کا ذکر ___ یہ مرثیہ ایک سو بتیسواں ہے ___ شاعر کی گفتگو سن کر آفتاب کا جواب ___ یہ کہہ کر اپنی افضلیت کا اظہار کہ کربلا کا سانحہ اس کا چشم دید ہے ___ آفتاب کی زبانی مدح و ثنائے کربلا ___ واقعۂ کربلا کا پس منظر ___ جنگ کا مختصر بیان ___ اعزاء و اصحاب کی شہادت ___ بین ___

(۱) ذرّہ ہوں آفتاب سے گرمِ سخن ہوں میں — خاکی نژاد اور فلک انجمن ہوں میں
خورشیدِ آسمانِ وِلا کی کرن ہوں میں — اے چرخ دیکھ خاکِ درِ پنجتنؑ ہوں میں
صد شکر بستہ کشش بوترابؑ ہوں
جو رد نہ ہو کسی سے میں وہ آفتاب ہوں

(۲) آفاق میں ہے خطِ شعاعی مرا قلم — جس سے ظہور صبح سعادت ہے دمبدم
میرا علوئے فکر و تخیل فلک حشم — تارے بکھیرتا ہوں ورق پر دم رقم
یہ ضوفشاں رسول کے پیاروں کی بزم ہے
میری بیاض چاند ستاروں کی بزم ہے

(۳) زور قلم مرا تری محفل میں ہے عیاں — تاروں کے دل دھڑکتے ہیں جھکتا ہے آسماں
شق القمر کا حال اگر میں کروں بیاں — چھٹ جائیں تیرے چاند کے منھ پر ہوائیاں
آئے جو ردّ شمس زبان مقال پر
تو لوٹ جائے اپنے پلٹنے کے حال پر

(۴) اے شمس یہ شرف ہے میسر تجھے کہاں — میں ان کا مدح گو ہوں خدا جن کا مدح خواں
جز حمد و نعت و منقبت و مرثیہ یہاں — کل زندگی میں ایک نہیں شعر رائگاں
میں دعبلؔ و فرزدقؔ و حسانؔ کی طرح
مداح اہلبیتؑ ہوں قرآن کی طرح

(۵) کب سے ہوں مدح گوئے امام ملک خصال — گزرے ہیں اس روش پہ کچھ اوپر پچاس سال
بچپن سے ہمنوا تھے چمن میں جو باکمال — سب اس چمن سے خلد میں پہنچے بفیضِ آل
لایا ہوں عصر نو سخن نو بہ نو کے بعد
بتیسواں یہ مرثیہ ہے ایک سو کے بعد

(۶) اے نورِ آفتاب مری روشنی کو دیکھ	تاریکیٔ فضا میں ضیا گستری کو دیکھ
حیرت سے مشت خاک کی جلوہ گری کو دیکھ	کوتاہ بیں ملک کو نہ دیکھ آدمی کو دیکھ
آدم سے مجھ کو بُعد زمانی ضرور ہے
طینت مگر وہی ہے جو مسجود نور ہے

(۷) گوش خرد میں گونج رہی ہے وہ قال و قیل	وحدت کا درس دیتے تھے بندوں کو جب خلیل
تیرا جلال دیکھ کے وہ بندۂ جلیل	بولا بمصلحت کہ یہ ہے رب، ضیا دلیل
دن بھر خدا بنا کے رکھا غافلین کا
بخشا دم غروب لقب آفلین کا

(۸) مانا کہ تو ہے نور و ضیا کی پناہ میں	راتوں کی ظلمتیں بھی تو ہیں نصف راہ میں
چودہ تجلیاں جو ہیں میری نگاہ میں	کٹتی ہے عمر شام و سحر جلوہ گاہ میں
تو عوج فکر میں نہ عروج نظر میں ہے
بجھتا سا اک چراغ مری رہ گزر میں ہے

(۹) مداحِ دُود مانِ سراج منیر ہوں	خامہ ہے مدعی کہ عطارد نظیر ہوں
اے آفتاب! تجھ سے میں کیا ضو پذیر ہوں	دربار آفتاب نجف کا فقیر ہوں
روشن ہے طبع مہر رسالت کے نور سے
عرفان کائنات ہے میرے شعور سے

(۱۰) سن کر مری یہ نظم درخشاں و لا جواب	بولا یہ آفتاب کہ اے عبدِ بوتراب
بے شک دم سخن ہے زباں تیری کامیاب	شب کے بیان میں بھی سحر کی ہے آب و تاب
ہے کائنات غیب میں صبح ظہور تو
تاریکیاں نگل کے اگلتا ہے نور تو

(۱۱) جائے سخن نہیں وہ ہے تیری سخنوری	کیسا کلام ہر کلمہ حرف سے بری
ہاں جس میں اہلبیت کی ہو مدح گستری	وہ شاعری نہیں وہ ہے جزو پیمبری
شاعر ہے تو شعور کی لیکن بنا ہوں میں
مداح آل، آل کا اک آئینا ہوں میں

(۱۲) گو میرے سوز و ساز سے ہے گرمیِ حیات لیکن اجلِ خلقِ دو عالم ہے تیری ذات
کافی ہے افتخار میں تجھ کو یہ ایک بات تیری ہی نوع سے تو ہیں مولائے کائنات
مجھ میں بھی یہ ضیا کا جو ذرہ ظہور ہے
یہ آل کا جمال، محمدؐ کا نور ہے

(۱۳) میں اور تو ہیں ایک ہی دربار کے غلام تو عاشق امام ہے، میں عاشق امام
تجھ کو نبیؐ سے کام ہے مجھ کو نبیؐ سے کام دونوں تلاش حق میں ہیں سرگرم صبح و شام
تو واقعہ نگار امام شہید ہے
تیری شنید میرے لئے چشم دید ہے

(۱۴) میں دہر میں زمان و مکاں سے ہوں ماورا مجھ سے ہی روز و شب ہیں مجھے روز و شب سے کیا
ہر ابتدا مجھی سے، مجھی پر ہے انتہا لیکن مرے نفوذ سے باہر ہے کربلا
وہ کربلا حسینؑ کی جو خواب گاہ ہے
دار و مدارِ اَشہدُ اَن لا الٰہ ہے

(۱۵) جو ہے زمیں پہ قطعۂ جنت وہ کربلا جس میں بنی حسینؑ کی تربت وہ کربلا
جس میں سوار دوش رسالت وہ کربلا جس کو ملی ہے عرش کی عظمت وہ کربلا
منسوب ہے جو صبر کے پروردگار سے
خارج ہے حدِ گردشِ نیل و نہار سے

(۱۶) اس خاک پر جو ہے لحد شاہ نامدار دینِ محمدی میں ہے اس کا بڑا وقار
حکم طلوع جب مجھے دیتا ہے کردگار پہلی شعاع چومتی ہے شمسۂ مزار
ہر روز فرض ہے کہ مکرر کروں سلام
ڈوبوں سلام کر کے نکل کر کروں سلام

(۱۷) تسلیم کربلا کا ہے ادنیٰ صلا نجات آ اے گناہگار یہاں، لے کے جا نجات
جنت کے عشق کی نہیں ہرگز جزا نجات اِس خاک کا ہے عشق شفاعت وِلا نجات
ایسی کوئی گنہ کے مرض کی دوا نہیں
جنت کی خاک خاک ہے، خاک شفا نہیں

(۱۸) دنیا پرست بھی جو یہاں آئے دیں ملے چشم ولا کو سرمۂ عین الیقیں ملے
اس خاک جاں نواز سے جس کی جبیں ملے ہستی میں جیتے جی اسے خلد بریں ملے
رتبہ بڑا ہے اس چمن حق سرشت کا
سویا ہے اس کی گود میں مالک بہشت کا

(۱۹) یہ سر زمین پاک زمینوں کی بادشاہ دنیا سے کج مدار میں سیدھی ابد کی راہ
حق کوش، حق بدوش، حق آموز، حق پناہ مکتب ریاضتوں کا، تو عرفاں کی درس گاہ
ملتے ہیں صبر و شکر و سکوں کے سبق یہاں
قرآن عشق کے ہیں بہتر ورق یہاں

(۲۰) اس خاک میں ملا ہے چمن بوترابؑ کا اس خاک میں لہو ہے رسالتمآبؐ کا
اس خاک میں خزانہ ہے علم الکتاب کا ہے دور دورہ فاطمہؑ کے آفتاب کا
محبوب مصطفیٰ ہے، مشیت پسند ہے
جب تو نظام شمس کی حد سے بلند ہے

(۲۱) بااین ہما نظر میں ہیں جو واقعات سن اسباب کربلا کے بصد التفات سن
پھر حال ابتلائے کنار فرات سن پیاسوں کا ذکر وحدت ذات و صفات سن
دربان بارگاہ رسالت پناہ ہوں
میں جذبۂ حسینؑ کا عینی گواہ ہوں

(۲۲) اُس جد کے اُس پدر کے جگر بند تھے حسینؑ تلقین حق سے جن کی نہ تھا کافروں کو چین
جو مصلحت سے لائے تھے ایماں بہ زیب وزین ایمان و کفر کے تھے وہ در اصل بین بین
حق کی طرف زراہ سیاست جو آئے تھے
اک آگ انتقام کی سینوں میں لائے تھے

(۲۳) ذہنوں میں کر چکے تھے یہ منصوبہ بندیاں اسلام کو بنائیں امارت کا آستاں
یہ راز جانتے تھے جو پیغمبر زماں شبیر سے یہ کہتے تھے اکثر کہ میری جاں
نانا پہ آنچ آئی تو پھر کیا کریں گے آپ
کی عرض وہ کریں گے کہ دیکھا کریں گے آپ

(۲۴) جب تک رہے جہاں میں رسولِ مَلک خصال — توڑے اصول حق کو، کسی کی تھی کیا مجال
منحوس رات جس میں نبیؐ کا ہوا وصال — گویا یہ کہتی آئی کہ اے فاطمہؑ کے لال

تمہید داستان شہادت شروع ہے
عاشور کی سحر اسی شب سے طلوع ہے

(۲۵) لایا جہاں میں جور زماں اک عجیب دور — غیروں کے رنگ ڈھنگ یگانوں کا طرز وطور
میں نے ہر انقلاب کو دیکھا بچشم غور — عہد رسول اور ہی کچھ تھا یہ تھا کچھ اور

شام و سحر عجیب تماشا ہوا کیا
سورج کی دھوپ چھاؤں میں کیا کیا ہوا کیا

(۲۶) آئین حق میں رد و بدل کے محرکات — بدلے ہوئے کچھ آج سے کل کے محرکات
بھاری کسی جگہ کہیں ہلکے محرکات — صفین و نہروان و جمل کے محرکات

ہر ہر قدم پہ راہ میں آتے چلے گئے
بنیاد کربلا کی اٹھاتے چلے گئے

(۲۷) دنیا سے کچھ بتولؑ کی نفرت کے موجبات — اور کچھ ابو تراب کی عزلت کے موجبات
پیہم سیاستوں میں کیاست کے موجبات — پھر ثالثی میں غدر و خیانت کے موجبات

ناموس حق کی بیخ کنی میں دخیل تھے
سب کربلا کی راہ کے یہ سنگ میل تھے

(۲۸) بعد از علی حسنؑ سے جماعت کا اختلاف — طینت کا اختلاف، طبیعت کا اختلاف
انصاف کے خلاف خلافت کا اختلاف — ملت کو زہر تھا، یہ امارت کا اختلاف

اُس وقت صلح مصلحت کردگار تھی
تلوار کے رکے ہوئے پانی کی دھار تھی

(۲۹) دس سال بے دریغ مسلسل وہ جبر و قہر — جکڑے ہوئے وہ ظلم کے پنجے میں دشت وشہر
تحریک جانشینی دلبر کی دل میں لہر — انجامِ کار کامِ حسنؑ اور جامِ زہر

کیا قہرناک پیش کش زہرناب تھی
اس زہر میں یزید کے خنجر کی آب تھی

(۳۰) آلام و ابتلا و ملال و محن کے بعد پڑنے لگیں حسینؑ پہ نظریں حسنؑ کے بعد
حاکم ہوا یزید جو پیماں شکن کے بعد باغی نے بڑھ کے اصل کو تاکا چمن کے بعد
جب ہوگیا یقین کہ دین خدا چلا
تب حامل بلا طرف کربلا چلا

(۳۱) طے کرکے حادثات کی راہیں قدم قدم مٹی جہاں کی تھی وہیں آئے مع حرم
ٹھہرے کنارِ نہر رواں قبلۂ امم یہ کہہ کے اٹھ گئے کہ شرا ٹھنے نہ دیں گے ہم
راحت کی اک گھڑی بھی میسر کہاں ہوئی
یاں تک کہ صبح وعدۂ طفلی عیاں ہوئی

(۳۲) وہ صبح قتل حضرت شبیرؑ حق اساس لرزے میں کائنات، فضا میں ہجوم یاس
بے چین جن و انس، ملائک بھی بدحواس دل بھی، نظر بھی، روح بھی، ماحول بھی، اداس
کس نے کہا شہیدوں کے قابل وہ دن نہ تھا
اس روز کوئی ان کے سوا مطمئن نہ تھا

(۳۳) بام افق پہ صبح ہوا جب میں ضوفشاں پھیلی تھیں غازیوں کے رخوں کی تجلیاں
دس بیس طفل و پیر تو دس پانچ نوجواں ایسے جواں کہ ناز جہاں فخر خانداں
جب تک زمین زیرِ فلک برقرار ہے
صبر حسینؑ اُن کی وفا یادگار ہے

(۳۴) صف بستہ سر بکف تھے جوانانِ شیر دل ہمت تھی جن کی خلط شجاعت تھی آب و گل
قائد کے تیوروں سے نظر جن کی متصل طوفاں بھی نظم و ضبط میں جن کے نہ ہو مخل
فطرت سے پنجہ کش ہوں جو حق کا مفاد ہو
ایسے دلیر ہوں، نہ پھر ایسا جہاد ہو

(۳۵) ایک ایک، وہ دلیر جو یکتائے روزگار دیندار و پر خلوص و متین و وفا شعار
غازی، دلیر، یوسفِ بازارِ کارزار کوثر کی آبرو، چمن خلد کی بہار
یہ گل کہاں تھے گلشن عنبر سرشت میں
دنیا ہی سے بہار گئی ہے بہشت میں

(۳۶) چیدہ وہ حق شناس و حق آگاہ و حق گزار ذی علم و ذی فضیلت و ذی جاہ و ذی وقار
جاں باز، سرفروش، عمل کوش، جاں نثار با عزم، باشعور، جواں مرد، مردِ کار
تصویر تھی جلالتِ بدر و حنین کی
انساں کے روپ میں تھی شجاعت حسینؑ کی

(۳۷) چہروں پہ تھا اجل کے تصور سے انبساط نظروں میں تھا عروس شہادت سے اختلاط
زخموں کے پھول پیاس میں تھے باعث نشاط پانی کے ذکر سے بھی زبانوں کو احتیاط
سینوں میں سوز حق کے شرارے لئے ہوئے
ابرو میں لا فتا کے اشارے لئے ہوئے

(۳۸) رخ پر تھا نور دل میں حوادث کی گرد بھی نصرت کا جوش بھی، بشریت کا درد بھی
صابر بھی تھے، حلیم بھی، میداں کے مرد بھی مقصد بھی تھا نظر میں دفاعی نبرد بھی
یہ راز صاف وقت جہاد آشکار تھا
ان کا وہ صبر، جبر نہ تھا اختیار تھا

(۳۹) پیرانِ خم کمر کی وہ صولت و احتشام چلنے میں تیر، شکل میں شمشیر بے نیام
گہہ حالتِ رکوع، گہے صورتِ قیام وہ عید کی نماز تھی، یا نصرتِ امام
یہ زورِ الفتِ پسرِ بوترابؑ تھا
پیری کی سمت تکنے جو دیکھا شباب تھا

(۴۰) پیری کے طنطنے کی عجب آن بان تھی ان کی خزاں بہار کے موسم کی جان تھی
اعضا ضعیف تھے، پہ طبیعت جوان تھی جھک کر جو چلتے تھے، یہ شرافت کی شان تھی
یہ دبدبہ تھا شیب کا فیض شرست سے
آئی تھی دیکھنے کو جوانی بہشت سے

(۴۱) پیری میں جھرّیوں سے مزیّن جو تھا بدن چھن کر گیا شباب یہ جنت کا پیرہن
کہتی تھی صاف لوح جبیں کی ہر اک شکن ابھرے ہیں یہ نقوشِ تولّائے پنجتن
نصرت کے ولولے میں جو مدہوش ہوگئے
اعضا کی جھرّیوں سے زرہ پوش ہوگئے

(۴۲) بڑھ بڑھ کے وہ دکھائی بڑھاپے میں صفدری ایسے کہیں جوان بھی دیکھے نہیں جری
جھپٹے جو لب چبا کے دغا کو وہ حیدری غصے کا حسن بن گئی اعضا کی تھرتھری
بل تھا کمر میں ان کی خمیدہ کمر نہ تھی
لرزش تھی گو کہ پاؤں میں، لغزش مگر نہ تھی

(۴۳) بوڑھوں کا یہ شکوہ وہ بچوں کے ولولے عباسؑ نامدار کی آغوش کے پلے
تعویذ بازوؤں پہ گلے میں تھے پر تلے وہ نونہال کھیت میں تلوار کے پھلے
تفصیل کیا سناؤں وہ کیسے دلیر تھے
کافی ہے یہ کہ بیشہ حیدرؑ کے شیر تھے

(۴۴) بچوں کا دیکھ کر رخ پُر نور و مطمئن ہوکر خجل چلا سوئے مغرب زمیں سے دن
پڑھتے تھے یہ شمیم کا مصرع سب انس و جن "صلِ علیٰ محمدؐ و آل محمدؑ"
ان مہوشوں کی خاک قدم چوم چوم کے
قدسی درود پڑھنے لگے جھوم جھوم کے

(۴۵) شوق وغا میں ان کا جھپٹنا وہ بار بار رہ رہ کر آستین الٹنا وہ بار بار
پیہم صفیں الٹ کے پلٹنا وہ بار بار بچوں کی ہٹ پہ فوج کا ہٹنا وہ بار بار
تھا شاہ کا لحاظ بھی غیظ و غضب کے ساتھ
غصے میں تھے بھرے ہوئے لیکن ادب کے ساتھ

(۴۶) قائد کی شفقتوں سے وہ مہر و وفا کا ذوق دھن سر فروشیوں کی، تو جانبازیوں کا شوق
تیور پہ ذوالفقار کے وہ ابروؤں کو فوق شانوں پہ زلفیں، میان میں تیغیں، گلوں میں طوق
نو دس برس کے سن میں جوانوں سے بڑھ گئے
لڑکے بڑے بڑوں کی نگاہوں پہ چڑھ گئے

(۴۷) بچپن کا وہ جہاد وہ ساکھے کا کارزار وہ کھلبلی وہ حشر وہ ہلچل وہ انتشار
پہلی پہل کی جنگ میں وہ خاتمے کے وار یہ دس گرے، وہ بیس، اِدھر سو اُدھر ہزار
تن تن کے یوں لڑے کہ سپاہوں پہ چھا گئے
ضربیں وہ تھیں کہ مجھ کو علیؑ یاد آگئے

(۴۸) خونِ عدو سے رن کا عجب رنگ کر گئے — فوجوں پہ زندگی کی قبا تنگ کر گئے
چاروں طرف سپاہ کو چو رنگ کر گئے — ایسا لڑے کہ خاتمۂ جنگ کر گئے
پہنچے گی ان کی تیغوں کی جھنکار دور تک
یعنی امامِ مہدیؑ دیں کے ظہور تک

(۴۹) مولا کی انجمن کو ملے تھے عجب چراغ — زخموں پہ زخم کھا کے بھی وہ گل تھے باغ باغ
تا ظہر ان کی بُو سے معطر رہے دماغ — پھر فاطمہؑ کا چاند تھا اور ان گلوں کے داغ
جنگل میں اہل بیت کی بستی اجڑ گئی
عالم کے پیشوا سے جماعت بچھڑ گئی

(۵۰) اک دوپہر میں چھٹ گئے سب یار و اقربا — تاریخ بن کے رہ گئی ایک ایک کی وفا
پاس ادب سے شہ کے وہ اتنے تھے آشنا — دم توڑتے تھے اور انھیں دیتے نہ تھے صدا
مقتل سے ایک بھی نہ پکارا تھا یا حسینؑ
نعرہ تھا یا علیؑ تو اشارا تھا یا حسینؑ

(۵۱) تا عصر شانِ صبر دکھاتے رہے حسینؑ — ہدیے خدا کی نذر کو لاتے رہے حسینؑ
ماں باپ کا وقار بڑھاتے رہے حسینؑ — دریا دلی سے گھر کو لٹاتے رہے حسینؑ
خیمے میں آئے دے کے تسلّی چلے گئے
اک لاش اٹھا کے لائے تو اک لاش لے گئے

(۵۲) سب دوست سب عزیز و برادر ہوئے شہید — جرأت دکھا دکھا کے غضنفر ہوئے شہید
عباسؑ و قاسمؑ و علی اکبرؑ ہوئے شہید — آغوش میں حسینؑ کی اصغرؑ ہوئے شہید
مٹی نہ دی کبھی کسی بیٹے کو باپ نے
گاڑا زمیں میں اپنے کلیجے کو آپ نے

(۵۳) بعد اس کے امتحان کا وہ آگیا مقام — روتا ہوں خون، یاد میں جس کی، میں صبح و شام
تنہا تھا قتل گاہ میں زہراؑ کا لالہ فام — اب میری انتہائے تمازت تھی اور امامؑ
گرمی تھی اپنے نقطۂ اوجِ کمال پر
میں چترِ زر لگائے، تھا زہراؑ کے لال پر

(۵۴) وہ دھوپ کی تپش تھی کہ فطرت تپیدہ دل وہ مجھ کو حکم یہ کہ نہ اپنی جگہ سے ہل
وہ شہ کی تشنگی کہ جگر سوز و جاں گسل تپتے ہوئے سلاح جسد سے وہ متصل
حدت سے شعلہ ریز فضا کائنات کی
زخمی بدن پہ تیر، ہوائیں فرات پر

(۵۵) وہ حدِ اختتام پہ ساعات ابتلا وہ جانب حسینؑ مرا رخ پھرا ہوا
اس وقت سرو قامتِ سلطانِ کربلا میری شعاع کے لئے تھا خطِ استوا
یعنی بہت قریب شہ بحر و بر تھا میں
نیزوں پہ تھے حسینؑ سوا نیزے پر تھا میں

(۵۶) ناگاہ میں نے چھاؤں سی دیکھی زمین پر پنہاں ہوئے نگاہوں سے سلطانِ بحر و بر
جھک کر بغور جانبِ مقتل جو کی نظر دیکھا عجیب منظر پُر درد و پُر اثر
فوجِ ملائکہ کو جلو میں لئے ہوئے
روح الامیں پروں سے ہیں سایہ کئے ہوئے

(۵۷) کہتے سنا یہ جان رسول حنینؐ کو جبریل کھوئے نہ مرے دل کے چین کو
لطف آرہا ہے فاطمہؑ کے نورِ عین کو اس مہر سے معاف ہی رکھیے حسینؑ کو
اس وقت میری سمت ہے رخ مشرقین کا
اللہ صبر دیکھ رہا ہے حسینؑ کا

(۵۸) حکم امام وقت کا واجب تھا احترام روتے ہوئے چلے گئے جبریل نیک نام
تھا وقت عصر کرکے تیمم شہِ انام پڑھنے لگے نماز، بڑھا شمر تلخ کام
مولا جھکے سجود میں حق الیقیں کے ساتھ
دونوں جہان ہو گئے خم اک جبیں کے ساتھ

(۵۹) آگے سوائے ہائے ستم اور کیا کہوں قاتل تھا اور امامِ اُمم اور کیا کہوں
قرآن اور شقی کے قدم اور کیا کہوں فریاد اور اہلِ حرم اور کیا کہوں
خوں میں نہا کے شام شہادت گزر گئی
محسوس یہ ہوا کہ قیامت گزر گئی

(۶۰) آندھی اٹھی سیاہ مجھے لگ گیا گہن — دوڑے حرم سرا کی طرف اظلم زمن
جلنے لگے خیامِ غریبانِ بے وطن — ڈیوڑھی پہ ہاتھ ملتی تھیں مظلوم کی بہن
کہتی تھیں رو کے ہائے مقدر یہ کیا ہوا
اندر مرا مریض ہے غش میں پڑا ہوا

(۶۱) اے شامیو! تم اس مرے بچے پہ رحم کھاؤ — میں ناتوان ہوں ارے لوگو! کوئی اٹھاؤ
اکبر کہاں ہو، عابد بیمار کو بچاؤ — عباسؑ گھر کو آگ لگی ہے بجھائے آؤ
جانِ حسنؑ پھوپی پہ ذرا مہرباں ہو تم
آجاؤ جلد عون و محمد کہاں ہو تم

(۶۲) مٹتی ہے بے نشاں کی نشانی میں کیا کروں — بڑھتی چلی ہے شعلہ فشانی میں کیا کروں
ملتا نہیں بجھانے کو پانی میں کیا کروں — جل جائے گا ارے مرا جانی میں کیا کروں
اب تک ہے خیر آؤ اخی دیکھ بھال لو
بھیا حسینؑ اپنی امانت سنبھال لو

☆
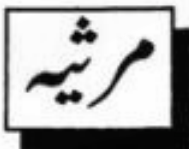
اِسلام کی تقدیر حسین ابنِ علیؑ ہیں

بند: ۴۷

تصنیف: ۱۹۴۸ء بمقام: رامپور، ہندوستان

(خلاصہ)

فضائلِ امام حسینؑ ___ یزید کے عہد حکومت کے حالات ___ دین کے سلسلے میں عوام کی گمراہی ___ کردارِ یزید اور دربارِ خلافت ___ مدینے سے امام حسینؑ کے سفر کی تیاری ___ سفر کے موقع پر امام کی بیمار دختر صغراؑ کی کیفیت ___ قافلے والوں کی وقتِ روانگی صغراؑ اور اُم البنینؑ، مادر عباسؑ سے رخصت ___

(۱) اسلام کی تقدیر، حسین ابن علیؑ ہیں — تقدیر کی تدبیر، حسین ابن علیؑ ہیں
تدبیر کی تسخیر، حسین ابن علیؑ ہیں — تسخیر کی شمشیر، حسین ابن علیؑ ہیں
شمشیر بھی، اور حق کے لئے سینہ سپر بھی
سینہ بھی سپر ہے، جو ضرورت ہو تو سر بھی

(۲) احمد ہیں جسد، جان حسین ابن علیؑ ہیں — شوکت ہیں علیؑ، شان حسین ابن علیؑ ہیں
یہ کیوں کہوں قرآن حسین ابن علیؑ ہیں — قرآن کا ارمان حسین ابن علیؑ ہیں
فہم اس کا جو مشکل ہے، تو مشکل کا یہ حل ہیں
آیا وہ عمل کے لئے، شبیرؑ عمل ہیں

(۳) مضبوطیِ کردار حسین ابن علیؑ ہیں — فولاد کی دیوار حسین ابن علیؑ ہیں
اسلام کے معمار حسین ابن علیؑ ہیں — اخلاق کا معیار حسین ابن علیؑ ہیں
بیٹھیں سرِ منبر تو محمدؐ کے جگر ہیں
جب کھینچ لیں تلوار تو حیدرؑ کے پسر ہیں

(۴) حق کے لئے، شیرینیِ گفتار ہیں شبیرؑ — باطل کے لئے تلخیِ انکار ہیں شبیرؑ
ظالم کے لئے عدل کی تلوار ہیں شبیرؑ — تاحشر ہے ضَو جس کی، وہ مینار ہیں شبیرؑ
خود نور ہیں اور نور کے جھرمٹ میں مکیں ہیں
رخ ایک طرف، پشت پہ نُو مہر مبیں ہیں

(۵) حضرت کی نظر میں جو ہدایت کے ہیں منظر — پوچھے یہ کوئی حر سے کہ یہ کیسے ہیں رہبر
اغیار بھی قائل ہیں کہ یہ بندۂ داور — معراجِ کمالِ بشریت ہے سراسر
جن کو کبھی مسجد میں نہ رکتے ہوئے دیکھا
مظلوم کے در پر انہیں جھکتے ہوئے دیکھا

(۶) وہ رفعت اخلاق، کہ گردوں کو ندامت — تعلیم محمدؐ کی یہ زندہ ہے کرامت
ابرو کی شکن، شام سیہ بخت کی شامت — حیدرؑ کی سی آنکھیں جو شجاعت کی علامت
وہ شان، وہ شوکت، کہ دلیروں میں یہ غل ہے
یہ فاتحِ خیبر کے گھرانے کا رَجُل ہے

(۷) نانا ہیں محمدؐ سے، خدیجہ سی ہیں نانی — ماں فاطمہ زہراؑ سی، جو عصمت کی نشانی
کنعانِ ید اللہ کے یہ یوسف ثانی — گویا ہیں زلیخائے شریعت کی جوانی
محشر میں یہ سردارِ جوانانِ جناں ہیں
پیری میں حبیب ان کے جہاں میں بھی جواں ہیں

(۸) یہ صاحب والشمس کے طالع کا ستارا — والنجم کے مصداق کی آنکھوں کا ہیں تارا
اب جلوۂ طور آئے یہاں بہر نظارا — قرآنِ امامت کا ہیں یہ تیسرا پارا
آیات کے اَسرارِ نہاں کھول رہے ہیں
یہ مصحف خاموش نہیں، بول رہے ہیں

(۹) بندوں میں یہ اک آئینۂ خالق عادل — مانند پیمبر ہمہ اوصاف میں کامل
قائل نہیں جو اِن کے وہ اس کے تو ہیں قائل — صلوات نبیؐ پر جو ہے، یہ اُس میں ہیں شامل
جو اس کا ہو منکر اسے آیات سنا دو
پھر بھی نہ اگر مانے تو صلوات سنا دو

(۱۰) اے منزلِ توفیقِ خدا مرکز تائید — باقی ہے ترے دم سے عبادت ہو کہ توحید
عاشور کو جس وقت لب بام تھا خورشید — وہ عصر کی طاعت ہے تری زندۂ جاوید
سجدے کی ترے عمر، ابد سے بھی بڑی ہے
تا حشر کی مدت، تو فقط ایک گھڑی ہے

(۱۱) تو حق کا سہارا ہے، تو حق تیرا سہارا — اولاد سے بڑھ کر، تجھے اسلام ہے پیارا
جب شام میں سر فتنۂ باطل نے ابھارا — گھبرا کے تجھی کو تو شریعت نے پکارا
مولا! جو غرض مند مسلمان بنے ہیں
آنکھیں نہیں اور حافظ قرآن بنے ہیں

(۱۲) اسلام پہ اس وقت عجب وقت پڑا ہے　　باطل کا صنم حق کے مٹانے پہ اڑا ہے
ایوانِ دمشقی میں تغیر یہ بڑا ہے　　شاہی کا علَم قصرِ خلافت پہ گڑا ہے
مے پی کے یہ دعویٰ ہے یزید اموی کا
''میں'' قافلہ سالار ہوں دینِ نبوی کا

(۱۳) اس ''میں'' کے پسِ پشت ہے پنہاں وہ رعونت　　جس میں ہے شہنشاہی قیصر کی خشونت
تہ میں ہے ان اسلاف کے لاشوں کی سکونت　　ہے دورِ جہالت کی بسی جن میں عفونت
ظاہر چلن ایسا ہے کہ مسلم کا لقب ہے
باطن کا ہے یہ حال جو پہلے تھا سو اب ہے

(۱۴) سودا جو سلف کا ہے وہ نکلا نہیں سر سے　　کچھ غور سے مطلب، نہ غرض فکر ونظر سے
جاہل ہے اسے کام اگر سے نہ مگر سے　　جس راہ چلیں خضر پلٹ آئے اُدھر سے
یہ غول بھڑکتا ہے ہر اک ہادی رہ سے
شیطان کی شہ پر اسے پرخاش ہے شہ سے

(۱۵) رایت نہ شریعت کا کسی بزم میں گاڑا　　تقدیس کا گھر، عیش کی محفل میں اجاڑا
اس دیو کو پریوں کی نزاکت نے پچھاڑا　　دربار خلافت ہے کہ اِندر کا اکھاڑا
دیوار بھی کعبے کی ہلا دی ہے بنا بھی
مشغول غِنا بھی، کبھی ہم وزنِ غَنا بھی

(۱۶) ہر دم ہے تلاوت کے عوض نغمہ نیوشی　　اضلال کی کوشش عوضِ موعظہ گوشی
یک آتشہ، دو آتشہ، سہ آتشہ نوشی　　اسلام کے بازار میں ایمان فروشی
منھ موڑا ہے سجدے سے پرستش میں ہے زر کی
شیطان اتر آیا ہے صورت میں بشر کی

(۱۷) اک ظلم کدہ ہے، جو عدالت کا ہے دربار　　والی ہے گنہگار، تو حاکم ہے زبوں کار
ہے بے عملی فرض، یہ عامل کا ہے کردار　　واعظ ہے بلا نوش، تو قاضی بھی ہے میخوار
مٹی سے بھی سستی ہے جو پرہیز کی شے ہے
اب مفتی دیں کیوں نہ پیے مفت کی مے ہے

(۱۸) حکام کی پیرو ہے معاصی میں رعایا — تنکے سے سبک ان کی نظر میں ہیں خطایا
سلجھاتے ہیں آئین جہالت سے قضایا — سب اپنی غرض کے کوئی اپنا نہ پرایا
میراث نفاق ان کو جو تُرکے میں ملی ہے
توحید کا دعویٰ ہے طبیعت میں دوی ہے

(۱۹) اک مضحکہ ہیں ان کے لئے شرع کی باتیں — اٹھ بیٹھ کی ورزش ہیں مساجد میں صلاتیں
دن روزے میں کاٹے بھی، تو میخانے میں راتیں — لقمہ ہیں خلیفہ کا، رعایا کی زکاتیں
حج کو جو چلے سیر و سیاحت کی خوشی ہے
ہے پنجتن پاک سے کد خمس یہی ہے

(۲۰) مطلق یہ نہیں دیں کی کسی فرع پہ عامل — فراری کی رسم ان کے جہادوں میں ہے شامل
انبار فریب و فن و تلبیس کے حامل — ہیں چال میں مشاق، تو شطرنج میں کامل
جو کام بھی ہے لہو و لعب کا وہ روا ہے
اس کھیل میں اسلام کو مہرے پہ رکھا ہے

(۲۱) ہوتی ہے بہت اس پہ خلیفہ کی عنایت — جو آکے سنا جاتا ہے بے نقد و درایت
اولاد امیّہ کی حمایت میں روایت — جس طرح گلستاں میں ہے، چوروں کی حکایت
مسجد میں یہی نقد عمل شام و سحر ہے
بازار خیانت ہے کہ اللہ کا گھر ہے

(۲۲) واعظ کو ہے یہ حکم دکھا خواب سنہرے — بولے نہ خلیفہ کے خلاف، اس پہ ہیں پہرے
سنتے رہو، گو زخم پڑیں سینے میں گہرے — ملاّ ہیں تو گونگے ہیں، جو سامع ہیں تو بہرے
ظاہر میں قرأت پہ تو ایمان ہے ان کا
جو حلق سے اترا نہیں، قرآن ہے ان کا

(۲۳) عالم کو ہدایت، تری ہر بات میں ہو جھول — آیت جو پڑھے، مکر کی میزاں میں اسے تول
حاکم ہو رضا مند یہ تفسیر کا ہے مول — سر جیسے مفسّر کا ہے بے مغز کا اک خول
نا اہل جو فطری تھے وہ اب اہل بنے ہیں
جاہل ہی نہیں بلکہ ابو جہل بنے ہیں

(۲۴) تہذیب و تمدن سے ہیں سب دور، بہت دور   صحراؤں سے بدتر مدنیت کے ہیں دستور
مستاجر و دہقان و صناعت گر و مزدور   بندے ہیں امیروں کے غلامی پہ ہیں مامور
نیرنگ سے معکوس نظام جز و کل ہے
جو گل ہے وہ کانٹا ہے جو کانٹا ہے وہ گل ہے

(۲۵) دیکھے نہ یہ اطوار، نہ اس شان کی سیرت   دیندار کا اسوہ، نہ مسلمان کی سیرت
رگ رگ میں ہے پیوست وہ حیوان کی سیرت   تھی خلقت اول میں جو انسان کی سیرت
حق چھین کے عترت کا بڑے اوج بڑھے ہیں
شاخوں پہ اچکتے تھے جو، منبر پہ چڑھے ہیں

(۲۶) ہے اہل صداقت پہ تشدد کا یہ انداز   جیسے ہو مسلط کسی کنجشک پہ شہباز
دوہرائے حقیقت جو زباں سے کوئی جانباز   تلوار کی جھنکار دباوے وہیں آواز
جرأت کو غلامی نہ فقط چھوڑ رہی ہے
حریت جائز بھی تو دم توڑ رہی ہے

(۲۷) پہرے ہیں لبوں پر تو زبانوں پہ ہیں تالے   کیا تاب جو حق بات کوئی منھ سے نکالے
آڑے کوئی آیا تو وہ زنداں کے حوالے   حاکم ہے سیہ رو، تو قوانین ہیں کالے
مفقود نظر والوں کی بینائی ہوئی ہے
کُل شام میں تاریکیٔ شب چھائی ہوئی ہے

(۲۸) سو بار جگر ہند کے دلدار نے چابا   ملت میں کئی بار ہوا خون خرابا
مارے گئے حق گوئی پہ دس بیس صحابہ   بوذر نے جو ٹوکا تو گلا ان کا بھی دابا
منواتا ہے سب سے وہی جو آتی ہے جی میں
بھولا ہے خدا کو بھی یہ پھولا ہے خودی میں

(۲۹) زردار مگن ہیں کوئی لوٹے نہ کھسوٹے   مفلس کو ہیں، دولت کے بھی، عزت کے بھی ٹوٹے
قرآں جو پکارا یہ کھرے ہیں تو وہ کھوٹے   چلائی امارت وہ بڑے ہیں تو یہ چھوٹے
ہر صاحب دولت صفِ اول میں مکیں ہے
طاعت کی صفوں میں بھی مساوات نہیں ہے

(۳۰) جب غیظ کا آجاتا ہے حاکم کو رتوندا ہر ضابطہ پھر تو نظر آتا ہے گھروندا
غصے کا فرس ظلم کے میداں میں جو کوندا لپکا، اِسے مارا، اُسے کچلا، اُسے روندا
نہروں کے محاصل میں بھی تشخیص ہے زر کی
پانی کی بھی قیمت ہے، نہیں خون بشر کی

(۳۱) ایک ایک مسلمان کا حق ہے جو خزانہ ملتا نہیں اس سے کبھی بھوکے کو بھی دانہ
اٹھتے ہیں جو مسکین کبھی مضطربانہ چپکے سے تھپک دیتا ہے یہ کہہ کے زمانہ
یہ مال خلیفہ کو پچے گا تو ملے گا
ناری کے جو دوزخ سے بچے گا تو ملے گا

(۳۲) ہر پل جو خطا کام، تو ہر لمحہ گنہگار فاسق علی الاعلان، نہ کچھ ننگ نہ کچھ عار
کاٹھی سے ابل پڑنے کو ہے وقت کی تلوار شمشیر دو دم کہتی ہے بل کھا کے یہ ہر بار
اب ساری حقیقت صف ہیجا میں کھلے گی
نیکی و بدی تیغ کی میزاں میں تلے گی

(۳۳) نشے میں جو مشغولِ خطابت ہے بصد ناز مسجد کی نہ حرمت ہے، نہ محراب کا اعزاز
چلّاتا ہے اسلام کہ اے واعظ خود ساز اللہ کی لاٹھی میں نہیں ہوتی ہے آواز
مے پی کے جو منبر پہ چڑھے مکر و دغا سے
پیمانہ چھلکنے کو ہے، ڈر قہر خدا سے

(۳۴) گل دین کی شاخوں پہ تبر پہلے چلایا پھر سوئے اصول ایک قدم اور بڑھایا
اک دن سرِ دربار سخن لب پہ یہ لایا اترا ہے نہ قرآں نہ فرشتہ کوئی آیا
حق ہے نہ رسالت ہے جزا ہے، نہ سزا ہے
لذات ہیں، نغمات ہیں، دنیا ہے مزا ہے

(۳۵) سن کر یہ خرافات جو ہنستی ہے حقیقت روتی ہے زیاں کار کی قسمت پہ شریعت
تف کر کے ستمگر پہ یہ کہتی ہے صداقت فرضی تھی نبوت، تو یہ کس کی ہے خلافت
اعلان جو کر دے کہ خلیفہ میں نہیں ہوں
ہے تخت مرے باپ کا میں تخت نشیں ہوں

(۳۶) بازار میں جاتے ہیں محل سے جو یہ افکار — ہیجان ہے تا کوفہ تموج کے ہیں آثار
خبریں یہ پہنچتی ہیں مدینے میں جو ہر بار — بے چین ہے ناموسِ شریعت کا نگہدار
توفیق جو الہام کے لب کھول رہی ہے
حالات کو میزانِ نظر تول رہی ہے

(۳۷) کوئی بھی جو حاکم کے تشدد سے ہیں بیزار — ہیں خضر زمانہ سے ہدایت کے طلبگار
کوفے کے مسافر بھی یہی کرتے ہیں اظہار — نانا بھی یہی کہہ گئے ہیں خواب میں اک بار
ایما جو نبیؐ کا ہے وہی فکر و نظر کا
اللہ کے جادے میں ارادہ ہے سفر کا

(۳۸) ہوتی ہے جدا دختر بیمار پدر سے — چھٹتے ہیں حسین ابن علیؑ نور نظر سے
اسباب سفر شہ جو نکلواتے ہیں گھر سے — ہے آنسوؤں کی نہر رواں دیدۂ تر سے
کچھ سوچ کے ہر بار تڑپ جاتی ہے صغرا
اصغر کی طرف دیکھ کے غش کھاتی ہے صغرا

(۳۹) بیمار تو پہلے ہی سے ہے فاطمہ بیمار — اب درد جدائی میں بھی ہوتی ہے گرفتار
آزار میں در پیش ہے تنہائی کا آزار — یہ زیست کے سامان ہیں یا موت کے آثار
اب کرتی ہے روکر شہ ابرار سے باتیں
بعد اس کے کرے گی در و دیوار سے باتیں

(۴۰) دکھ درد میں اب تک تھا بھرے گھر کا سہارا — آجاتے تھے عمو بھی جو بھائی کو پکارا
وہ قافلے کا قافلہ اب جاتا ہے سارا — آزار سے بچ جاتی پر اس صدمے نے مارا
سن چھوٹا ہے، تپ آتی ہے، کمزور جگر ہے
بیمار کا یہ حال، مسیحا کا سفر ہے

(۴۱) احباب و اعزا سے بھرا آج ہے دربار — کاٹے کا مکاں کل سے ڈسیں گے در و دیوار
کھانے سے بھی، پینے سے بھی، ہوجائے گی بیزار — غم کھائے گا بیمار کو، غم کھائے گی بیمار
بدلے گی فضا، دل کی کلی کھل نہ سکے گی
مجز خونِ جگر، کوئی دوا مل نہ سکے گی

(۴۲) کوفے سے خبر جو شہ بیکس کو ہے آئی صغرا کے لئے لائی ہے پیغام جدائی
بھائی سے یہ کہتی ہے ید اللہ کی جائی کیا ٹل نہیں سکتا یہ سفر حق کے فدائی
شہ کہتے ہیں نانا کی جو تقریر ہے زینب
یہ آل نبی کا خط تقدیر ہے زینب

(۴۳) اس کوچ سے حضرت نے کیا ہے مجھے آگاہ ہوں لاکھ موانع بھی تو جانا ہے اسی راہ
بس جائیں گے جنگل میں جہاں فاطمہ کے ماہ واں دھوم سے ہوگا علی اکبر کا مرے بیاہ
سر چڑھنے کو اب پھول نکلتے ہیں چمن سے
چھٹتا ہے وطن مجھ سے میں چھٹتا ہوں وطن سے

(۴۴) زینب نے یہ تقریر سنی شہ کی جو ناگاہ کانپی لحد فاطمہ، اس درد سے کی آہ
روکر یہ کہا شہ سے کہ اے سرور ذی جاہ جب یہ ہے تو راحت کا سب اسباب ہو ہمراہ
شہ بولے نہ کچھ اور بجز جامۂ تن ہو
ہمراہیوں کے ساتھ بس ایک ایک کفن ہو

(۴۵) ہاں چند تبرک ہوں بزرگوں کے مقرر نانا کا عمامہ ہو تو اماں کی ہو چادر
لے جانا نہ لے جانا ہے خیمے کا برابر اسباب بہت کم ہو، کہ لٹنا ہے مقدر
ہر چند کہ ساتھ اپنے تو لے جائیں گے زینب!
لیکن ہے یقیں، ہم نہ کفن پائیں گے زینب!

(۴۶) سب نے شہ ذی جاہ کا ایما جو یہ پایا جو جس کی ضرورت کا تھا سامان منگایا
شبّرؑ کا پسر سبز قبا دوڑ کے لایا نیزہ علی اکبر نے بصد شوق اٹھایا
ہنستی ہوئی مادر کے قریں آئی سکینہ
صندوقچہ بندوں کا اٹھا لائی سکینہ

(۴۷) اسباب جو بندھوانے لگے سب بہ دل و جاں اصغر کی طرف دیکھ کے کہنے لگی یہ ماں
تم اپنے سفر کا نہیں کچھ کرتے ہو ساماں رکھوا دو کسی اونٹ پہ جھولے کو، میں قرباں
گہوارے میں لیٹے ہوئے کیا سوتے ہو گھر میں
اب چوسیو تم اپنے انگوٹھے کو سفر میں

(۴۸) سامان کا اک ڈھیر جو لوگوں نے لگایا عباسؑ نے فضہ سے قلمدان منگایا
صغرا نے جو سر، مائلِ بستر سے اٹھایا ناطاقتی ایسی تھی کہ اٹھتے ہی غش آیا
چلائیں ارے لوگو مجھے آہ سنبھالو
اماں میں گری جاتی ہوں للہ سنبھالو

(۴۹) تکیے پہ گری دیکھ کے یہ حشر کا منظر جھولا علی اصغر کا لئے جاتے ہیں اکبر
رو رو کے پکاری یہ بصد یاس وہ مضطر اے بی بیو میری بھی خبر لو کوئی آکر
کیا ہوگا میسّر جو دوا مجھ کو نہ ہوگی
کیا صبر کیا سب نے شفا مجھ کو نہ ہوگی

(۵۰) اتنا مرے آزار سے کنُبے کو ہے وسواس اکبر مرے نزدیک نہ آتے ہیں نہ عباسؑ
کیوں بالی سکینہ نہیں تم کو بھی مرا پاس کیا توڑوگی سب گھر کی طرح تم بھی مری آس
یہ صبر کی سِل بھی دلِ مضطر پہ دھروں گی
میں روٹھ گئی، تم سے نہ اب بات کروں گی

(۵۱) خواہر کے گلے لگ کے سکینہ یہ پکاری تم پاؤ شفا اور مجھے تپ آئے تمہاری
میں صدقے سنو تو سہی روداد ہماری گھر چھٹتا ہے منگوائی ہے بابا نے سواری
لازم ہے سفر آج، یہ فرماتے ہیں بابا
نانا کا ہے کچھ کام، کہیں جاتے ہیں بابا

(۵۲) سامانِ سفر میں ہیں سحر سے مری اماں گہوارے میں تنہا ہیں پڑے اصغر ناداں
کچھ مشورہ کرتے ہیں پھپھی سے شہِ ذیشاں اور لکھتے ہیں ہمراہیوں کے نام چچا جاں
بابا جو بتا دیتے ہیں لکھ لیتے ہیں عمّو
ہر بار تمہیں دیکھ کے رو دیتے ہیں عمّو

(۵۳) صغرا کو ہوئی شدتِ تپ، سُن کے یہ تقریر گر پڑ کے، چچا جان کے پاس آئی وہ دلگیر
کی عرض یہ کیا لکھتے ہو اے عاشقِ شبیرؑ قربان میں اس ہاتھ کے کیا خوب ہے تحریر
دیکھوں تو ذرا میں بھی اسے پڑھ کے یہ کیا ہے
اس فرد میں میرا بھی کہیں نام لکھا ہے

(۵۴) عباسؑ بہ شفقت یہ پکارے کہ میں قرباں کیوں اٹھ کے یہاں آ گئیں بستر سے مری جاں
یہ بولیں نہ یوں ٹالیے جانِ شہ مرداں جو پوچھا ہے بتلایئے کیجئے نہ پریشاں
بولے کہ نہ میرا ہے، نہ یہ کام تمہارا
شاید شہ دیں لکھیں گے، خود نام تمہارا

(۵۵) بیمار نے روکر کہا ہے ہے مری تقدیر تم نے بھی کیا نام بھتیجی کا نہ تحریر
قسمت کا لکھا مٹ نہیں سکتا کسی تدبیر بس جان گئی میں کہ قضا اب ہے گلوگیر
کھلتی ہے وہ کس سے جو مقدر کی گرہ ہو
جب دل میں جگہ ہو تو ورق میں بھی جگہ ہو

(۵۶) تم کوئی ہو اب میرے نہ میں کوئی تمہاری میں غیر ہوں کبرا و سکینہ ہیں دلاری
گرمی کا سفر ان کے لئے بھی تو ہے بھاری خدمت کو انہیں کی مجھے لے چلئے میں واری
رستے میں بہت اُن کے میں کام آؤں گی عمو
جھلتی ہوئی پنکھا میں چلی جاؤں گی عمو

(۵۷) شفقت سے وہ بولے کہ میں صدقے مری دلدار تجھ سے مجھے کچھ کم، نہ سکینہ سے سوا پیار
ہے پاس زیادہ ترا، تو جب سے ہے بیمار رستے کی صعوبات سے بڑھ جائے گا آزار
محمل میں وہ آرام کہاں ہے جو ہے گھر میں
میں کیا ترا دشمن ہوں جو لے جاؤں سفر میں

(۵۸) تپ رہتی ہے ہر وقت، میں صدقے مری دلبر اٹھتا نہیں تکیے سے، اٹھاتی ہو اگر سر
آتے ہیں عیادت کے لئے جب شہ صفدر رکھ سکتی نہیں ہاتھ بھی مجرے کو جبیں پر
خوردی کا سلیقہ بھی نباہا نہیں جاتا
کمزور ہو اتنی کہ کراہا نہیں جاتا

(۵۹) یہ ضعف کا عالم ہے، مری جاں مری پیاری کرتی ہو اشاروں سے ادا طاعت باری
چوبیس پہر بی بی پہ غش رہتا ہے طاری سوچو تو سفر کرنے کی حالت ہے تمہاری
پانی کی طلب ہو تو صدا دی نہیں جاتی
کروٹ بھی نقاہت کے سبب لی نہیں جاتی

(۶۰) ایسے میں سفر، ہٹ نہ کرو دل کو سنبھالو دانستہ خود اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو
قرآں کا کھلا حکم نہ جذبات میں ٹالو اسلام کی کشتی کو تلاطم سے بچا لو
کچھ پیچ جو اس راہ میں پڑ جائے گا صغرا
امت کا بنا کام بگڑ جائے گا صغرا

(۶۱) امت کا سنا نام تو چپ ہوگئی بیمار چہرے نے کہا دل کی تسلی کے ہیں آثار
بیٹی کے قریب آ گئے بڑھ کر شہ ابرار پھر رونے لگی دیکھ کے بابا کو وہ اک بار
کہہ تو نہ سکی کچھ لبِ تسلیم و رضا سے
دامن کی طرح لپٹی امام دوسرا سے

(۶۲) سر قدموں پہ پھوڑا کے بہ منت یہ پکاری بابا مجھے گھر چھوڑ کے جاتے ہو میں واری
جاتی ہے جہاں بخشش امت کو سواری چلتی وہیں اے کاش یہ دکھ درد کی ماری
عسرت کے سبب کوئی ملازم نہیں گھر میں
منہ ہاتھ دھلاتی علی اصغر کا سفر میں

(۶۳) شہ بولے کہ بی بی یہ سخن لب پہ نہ لاؤ امت کا کرو دھیان بس اب دل نہ کڑھاؤ
کھوٹی نہ کرو راہ مری، حجرے میں جاؤ چبھتی ہوئی باتوں سے نہ بابا کو رلاؤ
دل اشکوں کے دریا میں ڈبوتے نہیں صغرا
جب گھر سے کوئی جائے تو روتے نہیں صغرا

(۶۴) یہ کہہ کے سوئے قبر نبیؐ مڑ کے ندا دی لو اپنے نواسے کی خبر، خلق کے ہادی
جانے کی ہمیں خواب میں جب شہ نے رضا دی سمجھانے کی صغرا کے نہ کچھ بات بتا دی
بیمار نہیں چھوڑتی دامان ہمارا
اور کھینچتی ہے موت گریبان ہمارا

(۶۵) نانا سے جو کی باپ نے بیٹی کی شکایت منہ تکنے لگی شاہ کا بیمار بہ حسرت
حضرت نے بھی دیکھا جو یہ انداز امامت نازل ہوئی گویا وہیں تسکین کی آیت
بولی کہ نگہبان خدا، جاؤ سدھارو
لو اذن دیا، صبر کیا، جاؤ سدھارو

(۶۶) یہ کہہ کے جو پھیلا دیئے ملنے کے لئے ہات — بیٹی کے گلے لگ کے پکارے شہ خوش ذات
فرقت میں ہماری نہ بس اب روئیو دن رات — ہم کوفہ سے بی بی کے لئے بھیجیں گے سوغات
زندہ ہیں تو بے وجہ نے رلوائیں گے تم کو
اکبر کو یہاں بھیج کے بلوائیں گے تم کو

(۶۷) یہ سن کے جو بیمار کا ٹھہرا دل مضطر — ڈیوڑھی کی طرف شاہ چلے بیٹی سے مل کر
ہونے لگے رخصت حرم سبط پیمبر — کبرا کبھی ملتی تھی بہن سے، کبھی اکبر
صغرا کے مچل جانے کی جو فکر بڑی تھی
اصغر کو لئے گود میں ماں دور کھڑی تھی

(۶۸) بار آئی سکینہ کے گلے ملنے کی جس دم — سب رونے لگے، روئیں لپٹ کر جو وہ باہم
یہ چھوڑتی تھیں اُس کو نہ صغرا کو وہ پرغم — دونوں کو یقیں تھا کہ نہیں ملنے کے اب ہم
بے خود ہوئیں، یوں محو بکا ہو گئیں دونوں
غش کھا کے گریں جب، تو جدا ہو گئیں دونوں

(۶۹) صغرا کو تو عباس کی مادر نے اٹھایا — عباس نے محمل میں سکینہ کو لٹایا
نقارہ بجا کوچ کا اک زلزلہ آیا — زہرا کی ندا آئی کہ ہے ہے مرا جایا
لو جاؤ مری جان خدا حافظ و ناصر
اے موت کے مہمان خدا حافظ و ناصر

(۷۰) مولا جو بڑھے کہہ کے توکلتُ علَی اللہ — اک شور اٹھا نالہ و فریاد کا ناگاہ
مڑ کر جو نظر کی شہ بیکس نے سر راہ — دیکھا وہ سماں، ہو گئے بے چین، بھری آہ
عورات اِدھر اور اُدھر نوحہ کناں ہیں
اور بیچ میں عباسِ جگر دار کی ماں ہیں

(۷۱) دو عورتیں رخ سے ہے عیاں جن کے غم و یاس — ہیں آپ کی بغلوں میں دیے ہاتھ، چپ و راس
فرماتی ہیں بی بی، مرے پیارے، مرے عباس — آشہ کی اجازت سے مرے لال، مرے پاس
کہتی نہیں میں، چھوڑ قدم سبط نبیؐ کا
سن جا مگر ارشاد ہے اک روح علیؑ کا

(۷۲) یہ سن کے یکایک جو رُکا فدیہ باری　　عباس نے بھی روک لی رستے میں سواری
مادر کے جو پاس آئے تو دکھیا یہ پکاری　　اب شرم ضعیفی میں ترے ہاتھ ہے واری
جب نزع میں زہرا سے ملاقات کروں میں
ایسا نہ ہو بی بی سے خجل ہوکے مروں میں

(۷۳) نقارہ بجا کوچ کا اس دم جو قضارا　　غش آگیا مجھ کو نہ رہا ضبط کا یارا
بابا نظر آیا مجھے سر ننگے تمہارا　　مجھ سے یہ کہا بیٹے کو سمجھا دو دوبارہ
اس شان سے جان و دل زہرا پہ فدا ہو
میں ناز کروں، اس کا لقب اہل وفا ہو

(۷۴) بیٹے پہ مری بی بی کے تم جان بھی وارو　　بچوں کو بھی صدقے مرے بچے پہ اتارو
آقا ہی کہو جب بھی شہ دیں کو پکارو　　بس تھا یہی کہنا، مجھے لو جاؤ سدھارو
زہرا کے جگر سے نہ اگر تم نے وفا کی
پھر شیر نہ بخشوں گی قسم شیر خدا کی

☆

اے رُوحِ حُرّیت شرفِ جسم و جاں ہے تُو

بند: ۱۰۴

تصنیف: ۱۹۳۸ء بمقام: لکھنؤ۔ ہندوستان

(خلاصہ)

حرّیت کے حدود اسلام کی نظر میں ___ جناب حر اور ان کا جہاد نفس ___ رات میں دل اور نفس کی باہم گفتگو ___ نصرت امام کا فیصلہ ___ صبح امیرِ سپاہِ شام سے دلیرانہ گفتگو ___ امامؑ کی خدمت میں حاضری ___ عفو خطا کے بعد امامؑ سے اذن طلبی ___ ثانی زہرا جناب زینبؑ سے گفتگو ___

(۱) اے روحِ حریت شرف جسم و جاں ہے تُو | اک زندگی وہیں ہے جہاں میں، جہاں ہے تُو
احساس بن کے ہر رگ و پے میں رواں ہے تُو | بوڑھے کے دل میں ہو تو وہاں بھی جواں ہے تُو

اک اک ادا پہ تیری ہزاروں کے جی گئے
تجھ پر جو مر مٹے وہ حقیقت میں جی گئے

(۲) سرخی ہے داستان عمل کی، ترا لہو | بچوں کا کھیل، دار و رسن تیرے روبرو
اخلاق کے چمن کی ہے تو قوت نمو | خوددار تیرے عشق میں پھرتے ہیں کُوبکُو

پھیکا ہے رنگ دھن میں تری ہر جنون کا
غازہ ہے تیرے رخ پہ شہیدوں کے خون کا

(۳) تیرے حضور ہر متکبر ذلیل ہے | فرعون کے ڈبونے کو تو رودِ نیل ہے
نخوت کے بتکدے میں شکوہِ خلیل ہے | تو وحی ارتقا کے لئے جبریل ہے

روحِ شبابِ ہستی دنیا و دیں ہے تو
جان آفریں خدا تو حیاتِ آفریں ہے تو

(۴) بزم جہاں کی انجمن آرا ہے حریت | عزت کی زندگی کا سہارا ہے حریت
توحید کے فلک کا ستارا ہے حریت | فطرت کا اک لطیف اشارا ہے حریت

خم ہو تو صرف حق کی سلامی کے واسطے
انساں نہیں بنا ہے غلامی کے واسطے

(۵) بے حریت حیات ہے اک نخل بے ثمر | مضمونِ نو کا بندِ خموشی میں کیا اثر
بخشے نہ دل کو جذبۂ پرواز تو اگر | نکلے کبھی قفس سے نہ مرغِ شکستہ پَر

بندش میں ہے جو نطق وہ کب دل پذیر ہے
نغمہ بھی چیخنا ہے جو بلبل اسیر ہے

(۶) محبوس گر رہے قفس لب میں مرغ آہ ۔ رہ جائے فیض عدل سے محروم داد خواہ
زندان چشم میں ہے نظر بند جو نگاہ ۔ یکساں ہے اس کو روزِ سفید اور شب سیاہ
دُر ہے صدف میں قید تو بے عز و جاہ ہے
آزاد ہے تو زینت دیہیم شاہ ہے

(۷) آزاد قید غرب سے سورج اگر نہ ہو ۔ دنیا میں صبح نور کبھی جلوہ گر نہ ہو
آزادہ رو چمن میں جو بادِ سحر نہ ہو ۔ پھولوں کا آب و رنگ بہشت نظر نہ ہو
جب تک رِہا نہ مَحبسِ گل سے شمیم ہو
گلشن میں خاک عطر فشاں پھر نسیم ہو

(۸) ہر قید و بند دہر میں ہے باعث زوال ۔ ہالہ نہیں قمر کے لئے زیور کمال
پر بند گر جہاں میں رہے طائر خیال ۔ کیا کٹ سکے گا عقل سے پھر بے حسی کا جال
وارستگی کے دم سے ہی یہ کائنات ہے
دم بند ہو تو ختم نظامِ حیات ہے

(۹) فطرت کی حد میں کفر ہے بندوں میں امتیاز ۔ قدرت کے قاعدے بھی ہیں سب حریت نواز
دربار کبریا میں ہے محمود بھی ایاز ۔ ایجاد آدمی ہے یہ فرقِ نیاز و ناز
سوءِ ادب ہے یہ، بخدا حق کی شان میں
بندہ نہیں ہے کوئی کسی کا جہان میں

(۱۰) اے حریت تجھی سے قوی ہے ہر اک ضعیف ۔ ذرّے تری زمیں کے ہیں سورج کے ہم ردیف
ناحق نہیں ہے قوت باطل تری حریف ۔ ہے خاکِ کربلا سے ترا جوہرِ لطیف
تمہید عزم تو ہے بعنوان حُریت
نسبت ہے تجھ کو حر سے جو تھا جان حُریت

(۱۱) وہ حُر کہ تھا ہر اولِ سلطانِ کربلا ۔ آغازِ داستانِ شہیدانِ کربلا
عنوان عزم مطلعِ دیوانِ کربلا ۔ پہلا شہید فاتحِ میدانِ کربلا
اول جہاد نفس میں جس کو ظفر ہوئی
پھر سر فدا کیا تو مہم حق کی سر ہوئی

(۱۲) وہ حر کہ جس کی فطرت عالی تھی ارجمند پابند کر سکے نہ امارت کے جس کو بند
جس کی نظر تھی حرص و ہوس سے کہیں بلند جو تھا سپاہِ ظلم میں خوددار و حق پسند

پوچھو ثبات اس کا حسینی گروہ سے
یہ کوہ ٹل سکا نہ یزیدی شکوہ سے

(۱۳) وہ حُر کہ حریت کی ادا کا شہید تھا وہ حر کہ جس کا جوہر فطرت سعید تھا
وہ حر کہ دل سے مرشد حق کا مرید تھا وہ حر کہ ظاہرا سوئے فوجِ یزید تھا

رن میں ثبوت اپنی صداقت کا دے گیا
پیچھے جو سب سے تھا، سبقت سب سے لے گیا

(۱۴) وہ حر کہ قید کفر سے دم میں رہا ہوا باطل کے اژدہام میں حق آشنا ہوا
عقدہ جو دل کا ناخنِ ہمت سے وا ہوا حر ہو گیا کہ بندۂ مشکل کشا ہوا

مقصد ملا، مراد ملی، مدّعا ملا
جب مل گئے حسینؑ تو گویا خدا ملا

(۱۵) چہرہ فروزِ معرکۂ کربلا ہے حر باطل کی ظلمتوں میں حقیقت نما ہے حر
میزانِ عزم، رتبہ شناسِ وفا ہے حر کیا تھا، مگر نصیب تو دیکھو کہ کیا ہے حر

جو رات کو شریک سپاہِ شریر تھا
وہ دن کو ہمنشینِ جناب امیر تھا

(۱۶) حاصل ہوئی جو قربت سلطان ارجمند دست خدا نے کاٹ دیئے غفلتوں کے بند
چمکا ولا کے نور سے یوں طالع بلند بخت سیاہ، دم میں ہوا چاند سے دو چند

مولا کی بارگاہ میں مقبول ہوگیا
لالے کا داغ چاندنی کا پھول ہوگیا

(۱۷) یہ فیض الفتِ پسر بوترابؑ تھا داغِ گناہ رشک دہِ ماہتاب تھا
شب کو گہن کا چاند وہ خانہ خراب تھا جس دم سحر نمود ہوئی آفتاب تھا

باوصفِ انفعال عجب آن بان تھی
رخسار حر میں سورۂ توبہ کی شان تھی

(۱۸) الفت ملی حسینؑ کی، عرفان مل گیا — صحبت ملی امام کی، ایمان مل گیا
مقصد میں اہل بیت کے مہمان مل گیا — سلمان سے یہ تازہ مسلمان مل گیا
زانو ملا حسینؑ کا دنیائے زشت میں
پہونچا نبیؐ کی آل سے پہلے بہشت میں

(۱۹) جاں دے کے زندگی بھی ملی، دل کا چین بھی — ماتم بھی گھر میں شاہ کے تھا، شور وشین بھی
روتے تھے اہل بیت بھی، شاہِ حنین بھی — زہراؑ بھی، مصطفےٰؐ بھی، حسنؑ بھی، حسینؑ بھی
عزت ملی یہ شاہ کے در سے غلام کو
آئے ہیں نو امام لحد پر سلام کو

(۲۰) ہے یادگار حر کی یہ جرأت یہ صفدری — حق کی طلب میں جان پہ کھیلا یہ حیدری
فوجِ حسینؑ کا ہے ہراول یہی جری — حر کا جہاد تھا کہ شہیدوں کی رہبری
خاکِ شفا یہ خوں جو بہا حق کی راہ میں
ہوگا یہی کسی نہ کسی سجدہ گاہ میں

(۲۱) غازی نے اپنے نفس کو جب تک نہ دی شکست — دم بھر کو مطمئن نہ ہوا یہ وفا پرست
منظور تھا جو حق کی حمایت کا بندوبست — باطل کے حوصلوں کو کیا ساتھ رہ کے پست
اہل نظر میں شہرۂ ذوق نگاہ ہے
یہ دین و کفر دونوں کا عینی گواہ ہے

(۲۲) باطل سے منھ پھرا کے دکھا دی عمل کی راہ — معیار حق ہے اس کی شہادت خدا گواہ
ایماں کا نور اُدھر تھا، اِدھر ظلمت گناہ — حیران تھا دوراہے پہ یہ بندۂ الٰہ
بھٹکا کیا تلاش کی راہوں میں رات بھر
تولا ہے خیر و شر کو نگاہوں میں رات بھر

(۲۳) باتیں تھیں دل ہی دل میں خود اپنے سے تاسحر — باطل یہ ہے وہ حق، یہ شرر ہے تو وہ قمر
نفس و ضمیر دونوں صف آرا تھے ہمدگر — مائل وہ مال پر، نظر اس کی مآل پر
وہ بولا زر نہیں ہے تو عزت کہیں نہیں
یہ بولا تو حریص ہے انجام بیں نہیں

(۲۴) کہتا تھا نفس خوف ہے انجام کا فضول — دل کا جواب تھا کہ یہ فطرت کا ہے اصول
اُس کو یہ دھیان دولت و اقبال ہو حصول — اِس کو یہ دُھن کہ شہ کی گدائی مجھے قبول
وہ بولا سب جہان میں بندے ہیں دام کے
اس نے کہا کہ سچ ہے علاوہ امام کے

(۲۵) کہتا تھا نفس فرض ہے دولت کی جستجو — دل بولتا تھا فرض کو بھولا ہوا ہے تو
خواہش یہ نفس کی کہ ہے دنیا کی آرزو — دل کا خیال یہ، کہ دنی ہے یہ فتنہ جو
اصرار، نفس کا کہ مجھے مال چاہیے
دل کی پکار مال نہیں آل چاہیے

(۲۶) اُس نے کہا یہ اہل سیاست کی خو نہیں — اِس نے کہا درست ہے، میں حیلہ جُو نہیں
وہ بولا کیا معاش کی بھی آرزو نہیں — یہ بولا دینے والا ہے رزّاق، تو نہیں
اُس کا تھا مشورہ کہ نہ منھ پھیر چین سے
اِس کا تھا فیصلہ کہ ملوں گا حسینؑ سے

(۲۷) اُس نے کہا نہیں ہے جسارت کا یہ محل — اِس نے کہا کہ تو نہ بنا مجھ کو بے عمل
اِس کشمکش میں صبر و سکوں تھا نہ ایک پل — کہتا تھا نفس بیٹھ، تڑپتا تھا دل کہ چل
آخر نہ دل نے شر کی اطاعت قبول کی
پہلی تھی یہ شکست یزیدی اصول کی

(۲۸) دل نے کیا وہ نفس سے جم کر مجادلہ — طے ہوگیا وہ باطل و حق کا مباہلہ
دنیا و دیں سے ساتھ پڑا تھا معاملہ — آساں نہیں تھا نار و جناں کا مقابلہ
اتنی تھی چاہ گلشن عنبر سرشت کی
دوزخ کی حد میں کھینچ لی سرحد بہشت کی

(۲۹) سیکھے کوئی جہاد کے اِس باوفا سے ڈھنگ — اپنے سے کی حمایت مذہب میں پہلے جنگ
لب پر سکوت، دل میں شہادت کی تھی امنگ — آتا تھا ایک رنگ تو جاتا تھا ایک رنگ
لَو لگ رہی تھی حق سے جو یادِ امام میں
گھلتا تھا مثلِ شمعِ سحر فوجِ شام میں

(۳۰) یہ صف شکن جو لشکرِ پیماں شکن میں تھا　　الجھن میں، انتشار میں، رنج و محن میں تھا
کانٹوں میں پھول، ماہِ منور گہن میں تھا　　موسیٰؑ کی طرح ساحروں کی انجمن میں تھا
یوں اہلِ نار گھیرے تھے اس بے عدیل کو
شعلے لئے تھے گود میں جیسے خلیلؑ کو

(۳۱) اعدا میں گھر گیا تھا جو راہِ وفا کا مرد　　رگ رگ میں تھی لہو کی جگہ حسرت نبرد
آنکھوں میں اشک گرم تو ہونٹوں پہ آہ سرد　　سینے میں سوز، سوز میں ہمت فروز درد
اک ولولہ جو فکر و تردد کے ساتھ تھا
زانو پہ سر کبھی، کبھی قبضے پہ ہاتھ تھا

(۳۲) وہ فکر وہ امنگ وہ امید وہ ہراس　　رخ زرد، جسم سرد، زباں بند، دل اداس
تصویرِ غم، سکوت کا عالم، ہجومِ یاس　　بیٹھا تو بے قرار جو اٹھا تو بے حواس
پلکیں وہ آنسوؤں کے ستارے لئے ہوئے
عصیاں کی معذرت کے اشارے لئے ہوئے

(۳۳) گو دل پہ چھا رہا تھا عجب صدمۂ فراق　　ذوق عمل سے جھوم رہا تھا یہ خوش مذاق
آنکھوں میں انتظار، نگاہوں میں اشتیاق　　الفت میں فرد، عشق میں یکتا، وفا میں طاق
غم تھا بہت جو ہجر شہ تشنہ کام کا
تسبیح اشک پر تھا وظیفہ امام کا

(۳۴) رو کے ہوئے تھی رات جو عزم وفا کی راہ　　دنیائے زشت دیدۂ حق بیں میں تھی سیاہ
جب شمع جھلملاتی تھی ہوتا تھا اشتباہ　　نجم سحر کو ڈھونڈھتی تھی چرخ پر نگاہ
کہتا تھا دل کہ صبح تمنا کدھر گئی
اب کتنی رات باقی ہے، کتنی گزر گئی

(۳۵) قابو میں حر کے تھی نہ طبیعت جو منچلی　　دل میں مچی ہوئی تھی قیامت کی کھلبلی
ہوتی تھی یاد شہ میں زیادہ جو بے کلی　　گھبرا کے اضطراب میں کہتا تھا یا علیؑ
پہلو نہ تھا جو دردِ جدائی میں چین کا
انگلی سے نام لکھتا تھا دل پر حسینؑ کا

(۳۶) یوں تھا سحر کے واسطے بیتاب و بیقرار عاشق کو جس طرح شب وعدہ کا انتظار
شبنم صفت تھا رات کے پردے میں اشکبار کہتا تھا دیکھ دیکھ کے تاروں کو بار بار
جلدی چمک اٹھے جو ستارا نصیب کا
دیدار ہو سحر کو خدا کے حبیب کا

(۳۷) تھا منتظر سحر کا اِدھر حُر کہ ناگہاں فوج خدا میں اکبر غازی نے دی اذاں
اٹھا پے نماز جری ہو کے شادماں خیر العمل نے ذوق عمل پر کہا کہ ہاں
بانگِ اذاں سے روحِ وفا بے قرار تھی
ٹوٹے ہوئے دلوں کی وہ گویا پکار تھی

(۳۸) پُر جوش وہ اذاں وہ موذن عمل نواز دلکش صدا میں جس کی کلام خدا کا راز
سوزِ بیاں میں نغمہ داؤد کا گداز گونجا ہوا عراق میں وہ لہجہ حجاز
غل تھا رسالتؐ اور امامتؑ کی شان ہے
گویا علیؑ کے منہ میں نبیؐ کی زبان ہے

(۳۹) واں عازمِ صلات ہوئے شاہ نیک خو حر نے بھی آنسوؤں سے کیا اس طرف وضو
بھائی، پسر، غلام موؤب تھے روبرو سرخم، دلوں میں سجدۂ طاعت کی آرزو
تھا جوش پر جو شوقِ شہادت نماز میں
کی نصرت امام کی نیت نماز میں

(۴۰) واں زیب جا نماز تھے شہ، یاں حر جری دونوں کے ہونٹ خشک اور آنکھوں میں تھی تری
واں بھی خضوع، یاں بھی کلیجے میں تھرتھری واں شانِ حیدریؑ تو یہاں عشق بوذری
جانِ وفا اُدھر تھا تو اہل وفا اِدھر
قبلہ اُدھر تھا، طائرِ قبلہ نُما اِدھر

(۴۱) فارغ نماز سے نہ ہوا تھا یہ نیک نام جو اک شقی نے آ کے عقب سے کیا سلام
بولا غرور و کبر کے لہجے میں تلخ کام چلیے کہ منتظر ہے امیر سپاہِ شام
سجدے سے اب اٹھائیے فرقِ نیاز کو
بندہ نواز، عمر پڑی ہے نماز کو

(۴۲) حاضر در امیر پہ ہیں سب رسالہ دار　　پیش نظر ہے نقشۂ میدان کارزار
ہے ذکر و فکرِ قتلِ امامِ فلک وقار　　صرف آپ کا ہے مجلس شوریٰ میں انتظار
فوجیں تلی ہوئی ہیں جدال و قتال پر
اجماع ہوچکا ہے کہ حملہ ہو آل پر

(۴۳) غازی سلام پھیر کے بولا بصد غضب　　گدّی سے کھینچ لوں گا زباں کچھ کہا جواب
میں اور بزمِ مشورتِ قتلِ تشنہ لب　　کیا جان کر کیا ہے شقی نے مجھے طلب
ناری نے حر کو سمجھا ہے اپنا غلام کیا
میں جنّتی ہوں، مجھ کو جہنم سے کام کیا

(۴۴) بگڑے جو دیکھے شیر کے تیور دم جلال　　روباہ کی طرف کو ڈبک کر گیا شغال
کہتا ہوا یہ زیرِ لب اٹھا یہ خوش خصال　　کب تک یہ روز روز کے جھگڑے یہ قیل وقال
اے حر کہاں پھنسا ہے غلامی کے دام میں
آزادیٔ دوام ہے بزمِ امام میں

(۴۵) بے خود بنا چکی ہے علیؑ کی ولا مجھے　　پروا نہیں ہے اب تو کسی کی ذرا مجھے
آنے دو لے کے شاہ سے اذن وغا مجھے　　اس ابن سعد نحس نے سمجھا ہے کیا مجھے
ظالم کے لشکروں کا مٹا دوں گا نام تک
حُر میرا نام ہے تو بھگاؤں گا شام تک

(۴۶) بھائی نے جب سنا سخن عشق بو تراب　　رجحانِ دل کی ہو گئی تائید باصواب
کی عرض یہ ہے قصد تو پھر دیر کیا جناب　　چلیے کہ منھ پہ دیں پسر سعد کو جواب
یوں بے کہے جو چھپ کے چلے بھی تو کیا چلے
کہہ کر چلیں کہ روک شقی باوفا چلے

(۴۷) حر نے کہا یہی ہے اگر مقتضائے حال　　تاخیر بے محل ہے کہ اب صبر ہے محال
سن کر یہ حکم بھائی، پسر، عبد خوش خصال　　تینوں سلاح باندھ کے آئے بصد جلال
لے کر خدا کا نام نمازی رواں ہوئے
باطل کا سر کچلنے کو غازی رواں ہوئے

(۴۸) آگے تھا سب کے حرؔ، صفت شیر خشمگیں — پیچھے غلام، جانِ وفا، حریت قریں
بیٹا سوئے یسار، برادر سوئے یمیں — سر پر خدا، لبوں پہ ثنا، دل میں شاہِ دیں
اس شان سے جو حق کے یہ پیارے نظر پڑے
دن میں سپاہِ شام کو تارے نظر پڑے

(۴۹) پہونچے جو روبروئے بن سعد یہ جری — ہیبت سے پڑ گئی تنِ خود سر میں تھرتھری
دیکھا کہ سر اٹھائے کھڑے ہیں یہ حیدریؑ — سوچا کہ کچھ کہا تو سنوں گا کھری کھری
نظریں بتا رہی ہیں کہ آنکھیں دکھائیں گے
تیوری چڑھی ہوئی ہے، بھلا سر جھکائیں گے

(۵۰) لب کھولنے کی گو کہ نہ حاکم کو تھی مجال — لیکن دبی زبان سے بولا وہ بد خصال
کھلتا نہیں کہ بند ہیں کیوں لب، دمِ مقال — حیرت ہے ایک رات میں کیا ہو گیا یہ حال
تجھ سے دلیر کو سبب اضطراب کیا
دیکھا ہے شب میں کوئی غم انگیز خواب کیا

(۵۱) بڑھ کر دیا یہ حرؔ نے ستمگار کو جواب — دیکھا ہے میرے دیدۂ بیدار نے یہ خواب
جیسے جناب ختم رسلؐ اور ابوترابؑ — آئے ہیں کربلا کی زمیں پر بہ اضطراب
آواز ہے بلند جو زہراؑ کے بین کی
میداں میں گونجتی ہے صدا وا حسینؑ کی

(۵۲) کہنے لگا شقی اس اشارے کو ٹال کر — آیا ہے شب میں حاکم کوفہ کا نامہ بر
مانگا ہے اُس نے سرور کرب و بلا کا سر — حیران ہوں کہ کون کرے اس مہم کو سر
لاکھوں میں ہمسر شہ والا نہیں کوئی
صابر سے جنگ منھ کا نوالا نہیں کوئی

(۵۳) مشہور ہے عرب کے دلیروں میں تیرا نام — لینا ہے تجھ سے مشورۂ قتل تشنہ کام
میرا خیال یہ ہے بڑھے گی جو فوج شام — انکار کر سکیں گے نہ بیعت سے پھر امام
بیعت کا نام سنتے ہی چتون میں بل پڑے
آنکھوں سے حر کی غیظ کے چشمے اُبل پڑے

(۵۴) تن کر کہا خموش ہو، او خانماں خراب — فاسق کا کیوں مطیع ہو خضر رہِ صواب
یہ نار ہے وہ نور، یہ ذرہ وہ آفتاب — ڈرتا ہے کیا یزید سے فرزند بوترابؑ
ممکن نہیں کہ شہ کے ارادے کو روک دیں
پہلے مجھی کو تیرے کماں دار ٹوک دیں

(۵۵) ذکر اس جگہ امام کی طاقت کا کیا ضرور — خادم سے اُن کے آنکھ ملائے کوئی غیور
میں ہوں ترے قریب وہ ہیں تیرے دل سے دور — ہاں ہاں ابھی ہو فیصلۂ جنگ بے شعور
آ سامنے، کمان اٹھا، یا حسام لے
وہ دوں سزا کہ پھر نہ لڑائی کا نام لے

(۵۶) بولا شقی کہ اُف یہ تغیر، یہ انقلاب — اتنا دُرشت اور سخنِ نرم کا جواب
ان سازشوں کا دیکھ نتیجہ نہ ہو خراب — سب سن چکا ہوں قصۂ عشقِ ابو ترابؑ
حر بولا کچھ خطر نہیں کوئی سنا کرے
جیسا سنا ہے تونے وہی ہو خدا کرے

(۵۷) پوچھا کہ عزم کیا ہے؟ جری نے کہا وغا — پوچھا سبب؟ کہا کہ ستمگر، تری جفا
پوچھا مآل؟ حر نے کہا شاہ کی رضا — پوچھا ملے گا کیا تجھے؟ اِس سے، کہا خدا
حق تک رسائی آلِ پیمبرؐ کے ہاتھ ہے
حق ہے علیؑ کے ساتھ، علیؑ حق کے ساتھ ہے

(۵۸) حر کا جواب سن کے یہ بولا وہ بے حیا — نوکر ہے جس کا اس کی نہ خدمت سے منھ پھرا
منصب کو دیکھ، فکر رسالے کی کر ذرا — دریا میں رہ کے بیر مگر سے نہیں بجا
بندہ وہی ہے فرض میں جس نے کمی نہ کی
طاعت نہیں ہے یہ جو کبھی کی، کبھی نہ کی

(۵۹) حر نے کہا خموش ہو او بانیِ ستم — طاعت کو کر رہا ہے سبک بندۂ درم
اس ذہنیت پہ طالب بیعت ہے دمبدم — بندہ ہوں میں تو آل کا اولاد کی قسم
کرتا ہے طعن بندگی کردگار پر
تف ننگِ روزگار، ترے روزگار پر

(۶۰) عہدے سے واسطہ نہ مجھے نوکری سے کام — منصب یہ کم نہیں کہ علیؑ کا ہوں میں غلام
لے آپ کر اب اپنے رسالے کا اہتمام — او تارکِ الصلوٰۃ تجھے دور سے سلام
جائے حیا ہے سوچنے والے کے واسطے
قرآں سے منھ پھراؤں رسالے کے واسطے

(۶۱) تو ہے عدوئے عترتِ محبوبِ کارساز — فاتے بھلے ہیں تیری سلامی سے بے نماز
شہ کا نیاز مند ہے دنیا سے بے نیاز — تجھ کو جفا پہ ناز ہے مجھ کو وفا پہ ناز
دنیا یہ ہے طریقت دینِ خدا وہ ہے
تیرا یہ راستہ ہے مرا راستا وہ ہے

(۶۲) دیکھا جو شمر نے کہ بگڑتی ہے بات اب — بولا کہ باہمی یہ کشاکش ہے بے سبب
بازوئے حر نے بڑھ کے ندا دی بصد غضب — تجھ کو بڑوں کی بات میں کیا دخل بے ادب
ما بینِ گفتگو جو زباں کھولنے لگا
دلاّل ہے جو بیچ میں تو بولنے لگا

(۶۳) بولا یہ شمر بگڑی ہوئی بات کیا بنے — جو اِن کے فائدے کی کہے وہ برا بنے
مانا کہ تم رفیقِ شہ کربلا بنے — اِس کا بھی ڈر ہے کچھ کہ نہ جانوں پہ آ بنے
یاں کثرتِ سپاہ سے گیتی میں دھاک ہے
فرزند بوترابؑ کے لشکر میں خاک ہے

(۶۴) سن کر یہ لاف، حر کے برادر نے دی ندا — بس بس ستم شعار نہ باتیں بہت بنا
پی جائیں گے لہو یہی پیاسے دمِ وغا — بھاری ہے لاکھ پر یہ اقلیت وفا
کثرت اِدھر ہے فوج کی وحدت نما اُدھر
تیری طرف خدائی ہے ظالم، خدا اُدھر

(۶۵) مسلم کے لال خون کے دریا بہائیں گے — زینبؑ کے شیر فوج میں ہلچل مچائیں گے
حیدرؑ کی شان قاسمؑ و اکبرؑ دکھائیں گے — بچے بھی اس گھرانے کے کوسوں بھگائیں گے
عباسؑ میں ہے شان شہ قلعہ گیر کی
تصویر کھینچ دیں گے جنابِ امیر کی

(۶۶) تو واقف جلالِ شہ کربلا نہیں فرزند مصطفٰےؐ کے تصرف میں کیا نہیں
کیا فاطمہؑ کا دودھ انھوں نے پیا نہیں یا ہاتھوں ہاتھ زور ید اللہ ملا نہیں
اُلٹیں جو فرطِ غیظ سے وہ آستین کو
ہاتھوں پہ بے تکان اٹھالیں زمین کو

(۶۷) نوفل پکارا خیمے میں کب تک یہ گفتگو باہر نکل کے آؤ تو چوٹیں ہوں دُو، بدُو
حر کے پسر نے مڑ کے کہا او بہانہ جو حاکم کے دبدبے سے ڈراتا ہے ہم کو تو
کس کا ادب کہ تابع افسر نہیں ہوں میں
اندر بھی حوصلہ ہو تو باہر نہیں ہوں میں

(۶۸) خولی نے ہونٹ چاب کے غصے سے دی ندا سب دیکھ لیں گے رن میں چلو تو سہی ذرا
پھر تو غلامِ حر سے تحمل نہ ہو سکا قبضے پہ ہاتھ ڈال دیا، جھوم کر بڑھا
یہ کیفیت وفورِ غضب سے تھی شیر کی
غصے میں اُبلی پڑتی تھیں آنکھیں دلیر کی

(۶۹) حر نے کہا کہ آؤ نہ ردّ و بدل کرو کج فہم ہیں شقی، نہ ابھی ان سے بل کرو
بے مرضیِ امام نہ جنگ و جدل کرو جو دین کا اصول ہے اس پر عمل کرو
پہلا تو فرض یہ ہے کہ دل شہ کا صاف ہو
تیروں نے چھان دیں گے، خطا تو معاف ہو

(۷۰) یہ کہہ کے آنکھ سے جو اشارہ کیا کہ ہاں گھوڑے بڑھے کہ کوند گئیں رن میں بجلیاں
ٹاپوں سے گرد اڑ کے گئی سوئے آسماں آنکھوں میں دھول جھونک کے غازی ہوئے رواں
کانٹوں میں پھنس کے گل، صفت بو نکل گئے
پلکوں کو چیرتے ہوئے آنسو نکل گئے

(۷۱) بل کھا کے ابن سعد نے فوجوں کو دی ندا کیا دیکھتے ہو لے کے کمانیں بڑھو ذرا
جانے نہ پائیں عاشق فرزند مرتضٰیؑ چلّے چڑھے تو مڑ کے پکارا یہ باوفا
فوجیں لڑیں گی خاک صدائے ضمیر سے
عاشق کا دل بھلا کہیں رکتا ہے تیر سے

(۷۲) ہر سو کڑک رہی تھیں کمانیں جو بے پناہ — ہلتا تھا تا بہ دور بیابان رزمگاہ
بڑھتی تھیں شور کرکے جو فوجیں میانِ راہ — گھبرا رہے تھے واں حرم شاہ دیں پناہ
اوجھل جو تھی نظر سے امانت بتولؑ کی
بے چین تھی حرم میں نواسی رسولؐ کی

(۷۳) ڈیوڑھی پہ آکے شہ کو بلایا بصد محن — عصمت سرائے پاک میں آئے شہ زمن
فرمایا صبر کیجیے للہ اے بہن — وہ چاہیے جو اپنے گھرانے کا ہے چلن
گھبرائیں گی جو آپ تو سب جان کھوئیں گے
روئیں گے جب بزرگ تو بچے نہ روئیں گے

(۷۴) بولی یہ اشک پونچھ کے وہ غم کی مبتلا — کیا ظالموں سے صلح نہ ٹھہری، بہن فدا
بولے امامِ دیں حق و باطل میں صلح کیا — کی عرض اس دیار سے اب اٹھ گئی وفا
مہمان کو ستا کے بھی ظالم خجل نہیں
لاکھوں میں ایک شخص کے پہلو میں دل نہیں

(۷۵) زہراؑ کی لاڈلی سے یہ بولے شہ زمن — خالق کی مصلحت میں نہیں جائے دم زدن
دشوار کیا ہے، چاہے اگر ربِّ ذو المنن — ظلمت میں شب کی چاند نکل آئے اے بہن
ہوتے ہیں بے اصولوں میں کچھ بااصول بھی
کانٹوں کی گود میں نکل آتے ہیں پھول بھی

(۷۶) مصروفِ گفتگو تھے اِدھر شاہِ بحر و بر — حر کے رفیق فوج کے نرغے میں تھے اُدھر
گھیرے ہوئے تھے صاف دلوں کو وہ اہلِ شر — لیکن کسی نے خاک بھی ڈالی ہے چاند پر
ہرگام مثلِ سرخیِ روئے خجل بڑھے
بادل پھٹا، ہجوم گھٹا، شیر دل بڑھے

(۷۷) فردوس کو سقر سے چلے تھے جو نیک نام — اعرافِ دین و کفر میں راہی تھے تیز گام
آتے تھے دور سے جو نظر شاہ کے خیام — جھک جھک کے بار بار جری کرتے تھے سلام
آنکھیں تھیں اشک ریز، پہ غم سے فراغ تھا
جنت جو سامنے تھی تو دل باغ باغ تھا

(۷۸) تھے جادۂ وفا میں جو راہی اسیرِ غم   بڑھتا تھا جوش، ہوتی تھی جتنی وہ راہ کم
گھوڑے کو حر جو ایڑ لگاتا تھا دمبدم   تاریخ ذرّے ذرّے پہ کرتی تھی یہ رقم
جاتا ہے عشقِ شہ میں ملازم یزید کا
یہ ہے ثبوت فتحِ امامِ مجید کا

(۷۹) پہنچے اِدھر یہ راہ طلب میں رواں دواں   صف بستہ تھا اُدھر شہ والا کا کارواں
خیمے میں جلوہ گر تھے امامِ فلک مکاں   ڈیوڑھی پہ شیر اٹھائے ہوئے حیدری نشاں
ہیبت سے کانپتے تھے طبق آسمان کے
در کے قریں ٹہلتے تھے، سینے کو تان کے

(۸۰) ناگاہ سامنے کی طرف سے اٹھا غبار   ٹاپوں نے دی صدا کہ کچھ آتے ہیں شہسوار
عباسؑ نے ڈپٹ کے صدا دی کہ ہوشیار   یاں خیمہ زن ہے یثرب و بطحا کا تاجدار
ہے بارگاہِ پاک شہ حق پسند کی
اڑتی ہے گرد تھام لو باگیں سمند کی

(۸۱) گونجا جو غیظ میں اسد اللہ کا پسر   عمو کے پاس آگئے اکبرؑ بکرؑ و فر
ماتھے پہ ہاتھ رکھ کے جو قاسمؑ نے کی نظر   بولے عجیب شان سے آتے ہیں یہ اِدھر
تیغ و سپر کو کھول کے لائے ہیں ساتھ کیوں
کھلتا نہیں یہ راز کہ باندھے ہیں ہاتھ کیوں

(۸۲) کہنے لگے یہ عون و محمد بصد جلال   کچھ بھی سہی مگر ہمیں لازم ہے دیکھ بھال
انصار دم کے دم میں ہوئے عازم قتال   تن کر چلے زہیر، چمک کر بڑھے ہلال
نصرت کا شہ کی دن جو دکھایا نصیب نے
کہنی تک آستین چڑھالی حبیب نے

(۸۳) شیروں کے ہمہمے کی جو پیہم سنی صدا   گھبرا گئے حرم کہ یکایک ہوا یہ کیا
عصمت سرا سے آئے جو باہر شہ ھدا   دیکھا کہ آگئے وہ، ابھی جن کا ذکر تھا
نکلی شعاعِ رحم و کرم قلب نور سے
دل سے ہوئے قریب کہ آئے تھے دور سے

(۸۴) حر کا تو حال یہ تھا کہ روتا تھا دمبدم بھائی، پسر، غلام تھے پاسِ ادب سے خم
چاروں رہِ وفا میں کھڑے تھے اسیر غم یہ بار انفعال کہ اٹھتے نہ تھے قدم
باندھے ہوئے تھے ہاتھ زباں کھولتے نہ تھے
لب تھرتھرا رہے تھے مگر بولتے نہ تھے

(۸۵) شہ نے کہا کہ اے مرے انصار تشنہ کام تم جانتے ہو کون ہیں چاروں یہ نیک نام
وہ حر ہے، وہ پسر، وہ برادر ہے، وہ غلام سب پر خدا کا فضل ہے سب پر مرا سلام
گل جن کے منتظر تھے وہ بلبل یہی تو ہیں
اس فوج مختصر کے ہر اول یہی تو ہیں

(۸۶) لازم ہے دوستوں کو مرے ان کا احترام محضر میں ہیں شریک یہ چاروں فلک مقام
اکبرؑ تو حر کے بیٹے کو لائیں بہ احتشام لے آئیں اس کے بھائی کو عباسؑ نیک نام
حر کی طرف حبیب محبت سے جائیں گے
اب رہ گیا غلام، سو ہم اس کو لائیں گے

(۸۷) دیکھا جو حر نے خُلق مجسم کا یہ کرم آتے ہیں پیشوائی کو خود سرورِ امم
عاصی نے دوڑ کر شہ دیں کے لئے قدم رو رو کے عرض کی کہ خجل ہے اسیر غم
جانِ شفیعِ روزِ جزا بخش دیجیے
وہ باگِ تھامنے کی خطا بخش دیجیے

(۸۸) شفقت کے ساتھ بولے امامِ مَلک خصال سر کو اٹھا، گلے سے لپٹ، قلب کو سنبھال
گریہ نہ کر، اداس نہ ہو، دور کر ملال مسرور تیرے آنے سے ہے مصطفےؐ کی آل
موقوف کر خدا کے لئے شور و شین کو
رونے سے تیرے ہوتی ہے ایذا حسینؑ کو

(۸۹) کی حر سے در گذر جو امام غریب نے بخشی خطا خدا نے، خدا کے حبیب نے
بڑھ کر گلے میں ڈال دیں باہیں حبیب نے بچھڑے ہوؤں کو خوب ملایا نصیب نے
فرزندِ نوجواں سے جو اکبرؑ لپٹ گئے
عباسؑ اس کے بھائی سے بڑھ کر لپٹ گئے

(۹۰) سبطِ نبی نے ہاتھ بڑھائے سوئے غلام قدموں پہ آنکھیں ملنے لگا وہ فلک مقام
یہ حال تھا ادھر کہ اٹھا پردۂ خیام فضّا ہوئی حرم سے برآمد بہ احترام
کی عرض پاس آ کے امامِ انام سے
حر کی طلب ہے خیمۂ عرش احتشام سے

(۹۱) مولا سے اذن لے کے جو آیا قریب در زینبؑ اُدھر حجاب کے تھیں، لونڈیاں اِدھر
خم ہو گیا سلام کو، ڈیوڑھی کو چوم کر فضّا نے عرض کی کہ وفادارِ نامور
یہ برکتیں ہیں نصرتِ آلِ رسولؐ کی
تجھ کو دعائیں دیتی ہیں بیٹی بتولؑ کی

(۹۲) فرماتی ہیں کہ یہ ترا احساں نہیں ہے کم کھائی ہے تو نے نصرتِ شبیرؑ کی قسم
غربت میں غمزدوں کا ہوا تو شریکِ غم مجبوریوں سے اپنی پشیمان ہیں حرم
دشتِ بلا میں وہ سر و ساماں نہیں رہے
ہم قابلِ ضیافتِ مہماں نہیں رہے

(۹۳) جو حال ہے حرم کا نہیں تجھ سے کچھ نہاں فاقے سے تین دن کے ہیں خود تیرے میزباں
فرطِ عطش سے بالی سکینہ ہے نیمجاں یہ قحطِ آب ہے کہ بلکتا ہے بے زباں
غش چند بار ہنسلیوں والے کو آئے ہیں
آنسو چھڑک کے ہوش میں اصغرؑ کو لائے ہیں

(۹۴) رونے لگا یہ سن کے وہ شیدائے پنجتن بولا بہ اشک و آہ کہ مخدومۂ زمن
اپنوں سے اور ذکر ضیافت دمِ محن مجھ کو خجل نہ کیجئے فرما کے یہ سخن
جینے سے دل ہے سیر فدائے امام ہوں
مہمان غیر ہوتے ہیں میں تو غلام ہوں

(۹۵) فِضّا سے بولیں سن کے یہ مخدومۂ انام کہہ دے مری طرف سے کہ اے حُرِ نیک نام
تو محسنِ بتولؑ ہے اے عاشق امام زینبؑ کے دل سے پوچھے کوئی تیرا احترام
تو باوفا ہے ثانی الیاس کی طرح
میں تجھ کو بھائی کہتی ہوں عباسؑ کی طرح

(۹۶) روح نبیؐ گواہ ہے شاہد ہے کبریا اپنوں میں کر چکے تجھے شامل شہ ہدا
بولا یہ سب ہے فیض درِ آل مصطفیٰؐ توبہ ہوئی قبول، ملے شاہ کربلا
تنہا کیا معاف نہ سبط رسولؐ نے
خود بخش دیں تمام خطائیں بتولؑ نے

(۹۷) حیرت سے بولیں خواہر سلطانِ دوجہاں فِضّا یہ پوچھ تو، تجھے اماں ملیں کہاں
کی عرض صبح خواب میں تھا میں کہ ناگہاں زہراؑ نظر پڑیں مجھے کوفہ میں نیمجاں
پوچھا وہاں بتولؑ کو کس کی تلاش تھی
روکر کہا کہ گود میں مسلم کی لاش تھی

(۹۸) پوچھا کہ تجھ سے پھر مری اماں نے کیا کہا بولا یہ حر کہ شہ کے مصائب کا ماجرا
آتا تھا میں کہیں سے کہ بی بی نے دی ندا اے حر بھٹک رہا ہے کہاں اس طرف تو آ
معلوم ہے یہ غم کی خبر مشرقین کو
پالا ہے چکی پیس کے میں نے حسینؑ کو

(۹۹) افسوس دورِ چرخ سے میرا وہ لاڈلا زرغے میں ظالموں کے ہے بے آب و بے غذا
تیغیں لئے شریر ہیں آمادۂ جفا گھیرا ہے تو نے، تو ہی مرے لال کو بچا
ہو عذر خواہ، جانِ امیر حنین سے
کردی ہے میں نے تیری سفارش حسینؑ سے

(۱۰۰) رونے لگا یہ کہہ کے جو وہ عاشق غفور بولیں دبی زبان سے یہ زینبؑ غیور
پھر کیا ہوا، کہا کہ نہ پوچھیں بس اب حضور تھا کچھ ردا کا ذکر، اعادہ ہے کیا ضرور
ہوتے ہمارے ایسی جسارت محال ہے
عصمت سرا تک آئے یہ کس کی مجال ہے

(۱۰۱) بنت علیؑ پکاریں کلیجے کو تھام کر ہونا ہے جو کچھ آہ مرے دل کو ہے خبر
بابا سے سن چکی ہوں یہ سب حال مختصر جیتے رہیں حسینؑ کھلے چاہے میرا سر
اماں بتولؑ کو مری چادر کی فکر ہے
مجھ کو تو صرف اپنے برادر کی فکر ہے

(۱۰۲) افسوس بعد عصر کہاں تھے یہ باوفا بے اذن جب خیام میں در آئے اشقیا
زہراؑ کے گھر میں لوٹ مچی وا مصیبتا بنت علیؑ اسیر ہوئیں، چھن گئی ردا
محو فغاں تھی آل رسولؐ قدیر کی
سرکار لٹ رہی تھی جناب امیرؑ کی

(۱۰۳) زینبؑ پکارتی تھیں کہ لوگو کوئی بچاؤ اے حُرِ نامدار کہاں ہو مدد کو آؤ
اکبرؑ، کدھر گئے مرے سر پر ردا اڑھاؤ عباسؑ، بازوؤں میں رسن آکے دیکھ جاؤ
آئے نہ تم اگر مری امداد کے لئے
پھر میں نجف کو جاؤں گی فریاد کے لئے

(۱۰۴) بس اے نسیم حشر ہوا روک لے قلم　　اب عرض کر خدا سے کہ اے ربّ ذوالکرم
جرأت بھی اور وفا بھی عطا کر ہمیں بہم　　تجھ کو ہراول شہ مظلوم کی قسم
جانباز و سر فروش و بہادر کا واسطہ
آزادیٔ خیال بھی دے حر کا واسطہ

☆

مرثیہ

جنت کی آرزو ہے نہ خوفِ سقر مجھے

بند: ۸۱

تصنیف: ۱۹۳۵ء بمقام: لکھنؤ۔ ہندوستان

(خلاصہ)

ائمہ اثنا عشر کے فضائل ___ امامِ زمانہؑ ___ ولادت ___ شب برأت ___ دلائل وجود غیبت ___ شہادت امام حسینؑ ___

(۱) جنت کی آرزو ہے نہ خوفِ سقر مجھے — کافی ہے آستانۂ اِثنا عشر مجھے
ملتے ہیں روز مدح کی گلہائے تر مجھے — سمجھو چمن میں شکلِ نسیمِ سحر مجھے
وارفتۂ ثنائے شہِ خاص و عام ہوں
بندہ خدا کا ہوں تو علیؑ کا غلام ہوں

(۲) جو عرش کے سریر کی رونق ہیں وہ علیؑ — بعد از رسولؐ پاک جو برحق ہیں وہ علیؑ
جو مصدرِ صفات سے مشتق ہیں وہ علیؑ — یعنی جو عینِ قادرِ مطلق ہیں وہ علیؑ
دونوں جہاں میں جلوہ نمائی علیؑ کی ہے
بندے سے پوچھئے تو خدائی علیؑ کی ہے

(۳) اہل نظر پہ مرتبہ مولا کا ہے جلی — باغِ قدم کے گل ہیں محمدؐ تو یہ کلی
ہم کیا ہیں، جبکہ اس کا ہے قائل ہر اک ولی — بعد از خدا رسول ہیں، بعد از نبیؐ، علیؑ
شاخ ان کو جانیے نہ انھیں اصل مانئے
جب مصطفےٰؐ نہ ہوں تو بلا فصل مانئے

(۴) بعد از علی، رسول کے ثانی ہیں مجتبیٰ — صلح حدیبیہ کی نشانی ہیں مجتبیٰ
محبوبِ مصلحت کی جوانی ہیں مجتبیٰ — ٹھہرا ہوا حسام کا پانی ہیں مجتبیٰ
تازہ جو ان کے دم سے کرم کا چمن ہوا
خُلق نبیؐ کا نام بھی خُلق حسنؑ ہوا

(۵) ظاہر ہے رتبۂ حسنؑ آسماں مقام — کنیت رسول پاک سے پائی، خدا سے نام
قرآں کا یہ شرف ہیں، حرم کا یہ احترام — اک تو نبی کے نور نظر، دوسرے امام
نانا نبیؐ سا، باپ امیر حنین سا
ماں فاطمہؑ سی، قوت بازو حسینؑ سا

(۶) شبیرؑ کے بعد شاہِ مدینہ حسینؑ ہیں — دریائے معرفت کا سفینہ حسینؑ ہیں
سرمایۂ عمل کا خزینہ حسینؑ ہیں — علم نبی کے اوج کا زینہ حسینؑ ہیں
باطل کا سر کچل کے عجب کام کر دیا
اسلام کو حسینؑ نے اسلام کر دیا

(۷) کیا کیا بیاں کریں شرفِ شاہِ مشرقین — جن کا لقب ہے محسن دین خدا حسینؑ
زہراؑ کے لال احمدؐ و حیدرؑ کے نور عین — مثل نبی مثال علیؑ جانِ مصطفین
بیٹھیں جو بزم میں تو رسول قدیر ہیں
جب تیغ کھینچ لیں تو جنابؑ امیر ہیں

(۸) سبط نبی کے بعد وہ بیکس امام ہے — جو زہد میں نمونۂ خیر الانام ہے
حق کے لئے جو قیدیِ زندانِ شام ہے — یوسف بھی کہہ رہے ہیں کہ بندہ غلام ہے
زنجیر میں جو پاؤں ہے جانِ بتول کا
لنگر لئے ہیں کشتیِ دین رسول کا

(۹) دورِ فلک سے گو کہ یہ بیکس اسیر ہے — لیکن وصی شاہِ بشیر و نذیر ہے
حلّالِ مشکلات امیر و فقیر ہے — بازو بندھے ہوئے ہیں مگر دستگیر ہے
دم سے اسی کے باغِ نبی باغ باغ ہے
یہ لال اہل بیت کے گھر کا چراغ ہے

(۱۰) زین العبا کے بعد ہیں باقر شہ انام — نازاں ہے جن پہ علم نبوت بلا کلام
جابر نے ان کو ختم رسل کا کہا سلام — نام خدا ملا ہے انہیں بھی نبی کا نام
ہیں لال دختر حسن سبز قام کے
پوتے امام کے ہیں، نواسے امام کے

(۱۱) دکھلا دیا حضور نے خُلق پیمبری — غم سہ کے عاصیوں کو کیا نار سے بری
جعفر کو ان کے بعد ملا تاجِ حیدری — کہلائے پیروانِ ید اللہ جعفری
صدقے دہن پہ صدق رسالت مآب ہے
مانند صبح آپ کا صادق خطاب ہے

(۱۲) اٹھے جہاں سے جب یہ محمدؐ کے نورعین بیٹھے نبیؐ کے تخت پہ موسیٰ بہ زیب و زین
تھے علم میں یہ زینِ عبا، صبر میں حسین کاظم تھا نام پاک، لقب شاہ کاظمین
پنہاں نہیں ہے خلق سے رتبہ جو پایا ہے
الکاظمین دیکھ لو قرآں میں آیا ہے

(۱۳) حق کی رضا سے آپ کے نائب ہوئے رضا جن کو جہاں میں ضامن ثامن لقب ملا
صلِ علیٰ مزار شہِ دیں کا مرتبا روضہ سے ان کے ارضِ خراساں ہے کربلا
مثل حسین، یہ بھی امامِ غریب ہیں
مولا غریب ہیں پہ عجیب و غریب ہیں

(۱۴) یہ ہوں جو ہمکلام تو شمشیر بول اٹھے حق کی زباں ہیں کاتب تقدیر بول اٹھے
مداح کا قلم دمِ تحریر بول اٹھے یہ حکم دیں تو بلبل تصویر بول اٹھے
طوطی حمد صاف پکارے علیؑ علیؑ
قالیں کا شیر اٹھ کے ڈکارے علیؑ علیؑ

(۱۵) بعد از رضا، سمیٔ محمدؐ، تقی ہوئے بچپن میں جانشینِ علی ولی ہوئے
پیرو تقی پاک کے سب متقی ہوئے حاسد جلے جب ان کے مناقب جلی ہوئے
آمادہ امتحان پہ دل سنگ ہوگئے
ماہی کے معجزے سے مگر دنگ ہوگئے

(۱۶) طفلی سے تھا شباب رسالت جو رونما عباسیوں میں جم کے رہا رنگ آل کا
سیرت کا بچپنے میں دکھایا وہ معجزا مامون ماننے لگا اپنوں کا ذکر کیا
بعد آپ کے جہان کے ہادی نقی ہوئے
دسویں امام خلق میں چوتھے علی ہوئے

(۱۷) رخصت سرائے دہر سے جس دم ہوئے نقی نائب ہوئے حضور کے دنیا میں عسکری
القاب جن کے ہیں حسن و ہادی وہ زکی دیں کی ہے جن کے پھول سے کھیتی ہری بھری
ہے آسرا، انھیں کا پسر، مومنین کا
حافظ کتاب کا تو محافظ ہے دین کا

(۱۸) وجہ بقائے خَلق، حسن کا ہے لالہ فام | باقی ہے جس کی ذات سے قرآں بلا کلام
قائم کے دم سے حق کی عبادت کو ہے قیام | دین نبی کی جان ہے در پردہ یہ امام
غیبت کے باوجود یہ شانِ حضور ہے
فانوس میں چراغ ہے محفل میں نور ہے

(۱۹) کب تک رہے گا مہر امامت حجاب میں | ہل چل مچی ہے دین رسالت مآب میں
جو منتظر ہیں ان کے ہیں دل اضطراب میں | مشکوک جو ہیں جان ہے ان کی عذاب میں
کعبہ سیاہ پوش فلک نیلہ پوش ہے
حد ہوگئی فراق میں قرآں خموش ہے

(۲۰) الیاس چاہ میں ہیں گرفتار اک طرف | تکتے ہیں راہ خضر طلبگار اک طرف
ادریس زندگی سے ہیں بیزار اک طرف | عیسیٰ پڑے ہیں عشق میں بیمار اک طرف
ڈھونڈا ہزار دشت و در و کوہسار میں
اصحاب کہف بیٹھ رہے تھک کے غار میں

(۲۱) ملتا نہیں جو غیب نشیں کا کہیں سراغ | سونی ہے اب زمین تو گردوں ہے سبز باغ
سورج ہے دل کباب قمر کے ہے دل میں داغ | مکہ ہے بے مکیں تو مدینہ ہے بے چراغ
سب منتشر ہیں، حال سبھی کا تباہ ہے
قرآں کے انتشار پہ صورت گواہ ہے

(۲۲) ہے روز و شب اصولِ ہدایت کو انتظار | وحدت کو اشتیاق عدالت کو انتظار
مسند نشیں کا تختِ رسالت کو انتظار | فرق نبیؐ کا تاجِ امامت کو انتظار
حسرت ہے سب کو مہدئ دیں کے ظہور کی
حد ہے کہ منتظر ہے قیامت حضور کی

(۲۳) لیجیے خبر فروع کی اے جانِ بوتراب | اب روزہ و نماز سے غافل ہیں شیخ و شاب
مولا زکات و خمس پریشاں ہیں بے حساب | حج اک طرف، جہاد بھی کھاتا ہے پیچ و تاب
مرجھا رہے ہیں پھول جو دین رسولؐ کے
شاخیں ہیں انتظار میں اصلِ اصول کے

(۲۴) جانِ نبیؐ کے ہجر میں دل ہیں جو بے قرار ابتر ہے کشتگان محبت کا حال زار
اتنا سا خواب ہی میں بتا دیجے ایک بار کب تک کریں حضور کے آنے کا انتظار
نبضیں بھی ڈوبنے لگیں منکا بھی ڈھل گیا
آنکھیں کھلی رہیں گی اگر دم نکل گیا

(۲۵) پھرتا ہے یوں تلاش میں ہر دم دل اسیر جس طرح سوئے واحدِ غائب پھرے ضمیر
یوں غار میں نہاں ہے نبی کا مہ منیر جیسے ہے نور دیدۂ مردم میں گوشہ گیر
بے جا ہے شک وجود امامِ حجاز میں
نیت کو دیکھتی ہیں کب آنکھیں نماز میں

(۲۶) اٹھے گا جب حجاب امام ملک صفات پائیں گے نور شہ میں دو عالم رہ نجات
مولا کی ذات خلق میں ہے مژدۂ برات ہے جب تو ان کا روزِ ولادت شب برات
اس رات میں جو دید کی امید ہوگئی
خوش ہو کے دونوں وقت ملے عید ہوگئی

(۲۷) اس رات کے طفیل میں امت کے دن پھرے اسلام کا نصیب شریعت کے دن پھرے
تختِ نبیؐ کا بخت، امامت کے دن پھرے یہ لطف ہے کہ شب میں رسالت کے دن پھرے
محویتوں میں رات کی ظلمت جو کھو گئی
قدر اس قدر بڑھی کہ شب قدر ہو گئی

(۲۸) زُہرہ ریاضِ چرخ میں رشک چمن بنی پھیلی وہ چاندنی کہ فِضا سیمتن بنی
فیض شب برات سے گیتی دلھن بنی یہ گل کھلا کہ شمع کی لو گلبدن بنی
پنہاں تجلیاں ہیں گلوں کی قباؤں میں
گھر گھر چراغ جلتے ہیں تاروں کی چھاؤں میں

(۲۹) خالق کی شان بازیِ آتش سے ہے عیاں ہیں پھلجھڑی کے گل ثمر نخل کہکشاں
مہتاب مثل خوشۂ پرویں ہے گلفشاں وہ چرخ کی ہے ضو کہ ہے چکر میں آسماں
تاروں کو بے فروغ اناروں نے کر دیا
جلوہ قمر کا گرد غباروں نے کر دیا

(۳۰) حُسنِ شب برات جو ہر دم مزید ہے لیلائے شب کا جامۂ کہنہ جدید ہے
ہے رات کا یہ رنگ کہ دن محو دید ہے قرباں ہو صبح عید بھی اب کیا بعید ہے
جلوہ جو عرش تک ہے ہر اک سنگ وخشت کا
دنیا سے آج رنگ ہے پھیکا بہشت کا

(۳۱) یہ رات ہے جہاں میں شب طاعت وودود فرش زمیں پہ چاندنی ہے مائل قعود
سبزے کی جانماز پہ شبنم کا وہ سجود وہ ڈوبنا نجوم کا وہ صبح کی نمود
لیلائے شب حجاب سے روپوش ہوگئی
ہر شمع کانپ کے خاموش ہوگئی

(۳۲) باغِ جہاں میں مہدیِٔ دیں کا ورود ہے ہر شاخ و برگ محو رکوع و سجود ہے
نوکِ زبان خار جو حمدِ ودود ہے غنچوں کی بھی چٹک میں صدائے درود ہے
آمد سنا جو دی ہے امام کریم کی
چٹ چٹ بلائیں لیتی ہیں کلیاں نسیم کی

(۳۳) پُر کیف ہے سماں بھی، ہوا خوشگوار بھی سو بلبلیں بھی ایک جگہ ہیں ہزار بھی
خوش رنگ بھی ہیں غنچہ و گل مشکبار بھی رگ رگ میں ہے شباب بھی جوش بہار بھی
مہکی ہوئی جو روحِ نبی کی شمیم ہے
یہ حال ہے کہ جامے سے باہر نسیم ہے

(۳۴) ساقی اب انتظار ترا دل پہ شاق ہے وہ مے پلا جو دافعِ کفر و نفاق ہے
اس کے لئے ہے پھول جو الفت میں طاق ہے اس کی نظر میں خار ہے جو بد مذاق ہے
کہتا نہیں حرام بھی شیخ، اور حلال بھی
لیکن مزہ یہ ہے کہ ٹپکی ہے رال بھی

(۳۵) ساقی پلا دے وہ مئے میخانۂ علی جس سے ہزار رنگ کے جلوے ہوں منجلی
ادریس کو یہ شک ہو کہ جنت کی ہے کلی یوسف کو ہو گمان کہ مصری کی ہے ڈلی
الیاس سر چڑھائیں، خضر آبرو کریں
عیسیٰ ہیں منتظر کہ ملے تو وضو کریں

(۳۶) بزمِ الست کی جو نشانی ہے وہ شراب جو خضرِ معرفت کی جوانی ہے وہ شراب
ایماں کا جوش جس کی روانی ہے وہ شراب تسنیم جس کے سامنے پانی ہے وہ شراب
ہر بوند سلسبیل کا گویا جواب ہے
کوثر عرق عرق ہے لبن آب آب ہے

(۳۷) ساقی کی نذر کو جو میں ایماں بدست ہوں دنیا سے بے خبر ہوں کہ مست الست ہوں
ظاہر پرست میں نہیں غائب پرست ہوں یہ ولولہ ہے دل میں کہ بے دیکھے مست ہوں
بسمل ہوں، گو نیام میں پوشیدہ سیف ہے
ساقی کے پاس مے ہے مرے دل میں کیف ہے

(۳۸) جو اِنّما کا قندِ مکرر ہے وہ شراب جو مدّعائے دینِ پیمبر ہے وہ شراب
جو رازِ کائنات کا جوہر ہے وہ شراب قرآن پاک کا جو مقطّر ہے وہ شراب
وہ آب و تاب ہے کہ تجلّی جس سے فجر ہے
نعمت کا خاتمہ ہے رسالت کا اجر ہے

(۳۹) ساقی تری تلاش میں ہم جا بجا گئے مکّے گئے، مدینے گئے، کربلا گئے
بستی سے کاظمین کی مشہد میں آگئے ارض نجف میں بہر دُرِ بے بہا گئے
اب سامرا کی خاک جبیں پر لگائیں گے
غائب کے انتظار میں دھونی رمائیں گے

(۴۰) وہ مے پلا جو حسب محل جا بجا بنی گہ قُل کفیٰ بنی تو کبھی ھَل اَتیٰ بنی
روح الامیں کو جبکہ ملی لا فتا بنی ساقی نے جب نماز میں پی اِنّما بنی
کم ظرف نے جو پی تو گلوگیر ہوگئی
زہرا کے گھر میں آیۂ تطہیر ہوگئی

(۴۱) ساقی یہی ہے دور مئے ارغواں کا وقت یعنی ظہور نورِ امامِ زماں کا وقت
دنیا و دیں کے واسطے امن و اماں کا وقت جمعہ کی صبح، نیمۂ شعباں، اذاں کا وقت
کیونکر کہوں کہ گود میں نرجس کا چاند ہے
چہرے میں ہے وہ نور کہ سورج بھی ماند ہے

(۴۲) نرجس کی آنکھیں ہو گئیں روشن، حسن کا گھر — خالق نے عسکری کو دیا چاند سا پسر
منھ چوم کر پکاری امامت بکرّ و فر — دیکھو جبیں میں نور محمدؐ ہے جلوہ گر
یہ ہے وہ ماہ نقص ہے جس میں نہ داغ ہے
اسلام میں خدا کا دیا یہ چراغ ہے

(۴۳) قرآں زبانِ حال سے بولا بہ افتخار — ہے نخلبند باغِ شریعت یہ گلعذار
اسلام فکر و ناز سے کہتا تھا بار بار — یہ پھول ہے نبی کے چمن میں سدا بہار
از دست ظلم حافظ ایں رب اکبر است
دشمن اگر قوی است نگہباں قوی تر است

(۴۴) باغی جو تاک میں تھے لگے خار کی طرح — پنہاں حضور ہو گئے ستار کی طرح
مخفی ہیں چشم خلق سے اسرار کی طرح — قائم ہیں نور ایزد غفار کی طرح
مشکل کشائے خلق جو لیل و نہار ہیں
در پردہ اسمِ اعظمِ پروردگار ہیں

(۴۵) غیبت سے او حریف خرد بدگماں نہ ہو — قائم نہ ہوں جہاں میں تو قائم جہاں نہ ہو
قرآں کا نام آل نبی کا نشاں نہ ہو — لٹ جائیں منزلیں جو کوئی پاسباں نہ ہو
پردے میں وہ نہاں ہے جو وجہ ثبات ہے
ظلمات ہی میں چشمۂ آب حیات ہے

(۴۶) برباد ہو زمیں جو امامِ زماں نہ ہو — مٹی کا ڈھیر ہے وہ جسد جس میں جاں نہ ہو
پھر دین ہو رواں جو یہ روحِ رواں نہ ہو — پنہاں نہ ہو تو حق کی حقیقت عیاں نہ ہو
آثار سے عیاں بھی نظر سے نہاں بھی ہے
حجت میں جیسے جیم نہاں بھی عیاں بھی ہے

(۴۷) مہدی نہ ہوں تو خلق میں امن و اماں نہ ہو — پھرتا قیام کعبۂ رب میں اذاں نہ ہو
دنیا میں دین خالق کون و مکاں نہ ہو — بن آئے شیخ کی جو یہ سیّد نہاں نہ ہو
کس کو ہے دخل مصلحت کردگار میں
مثلِ نبیؐ امامؑ بھی پنہاں ہے غار میں

(۴۸) پنہاں اگر نہ ہو یہ محمدؐ کا لالہ فام — کر دیں عدو شہید مٹے مصطفیٰؐ کا نام
کلمہ ہو پھر نبی کا نہ اللہ کا کلام — رخصت ہو بس نماز تشہد کرے سلام
جب دین ہی نہ ہو تو رسالت فضول ہے
واللہ یہ امام بجائے رسول ہے

(۴۹) یا رب وہ دن دکھا کہ دلوں کو سرور ہو — کفر و نفاق و شرک زمانے سے دور ہو
گیتی کے ذرے ذرے میں وحدت کا نور ہو — جس کا یہ سب ظہور ہے اس کا ظہور ہو
جلوہ ہو چار سمت محمدؐ کے ماہ کا
عالم میں غل ہو اشہد ان لا الٰہ کا

(۵۰) قرآں کا دور آل کی صورت انہی سے ہے — نامِ خدا نشانِ رسالت انہی سے ہے
نقارۂ اذاں کی اقامت انہی سے ہے — ڈنکا نبی کا دین کی نوبت انہی سے ہے
مسند نشین حضرت خیر الانام ہیں
خاتم کی مثل کیوں نہ ہوں آخر امام ہیں

(۵۱) وہ نور یہ ظہور وہ رحمت تو یہ اماں — وہ ہیں جسد یہ فرق وہ ہیں نطق یہ زباں
اُن کا مقام عرشِ خدا اِن کا لا مکاں — وہ اوّلِ وجود تو یہ آخر الزماں
ان سے نبی کے دین کی زینت سوا ہوئی
واں ابتدا ہوئی تھی یہاں انتہا ہوئی

(۵۲) اسلام کا وہ دل تو یہ ایماں کا ہیں جگر — وہ آنکھ ہیں یہ نور وہ پتلی ہیں یہ نظر
ہاشم کے وہ پسر یہ شہ بدر کے قمر — گویا خلیل کی وہ دعا ہیں تو یہ اثر
خود تول لیں نظر میں جو شیدائے آل ہیں
وہ آمنہ کے لال یہ زہرا کے لال ہیں

(۵۳) وہ ظلِّ ذو الجلال ہیں یہ مظہر جلیل — رحمت کی وہ سبیل یہ مختار سلسبیل
یہ نور وہ سراج یہ کعبہ تو وہ خلیل — نانا بھی بے مثال، نواسا بھی بے عدیل
سب انبیا سے فضل و شرف میں بڑھے ہوئے
احمد ہیں بے پڑھے، یہ محمد پڑھے ہوئے

(۵۴) اُن سے خدا کا نام ہے اِن سے بھی ہے نمود وہ باعث وجود ہیں یہ شاہد الوجود
وہ کلمۂ الٰہ تو یہ حجت ودود دونوں کا نام پاک محمدؐ پڑھو درود
یوں ایک ہیں یہ بارگہ بے نیاز میں
دو رکعتیں ہیں جیسے سحر کی نماز میں

(۵۵) رتبے میں انبیا سے ہیں افضل شہ ہدا ہیں جب تو حکم رب سے مسیحا کے مقتدا
وہ ہیں اگر خدائے نصاریٰ کے دلربا یہ اس کے لال ہیں جو نصیری کا ہے خدا
یہ غار میں وہ چرغ پہ ہیں ان کی چاہ میں
پلہ گراں انہی کا ہے تولو نگاہ میں

(۵۶) ہمنام بھی نبی کے ہیں شاہِ انام بھی جرأت میں بوتراب کے قائم مقام بھی
رشک ہلال عید بھی ماہِ تمام بھی عیسیٰ کے پیشوا بھی ہمارے امام بھی
اب کیا کہوں، کچھ ایسے ہی اوصاف پائے ہیں
کل انبیا کے بعد ہدایت کو آئے ہیں

(۵۷) مثل کریم یہ بھی ہیں بندوں کے کارساز خالق ہے جاں نواز تو یہ بھی ہیں دلنواز
قائم ہیں آپ بھی جو ہے قیوم بے نیاز اتنا سا فرق ہے وہ حقیقت ہے یہ مجاز
حیدر میں یہ صفت نہ رسالت مآب میں
یہ بھی حجاب میں ہیں خدا بھی حجاب میں

(۵۸) حاصل فصاحت شہ خیر الورا بھی ہے زہد بتول زور شہ لا فتا بھی ہے
خلق حسن بھی صبر شہ کربلا بھی ہے سجاد کا خضوع بھی آہ و بکا بھی ہے
باقر کا علم سینۂ شاہِ زمن میں ہے
گویا زبانِ جعفر صادق دہن میں ہے

(۵۹) کاظم کا حلم بھی ہے رضا کی رضا بھی ہے زہد تقی پاک بھی ہے اتقا بھی ہے
مثل نقی کرم بھی ہے جود و سخا بھی ہے بیٹا حسن کا محسن دین خدا بھی ہے
سارے سلف کے رنگ ہیں اس لالہ فام میں
چودہ مزے ہیں ایک امامت کے جام میں

(۶۰) اثنا عشر میں فرد ہے یہ شاہِ دیں پناہ مہدی دیں امام زماں حجت الٰہ
دورِ علی ہے غیر مکمل بغیر شاہ ناقص رہے گا سال نہ ہو بارھواں جو ماہ
وجہ کمال ہے یہ امام مبیں کا چاند
وہ تیرھویں کا چاند تو یہ چودھویں کا چاند

(۶۱) ان کو خلاصۂ کتب ماسبق کہوں یا نعمت وجود کا اعلیٰ طبق کہوں
برحق کہوں کہ مثل علی عین حق کہوں یا آخری کتاب نبی کا ورق کہوں
پھر بارھویں امام کو اللہ کیا کہیں
جب پہلے پیشوا کو نصیری خدا کہیں

(۶۲) وجہ ثباتِ کون و مکاں ہے یہی مکیں کھوئے گا ظلم و کفر کی ظلمت یہ مہ جبیں
پھولے پھلے گی شرع کی کھیتی زمیں زمیں یہ ہے وہ اصل جس کی ہیں شاخیں اصول دیں
غیبت نہ ہو تو نخل بقا گلفشاں نہ ہو
سرسبز کیا ہو جڑ، جو زمیں میں نہاں نہ ہو

(۶۳) غیبت کا بھید خالق یزداں سے پوچھیے پردے کی بات احمد ذیشاں سے پوچھیے
غائب کا حال مصدر ایماں سے پوچھیے منزل امامِ عصرؑ کی قرآں سے پوچھیے
حق آئے گا تسلط باطل مٹائے گا
ناحق کی بحث کیا یہی حق ہے کہ آئے گا

(۶۴) یاں لفظ حق سے خالق یزداں نہیں مراد خضر و خلیل و موسیٰ عمراں نہیں مراد
داؤد و نوح و عیسیٰ دوراں نہیں مراد کیا ان کا ذکر احمد ذیشاں نہیں مراد
آئے سبھی مگر ابھی باطل کا دور ہے
جو حق کا مدّعا ہے وہ حق کوئی اور ہے

(۶۵) سوچو جو ہوں رموزِ الٓمٓ یاد معنی ہیں جس کے آلِ محمدؐ بہ استناد
ہے ذٰلک الکتاب جو ہادی پئے عباد لَا رَیْبَ فِیْہِ مہدی غائب سے ہے مراد
مانو نہ مانو ہم تو اک آیت سناتے ہیں
جو متقی ہیں غیب پہ ایمان لاتے ہیں

(۶۶) عیسیٰ کا مانتے ہیں مسلماں، نہاں ہیں وہ الیاس کو بھی کہتے ہیں ہاں ہیں، جہاں ہیں وہ
مہدی کو ہم جو کہتے ہیں قائم یہاں ہیں وہ ہم سے سوال کرتی ہے دنیا کہاں ہیں وہ
ہم کیوں کہیں امامِ زماں سامرا میں ہیں
سیدھا سا یہ پتا ہے کہ علمِ خدا میں ہیں

(۶۷) سوچو بغور حور و ملک ہیں بہم کہاں غلماں کہاں ہیں، کوثر و خلد و ارم کہاں
ہیں رف رف و براقِ شفیعِ امم کہاں کس جا ہے عرش، کرسی و لوح و قلم کہاں
ان سب کا جس دلیل سے ثابت شہود ہے
روشن اسی سے مہدیِ دیں کا وجود ہے

(۶۸) کچھ بول اے امام کے منکر جواب میں کس جا ہیں جن، کہ ذکر ہے جن کا کتاب میں
پوچھے کوئی جو ہستی شیطاں کے باب میں کہہ دے گا بے حجاب کہ وہ ہے حجاب میں
خود کو نقاب پردۂ غیبت کئے ہوئے
ابلیس ہے رگوں میں سرایت کئے ہوئے

(۶۹) اے منکر و نسیم رواں ہے، کہاں ہے وہ گل کی شمیم عطر فشاں ہے، کہاں ہے وہ
پنہاں بشر کے جسم میں جاں ہے کہاں ہے وہ خلاقِ دو جہاں بھی نہاں ہے کہاں ہے وہ
کہتے ہو آج قائمِ آلِ عبا نہیں
کیا اعتبار کل کو یہ کہہ دو خدا نہیں

(۷۰) قرآن و آل ساتھ ہیں دنیا میں لا کلام شاہد ہے یہ خبر کہ ہیں قائم شہ انام
لو صاف اب سنو سببِ غیبتِ امام پنہاں عدو کی گھات میں ہیں وارث حسام
پائیں گے جب کہ حکم خدائے مجید کا
لیں گے یہ انتقام حسینِ شہید کا

(۷۱) امت نے جس کو خوں میں ڈبویا وہی حسین
جو بعد ذبح دھوپ میں سویا وہی حسین
کوئی نہ جس کی لاش پہ رویا وہی حسین
گھر جس نے حق کی راہ میں کھویا وہی حسین
سر دے دیا، نبی کا مگر نام رکھ لیا
حق تو ہے یہ حسین نے اسلام رکھ لیا

(۷۲) سب کچھ نثارِ دینِ شفیعِ امم کیا
باطل کے سامنے نہ مگر سر کو خم کیا
راہِ عمل میں پاسِ وفا ہر قدم کیا
اوروں کو روئے، اپنے پسر کا نہ غم کیا
قدرت کے باوجود عدو کو سزا نہ دی
قاتل کو شیر خوار کے بھی بد دعا نہ دی

(۷۳) تاریخ داں بتائیں کہ آدم سے تا بہ حال
مارا گیا کوئی چھ مہینے کا نونہال
ایسی کوئی خطا تو نہ تھی آب کا سوال
جس کی سزا میں تیر سے گھائل ہو شہ کا لال
مٹی نہ دی کبھی کسی بیٹے کو باپ نے
گاڑا زمیں میں اپنے کلیجے کو آپ نے

(۷۴) بچے کو ذبح کرکے بھی مانے نہ اہل شر
برسائے تیر جانِ محمد پہ بے خطر
لاکھوں شقی اُدھر تھے تو اک بے وطن اِدھر
سیراب وہ یہ تشنہ لب و سوختہ جگر
واں شوقِ جاہ و مال سپاہوں کے سامنے
یاں نوجواں کی لاش نگاہوں کے سامنے

(۷۵) دنیا کی حرص اُدھر تھی، اِدھر عزم جاوداں
نیزے وہاں تھے سینۂ سبط نبی یہاں
سر پر پڑی حسام جگر میں گڑی سناں
زہرا سے پوچھئے کہ وہ برچھی لگی کہاں
تن سے لہو نکل گیا جتنا نکل سکا
لیکن پہاڑ اپنی جگہ سے نہ ٹل سکا

(۷۶) بھالے چبھو چبھو کے یہ کہتے تھے بد زباں
بیعت قبول کیجئے اب بھی، تو ہے اماں
سینے کو رکھ کے نوک پہ نیزوں کی بے تکاں
کہتے تھے شہ کہ خوب کئے جاؤ امتحاں
اپنا لہو اصول سے پیارا نہیں مجھے
انسانیت کا خون گوارا نہیں مجھے

(۷۷) سن کر نبی کے لال کا یہ عزم مستقل
پاس آ گئے سنبھال کے حربے وہ سنگ دل
بارش ہوئی حسین پہ تیغوں کی متصل
زہراؑ نے اپنے دودھ کا حق کر دیا بحِل
گھوڑے سے خاک پر پسر مصطفےٰ گرا
آندھی اٹھی زمین پہ عرشِ خدا گرا

(۷۸) آگے جفائے چرخِ کہن اور کیا کہوں
سورج کو لگ رہا ہے گہن اور کیا کہوں
سجدے میں ہیں امامِ زمن اور کیا کہوں
ڈیوڑھی سے دیکھتی ہے بہن اور کیا کہوں
ذکر خدا ہے لب پہ شہ مشرقین کے
خنجر چمک رہا ہے سرہانے حسین کے

(۷۹) زینب پکارتی ہیں کہ عباس جلد آؤ
میں ہاتھ جوڑتی ہوں مرے بھائی کو بچاؤ
کیا سو رہے ہو عون و محمد خبر تو لاؤ
بچّو مرے اخی کے عوض گردنیں کٹاؤ
آتے نہیں ہو تم بھی جو امداد کے لئے
میں سر کھلے نکلتی ہوں فریاد کے لئے

(۸۰) فریاد کا جو نام سنا شہ نے ایک بار
پھر تو نہ قلب کو تہ خنجر رہا قرار
جنبش ہوئی لبوں کو پکارے بحال زار
مظلوم کی بہن میں ترے عزم کے نثار
گر بد دعا سے شمر سزا آج پائے گا
سجاد کس کو صبر کے جوہر دکھائے گا

(۸۱) یہ کہتے کہتے رک جو گئی یک بیک صدا سر پیٹ کر زمیں پہ گریں بنت مرتضیٰ
گردوں سے جبرئیل نے پیہم یہ دی ندا کرب و بلا میں ذبح ہوئے شاہِ کربلا
بس اے نسیم بھائی سے ہمشیر چھٹ گئی
زہراؑ کا گھر رسول کی سرکار لٹ گئی

☆
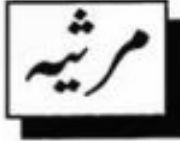
آئینۂ حق جوہرِ اوّل ہیں محمدؐ

بند: ۸۶

تصنیف: ۱۹۳۴ء بمقام: امروہہ۔ ہندوستان

(خلاصہ)

نعت ___ معراج ___ براق ___ افلاک ___ جنت اور عرش تک جملہ منازل کی سیر ___ شاہد رحمت سے گفتگو ___ مصائب اہلبیتؑ در شام ___

(۱) آئینۂ حق، جوہرِ اوّل ہیں محمدؐ — آدمؑ پہ فضیلت ہے وہ افضل ہیں محمدؐ
یوسفِ مہِ کامل ہیں تو اکمل ہیں محمدؐ — اے صلِّ علیٰ، احمد مرسل ہیں محمدؐ
انسان بھی قرباں ہیں، ملائک بھی فدا ہیں
بندوں کا ہے کیا ذکر، یہ محبوبِ خدا ہیں

(۲) اک آیۂ حق مصحفِ رخسار نبی ہے — قرآن مبیں نقش بدیوار نبیؐ ہے
ایمان ہے کیا، قلب سے اقرار نبی ہے — دیدارِ خدا خلق میں دیدارِ نبیؐ ہے
مولا کا جسے وعظ میں چہرہ نظر آیا
تو عرش پہ خالق اسے گویا نظر آیا

(۳) اس چاند کو معبود نے بے مثل بنایا — بندے کے خد و خال میں حُسن اپنا دکھایا
صورت پہ فدا ہونے کو قرآن بھی آیا — منہ دیکھنے کے شوق میں خود حق نے بلایا
موسیٰؑ کو تو دیدارِ الٰہی کی ہوا ہے
دیدار محمدؐ کا طلبگار خدا ہے

(۴) اب مصحف اعجاز و کرامات سنائیں — معراجِ جناب شہِ خوش ذات سنائیں
منکر کو بھی حال آئے وہ حالات سنائیں — اس پر بھی نہ قائل ہو تو صلوات سنائیں
ہر انس و مَلک وجد کرے شہ کی ثنا پر
خالق بھی کہے صلِّ علیٰ، صلِّ علیٰ پر

(۵) گردوں سے براق آیا ہے جبریل کے ہمراہ — ہیں خواب کے بستر پہ دو عالم کے شہنشاہ
واقف جو ہوا حکم خدا سے دل آگاہ — بیدار ہوئے بخت کی صورت شہ ذیجاہ
اٹھے صفتِ دستِ دعا راہ طلب میں
تسبیح کے مانند چلے خدمت رب میں

(۶) مشکل اپنے نصیبے کے براق اوج پر آیا رحمت کے بڑھے ہاتھ، قدم اس نے بڑھایا
قدسی کے بھی بازو نے یہ دم خم نہیں پایا ایسا ہے قوی، بارِ نبوت کو اٹھایا
ساتھ اس کے کبھی مرغِ نظر اڑ نہیں سکتا
جبریل فرشتہ سہی، پَر اڑ نہیں سکتا

(۷) وہ نور کی رفتار طبیعت کی روانی جانے میں سر چرخ مری مرثیہ خوانی
پھر جا کے پلٹ آنے میں وہ یوسف ثانی یعقوب کی بینائی، زلیخا کی جوانی
جانا وہ نمازِ اسد اللہ کی صورت
پھرنا وہ نصیب حُر ذی جاہ کی صورت

(۸) جاتا ہے فلک پر صفت نعرۂ تکبیر ہیں نعلِ حُسیں آیہ البرق کی تفسیر
وہ نور کے سُم مہر خط کاتبِ تقدیر چلنے میں ہر اک پاؤں ید اللہ کی شمشیر
کیونکر نہ کرے پَل میں سفر ارض و سما کا
یہ بھیس میں مرکب کے ارادہ ہے خدا کا

(۹) اعضائے جواہر میں ہے تاروں سے سوا نور اے نامِ خدا، حُسن کے سانچے میں ڈھلا نور
قدسی کا جدا، رخشِ ہمایوں کا جدا نور پھر اس پہ وہ نور نبوی، نور علیٰ نور
رفتار میں جلوہ ہے، نہ کچھ فرق سمجھئے
کہتے ہیں براق اس کو، مگر برق سمجھئے

(۱۰) وہ زین زری جوہر قدرت کا خزینہ وہ پشت پہ خاتم کہ انگوٹھی پہ نگینہ
جویائے حقیقت تھے جو سلطان مدینہ افلاک کی سیڑھی پہ چڑھے زینہ بزینہ
اعلیٰ کی طرف چشم رسول مدنی تھی
مڑ کر بھی نہ دیکھا سوئے دنیا کہ دنی تھی

(۱۱) ہر چرخ پہ قدرت کا تماشا نظر آیا چوتھے کا مگر رنگ نرالا نظر آیا
منبر پہ علی، فرش پہ عیسیٰ نظر آیا جو مصحف ناطق ہے وہ گویا نظر آیا
نظروں میں مَلَک شانِ ولی تول رہے ہیں
انجیل ہے خاموش، علی بول رہے ہیں

(۱۲) پھر پانچویں گردوں پہ گئے شافعِ محشر　　کیا دیکھتے ہیں سامنے موجود ہیں حیدر
پوچھا کہ امیں، بھائی یہاں آگئے کیونکر　　کی عرض کہ ہر جا ہے ظہورِ شہ صفدر
افلاک میں، مردم میں، فرشتوں میں جلی ہیں
دنیا میں علی، دیں میں علی، دل میں علی ہیں

(۱۳) پھر قاسمِ جنت جو گئے چرخِ ششم پر　　اک در کو وہاں دیکھ کے مولا ہوئے ششدر
قدسی نے کہا دیکھیے اے شافعِ محشر　　دوزخ کا یہی در ہے پئے دشمنِ حیدر
محشر میں کسی ایک کی مالک نہ سنے گا
جو ساقیٔ کوثر سے جلے گا وہ بھنے گا

(۱۴) وہ آگ کی زنجیروں کے غل شور وہ نالے　　وہ گرز کہ البرز کے بھی توڑنے والے
وہ سانپ کہ دیکھیں تو پڑیں آنکھوں میں چھالے　　گل کر دیں چراغِ مہ و خورشید، وہ کالے
دافع کوئی جز قاتلِ عنتر نہیں ان کا
جز الفتِ حیدرؑ، کوئی منتر نہیں ان کا

(۱۵) لو منزلِ ہفتم کو چلے ماہِ رسالت　　الحمد کے نعروں کی بجی خلد میں نوبت
لینے کو فرشتوں کا بڑھا شوقِ زیارت　　سر رکھ دیے دیواروں پہ حوروں نے بکثرت
غل تھا کہ وہ آتا ہے جو شاہِ دوسرا ہے
صلوات پڑھو، آمدِ محبوبِ خدا ہے

(۱۶) اقصیٰ میں ہے غل قبلۂ دیں شکل دکھاؤ　　تکبیر کا نعرہ ہے کہ آواز سناؤ
طاعت کا وظیفہ ہے مری قدر بڑھاؤ　　الحمد کا کلمہ ہے کہ للہ اب آؤ
کہتی ہے اقامت قد و قامت پہ فدا ہوں
سجدے کا بیاں ہے کہ سلامی کو جھکا ہوں

(۱۷) پہنچے جو درِ خلد بریں پر شہ بطحا　　سب طالبِ دیدار تھے واں چشمِ تمنا
وا تھا درِ جنت صفتِ دیدۂ موسیٰ　　غنچے بھی چٹک کر اَرِنی کہتے تھے گویا
چمکا رخِ پُر نور جو مہتاب کی صورت
سب جھک گئے تسلیم کو محراب کی صورت

(۱۸) دیکھا یہ نبیؑ نے کہ عجب جلوہ گری ہے — یاں جو بھی شجر ہے وہ عقیق شجری ہے
قلب چمن خلد میں اک بارہ دری ہے — روشن ہے دروں سے کہ یہ اثنا عشری ہے
جوہر کا مکاں، دُر کا ہر اک در نظر آیا
جس در پہ نظر کی وہیں حیدر نظر آیا

(۱۹) قدموں سے نبیؑ کے جو بڑھی نشو و نما اور — اب اور ہوئی شان چمن کل تھی فضا اور
پھولوں کا لباس اور شگوفوں کی قبا اور — اس پر بھی یہ رضواں کا تقاضا کہ ذرا اور
صنعت کا ہوا خاتمہ ہر شے سے جلی ہے
گل ہے تو محمدؐ ہے، کلی ہے تو علیؑ ہے

(۲۰) کوپل کا وہ دیدارِ نبیؑ کو ابھر آنا — وہ بادِ صبا کا ادھر آنا، اُدھر آنا
مجرے کو پیمبرؐ کے عنادل کا، ترانا — وہ پھول کھِلیں، جیسے محمدؐ کا گھرانا
میلادِ نبیؑ میں بھی یہی، گل بدنی تھی
جو آج دلہن ہے وہی اس دن بھی بنی تھی

(۲۱) آراستہ گلزار نعیم ایک طرف ہے — حوروں میں بپا جشن عظیم ایک طرف ہے
مہکی ہوئی احمد کی شمیم ایک طرف ہے — مستانہ و خود رفتہ نسیم ایک طرف ہے
پایا جو نہیں جام تو جی چھوٹ رہا ہے
انگڑائیاں آتی ہیں بدن ٹوٹ رہا ہے

(۲۲) ساقی مے توحید کی ضو بزم میں پھیلا — زاہد کا بھی دل جس سے نہ میلا ہو وہ مے لا
جو نور کی برسات میں پیتے ہیں وہ شے لا — مجنوں کو بھی عاقل جو بناتی ہے وہ لیلا
تاریکی شب جام کا منھ چوم رہی ہے
میخانے پہ رحمت کی گھٹا جھوم رہی ہے

(۲۳) ساقی مئے میخانۂ اسلام پلا دے — نشہ کا ہے آغاز خوش انجام پلا دے
اب دل نہیں قابو میں دلآرام پلا دے — قرآں کا مقطر ہو وہ اک جام پلا دے
یاں رند کو ایماں کی ہوا لائی ہے ساقی
میخانے کا در کھول، بہار آئی ہے ساقی

(۲۴) وہ جام پلا جس سے ہو محفل میں اُجالا — مومن کے لئے جو یدِ قدرت نے ہے ڈھالا
پی کر جسے اسلام کا نشہ ہو دو بالا — شیشہ مدنی دُرِّ نجف کا ہو پیالا
وہ مے جو نبی کے لئے در پردہ بنی ہو
ہاں ہاں شب معراج کے پردے میں چھنی ہو

(۲۵) مشکل میں رسولوں کی بھی ہمدم ہے یہی مے — وجہِ شرف توبۂ آدم ہے یہی مے
اکسیر پئے عیسیٔ مریم ہے یہی مے — زخم دل ایوب کا مرہم ہے یہی مے
یوسف کی مصیبت بھی اسی مے سے ٹلی ہے
حد ہو گئی احمدؐ کے لئے نادِ علیؑ ہے

(۲۶) وہ مے کہ جو دل چھینتی ہے اہل ولا کے — شامل ہے جو مشرب میں رسول دوسرا کے
ام سلمہ کو بھی ذرا دور ہٹا کے — پی احمد مختار نے، سائے میں ردا کے
مصحف اگر اس بادہ سے رنگین نہ ہوتا
کامل کبھی قرآں کی قسم دین نہ ہوتا

(۲۷) وہ مے کہ ہے جس پر نگہِ خالقِ عادل — جب تک کہ وہ صہبا نہ پییں صوم وہ باطل
جبریل بھی رندوں کی جماعت میں ہوں شامل — نعت کا بھی ہو خاتمہ، ایماں بھی ہو کامل
ہم گرد ہوں ساقی کے جو قدموں سے لپٹ کے
اَتْمَمْتُ عَلَیْکُم کہے شیشے کو الٹ کے

(۲۸) عشاقِ علیؑ غیر سے پیوست نہ ہونگے — نسبت جنہیں اعلیٰ سے ہے وہ پست نہ ہونگے
قرآں کے جو متوالے ہیں بدمست نہ ہونگے — ہیں دست خدا ساتھ، تہی دست نہ ہونگے
پھرنے کے نہیں قول سے جو اہل یقیں ہیں
ہم پی کے بہک جائیں وہ کم ظرف نہیں ہیں

(۲۹) چھوڑا ہمیں دنیا نے بھی مستانہ سمجھ کر — شیشے کی پری کھنچ گئی دیوانہ سمجھ کر
جنت کی طرف آئے ہیں میخانہ سمجھ کر — کوثر کو اڑا جائیں گے پیمانہ سمجھ کر
جس بادہ کی ہے چاہ وہ شہ رگ کے قریں ہے
جو مست نہیں دین محمدؐ میں نہیں ہے

(۳۰) اسلام کی سرحد میں ہے کاشانہ ہمارا ہے بانگِ اذاں نعرۂ مستانہ ہمارا
قرآن ہے نقشِ درِ میخانہ ہمارا اخلاصِ عمل ہے خط پیمانہ ہمارا
کہنے کی نہ تھی بات نصیری نے خطا کی
ساقی کی نگاہوں میں خدائی ہے خدا کی

(۳۱) منزل ہے رہِ عشق کی ہرگام ہمارا دیکھے تو شرف زاہد بدنام ہمارا
ہے اجر رسالت فقط اک جام ہمارا جو کام نبی کا ہے وہی کام ہمارا
یاں مصحف ناطق کے سدا دور ہیں ساقی
قرآں کی لکیروں کے فقیر اور ہیں ساقی

(۳۲) کعبے میں ہوا دور جو ساقی کا ہمارے مے لے کے بڑھا دوش محمدؐ کے سہارے
آنکھ اٹھتے ہی ساقی کی صنم چور تھے سارے گرنے لگے دل سنگ بھی یوں نشے اتارے
رحمت بھی محمدؐ کی طرح جھوم رہی تھی
اس جھومنے پہ مہر قدم چوم رہی تھی

(۳۳) ہاں بادہ کشو پی چکے اب بادۂ احمر ذوق گل و گلزار بھی کچھ چاہئے پی کر
گلگشت جناں میں ہیں ابھی شافع محشر اب قند مکرر کا مزہ ہے لب کوثر
جنت کی کرو سیر وہ کچھ دور نہیں ہے
میرا بھی دماغ اب تو سر عرش بریں ہے

(۳۴) وہ تازہ نہالوں کے نئے رنگ کے جامے وہ غنچہ و گل بوئے محمدؐ سے شمامے
وہ سبز ورق نیکوں کے اعمال کے نامے شبیر کے ہمرنگ شگوفوں کے عمامے
ہر گل سے عیاں حُسن رسول مدنی ہے
گر پھول حسینی ہے تو پتّا حسنی ہے

(۳۵) دل شاد ہوا جس گلِ بے خار کو دیکھا گل زار کو یا حور کے رخسار کو دیکھا
محراب کو یا ابروئے خمدار کو دیکھا آنکھوں کو تکا نرگسِ بیمار کو دیکھا
اِس حُسن پہ سب رند بھی شیدا ہیں ولی بھی
زیور میں علی بند بھی ہے، نادِ علیؑ بھی

(۳۶) قصر دُر و یاقوت پہ بیلیں ہیں سنہری　　بوٹوں میں وہ سبزی کہیں ہلکی کہیں گہری
وہ خواب کا فرش اور وہ سونے کی مسہری　　وہ سرد ہوا مہر کو آجائے پھریری
رحمت کی برستی ہے گھٹا آب رواں پر
بخت اُس کا ہو بیدار جو سو جائے وہاں پر

(۳۷) وہ قصر کہ جن کے دل دیندار میں گھر ہیں　　ڈالی ہے بنا نور سے جن کی وہ شجر ہیں
وہ نور کے پردوں میں ثمر ہیں کہ قمر ہیں　　سب قاسم جنت کی ولایت کے ثمر ہیں
جو شاخ ہے رفعت میں تصور سے سوا ہے
بالا صفت حوصلۂ شیر خدا ہے

(۳۸) غلماں وہ طرحدار، وہ حورانِ عفیفہ　　تن ان کے لطیف اور سخن ناز لطیفہ
ہر وقت جنھیں نام محمدؐ کا وظیفہ　　میوے کی بھی تشریف میں آیات شریفہ
نخل ہے شجر ایسے ہوں گل ایسے ثمر ایسے
سو بار بھی کھائیں تو ہوں پھل ویسے کے ویسے

(۳۹) اڑ اڑ کے جو طائر سوئے شاخِ ثمر آئے　　پر جوڑے ہوئے تاک میں وہ تیز تر آئے
اس نخل پہ بیٹھے کبھی اڑ کر اِدھر آئے　　کھولے ہوئے شہپر کبھی نیچے اتر آئے
اٹھی نگہِ حور، ہَوا ہو گئے فر سے
عاشق کے حواس اڑ گئے دلبر کی نظر سے

(۴۰) جو اڑتا ہے طائر صفت جعفر طیار　　پَر تولتے ہی نادِ علیؑ پڑھتا ہے ہر بار
یہ رزق ہے اُس کا جو علیؑ کا ہے نمک خوار　　خود بھن کے گرا، کھا لیا، پھر اڑنے کو تیار
جان آگئی کلمہ جو پڑھا عقدہ کشا کا
ہے بولتا اعجاز نصیری کے خدا کا

(۴۱) دم بھرتے ہیں سب طیر، محمدؐ کی ولا کا　　گردن پہ رقم نام ہے شاہِ شہدا کا
سینے پہ لقب ہے حَسنِ سبز قبا کا　　بازو پہ ہے طغرائے جلی دست خدا کا
ماتھے کا شرف اسم رسولِ دوسرا ہے
پَر نام بتولِ آنکھ کے پردے میں لکھا ہے

(۴۲) طوبیٰ کا شجر نور پیمبر کا تتمہ — خورشید میں جس نور کی تنویر کا شمہ
ہر قصر کے سائے پہ اسی نخل کا ذمہ — ہر برگ ضیا بار پہ اسمائے ائمہ
اصل اس کی جگہ احمد مختار کا گھر ہے
اولاد ید اللہ کا شجرہ، وہ شجر ہے

(۴۳) وہ نہر جناں آئینۂ رحمت باری — روشن وہ کنارے ہیں کہ چاندی کی کناری
ہلکی سی وہ پانی کی ردا، مول میں بھاری — وہ آیۂ تطہیر لب نہر پہ جاری
پڑھتی ہیں سدا صلِ علیٰ جوش ولا میں
موجوں کی زباں تر ہے محمدؐ کی ثنا میں

(۴۴) وہ آب مصفا سے خجل موتیوں کی آب — دیکھے تو جلے رشک سے خورشید جہاں تاب
کوثر میں وہ اک جا عسل و شیر و مے ناب — ہر فرد جدا، جمع مگر صورتِ احباب
ظاہر میں کئی رنگ، پئیں جب تو مزا ایک
جس طرح طہارت میں، سبھی آل عبا ایک

(۴۵) منکر کو ہوا شک کہ یہ سب کیسے ہیں یکجا — تمثیل سے یوں جعفر صادق نے بتایا
کیا تو نے پرندوں کے نشیمن میں ہے دیکھا — وہ گنبدِ بے در جو صفا میں یدِ بیضا
دیکھیں جو اسے توڑ کے پانی سا بھرا ہے
زردی جو سفیدی میں ملی ہے وہ جدا ہے

(۴۶) لو چشمۂ کوثر سے بڑھا شافع محشر — جبریل بھی سدرہ کے قریں رہ گئے تھک کر
ٹھٹکا جو براق، آ گیا رف رف پئے سرور — رف رف تھا رواں جیسے زباں چلتی ہو فرفر
یوں جلد قدم اس کا بڑھا حکم خدا سے
ایمان بڑھے جیسے محمدؐ کی ولا سے

(۴۷) اڑتا تھا وہ یوں جیسے کہ بوئے مے تطہیر — پھرتا تھا وہ یوں جیسے مری نظم کی تقد
یا حرفِ غلط پر مرا خامہ دم تحریر — یا دیدۂ مشتاق میں محبوب کی تصو
یوں تیز چلا جیسے دعا جائے ولی کی
یا کان میں حیدر کے صدا نادِ علیؑ کی

(۴۸) بیتاب بھی ہے برق بھی پارا بھی نہیں ہے — اڑتا ہے بھڑکتا ہے شرارا بھی نہیں ہے
جاری بھی ہے اور اس کا کنارا بھی نہیں ہے — گردوں پہ چمکتا ہے ستارا بھی نہیں ہے
واں گرم ہے بستر یہ گیا عرش علا تک
اک جست میں پہنچا دیا بندے کو خدا تک

(۴۹) الفاظ میں پرواز ہُما باندھوں تو کیونکر — بندش میں قیامت کی ادا باندھوں تو کیونکر
دل کھول کے رف رف کی ثنا باندھوں تو کیونکر — حیراں ہوں نسیم اب کہ ہوا باندھوں تو کیونکر
یہ کیا کہوں بجلی ہے فرشتہ ہے ضیا ہے
یہ کیوں نہ کہوں مرکب محبوب خدا ہے

(۵۰) کیا تاب جو اڑنے میں براق اس کا ہو دمساز — وہ تخت سلیماں ہے، یہ جبریل کی پرواز
وہ ہے نظر شوق یہ تیر نگہِ ناز — وہ برق، یہ جلوہ، وہ کرامت ہے یہ اعجاز
دونوں ہیں رسا فرق بس اتنا ہی عیاں ہے
قدسی کی وہ تکبیر، یہ حیدر کی اذاں ہے

(۵۱) جلوے میں وہ ہے کاہکشاں یہ مہِ تاباں — وہ ماہِ منور ہے تو یہ مہر درخشاں
وہ سیل یہ کشتی، وہ ہَوا ہے یہ سلیماں — وہ طور ہے یہ نور، وہ انجیل یہ قرآں
وہ ولولۂ شوق یہ رحمت کی نظر ہے
وہ احمد مرسلؐ کی دعا ہے یہ اثر ہے

(۵۲) مانند نظر پل میں گیا عرش علا پر — بس خاتمہ رحمت کا ہوا خیرِ ورا پر
روشن ہے سب احوالِ کلیم اہل ولا پر — پہنچے جو سر طور صدا تھی یہ صدا پر
اسرارِ ادب قلب کے مابین اتارو
یہ وادیِ تقدیس ہے نعلین اتارو

(۵۳) پہنچی جو سرِ عرش محمدؐ کی سواری — ٹھٹھکی جائے ادب پاؤں سے خود کفش اتاری
باری کی ندا پردے سے آئی کئی باری — میرے لئے محبوب کی ہر چیز ہے پیاری
یاں غیر نہیں کوئی، نہ شرماؤ محمدؐ
پہنے ہوئے نعلین چلے آؤ محمدؐ

(۵۴) لو عرش ہوا جلوہ گہ حُسن و محبت — مابین نہیں اب کوئی غیریت و غیرت
آئینۂ کثرت میں نظر آتی ہے وحدت — یاں آنکھ کا پردہ ہے تو واں عذرِ مشیت
آگاہ تھے یہ واجب و ممکن کی جو حد سے
اِن دو ہی کمانوں کا رہا فرق اَحَد سے

(۵۵) وہ ناز کا انداز وہ شانِ صمدیت — وہ عشق و محبت کے کرشموں کی وضاحت
بالائے سرِ پاک سرا پردۂ رحمت — زیرِ کفِ پا مسندِ دامانِ مشیت
نعلین مقدس تھی اسی فرش کے اوپر
کرسی تھی محمدؐ کے لئے عرش کے اوپر

(۵۶) میں خاک نشیں، قصۂ اعلیٰ کہوں کیونکر — قوسین کی تقریب کو ادنیٰ کہوں کیونکر
کیا دیکھا محمدؐ نے سنا کیا کہوں کیونکر — اللہ کی قدرت کو میں بندا کہوں کیونکر
آئینۂ حیرت ہیں یہ عالم ہے نبی کا
باتیں ہیں کسی کی لب و لہجہ ہے کسی کا

(۵۷) حق یاں نہیں موجود، یہ مقصود نہیں ہے — پَر جو پس پردہ ہے وہ مسجود نہیں ہے
پردہ تو ہے محدود، وہ محدود نہیں ہے — لو ہاتھ بھی ہیں اس کے یہ معبود نہیں ہے
پوچھو جو حقیقت تو مجازاً یہ بجا ہے
یہ ہاتھ خدا کا نہیں، ہاں دست خدا ہے

(۵۸) قرآں سے بھی پردہ ہے وہاں کیا تھا نہ جانے — کچھ آنکھوں سے دیکھا ہے تو بس عین خدا نے
پردے میں کہا جو بھی کہا ربّ ہدا نے — در پردہ سنا، جو بھی سُنا، خیرِ ورا نے
اللہ ہی جانے کہ وہاں کون ہو کیا ہو
دل کہتا ہے وہ کہیے جو ممکن ہے کہا ہو

(۵۹) گویا یہ کہا ہم کو علیؑ سے ہے محبت — تم تاجِ رسالت ہو، وہ سرتاجِ امامت
تم شافعِ محشر ہو، وہ ہے قاسمِ جنت — اب عزم ہے کیا فاطمہؑ کے بیاہ کی نسبت
دے عقد کا پیغام یہ مرضی غنی تھی
اس بیاہ کی خاطر شب معراج بنی تھی

(۶۰) کی عرض ہوا آدمؑ خاکی کو جو سجدا کیا اس کا عوض مجھ کو دیا اے مرے مولا
فرمایا کہ سجدہ وہ انھیں تھا کہ تمھیں تھا جن پر کہ ملک جھک گئے کس کے تھے وہ اسما
وہ عالم جزوی تھے تم اک عالم کُل ہو
وہ مبتدی علم تھے تم ختم رُسل ہو

(۶۱) حضرت نے کہا نوحؑ کو کشتی جو عطا کی طوفان میں حامی تھی وہ اربابِ ولا کی
فرمایا وہی شان ہے بس آل عبا کی دریا ہے ترا دین یہ کشتی ہے خدا کی
بے اس کے تباہی میں گرفتار ہے بیڑا
اس ناؤ میں جو بیٹھ گیا پار ہے بیڑا

(۶۲) کی عرض ہوئی بانیٔ کعبہ کی یہ حرمت بخشا مرے خالق نے اسے رتبۂ خُلّت
فرمایا بڑا فرق ہے اے ماہِ رسالت اُس کو مری الفت تھی مجھے تیری محبت
اس سے تو زیادہ ہے شرف تیرے وصی کا
آیا تھا بنانے وہ زچہ خانہ علیؑ کا

(۶۳) کی عرض کہ داؤدؑ زبور آپ سے لایا فرمایا کہ قرآن بھی آیا کہ نہ آیا
کی عرض کہ توریت کا بدلہ تو نہ پایا فرمایا کہ مصحف نے وہ دفتر ہی مٹایا
انجیل بھی اب ہیچ ہے عالم پہ جلی ہے
تیرے لئے بے لفظوں کا قرآن علیؑ ہے

(۶۴) کی عرض کہ ادریسؑ نے پائی ہے یہ عزت زندہ تری رحمت سے ہوئے داخل جنت
فرمایا ترے بھائی پہ ہے حد کی عنایت وہ قاسم فردوس ہے قبضے میں ہے قسمت
ادریسؑ کو بھی فخر ہے خدمت میں ولی کی
سیتا ہے قبائیں وہ غلامانِ علیؑ کی

(۶۵) کی عرض بہت ناقۂ صالحؑ کا ہے چرچا جو اُن کے لئے دم میں ہوا سنگ سے پیدا
پردے سے ندا آئی براق اس سے ہے اعلیٰ وہ خاک ہے یہ نور، وہ حیواں یہ فرشتا
جو فرق ہے، پوشیدہ نہیں اہل نظر سے
یہ عرش سے اترا ہے وہ نکلا تھا حجر سے

(۶۶) کی عرض سلیمانؑ کو عجب تخت ملا تھا پردے سے صدا آئی کہ رف رف سے سوا تھا
وہ نام تھا کس کا جو انگوٹھی پہ لکھا تھا دم بھر کی ہوا تھی وہ بھلا تخت ہی کیا تھا
تم عرش نشیں ہو وہ فقط تخت نشیں ہے
چیونٹی کے برابر بھی بساط اس کی نہیں ہے

(۶۷) کی عرض کہ موسیٰؑ کا شرف ہم نے نہ پایا جلوہ انہیں دکھلا کے کلیم اپنا بنایا
فرمایا انھوں نے نہیں پایا ہے یہ پایا وہ طور تک آئے تمہیں تا عرش بلا
وہ دور تھے، حضرت سر دربار کھڑے ہیں
وہ غش ہوئے پر آپ تو ہشیار کھڑے ہیں

(۶۸) لکنت سے جو موسیٰؑ کی زباں رکتی تھی اکثر یہ عیب چھپانا تھا کلیم اُن کو بنا کر
واں اپنے عصا کو وہ بنا دیتے تھے اژدر یاں ہم نے بنایا ہے ترے بھائی کو حیدرؑ
وہ ڈر گئے اژدر سے بڑھا ہاتھ ولی کا
وہ اُن کی جوانی تھی، یہ بچپن تھا علیؑ کا

(۶۹) کب ان کی وہ ہیبت تھی جو تم کو ہے میسر ہارون ملا ان کو تمہیں حیدر صفدر
ساحر پہ بھی غالب نہ ہوا ان کا برادر وہ بھائی تمہارا ہے جو ہے فاتحِ خیبر
ایسا کوئی عالم میں جگردار نہیں ہے
جرّار ہے، کرّار ہے، فرّار نہیں ہے

(۷۰) رونے لگے یہ سن کے جو سلطان رسالت بس چھیڑ دیا تذکرۂ بخششِ امت
اے صلِ علیٰ شہ کو ملا اذنِ شفاعت اشکوں کے بہانے سے ہوئی بارشِ رحمت
مولا کو بڑی فکر تھی دن رات ہماری
لو باتوں ہی باتوں میں بنی بات ہماری

(۷۱) نازل ہوئے ناگاہ کئی کاسۂ رحمت محمود نے کی عرش پہ احمد کی ضیافت
کیوں دوستو اللہ کے گھر جس کی ہو دعوت افسوس ہے بھوکی رہے اُس شاہ کی عترت
شربت ہو سر عرش ضیافت میں نبی کی
پانی نہ ہو قسمت میں حسین ابن علیؑ کی

(۷۲) واں عرش رکھے فرق پہ نعلین پیمبرؐ یاں شمر کی بدعت کے لئے سینۂ دلبر
واں نور کے پانی سے دھلے دست مطہر یاں ننھے سے بچے کو نہ قطرہ تھا میسر
بے رحم کا تیر اور وہ نازک سا گلا تھا
مظلوم نے بچے کا لہو منھ پہ ملا تھا

(۷۳) اللہ کے گھر جس کے پدر کی ہو یہ توقیر اس کے لب ولہجہ میں کرے دوست سے تقریر
کیا قہر ہے کیوں گر نہیں پڑتا فلک پیر افسوس، ہوئے بید کے قابل لب شبیر
پردے میں ید اللہ کو بلوایا خدا نے
بے پردہ ہوئے ان کے حرم بندھ گئے شانے

(۷۴) اعدا نے رہ شام میں کیا کیا نہ ستایا کنبے کو حرم روئے تو نیزوں سے ڈرایا
دربار میں تا دیر غم و رنج اٹھایا پھر چرخ نے زندانِ مصیبت میں پھنسایا
اس غم سے اماں درد رسیدوں نے نہ پائی
زندوں نے لحد پائی شہیدوں نے نہ پائی

(۷۵) وہ قید کے صدمے حرمِ عقدہ کشا کو بچوں کے تڑپنے کا وہ غم آل عبا کو
وہ حد کا الم بنت امام دوسرا کو بابا کو کبھی ڈھونڈھتی تھی گاہ چچا کو
زنداں ہی میں رو رو کے قضا کر گئی بچی
عمو کا الم اٹھ نہ سکا مر گئی بچی

(۷۶) زنداں میں بہن عابد بیمار سے بچھڑی اصغر کی طرح بانوئے ناچار سے بچھڑی
ماں کہتی تھی ہے ہے میں دل افگار سے بچھڑی لو بی بیو معصوم بھی نادار سے بچھڑی
اے لختِ دل کشتۂ شمشیر سکینہؑ
اٹھو تو منگادوں سر شبیر سکینہؑ

(۷۷) سب اشکوں سے منھ دھوتے ہیں صدقے گئی اٹھو سامانِ عزا ہوتے ہیں صدقے گئی اٹھو
جان اپنی حرم کھوتے ہیں صدقے گئی اٹھو سجادِ حزیں روتے ہیں صدقے گئی اٹھو
میں صدقے گئی بھائی کا دم بھرتی تھیں تم تو
سجادؑ کے رونے سے کڑھا کرتی تھیں تم تو

(۷۸) یاد آتا ہے بی بی کے غم و رنج کا سہنا کانوں سے کبھی خون کبھی اشکوں کا بہنا
شہ سے مرا سر کھلنے کا احوال نہ کہنا بی بی مرے اصغر کی خبر بھیجتی رہنا
اماں کی جدائی کا نہ غم کھائیو بی بی
جی، کھیل کے مانجائے سے بہلائیو بی بی

(۷۹) اس ننھی سی میت کے میں قربان سکینہ کل چار برس کی مری مہمان سکینہ
کیونکر ہو ترے دفن کا سامان سکینہ مل جانا کفن کا نہیں آسان سکینہ
زندان ہے رہنے کے لئے گھر بھی نہیں ہے
بی بی تمہیں معلوم ہے چادر بھی نہیں ہے

(۸۰) یہ غل جو سنا حاکم اظلم نے قضارا پوچھا کہ یہ کیا شور ہے، تو کوئی پکارا
وہ لڑکی جو تھی قیدیوں کی آنکھوں کا تارا آخر کو اُسے شمر کی بیداد نے مارا
رو رو کے زمانے سے سفر کر گئی بچّی
بابا کا جو سر چھین لیا مر گئی بچّی

(۸۱) یہ سن کے شقی نے کہا، عابد سے یہ کہہ آؤ اب رونے سے کیا فائدہ ہے رانڈوں کو سمجھاؤ
سونے کا مرے وقت ہے اس درجہ نہ چلاؤ کل تین پہر رات ہے رو لیجو ٹھہر جاؤ
فریاد بھی کر لیجیو اور رنج و محن بھی
میں دفن کا سامان بھی بھیجوں گا کفن بھی

(۸۲) یہ کہہ جو گئے آن کے ظالم کے سپاہی دل تھام کے تڑپے حرم شیر الٰہی
ہیہات، یہ قید، اور یہ مصیبت یہ تباہی یہ بچّی کی موت اور یہ رونے کی مناہی
ایسا تو ستم خلق میں ہوتا نہیں لوگو
جس کا کوئی مرتا ہے وہ روتا نہیں لوگو؟

(۸۳) آخر سحر حشر نے منہ اپنا دکھایا سجادؑ نے غسالہ کو زنداں میں بلایا
وہ لاش کے پاس آئی تو روکر یہ سنایا ہے ہے مجھے قسمت نے یہ کیا رنگ دکھایا
دل رنج سے سینے میں ٹھہرتا نہیں لوگو
اِس بچّی کا کرتہ تو اترتا نہیں لوگو

(۸۴) اے بی بیو کیا سختی ہو آنسو نہ بہاؤ اے لوگو تن زار سے کرتہ تو چھڑاؤ
دوں غسل میں کیونکر کوئی تدبیر بتاؤ کیا اس کو مرض تھا مجھے کچھ حال سناؤ
زینب نے کہا کیا کہیں دل غم سے تپاں ہیں
کوڑوں کے یہ سب زخم ہیں دروں کے نشاں ہیں

(۸۵) آخر کو یونہی غسل دیا رنج و محن میں کرتہ بھی شہادت کو گیا ساتھ کفن میں
روکر کہا عابد نے کہ طاقت نہیں تن میں یا شاہِ ہدیٰ خاک پہ کیا سوتے ہو بن میں
ناچار ہوں میں داغِ حزینہ نہ اٹھے گا
بیمار سے تابوتِ سکینہؑ نہ اٹھے گا

(۸۶) اے قاسم مضطر مجھے دل سے نہ بھلاؤ بھیا مجھے تنہائی میں اتنا نہ رلاؤ
اکبر تمہیں ہمشیر کے دفنانے کو آؤ عباس بھتیجی کے جنازے کو اٹھاؤ
بیکار مرے ہاتھ ہیں صدمے سے رسن کے
میں طوق سنبھالوں کہ جنازے کو بہن کے

☆

مرثیہ

علیؑ سے سلسلۂ اولیائے اُمّت ہے

بند: ۱۷

تصنیف: ۱۹۵۰ء کے بعد بمقام: پاکستان

(خلاصہ)

مدح حضرت علیؑ ___ فقر اور قلندری کی تشریح وحقیقت اور مولا علیؑ کی زندگی ___ تصوف پر بحث ___ حضرت علیؑ اور تصوف ___ ساقی نامہ ___ صحابیٔ رسولؐ جناب ابوذر اور شام کے واقعات ___ ابوذر کو گرفتار کر کے دربارِ حاکم میں پیش کرنا ___ دربار سے ربذہ جانے کا حکم ___ ابوذر کی جلا وطنی ___ ربذہ میں ۷ سالہ بیٹی کا ساتھ اور وصیت ___ ابوذر کی وفات ___ وہاں سے ایک قافلے کا گذر ___ بعدِ شہادتِ امام حسینؑ قبیلۂ بنی اسد کے لوگوں کا آنا اور لاشِ امامؑ کو لینا ___

(۱) علیؑ سے سلسلۂ اولیائے اُمت ہے یہی صراطِ وِلا، جادۂ حقیقت ہے
یہ جس روش پہ چلیں بس وہی شریعت ہے یہی ولایتِ کُل ہے، یہی امامت ہے
نبیؐ کے بعد جو عِلم و عَمل میں اولیٰ ہیں
ولی ہیں اور بھی جتنے، یہ سب کے مولیٰ ہیں

(۲) متاعِ ہر دو جہاں فقرِ حیدری کا مآل فقیر ہیں اسی چوکھٹ کے قطب اور ابدال
زمانہ وجد میں آتا ہے دیکھ کر یہ حال کہ ایک ذات میں یکجا ہوئے جمال و جلال
فقیر بھی ہیں جناب امیرؑ بھی ہیں علیؑ
نہیں ہے ہاتھ میں زر، دستگیر بھی ہیں علیؑ

(۳) طریق فقر گدایانِ راہ کیا جانیں وہ گوشہ گیر، بجز خانقاہ کیا جانیں
قلندری کی نظر، کم نگاہ کیا جانیں یہ کیا مقام ہے، درویش و شاہ کیا جانیں
نہ آسماں نہ زمیں کے طبق پہ تکیہ ہے
علیؑ کے تکیہ نشینوں کا حق پہ تکیہ ہے

(۴) جدا ہے وحدت و کثرت سے یہ سلوک کی راہ کہ عالم اسد اللّٰہیت ہے پیش نگاہ
نہ ذکر و شغل، نہ ترک و طلب، نہ گریہ و آہ بس ایک عالم ہُو، لا الٰہ الا اللہ
فقیر سیکھ گئے ترک ما سوا کر کے
علیؑ علیؑ کا وظیفہ خدا خدا کر کے

(۵) کرے تو کوئی تصور کچھ اس کی عظمت کا مراقبے میں تصور ہو جس کو حضرت کا
طلب میں ذوق نہ خلوت کا ہے نہ جلوت کا کہ آستاں ہے نظر میں شہ ولایت کا
وہ آستانِ معلّیٰ علیؑ کی چوکھٹ ہے
کہ ہر دلی کی ولایت ولی کی چوکھٹ ہے

(۶) کہاں ہے خرقہ بدوشی پہ عشق آمادہ ردائے دوشِ علیؑ اس کا خرقۂ سادہ
مقامِ ہُو کے، نہ لاہُوت کے ہیں دلدادہ کہ فرشِ مسجد کوفہ ہے اپنا سجادہ
علیؑ کے حق کی شہادت مشاہدہ اپنا
جہاد نفس حقیقی مجاہدہ اپنا

(۷) نہ مقبروں کے مجاور، نہ زاویوں کے مکیں کہ اہل دل کی نظر کا، یہ زاویہ ہی نہیں
نہ بارگاہ نشیں ہیں، نہ خانقاہ نشیں کلاہ و لنگر و چادر، خلافِ دانش و دیں
سفینۂ حرمِ مصطفیٰؐ جو لنگر ہے
تو مدح چادر تطہیر اپنی چادر ہے

(۸) قلندروں کے نہ سودا زدوں کے سودائی نہ جاذبے کے نہ مجذوب کے تمنائی
نہ حال و قال نہ قوالیوں کی شیدائی ہر ایک حال میں مولائے کُل کے مولائی
ہمارے شیخ طریقت نبیؐ ہیں پیر علیؑ
وہ آب و گِل ہیں ولایت کا اور خمیر علیؑ

(۹) جو بوریائے قناعت ہمارا ہے بستر تو راہ فقر میں نان جویں ہے زاد سفر
زباں پہ سورۂ اخلاص، مخلصوں پہ نظر فتوح غیب کا تعویذ فاتحہ اکثر
ہر اک مرید کا مقصود ہے مرادِ علیؑ
ہمارا وِرد بیاد رسول نادِ علیؑ

(۱۰) ہیں صوفیوں کے بہت خانوادہ ہائے رشید جو خاص آل نبیؐ کے ہیں خانہ زاد و مرید
مگر جہاں نہ شریعت، نہ عظمتِ توحید وہ کاروبار تصوف ہے ایک امرِ جدید
نہ جوگیوں کے نہ چِلّہ کشوں کے چیلے ہیں
علیؑ کے نام پہ مولائیوں کے میلے ہیں

(۱۱) مشامِ جاں میں ہمارے بفضلِ ربِ کریم بسی ہوئی ہے تولّائے مرتضیٰؑ کی شمیم
ہماری بزم کی عظمت علیؑ کا ذکرِ عظیم کہ جس سے مست جناں میں مَلک، چمن میں نسیم
یہ بعد طاعت واجب، بجا عبادت ہے
علیؑ کا نام بھی، نام خدا عبادت ہے

(۱۲) جو محوِ غیر ہے وہ قوم ہے ہلاک شدہ — کہ یہ روش ہے طریقت کے سلسلے سے جدا
ہمارا سلسلۂ عالیہ ہے شرعِ ہُدا — ہماری شرع صراطِ علیؑ، صراطِ خدا

یہ مستیاں کوئی مستِ علیؑ ہی پہچانے
مثل ہے سچ کہ ولی کو ولی ہی پہچانے

(۱۳) سرور و جذب ہے کچھ اور، سروری کچھ اور — قلندری کی ادا اور، قنبری کچھ اور
کچھ اور شے ہے فقیری، گداگری کچھ اور — ہے بے زری کی روش اور، بوذری کچھ اور

ہمارے ہاتھ میں کشکول ہے نہ کاسا ہے
مگر یہ دست ید اللہ کا شناسا ہے

(۱۴) بچھڑ کے ان سے کسی آستاں پہ کیا جائیں — طلب ہے جن کی اُنہیں کے جہاں میں کہلائیں
کسی کا ذکر ہم اس تذکرے میں کیوں لائیں — خود اپنے مرشد برحق کا نام بتلائیں

علیؑ امامِ من است و منم غلامِ علیؑ
ہزار جانِ گرامی فدائے نامِ علیؑ

(۱۵) یہ صوفیہ نے کہاں اصفیا سے سیکھا ہے — ولا کا ڈھنگ شہ اولیاء سے سیکھا ہے
جو مرتضیٰؑ نے یہ سب مصطفےٰ سے سیکھا ہے — تو مصطفےٰؐ نے یہ شیوہ خدا سے سیکھا ہے

سکھا گئے ہیں کہ حق دُور بھی ہے، پاس بھی ہے
جو خود شناس ہے انساں، خدا شناس بھی ہے

(۱۶) یہی وہ فقر ہے جو فخر ہے امیری کا — ہمارے حق میں یہی امر ہے فقیری کا
نہ اس میں دخل مُریدی کا ہے نہ پیری کا — یہ مشغلہ ہے دو عالم کی دستگیری کا

شکم پُری کو وفا پروری سے کیا مطلب
جو ابنِ زر ہو اسے بوذری سے کیا مطلب

(۱۷) کہیں ہو قُطب کوئی یا ولیِ نیک نہاد — تمام بیتِ علیؑ کے غلامِ خانہ زاد
جو ہیں تو بس یہی ابدال ہیں یہی اوتاد — اویس و بوذر و سلمان و قنبر و مقداد

علیؑ کے بعد یہ مرشد ہیں اور پیر بھی ہیں
یہ بادشاہ بھی ہیں حیدری فقیر بھی ہیں

(۱۸) ولی ہے وہ جسے ان کا خدا تولا دے — یہی فقیر، رہِ فقر کے ہیں شہزادے
اصول ان کے ہیں سیدھے طریق ہیں سادے — یہی ہیں مسند خُلق نبیؐ کے سجادے
خدا نما سے نہ تو خود نما سے بیعت کر
انہی کے ہاتھ پہ دست خدا سے بیعت کر

(۱۹) شراب حُبِّ علیؑ سے جو چُور رہتے ہیں — تو بے خودی میں بھی یہ باشعور رہتے ہیں
بعلم غیب خدا کے حضور رہتے ہیں — یہ حق ہیں اور انا الحق سے دور رہتے ہیں
فروتنی بھی ہے اک ارتفاع ان کے لئے
کلام حق کی سماعت سماع ان کے لئے

(۲۰) یہ بارگاہ جناب امیرؑ کے ہیں مُشیر — فلک پہ اِن کی حکومت زمین بھی جاگیر
جلو میں روح امیں کے، درِ علیؑ کے فقیر — بشر نواز گدائی میں اپنے دل کے امیرؑ
خدا کے ساتھ انہیں فکر تھی خدائی کی
جھلک تھی ان کی فقیری میں کبریائی کی

(۲۱) ولایت ان کی مسلّم ہر اک ولایت میں — انہی کی حکمت حق کارگر حکومت میں
عمل میں، عزم میں، تدبیر میں، سیاست میں — کمالِ فقر نمایاں ہر ایک صورت میں
انہی کا پنجہ تدبیر کج کلاہوں پر
گدا کا ذکر نہیں، حکمراں تھے شاہوں پر

(۲۲) نہیں ہے دین کا مقصود صرف عقبیٰ ہی — کہ خود ہے فقر میں بھی ایک پہلوئے شاہی
طریقت اور شریعت سے جس کو آگاہی — کبھی نہ اس نے کوئی شے خلاف حق چاہی
یقیں قوی ہو دوائے شکوک ہے تو یہی
سلوک میں ہو صداقت سلوک ہے تو یہی

(۲۳) سمجھ سکے گا کوئی جذب شوق کیا اِن کا — جہادِ خیبر و خندق مجاہدہ اِن کا
عیاں ہے عجز کی سیرت سے ارتقا اِن کا — یہ بندگانِ خدا کے معیں خدا اِن کا
کیا قلوب کو تسخیر باتوں باتوں میں
شریک معرکہ دن میں قیام راتوں میں

(۲۴) انانیت نہ کوئی دعویٰ طریقت تھا — کہ عبدیت کا عمل حاصل عبادت تھا
کرم تھا اور وہ سب سے بڑی کرامت تھا — سدا تھی رحم کی عادت یہ خرقِ عادت تھا
نہ شرح صدر نہ کشف قبور کرتے تھے
پر انکشاف حقیقت ضرور کرتے تھے

(۲۵) یہ مرحلے ہیں نہ صوفی نہ اصفیا کے لئے — یہ مرتبے ہیں نہ زاہد نہ پارسا کے لئے
یہ منزلت ہے فقط منزل ولا کے لئے — کہ مرمٹے یہ خدائی پہ اور خدا کے لئے
عمل کے عالم دیں علم حق کے عامل تھے
اصول ان کے تھے برحق تو حق سے واصل تھے

(۲۶) جو ہیں علیؑ کے قلندر، عجب قلندر ہیں — کہ جن کے فقر میں بھی خسروی کے جوہر ہیں
جو پیرِ میکدہ سلماں، تو شیخ بوذر ہیں — شراب خواروں میں عمار سے مُعَمّر ہیں
بڑا رسوخ ہے ان کے یقین راسخ کا
یہ سلسلہ علوی حیدری مشائخ کا

(۲۷) یہی مشائخ امت ہیں میرِ مے خانہ — انہی کا جامِ ولا معرفت کا پیمانہ
نچوڑ زہد و ورع کا یہ بزم رندانہ — صدا لگاتی ہے شاہی یہاں فقیرانہ
لبوں پہ دم ہے مسیح زماں شتاب پلا
امیرِ محفلِ تقویٰ ہمیں شراب پلا

(۲۸) وہی غدیر کے خُم میں جو تھی بھری ساقی — وہی جو بزم جہاں میں ہے کوثری ساقی
بس اب قبول مرا عذر بے زری ساقی — کہ میکدے میں ہے دور ابوذری ساقی
نہ ردّ و کد سے عطا کر نہ زور و زر سے پلا
جو رند اہل نظر ہیں انھیں نظر سے پلا

(۲۹) وہی شراب کہ چلتی تھی بزم حیدر میں — وہی جو اب بھی چھلکتی ہے حوض کوثر میں
وہی جو کاسۂ سلمان و جامِ قنبر میں — جو مُشک ریز تھی مشکیزۂ ابوذر میں
ڈرے غنی سے نہ کچھ اقتدار والوں سے
پلا رہے تھے مساوات کے پیالوں سے

(۳۰) یہ مے ہے زہر، اگر عشق بوتراب نہیں — جو تلخ کامِ ولا ہے وہ کامیاب نہیں
شرابِ عشق میں خاصیت شراب نہیں — کہ خیرِ شُرب ہے ساقی یہ شرِ آب نہیں
جو تنگ دل اسے چھولے دماغ چل جائے
جو غیر چکھ لے تو اس کا مزہ بدل جائے

(۳۱) یہ مے وہی ہے جو ربذے سے قبل شام میں تھی — مگر وہاں بھی ابوذر کے اہتمام میں تھی
اگر چہ اس کی بہت دھوم خاص و عام میں تھی — جو ڈھونڈتے تھے تو لے دے کہ ایک جام میں تھی
بس ایک ساغرِ دل ایک کاسۂ جاں تھا
وہ جامِ پاک ابوذر کا جامِ عرفاں تھا

(۳۲) پکارتے تھے ابوذر اسی کی مستی میں — کہ شامیوں یہ اندھیرا تمہاری بستی میں
بھلائی حق کی پرستش بھی خود پرستی میں — خدا کی ذات کو بھولے غرور ہستی میں
جہاں سے آئے وہیں چل کے پھر گئے آخر
تم آخرت سے بھی ہر پھر کے پھر گئے آخر

(۳۳) یہ شامیوں کے طریقے یہ رومیوں کے شعار — کہ اب نہ سیرت مکّی نہ یثربی کردار
ہر ایک فتح تمہاری فتوح عقل کی ہار — تم اپنی اصل سے منکر، اصول سے بیزار
خوشی یہ فتح کی غفلت کی سرخوشی تو نہیں
تمہاری فوج کشی صرف خودکشی تو نہیں

(۳۴) تمہارے ہاتھ میں تلوار ہے، کتاب نہیں — تمہارے پیش نظر، کوئی انقلاب نہیں
جو کامراں ہو بظاہر، وہ کامیاب نہیں — کہ صرف فتح کا اقدام فتح باب نہیں
نہ پاسِ حق ہے نہ اخلاق ہے نہ سیرت ہے
تمہیں یہ مالِ غنیمت، بسا غنیمت ہے

(۳۵) فضائے شام میں نور ہدا کو بھول گئے — حجاز کی سحر جاں فزا کو بھول گئے
دیار کوفہ میں رہ کر وفا کو بھول گئے — خود اپنی حد سے جو نکلے خدا کو بھول گئے
عمل کے مرکز اصلی سے ہٹ رہے ہو تم
یہ بڑھ رہے ہو برابر کہ گھٹ رہے ہو تم

(۳۶) سلامتی سے بچھڑ کر فساد و جنگ ہے عام ۔ یہ حال ہے تو سلامت کہاں رہا اسلام
بُھلا چکے ہو جو پیغمبرؐ عرب کا پیام ۔ تو ایسے جذبہ اسلامیت کو اپنا سلام
کہیں رکے گا بھی جاکر سرور و کیف آخر
جہادِ نفس ہے اوّل جہادِ سیف آخر

(۳۷) جہادِ سیف اگر عالم جلالی ہے ۔ جہادِ نفس فقط جلوہ جمالی ہے
نہ تم میں جذب نہ وہ حسن لایزالی ہے ۔ یہ حرص و طمع فتوحات کی سوالی ہے
کہاں سوال رہا فضلِ کبریائی کا
جہاں میں پڑ گیا چسکا تمہیں گدائی کا

(۳۸) غرورِ حسنِ عمل کیا ہے، شامتِ اعمال ۔ طلب ہے مال کی ترک مقاصد و آمال
یہ رہ نمائی کے دعوے، یہ رہزنی کے کمال ۔ جہاں میں صرف غریبوں کا حق ہے بیت المال
یہ صبح و شام جو رٹتے ہو وہ سبق کیا ہے
تم اپنے حق پہ ہو نازاں، تمہارا حق کیا ہے

(۳۹) ہے زندگی کا خزانہ خراب سیل اجل ۔ بنا رہے ہو یہاں کیوں یہ حسرتوں کا محل
یہ بے محل ہے کہ ان کی اساس میں ہے خلل ۔ جو بے خلل ہے تو صرف اک بنائے خیر عمل
کبھی یہ حکمِ خدا کی طرح نہیں ٹلتی
بنائے خیر قضا کی طرح نہیں ٹلتی

(۴۰) یہ میرِ شام سے کہہ دے کوئی پیامِ فقیر ۔ کہ تو ہے راندۂ در ماندۂ جنابِ امیرؑ
کیا ہے ہم نے جسے حرب وضرب سے تسخیر ۔ یہ ملک شام نہیں آلِ حرب کی جاگیر
یہ اور بات کہ ہم نے طلب نہ کی، یا کی
یہ مُلک، مِلک نہیں ہے بنی امیہ کی

(۴۱) غرض کہ شام میں شام و سحر یہ مرد غیور ۔ سنا رہا تھا یونہی دین پاک کا دستور
جو دل میں تھا وہی لب پر، جو غیب تھا وہ ظہور ۔ نہ احتساب سے قاصر نہ سرزنش میں قصور
یہ درد کہتا تھا رہ رہ کے درد مندوں کا
کہ مُلک، مِلکِ خدا اور مال بندوں کا

(۴۲) خلاف زر یہ ابوذر جو کر رہے تھے کلام ۔۔۔ تو انگری کی طرف بڑھ رہی تھی نفرت عام
لرز رہے تھے وہ سب ساکنانِ خطۂ شام ۔۔۔ حلال مال جنہوں نے بنا لیا تھا حرام
یہ صبح و شام جو نعرے تھے ناریوں کے خلاف
صدا یہ پہلی تھی سرمایہ داریوں کے خلاف

(۴۳) رسولؐ سے تمہیں نفرت، علیؑ سے کینہ ہے ۔۔۔ ادھیڑ دینے کے قابل تمہارا سینہ ہے
نفَس بھی بد سے ہے بد، نفس بھی کمینہ ہے ۔۔۔ تمہارے جام میں مزدور کا پسینہ ہے
تلاش حق میں نہ مشہد گئے نہ طوس گئے
شراب پی لی، غریبوں کا خون چوس گئے

(۴۴) محاسبہ جو ابوذر کا انتہا سے بڑھا ۔۔۔ امیر شام نے اپنے امیر کو لکھا
دمشق میں ہے بہت انقلاب کا خطرہ ۔۔۔ کہ اہل زر کو ابوذر نے کر دیا رسوا
خواص کی ہو کہ ہنگامۂ عوام کی بات
دیار شام کی شورش ہے صبح و شام کی بات

(۴۵) مخالفت کی خلافت نے جبکہ پائی خبر ۔۔۔ امیر شام کو بھیجا یہ حکم گھبرا کر
کہ شور و شر کا ہے ان شورشوں سے خوف و خطر ۔۔۔ علاج اِس کا نہ زاری، نہ زن، نہ زور، نہ زر
غضب کی آگ جو بھڑکی ہوئی ہے سینے میں
اسیر کرکے انھیں بھیج دو مدینے میں

(۴۶) ملا جو حاکمِ شامی کو حکمِ قہر آثار ۔۔۔ بجبر کرکے ابوذر کو اک شتر پہ سوار
کیا روانہ مدینے کی سمت بے تکرار ۔۔۔ کہ اختلافِ خلافت تھا جرم، قابلِ دار
فلک یہ ظلم کے کانٹے زمیں پہ بوتا ہے
رسولِ رب کا صحابی اسیر ہوتا ہے

(۴۷) پکارتی تھی یہ عبرت بأشک و نالۂ و آہ ۔۔۔ یہ ہے دمشق، یہاں عشق مصطفٰیؐ ہے گناہ
ابھی تو قید ہوا اک فقط صحابیِ شاہ ۔۔۔ وہ دن بھی دور نہیں ظلم کے ہے پیش نگاہ
اٹھے گا حشر اسی سرزمیں سے دوراں میں
نبیؐ کی آل یہاں قید ہوگی زنداں میں

(۴۸) ہوئے ز بسکہ ابوذر جو حاضرِ دربار تو وہ جلالت رخ تھی کہ دنگ تھے حضار
ٹپک رہا تھا نظر سے قلندری کا خمار جبیں میں فقرِ علیؑ ولی کا فخر و وقار
یہ اک فقیر جلالت پناہ آتا ہے
کہ انجمن میں کوئی بادشاہ آتا ہے

(۴۹) فقیر پر جو پڑی حاکم عرب کی نظر تو اک ہراس مسلط ہوا خلافت پر
کہا کہ تجھ پہ سلام اے صحابی سرور گواہ تھے ترے عرفانِ حق کے پیغمبرؐ
نہ صرف رتبہ خیر الورا کو پہچانا
خدا کے فضل سے تو نے خدا کو پہچانا

(۵۰) بصد نیاز خلیفہ نے جب یہ کی تقریر تو یہ جری کہ جناب امیرؑ کا تھا فقیر
پکار اٹھا کہ خلافت کی اب ہے یہ توقیر کہ اپنی اصل سے باغی ہے شامیوں کا امیر
ادائے حق کا ادا کس طرح وظیفہ ہو
کہ وہ مخالف حق اور تم خلیفہ ہو

(۵۱) گزر رہی ہے جو دل پر وہ کہہ نہیں سکتا رواجِ جور ہو یہ جور سہہ نہیں سکتا
رواروی سے کسی رَو میں بہہ نہیں سکتا میں ظلم دیکھ کے خاموش رہ نہیں سکتا
بتائے وہ جو ہے قائل خدا کی ہستی کا
کہاں ہے حکم شریعت میں زر پرستی کا

(۵۲) یہ گفتگو جو ابوذر نے کی سرِ دربار عجب سکوت خلیفہ پہ چھا گیا اک بار
ہجومِ عام میں بعد از تامل بسیار اٹھا کے سر یہ کہا اے ابوذر دیندار
اب آپ جائیں نہ کوفے نہ عزمِ شام کریں
بس اب تو ربذے کے لئے ربذے میں قیام کریں

(۵۳) اٹھا یہ سن کے رسولؐ عرب کا شیدائی شروع ہوگئی ربذے میں دشت پیمائی
نہ ساتھ تھا کوئی مونس نہ دوست اور بھائی بس ایک دختر کم سن رفیقِ تنہائی
رضا کی راہ میں قائم رضا کا بندہ تھا
خدا کی ذات تھی اور اک خدا کا بندہ تھا

(۵۴) وہ ایک وادیٔ بے آب منظرِ عبرت — وہ گرم ریگِ بیاباں وہ دھوپ کی حدّت
وہ ساتھ چھوٹی سی بچی وہ پیاس کی شدت — کہ جیسے رن میں سکینہ بعالمِ غربت
ہر اک سے دور ابوذر بیاد مولا تھے
کہ جیسے عصر کو رن میں حسینؑ تنہا تھے

(۵۵) وہ ہمنشینِ نبی اور وہ چلا وطنی — وہ غم وہ فاقوں پہ فاقے، وہ لب پہ شکر غنی
وہ یادِ عہد جنابِ پیمبرِ مدنی — وہ ہجرِ روضہ اقدس کی دل جگر میں انی
خیال شہرِ مدینہ بہت ستانے لگا
بڑھی جو یہ تپ فرقت بخار آنے لگا

(۵۶) وہ ایک پیرِ غریب الوطن، وہ دشتِ بلا — کہ جیسے مسلمِ بیکس تھے یکہ و تنہا
وہ غش پہ غش، وہ نقاہت، وہ ضعف واسقا — دوا بھی تھی نہ میسر مثالِ زین عبا
غضب کی پیاس میں طاری غشی جو ہوتی تھی
وہ سات سال کی بچی تڑپ کے روتی تھی

(۵۷) پڑے تھے دیر سے بیہوش بوذرِ دیندار — کہ اُٹھ کے بیٹھ گئے دفعۃً بحالتِ زار
نگاہِ یاس سے بیٹی کو دیکھ کر اک بار — کہا کہ اے مری پیاری، پدر ہو تم پہ نثار
اخیر اب یہ مصیبت نصیب ہے بیٹا
ہماری تم سے جدائی قریب ہے بیٹا

(۵۸) مفر اجل سے نہیں نظمِ زندگی ہے یہی — ہماری موت پہ کرنا نہ گریہ و زاری
بلانے آئے تھے ہم کو میانِ خواب نبیؐ — تمہیں بھی دے گئے ہیں اک حضور خوش خبری
تمہارے باپ کو اللہ جب اٹھالے گا
تو اک ولی تمہیں بابا کی طرح پالے گا

(۵۹) اٹھے جہان سے جب یہ حزیں بامرِ قضا — تو شاہراہ پہ جانا اُڑھا کے ہم کو ردا
اُدھر سے قافلہ گزرے گا اک بحکمِ خدا — تم آگے بڑھ کے بلا خوف روک کر کہنا
جو فرض اب ہے تمہارا کرو ادا لوگو!
گزر گیا ہے صحابی رسولؐ کا لوگو!

(۶۰) یہ کہتے کہتے زمانے سے چل بسے بوذر یتیم ہوگئی بیہوش گر کے میت پر
اٹھی جو غش سے تو لاشے پہ ڈھانپ کر چادر اسی طرف کو چلی باپ نے کہا تھا جدھر
اجاڑ دشت میں، دہشت سے جان کھوتی تھی
یتیم مثلِ سکینہ تڑپ کے روتی تھی

(۶۱) کھڑی تھی راہ میں معصوم بیکس و تنہا کہ ایک قافلہ آتا ہوا نظر آیا
یتیم حضرت بوذر نے دی یہ بڑھ کے ندا کہاں کو جاتے ہو ٹھہرو ذرا برائے خدا
سنو نظر میں ہے عظمت اگر پیمبرؑ کی
پڑی ہے لاش یہاں بے کفن ابوذر کی

(۶۲) امیر قافلے کے تھے جو مالکِ اشتر فرس سے کود پڑے یہ کلامِ غم سن کر
ٹھٹک کے رہ گئے سب اہل کارواں یکسر اٹھا کے گود میں بچی کو روئے اہل نظر
بہت یتیم کے غم نے جو بیقرار کیا
چچا کی طرح سے مالک نے بڑھ کے پیار کیا

(۶۳) کہاں تھے مالکِ اشتر میانِ کرب و بلا پڑا تھا جبکہ سکینہ پہ غم یتیمی کا
دلاسا دیتا تھا کوئی نہ پیار کرتا تھا طمانچے مار رہے تھے ہزار اہل جفا
پکارتی تھی یہ بچی مجھے بچاؤ کوئی
ارے فرات سے میرے چچا کو لاؤ کوئی

(۶۴) تصورات نے پہنچا دیا کہاں اک بار جہاں نہ ضبط کی طاقت رہی نہ دل کو قرار
کلیجے تھام کے اب عاشق شہ ابرار سنیں تتمۂ دفنِ ابوذرِ دیندار
شریک غسل و کفن لوگ ہیں یہاں کتنے
ابھی رسولؐ کے زندہ ہیں قدرداں کتنے

(۶۵) ہزاروں اہل ولا حاجیان نیک سیر اٹھا رہے ہیں بحرمت جنازۂ بوذر
کفن دیا ہے وہ مالک نے قیمتی چن کر کہ جس کی نقد ثمن دس ہزار سکۂ زر
یہ برکتیں ہیں فقط نسبت پیمبرؐ کی
اٹھی ہے دھوم سے میت جناب بوذر کی

(۶۶) مقام غور ہے اے عاشقان شاہ زمن — یہ انقلاب زمانہ یہ ظلم چرخ کہن
نبی کے دوست کا اس شان سے بنے مدفن — مگر نبی کا نواسہ نہ پائے غسل و کفن

ردائے خوں سے ڈھکا جائے سر بسر لاشہ
سناں پہ فرق مُطہر ہو خاک پر لاشہ

(۶۷) رفیق ہوں نہ اعزہ صغیر اور نہ کبیر — حرم اسیر تو دلبند بستہ زنجیر
نہ ہو ردا بھی کہ سر اپنا ڈھانپ لے ہمشیر — کہاں سے لائے کفن پھر وہ بیکس و دلگیر

سوال رحم کریں خاک وہ زمانے سے
سزا جو رونیکی پاتے ہوں تازیانے سے

(۶۸) بچے تھے تیغ سے جو طفل اور حرم وہ تمام — رسن میں بندھ کے گئے قتل گاہ سے سوئے شام
زمیں پہ رن میں پڑی رہ گئی جو لاش امام — ردائے گرد تھی اور دھوپ صبح سے تا شام

فضائیں رات کو شبنم سے غسل دیتی تھیں
بتول حلق بریدہ کے بوسے لیتی تھیں

(۶۹) اندھیری رات میں نوحہ یہ پڑھتی تھیں ہر بار — کہاں ہو اے مرے بابا رسولِ عرش وقار
وہ میرا لال جو کاندھے کا آپ کے ہے سوار — زمیں پہ خون میں غلطاں پڑا ہے زار و نزار

بس اب بتول کو صدمہ نہ دیجئے بابا
پسر کے دفن کی تدبیر کیجئے بابا

(۷۰) بنی اسد کی زراعت جو تھی وہاں سے قریب — سنے انہوں نے مسلسل یہ نالہائے غریب
سمجھ گئے کہ یہ بیکس قتیل ظلم نصیب — شہید راہ خدا ہے کوئی خدا کا حبیب

یہ بی بی جس کے لئے غم سے جان کھوتی ہے
نظر تو آتی نہیں اور تڑپ کے روتی ہے

(۷۱) یہ بات سوچ کے آئے جو شہ کی لاش کے پاس　　نظر پڑا کہ نہ ثابت ہے جسم اور نہ لباس
کفن ہوا نہ میسر جو باعثِ افلاس　　تو بوریے میں لپیٹا تن خجستہ اساس
سنے یہ حال لحد میں جو ماں تو کل نہ پڑے
کہیں غریب کفن پھاڑ کر نکل نہ پڑے

☆

شریکِ دعوتِ اسلام ہیں ابوطالبؑ

بند: ۹۵

تصنیف: ۱۹۷۱ء بمقام: کراچی۔ پاکستان

(خلاصہ)

مدح وثنائے جناب ابوطالبؑ ___ قبل از بعثت اور بعد از بعثت کی حیات ابوطالبؑ سے ان کے ایمان کے اثبات ___ قرآن مجید، احادیث اور تاریخ سے دلائل ___ مصائب امام حسینؑ اور شہادت ___

(۱) شریک دعوت اسلام ہیں ابوطالبؑ نبیؐ کو حق کا اک انعام ہیں ابوطالبؑ
حریم وحی میں الہام ہیں ابوطالبؑ حرم کے عزم کا احرام ہیں ابوطالبؑ
یہ چمن کے لائیں جو غنچہ وہ پھول ہو جائے
پھر اِن کے سائے میں پل کر رسولؐ ہو جائے

(۲) رسولؐ رب کے نگہبان ہیں ابوطالبؑ نبیؐ ہیں دین، تو ایمان ہیں ابوطالبؑ
نزول وحی کا، عنوان ہیں ابوطالبؑ بغیر لفظوں کا قرآن ہیں ابوطالبؑ
انھیں کے دم سے ہوئی ابتدائے بسم اللہ
انھیں نے نقطہ دیا زیر بائے بسم اللہ

(۳) پیمبری کی بلاؤں کا رَد ابوطالبؑ مدد خدا کی ہے، شکل مدد ابوطالبؑ
نبیؐ کی ڈھال دمِ جدّ و کد ابوطالبؑ نشانہ ختمِ رُسُلؐ اور زد ابوطالبؑ
جہاد ان کا ہے پس منظر جہاد علیؑ
علیؑ ہیں بعد میں ان کے، یہ پہلے نادِ علیؑ

(۴) مخالفت پہ نبیؐ کو تُلے تھے جب کفار کئی بزرگ تھے مکّے میں آپ کے غمخوار
بہت شریف، بہت پارسا، بہت دیندار بڑے دلیر، بڑے سورما، بڑے جرار
اسیر شعب ہوئے یہ تو سب وہ ڈر کے ہٹے
پہاڑ ٹوٹتے آئے نظر، تو سر کے، ہٹے

(۵) نظر چرا گئی دنیا، مگر ابوطالب گسے تھے نصرت حق پر کمر ابوطالبؑ
ہزار تیغیں تھیں، اور اک سپر ابوطالبؑ رکھے تھے اپنی ہتھیلی پہ سر ابوطالبؑ
لگن جو اِن کو نہ ہوتی چراغ گل ہوتا
نبیؐ کا فاتحہ، قرآن کا بھی قل ہوتا

(۶) ہر اک محل میں ہیں مشکل کا حل ابوطالبؑ نبیؐ کی جرأت عزم و عمل ابوطالبؑ
مخالفوں کی یورش میں اٹل ابوطالبؑ کہ سیل تند کی زد پر کنول ابوطالبؑ
انھیں کے رعب سے خائف عرب کے خودسر تھے
گنو تو ایک تھے، سمجھو تو ایک لشکر تھے

(۷) اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیماً جو حق نے فرمایا یہ کس کا فعل پسند آگیا جو اپنایا
اگر یہ وہ ہے، جو ایمان تک نہیں لایا تو کیا یہ آیہ ہے، کافر کی مدح میں آیا
نہیں کچھ اور بشر کے سوا ابوطالبؑ
مگر اِس آیۂ میں عینِ خدا ابوطالبؑ

(۸) وہ پروردۂ جسم و دماغ نورِ الٰہ نبیؐ کی فکر سے ظاہر ہے جس کا ذوق نگاہ
علیؑ کا حسن عمل جس کی تربیت پہ گواہ اسی سے نسبت تکفیر، اے معاذ اللہ
اِذِ ابْتَلٰی کی خبر کا یہی تتمہ ہیں
علی ہیں ان کے پسر، یہ ابو الائمہ ہیں

(۹) چڑھا ہے جن کی حمایت میں دین حق پروان رسالت اور شریعت پہ جن کے ہیں احسان
پیمبرؐ عربی پر نثار جن کی ہے جان نبیؐ کے عزم کی تکمیل جن کا ہے ایمان
وہی بتائیں گے، پوچھو نبیؐ سے کیسے ہیں
پسر بھی اِن کا ہے ایمان کُل یہ ایسے ہیں

(۱۰) منافقین کہ دل میں غبار ہے جن کے جو پاس بیٹھنے والے ہیں رات اور دن کے
اِدھر اُدھر جو بھٹکتے ہیں بغض میں اِن کے چنیں نہ صورت حَمَّالَةَ الْحَطَبْ تنکے
لگائے رکھتے ہیں دل کو جو اِن کی لاگ میں وہ
سقر کا بنتے ہیں ایندھن حسد کی آگ میں وہ

(۱۱) تلاش حق کی جوائے چشم شوق تجھ کو ہے دُھن تو ڈوب قلزم قرآں میں اور موتی چُن
بگوشِ دل کبھی لیٰسین کی زبان سے سُن کلام جَاءَ مِنْ اَقْصَی الْمَدِیْنَةِ رَجُلٌ
یہ اک رجل ہے عرب کو پچھاڑنے والا
پھر اک رجل در خیبر اکھاڑنے والا

(۱۲) بھلا سکیں گے یہ عظمت بد اعتقاد اِن کی — کہ ہے شریعت اسلام خانہ زاد اِن کی
نگاہبانی احمدؐ ہے سب کو یاد اِن کی — یہی مراد مشیت یہی مراد اِن کی
رسولؐ کو جو انھوں نے نظر کے تِل میں رکھا
تو حق نے اپنے ارادے کو اِن کے دل میں رکھا

(۱۳) کہاں ہے تنگ نظر ہم سے بھی تو آنکھ ملا — ہے ان کے کفر کا دعویٰ تو کچھ ثبوت بھی لا
کوئی تو رسم جہالت کی اِن کے گھر میں دکھا — بتوں کے آگے جھکا اِن کا سر، سر اپنا جھکا
خدا کے نور پہ او خاک ڈالنے والے
یہ بت شکن کو ہیں گودی میں پالنے والے

(۱۴) چھپا ہوا ہے تعصب کی شب میں عقل کا دن — ہٹے یہ گرد تو فہم رموز ہے ممکن
نہاں تھا آل میں فرعون کی جو اک مومن — جو کفر اس کا تھا ظاہر، تو دین تھا باطن
ملا رہا جو بظاہر گروہ بدعت سے
کلیم بچ گئے زندہ اُسی کی رویت سے

(۱۵) رضائے حق سے وہ ایسا اگر نہ بن جاتا — کتاب میں نہ خدا اس کی مدح فرماتا
کلیم پاک پہ ایماں جو کھل کے لے آتا — تو پھر حمایت موسیٰ کہاں سے کر پاتا
کچھ اس قدر یہ تقیہ خدا کو بھایا ہے
کہ وصف یَکْتُمُ اِیْمَانَہٗ میں آیا ہے

(۱۶) نہ دیکھو یہ کہ نقابِ رخِ بِنکو کیا ہے — تم اِن کے دل کو ٹٹولو کہ آرزو کیا ہے
بیان قلب میں قالب کی گفتگو کیا ہے — لہو کے آگے پسینے کی آبرو کیا ہے
تمہیں بتاؤ کہ اعلیٰ ہیں اب کہ پست یہ ہیں
خدا ہے سر پہ محمدؐ کے، سرپرست یہ ہیں

(۱۷) رسولؐ پاک کی کھیتی جو حشر تک ہے ہری — بہت کچھ ان کی بھی شامل ہے اُس میں دیدہ وری
بری لگی کہ بھلی بات ہم کہیں گے کھری — یہ تیر ہے کہ تبر، یہ بتائیں گے طبری
جو لکھ گئے انھیں ''ہمت نہ ہارنے والا
نبیؐ کو دعوت حق پر ابھارنے والا''

(۱۸) علیؑ کو آپ نے پوچھا بلا کے خلوت میں — شریک کیوں ہو محمدؐ کی ہر عبادت میں
وہ بولے، کیا کوئی شک ہے مجھے رسالت میں — کہا، ہماری خوشی بھی ہے اس اطاعت میں
اسی طریق پہ باقی رہو کہ حق یہ ہے
بتائے اب کوئی کیا کفر کا سبق یہ ہے

(۱۹) رسولؐ ان کا بڑا احترام کرتے ہیں — صوابدید سے تنظیم عام کرتے ہیں
سحر کو اٹھتے ہی اوّل یہ کام کرتے ہیں — انھیں نماز سے پہلے سلام کرتے ہیں
نبیؐ اگر کسی کافر کا یوں سلامی ہے
تو پھر ضرور نبوت میں کوئی خامی ہے

(۲۰) انھیں کے گھر میں ہیں خیر الانام صل علیٰ — پسر نبیؐ کا ہے قائم مقام صل علیٰ
کسے نصیب ہے یہ احترام صل علیٰ — کہ ان کے خورد ہیں بارہ امام صل علیٰ
خطا معاف ہو یہ بھی اگر نہیں مومن
تو پھر جہان میں کوئی بشر نہیں مومن

(۲۱) نظر میں رکھ کے حقائق جناب کا ایمان — نگاہِ باقرِ علم رسولؐ سے پہچان
کہ بہرِ وزنِ یقیں نصب ہو اگر میزان — تلے عمل کی ترازو میں خلق کا ایقان
مقابلے میں نمایاں رہیں ابوطالبؑ
ہوں ایک پلّے میں سب، ایک میں ابوطالبؑ

(۲۲) عمل کا آپ کے پلّہ نہ کیوں رہے بھاری — کہ ہیں یہ عاشق محبوبِ ایزدِ باری
گراں سے بھی ہے گراں تر بچشم دینداری — نبیؐ کے دورِ عبوری میں ان کی غمخواری
کوئی بھی پاس نہ پھٹکے، جو ان کو پاس نہ ہو
یہ رُوبرُو جو نہ ہوں، دین روشناس نہ ہو

(۲۳) قلوب دہر پہ سکّے ہیں جن کی ہیبت کے — یہ ہیں زمین پہ وہ آسماں عزیمت کے
پہاڑ بھی جو ہوں حائل غم و مصیبت کے — یہ کاٹ دیں انھیں تیشے سے استقامت کے
کہاں زمانے میں ایسے دلیر ہوتے ہیں
یہ وہ جری ہیں کہ عباس ان کے پوتے ہیں

(۲۴) کسی کے دل کو پرکھنے کا مستقل معیار   اک اُس کا قول ہے اور ایک سیرت و کردار
یہ دونوں باتیں پرکھنا ہیں اس جگہ دو بار   یہ رُخ ورق کا ہے رنگیں کہ وہ بھی ہے گلنار
بنے ہیں بحث کے دو باب غور و فکر کے بعد
نزول ذکر سے پہلے، نزول ذکر کے بعد

(۲۵) نزول ذکر سے پہلے کے سیکڑوں راوی   وہ ایسے، ملت بیضا میں جیسے بیضاوی
نظر جو ان کے بیانات پر ہوئی حاوی   یہ دل کی بات نکالی بصد جگر کاوی
علیؑ کے باپ تھے ربِّ جلیل کے پیرو
رسولؐ رب کے مربّی، خلیلؑ کے پیرو

(۲۶) بتوں کے دور میں، وحدت پرست، کفرشکن   امین امن و اماں، قامع شرور و فتن
ستم زدوں کے، یتیموں کے ملجا و مامن   عمل کا گنج گراں، علم و فضل کا مخزن
نہ دل میں شرک کی ظلمت نہ جاہلیت کی
جبیں میں صدق کی ضو، صلب میں امامت کی

(۲۷) نہ بر میں خلعت شاہی نہ سر پہ تاج زری   مگر یہ خُلق کہ محکوم عالم بشری
جہاں بلند نگاہی نہ ہو وہ سب نظری   ہر اک کے غم کی خبر، اپنے غم سے بے خبری
صلا تھی عام کہ ہر پھول خوشہ چیں توڑے
شکستہ حال ہوئے پھر بھی دل نہیں توڑے

(۲۸) براہ راست یہ سروِ ریاض ابراہیمؑ   خلیق، نیک سِیَر، سرپرستِ خُلقِ عظیم
مشیر ختم رُسُلؐ، خاتمے کی عقلِ سلیم   دلیر، شیر، جری، رحم دل، غیور، کریم
دمِ جلال و غضب قہر، کینہ جُو کے لئے
سکوں مُحِب کے لئے زلزلہ عدو کے لئے

(۲۹) کوئی بھی غم میں پہنچ جائے، آپ جائے پناہ   مقام و منزلِ معبود و عبد سے آگاہ
عبودیت میں جو حق العباد پیشِ نگاہ   تو اوصیا کا نمونہ تھے یہ بحمد اللہ
عجیب عالمِ عرفاں تھا کبریا کی قسم
ہجومِ غم میں بھی دل مطمئن خدا کی قسم

(۳۰) یہ رحمت و کرم و فیض و جُود کے دریا جو دل سخا کا سمندر، تو آنکھ بحرِ عطا
کہ جیسے جانب قبلہ کی پُر امید گھٹا جھما جھمی سے جو برسے تو جھوم جائے فضا
یہی کرم تھا جو تاجدِ اِنّمــــا آیا
اسی عطا کی خبر سُن کے ھَـل اَتــیٰ آیا

(۳۱) عمل کو دیکھیے یا جانچیے صفائی دل ہر اک لحاظ سے ہیں احترام کے قابل
قوی جو فکر و بصیرت تو معرفت کامل کرم میں آبِ رواں، عزم میں پہاڑ کی سِل
یہ نیکیاں ہیں مسلّم جو آپ نے کی ہیں
بشر کے بھیس میں گویا جہانِ نیکی ہیں

(۳۲) ہوئی جو قحط سے فاقوں میں مبتلا خلقت تمام قوم ہوئی ان سے طالب نصرت
اٹھے بھتیجے کو لے کر پئے دعا حضرت اِدھر زبان کھلی، اور اُدھر درِ رحمت
خدا کی شان دکھادی کھڑے کھڑے فوراً
دعا کے ساتھ سمندر برس پڑے فوراً

(۳۳) یہ ذکر سن کے زمانہ کہے یہ بات اگر کہ ہونے والے نبیؐ کی دعا کا تھا یہ اثر
تو ہم کہیں گے یہ شک آپ کا سر آنکھوں پر کہ مدعا ہے اِسی کے جواب میں مضمر
یقیں ہے دین کی بنیاد باخدا کے لئے
یقین تھا تو یہ لائے انھیں دعا کے لئے

(۳۴) شریک امر نبیؐ تھے یہ بن کے کوہِ عظیم رواجِ حق کو اُٹھے تو اٹھے بعزمِ صمیم
اب اس میں جو بھی کڑی آئے، خم سر تسلیم یہ اِن کا فعل، یہی سنّتِ نبی کریمؐ
یہی تو فکر و نظر فتح باب تھی جب بھی
اسی کا حسنِ نتیجہ اساس ہے اب بھی

(۳۵) سنے گئے تھے وہ کلمے کبھی جہان میں کب جو عقدِ بنت اسد میں ادا ہوئے بہ ادب
ہے کُلِّ حمد کا حقدار عالمین کا رب یہ پہلے اِن کا تھا خطبہ، کلام پاک ہے اب
بڑا غضب ہے جو شک ہو اب اس کے ایماں میں
کہ جس کے لفظ ہیں اُم الکتاب قرآں میں

(۳۶) یہ مسئلہ ہے مسلّم، نہیں محلِّ نظر — پڑھائے عقد جو کافر، تو عقد ہے ابتر
نہ تھے یہ دینِ حنفی پہ قبل بعثت اگر — رسولؐ نے انھیں قاضی بنا لیا کیونکر
جو کفر کا کوئی اس باخدا کے قائل ہے
تو پھر نبیؐ سے خدیجہ کا عقد باطل ہے

(۳۷) رسولؐ جبکہ نہ تھے اور نہ تھے رسول پرست — یہ تھے کرامت وہبی سے تب بھی بالا دست
کھلے سپاہِ ہوازن میں یہ رموزِ الست — یہ مل گئے تو ظفر تھی، یہ ہٹ گئے تو شکست
ہو منکر اب جو کوئی آپ کی ولایت سے
تو کیا وہ دور تھا خالی خدا کی حجت سے

(۳۸) سماج میں تھا رواجِ شراب و نغمہ و ساز — یہ اس سے دور بفتوائے فکر وحی طراز
عمیق علم، کمالاتِ نفس سے ممتاز — ولی سرشت، امامت منش، نبوت ساز
یہ وقت لائے یہی حفظ مصطفےٰؐ کر کے
ملی نبیؐ کو رسالت، خدا خدا کر کے

(۳۹) نزول وحی ہوا اور چچا کے پاس آئے — زبان سے ابھی کہنے بھی کچھ نہیں پائے
کہ دیکھتے ہی انھوں نے وہ لفظ فرمائے — جو تھے کتابِ ولایت کے بولتے آئے
کہ جیسے اُن کو خبر مل گئی ہے پہلے سے
خبر سے دل کی کلی کھل گئی ہے پہلے سے

(۴۰) خدا ہی جانے یہ الہام تھا کہ جذبۂ دل — کہو گے اب اسے ایماں کی کون سی منزل
زبانِ حال میں بولا یہ عارفِ کامل — تمہارے حال سے بیٹا چچا نہیں غافل
چھپا چھپا کے نہ اب سجدہ و رکوع کرو
خدا معین ہے اعلانِ حق شروع کرو

(۴۱) وہ شان ہو کہ عدوئے سخن کے ہمتیں ہاریں — فصیح زورِ تکلّم پہ جان و دل واریں
خلافِ دابِ ادب یہ ذرا جو دم ماریں — نکل پڑیں گی ابھی کاٹھیوں سے تلواریں
جلو میں بہرِ مدد رحمتوں کا لشکر ہے
نہیں خدائی تو ڈر کیا، خدا تو سر پر ہے

(۴۲) یہ دے گئے تھے پدر مجھ کو مژدۂ دل خواہ — کہ ہے پیمبر خاتم یتیم عبد اللہ
کرے جو خیر سے اعلانِ حق یہ غیرت ماہ — اٹھو برائے مدد لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰــــہ
پدر کے قول کا ایقان فرض ہے مجھ پر
تمہارے دین پہ ایمان فرض ہے مجھ پر

(۴۳) چچا نے دے کے سہارا انھیں ابھارا جب — تو آس بندھ گئی، خوش ہو گئے رسول عرب
علیؑ کو بھیج کے کنبہ کیا نبیؐ نے طلب — چراغ حق کا جلایا میانِ ظلمت شب
قریش آئے جو دعوت میں ذو العشیرہ کی
چلا شروع ہوئی اُن کے قلوبِ تیرہ کی

(۴۴) رسولؐ رب نے سنایا انھیں جو حق کا پیام — چلے گئے وہ سب اٹھ کر، خواص اور عوام
نبیؐ نے دوسرے دن پھر طلب کیا سر شام — ہوا طعام قبول، اور گفتگو ناکام
تھے روکھے پن سے جو رخصت کے فتنہ جو طالب
کمر کو کس کے کھڑے ہو گئے ابوطالبؑ

(۴۵) کہا کہ اے مرے فرزند واجب الاکرام — تمہاری باتیں ہیں سچی، کہ تم ہو صدق تمام
لٹا رہے ہو جو شیریں نصیحتوں کے کلام — مجھے قبول ہے دعوت، کرو تم اپنا کام
ہر اک قدم مرے بابا کی ہے دعا حافظ
تمہارا میں ہوں محافظ، مرا خدا حافظ

(۴۶) یہ بات کہہ کے جو مجمع پہ اک نظر ڈالی — وہ سب تھے جمع جو ان کو سمجھتے تھے والی
جو حکم دیتے تھے، جاتا نہ تھا کبھی خالی — کہا یہ دل نے کہ ظرف ان کے تو نہیں عالی
انھیں کے فتنے سے اسلام کو بچانا ہے
انھیں کو موڑ کے باطل سے حق پہ لانا ہے

(۴۷) ابھی جو کلمۂ طیب کیا زباں سے ادا — تو پھر یہ بات نہ مانیں گے تیر ہوگا خطا
رُکے یہ سوچ کے اور آخرِ سخن میں کہا — مدد کروں گا بھتیجے کی اپنے میں بخدا
خدا کا ایک ہے دین اور وہ نیا کب ہے
جو میرے باپ کا مذہب وہ میرا مذہب ہے

(۴۸) ابولہب نے سنا یہ تو بول اُٹھا جل کر — کہ بھائی جان ذرا سوچئے بفکر و نظر
یہ ننگ و عار مسلط نہ کیجئے ہم پر — بپھر کے بولے ابوطالبؑ خجستہ سیر
سمجھ چکا ہوں میں اچھی طرح نتیجے کو
مجال کس کی جو ٹوکے مرے بھتیجے کو

(۴۹) پڑھی ہیں میں نے سماوی کتب بچشمِ عمیق — یہ دین حق ہے محقق بدیدۂ تحقیق
پکارے مڑ کے بھتیجے کو پھر یہ عمِّ شفیق — اٹھو اٹھو مرے سردار صادق و صدّیق
پیام حق کا سناؤ کہ ہم سنیں گے اسے
کسی نے چوں بھی اگر کی تو دیکھ لیں گے اسے

(۵۰) چچا نے کھل کے یہ وعدہ کیا جو نصرت کا — وقار بڑھنے لگا دن بدن رسالت کا
زمانہ سمجھے گا کیا راز مومنیت کا — یہ ہے جہاد کا میداں نہیں پھری گتکا
دیارِ کفر میں کلمے کی دھوم مچنے لگی
بہار نغمۂ وحدت فضا میں رچنے لگی

(۵۱) رفیقِ کار ہوئے بے خطر ابوطالبؑ — ڈٹے محاذ پہ لے کر پسر ابوطالبؑ
جمے رہے صفتِ شیرِ نر ابوطالبؑ — اُدھر رسولؐ مبلّغ، اِدھر ابوطالبؑ
وہ حسبِ وقت و محل آیتیں سنانے لگے
یہ پڑھ کے اُن کے قصیدے فضا بنانے لگے

(۵۲) قصائد متعدد کہے بشانِ رسولؐ — جو آج تک ہیں فصاحت کی بزم میں مقبول
خطاب کرکے نچھاور کئے یہ مدح کے پھول — تمہاری دعوتِ صادق ہے جان و دل سے قبول
ہمارے ناصحِ کامل ہو اور امین ہو تم
تمہارے دین کے صدقے ہمارا دین ہو تم

(۵۳) تمھیں گھرانے میں ہاشم کے ہو وہ چشمۂ آب — کہ جس کے فیض سے نسلیں ہوں حشر تک سیراب
جبیں تمہاری بزرگی کے اوج کی مہتاب — مثیلِ حضرتِ موسیٰؑ تو خضرِ راہِ صواب
جہاں میں فخرِ اب و جد ہو تم خدا کی قسم
نبیؐ ہو اور محمدؐ ہو تم خدا کی قسم

(۵۴) اب اس مقام پہ تیغِ قلم بجائے مصاف ہے داد خواہ اسی سے جو اس جگہ ہے خلاف
نبیؐ ہو تم، یہ قصیدے میں کہہ دیا جب صاف تو پھر بھی کیا ہیں یہ کافر ہی، کیجئے انصاف
مناظرہ ہے، نہ بحثیں ہیں، کینہ و کد کی
یہ جدّ و کد ہے کہ یہ بات ہے مرے جد کی

(۵۵) اِدھر یہ ان کے قصیدوں کا ہو رہا تھا اثر کہ دب رہے تھے مسلسل قریش کے خودسر
اُدھر نبیؐ سے خدا کا کلام سُن سُن کر قیاس و وہم سے میداں طلب تھی فکر و نظر
یہ انقلاب کے سامان ہوتے جاتے تھے
کہ بُت پرست مسلمان ہوتے جاتے تھے

(۵۶) کسی کا ٹوٹ کے جانا تھا کافروں کی شکست کہ جس سے اور بھی جھلّا گئے تھے ظلم پرست
صحابیوں سے الجھنے لگے تھے دست بدست کبھی دیئے گئے طعنے، کبھی کچھ اس سے بھی پست
ہر اک قدم جو نئی جنگ ہوتی جاتی تھی
تو زندگی کی قبا تنگ ہوتی جاتی تھی

(۵۷) اگرچہ کفر پہ ہیبت انھیں کی تھی غالب مگر نہ تھا ابھی ماحول جنگ کا طالب
جہاد کا تھا نہ ڈھانچا نہ عسکری قالب پڑا یہ وقت تو کام آئے پھر ابوطالبؑ
بقصدِ ہجرتِ حبشہ جو قافلہ نکلا
تو اُس کی تہ میں بھی ان کا ہی مشورہ نکلا

(۵۸) نہ مشورہ ہی فقط بلکہ اِس قدر ایثار کہ پہلے نذر کیا اپنے قلب و جاں کا قرار
قرارِ قلب وہ بازوئے حیدرِ کرارؑ خوشی سے مرنے پہ تیار، جعفرِ طیارؑ
وہ آج بھی جسے ہمدردیاں ہوں دین کے ساتھ
پسر کو بھیج تو دے موت کے یقین کے ساتھ

(۵۹) چلے برائے تعاقب جو کفر کے جاسوس اذاں کی ضد پہ کبھی جیسے غل کرے ناقوس
جو رہ گئے تھے صحابہ وہ سب ہوئے مایوس مگر رسولؐ، خدیجہؑ، علیؑ، یہ چند نفوس
بڑھے مدد کو پھر اب ایک بار ابوطالبؑ
قلم کی پکڑے ہوئے ذوالفقار ابوطالبؑ

(۶۰) لکھا وہ حاکم حبشہ کو نامۂ منظوم مورخین ادب میں مچی ہے جس کی دھوم
کہ اے امیر حبش کیا نہیں تجھے معلوم محمدؐ عربی ہیں وہ بندۂ قیوم
خدا کے حکم سے جو دین کے مُنادی ہیں
مثالِ عیسیٰ و موسیٰ نبی و ہادی ہیں

(۶۱) کتابِ عیسیٰ مریمؑ جو ہے خدا کا کلام پڑھا ہے تونے بھی اس میں ضرور ان کا نام
خلوصِ دل سے تجھے دے رہا ہوں میں یہ پیام کہ اب خدا کے لئے شرک چھوڑ، لا اسلام
لکھا ہے جس نے یہ خط اُس کا دین ظاہر ہے
یہ لفظ کیا وہ لکھے گا جو آپ کافر ہے

(۶۲) جمے رہے جو ابوطالبؑ اور اُن کے پسر بنی نہ کفر کی سازش کی بات ذرہ بھر
امیر پر جو کھلا مشرکوں کا فتنہ و شر ہوا سفینۂ سفیانیت ہی زیر و زبر
بڑے گئے تھے جو سردار سر اٹھائے ہوئے
پھرے وہ اپنا سا منھ لے کے منھ کی کھائی ہوئے

(۶۳) نہ کارگر ہوئی فتنوں کی جب کوئی تدبیر تو اِن سے قطع تعلق پہ تل گئے وہ شریر
وہ عہد نامہ کہ شامل تھا جس میں جمِ غفیر بشر کی شکل میں شیطان نے کیا تحریر
لکھا کہ قعرِ مذلّت میں ڈال دو ان کو
برادری سے اب اپنی نکال دو ان کو

(۶۴) ہمیں نہ دے دیں یہ جس وقت تک محمدؐ کو تو ان کے غم میں، خوشی میں، کہیں شریک نہ ہو
نہ کھانے پینے کی کچھ چیز دو نہ بات کرو اگر یہ بھوکے بھی مرنے لگیں، تو مرنے دو
یہ عہد نامہ کسی نے نہ لاکے گھر میں رکھا
لکھا نبیؐ کے خلاف اور خدا کے گھر میں رکھا

(۶۵) ملی جو اس کی ابوطالبؑ جری کو خبر کہے وہ شعر جو نشتر رگِ حمیت پر
کہ اے قریش نہ ہوگے تم اس طرح سر بر ابھی تو خون سے رنگیں نہیں ہوئے خنجر
ابھی تو میان میں تیغیں اداس بیٹھی ہیں
ابھی تو عورتیں مردوں کے پاس بیٹھی ہیں

(۶۶) خدا کے گھر کی قسم اے گروہِ فتنہ و شر　　یہ شور و شر ہے ہُوا جب شگفتہ ہوئے سر
یہ اس لئے ستم و جَور ہے محمدؐ پر　　کہ ہیں وہ ہادیِ برحق خدا کے پیغمبرؐ
یہ شعر سن کے عقیدہ تو صاف ظاہر ہے
جو اس خیال کا انساں ہے کیا وہ کافر ہے

(۶۷) طویل ہے یہ کلامِ تحدّی وہ تہدید　　وہ چُن لیا، مرے دعوے کی جس سے ہو تائید
نظر میں تول کے مستقبل رسولؐ مجید　　یہ کنبہ لے کے چلے سوئے کوہ بن کے حدید
مکین شِعب تھے مردِ دلیر کی صورت
ہر ایک فرد تھا گھاٹی میں شیر کی صورت

(۶۸) عجیب وقت پڑا تھا یہ آلِ ہاشم پر　　کہ ذرہ ذرہ تھا دشمن نظر اٹھائی جدھر
حصارِ سنگ میں محصور حریت پرور　　غذا، نہ آب، نہ بستر، نہ روشنی کا گزر
نہ ہر شعاع ہی کترا کے ان سے جاتی تھی
امید تک کی کرن بھی نظر نہ آتی تھی

(۶۹) جو گرمیاں تھیں تو محشر، جو سردیاں تو بلا　　گھٹی گھٹی سی ہوا، اور بجھی بجھی سی فضا
وہ بھوک پیاس کی شدت، میں استقامتِ پا　　وہ طفل پھول سے نازک، وہ پتیوں کی غذا
طعام جب نہ پہنچتا بہم، نہ کھاتے تھے
پر اتنے صابر و ضابطہ کہ غم نہ کھاتے تھے

(۷۰) یہ غم خوشی سے اٹھاتے تھے عمِ پیغمبرؐ　　بس ایک فکر تھی شب خوں نہ ہو محمدؐ پر
یہی سبب تھا کہ فرشِ رسولؐ پر شب بھر　　کبھی عقیل کو بھیجا، کبھی گئے حیدرؑ
کہیں نبیؐ پہ نہ ظلم شدید ہو جائیں
بلا سے گر مرے بیٹے شہید ہو جائیں

(۷۱) اُدھر وہ قتلِ نبیؐ پر تلے ہوئے گمراہ　　اِدھر یہ عابد شب زندہ دار صورت ماہ
اندھیری رات کی اوڑھے ہوئے ردائے سیاہ　　بنے تھے پشت و پناہِ رسولِ عرش پناہ
یہ جاگتے جو نہ رہتے، نصیب سو جاتا
وجود ختمِ رسالت کا ختم ہو جاتا

(۷۲) اٹھائے تین برس تک یہی غم جانکاہ · کہ ایک روز محمدؐ نے دی خبر ناگاہ
چچا اب آنے ہی والے ہیں راہ پر گمراہ · کہ عہد نامہ کو دیمک لگی بفضل الٰہ
بہ اقتضائے طبیعت بہ اہتمام خدا
حروف چاٹ گئی سب سوائے نام خدا

(۷۳) یہ سن کے دوڑ گئی رخ پہ آپ کے سرخی · یقینِ وحی نے فوراً بساطِ غم الٹی
گئے حرم میں لئے ساتھ چند مطلبی · امان چاہیں گے، سمجھے یہ دشمنانِ نبیؐ
سرور فتح جو بُشروں پہ جلوہ گر دیکھا
بصد شکوہِ خلیلی اِدھر اُدھر دیکھا

(۷۴) کہا پکار کے لاؤ تو عہد نامہ ذرا · پھر اس کے بعد ہی اب کوئی فیصلہ ہوگا
وہ سر بمُہر خریطہ جو سامنے آیا · کہا یہ تان کے سینہ کہ اے گروہِ جفا
کرو ہزار ستم، ہر ستم پہ غالب ہوں
نہیں ہوں رحم کا طالب میں حق کا طالب ہوں

(۷۵) ابھی یہ میرے بھتیجے نے دی ہے مجھ کو خبر · کہ عہد نامہ کو دیمک نے کھا لیا یکسر
سوائے کلمۂ اللہ سارے حرفوں پر · پھرا وہ قہر کا پانی کہ مٹ گیا دفتر
یہ جھوٹ ہو تو ابھی ہم سے لو محمدؐ کو
جو سچ ہو یہ، تو پیمبر کہو محمدؐ کو

(۷۶) بتائیں اہل نظر گفتگو کا یہ عنوان · کرے گا کوئی بھی کیا اختیار بے ایقان
وہی لگائے گا بازی پہ ایسے وقت میں جان · جسے صداقت وحیِ خدا پہ ہو ایمان
یہ معتقد ہیں جب اتنے رسولِ دوراں کے
تو اور ہوتے ہیں سر سینگ کوئی ایماں کے

(۷۷) اب اس کے بعد حدیثیں ہیں ایک دو وضعی · کہ مرتے وقت یہ بولے چچا سے اپنے، نبیؐ
اجل قریب ہے ایمان لائیے اب بھی · کہا انھوں نے کہ ہے دین مطلبؐ کافی
صحاح میں بھی سہی یہ، مگر غلط سمجھو
ہٹا ہے نقطۂ حق سے تو بے نقط سمجھو

(۷۸) ہیں اس کے راوی اول میتب ذی شاں — جو فتح مکہ کے موقع پہ لائے تھے ایماں
وفاتِ عمِ پیمبرؐ کے وقت تھے وہ کہاں — بیاں کا ذکر ہی کیا جب نہیں وجودِ زباں
زباں ہی جب نہیں گویا تو بات جھوٹی ہے
یہ شاخ شجرۂ سفیانیت سے پھوٹی ہے

(۷۹) جسے تلاش ہو حق کی پڑھے وہ ابن ہشام — کہ نزع میں متحرک تھے لب بذوق تمام
قریب بیٹھے تھے عباسؓ عمِ خیر انامؐ — انھوں نے جھک کے سنا اور کیا پلٹ کے کلام
جلالِ حق کا سبق پڑھ رہے ہیں جل اللہ
محمدؐ آؤ سنو لا الٰہ الا اللہ

(۸۰) ہیں معترض کی نگاہوں میں دیدہ ور عباس — صحابیوں میں بھی ہیں مردِ مقتدر عباس
رجال میں بھی ہیں شک سے بلند تر عباس — رواۃ میں بھی ثقہ اور معتبر عباس
جنھوں نے صدق بیانی کے اجر لوٹے ہیں
تو پھر وہ کون ہے سچا جو یہ بھی جھوٹے ہیں

(۸۱) نہ جانچیے یہ روایت، نہ سیرت و کردار — نبیؐ کی آنکھ سے اب ان کو دیکھیے اک بار
یہ بارگاہِ رسالت میں آپ کا تھا وقار — پچھاڑیں کھا کے انھیں روئے احمدؐ مختار
وہ ''عام حزن'' بنا ان کا جب وصال ہوا
یہ غم رسولؐ کی امت میں ایک سال ہوا

(۸۲) یہ مرنے والا گر ایمان ہی نہ لایا تھا — تو کیا رسولؐ نے کافر کا غم منایا تھا
زباں پہ وَا اَبَتَــــا بار بار آیا تھا — وہ خود بھی روئے تھے اوروں کو بھی رلایا تھا
جتا دیا تھا کہ جو محسنِ رسالت ہے
تو اُس کو رونا رلانا نبیؐ کی سنت ہے

(۸۳) یہ بات اگر ہو اجازت تو پوچھ لوں میں یہیں — حسین ابن علیؑ کیا نہیں تھے محسنِ دیں
ہم ان کو روئیں تو پھر کیوں ہو کوئی چیں بجبیں — بنے تھے اُن کا تو ناقہ رسولؐ عرش نشیں
حسینؑ سوئے شہِ مرسلیں کے سینے پر
غضب ہے شمر کا زانو انھیں کے سینے پر

(۸۴) وہ عصر اور وہ نمازِ امامِ تشنہ دہن ہزار و نہ صد و پنجاہ دیک جراحت تن
وہ اپنے خون میں رنگیں ہر ایک عضو بدن جبیں سجود میں، گردن پہ تیغ، در پہ بہن
تڑپ کے چیخ اٹھے صبر مرحلہ ایسا
کسی نبیؑ نے بھی پایا نہ حوصلہ ایسا

(۸۵) حسینؑ صبر پہ تیرے سب انبیاء ہوں فدا خوشی سے موت کو آغوشِ عاطفت میں لیا
کلیمؑ فرد تھے ہمت میں پھر بھی وقتِ قضا کہا مَلک سے کہ احباب سے مل آئیں ذرا
وہ مرتے وقت ہر اک سے بزیب و زین ملے
مگر نہ زینب و کلثومؑ سے حسینؑ ملے

(۸۶) مَلک سے بولے دمِ قبضِ روح پھر موسیٰؑ کہاں سے جان نکالوگے اے مطیعِ خدا
معینِ امرِ خدا ہے ہر ایک عضو مرا کسی کی ان میں گوارا نہیں مجھے ایذا
جسے ہو قربِ خدا، یوں بچے وہ کلفت سے
حسینؑ شاد ہوں ہر عضو کی اذیت سے

(۸۷) بگوشِ ہوش کچھ اب حالِ کربلا سنیے سنا جو میرے تصور نے وہ ذرا سنیے
بیانِ ہمت و صبرِ شہِ ہُدا سنیے وہ آتی ہے مَلک الموت کی صدا سنیے
مِلا جو حکم کہ سر سے نکال جانِ حسینؑ
کہا کہ سخت ہے یارب یہ امتحانِ حسینؑ

(۸۸) لگا ہے زخم تبر بہ رہا ہے سر سے لہو بھرے ہیں خون میں جانِ رسولؐ کے گیسو
قریب جا کے رکھوں دل پہ کس طرح قابو کہ اِس لہو میں تو ہے فاطمہؑ کے دودھ کی بو
ندا یہ آئی کہ آنکھیں تو ڈال آنکھوں میں
کہا، بہن کا ہے اس دم خیال آنکھوں میں

(۸۹) میں پھر اُن آنکھوں پہ ڈھاؤں ستم یہ کیا ہے ضرور بچھڑ کے جو علی اکبر سے ہوگئیں بے نور
ندا یہ آئی دہن سے نکال جانِ حضور کہا دہن میں تو کانٹے پڑے ہیں ربِّ غفور
یہ جاں بلب ستم و جورِ اشقیا سے ہیں
زباں ہے سوکھی ہوئی تین دن سے پیاسے ہیں

(۹۰) ندا یہ آئی کہ گردن سے کھینچ جاں ان کی کہا، میں کیا کروں گردن پہ چل رہی ہے چھری
چھری پکڑ کے یہ چلاتی ہے کوئی بی بی نہ ذبح کر مرے بچے کو میں دعا دوں گی
جہاں رواں ترے خنجر کی آب ہے ظالم
یہ بوسہ گاہ رسالتمآبؐ ہے ظالم

(۹۱) ندا یہ آئی کہ سینے سے قبض کر لے جان کہا کہ تیروں سے چھلنی ہے اے مرے رحمان
ابھی تو مار کے برچھی ہٹا ہے اک شیطان اور اب تو ہے تہِ زانوئے شمر یہ قرآن
یہ کرب ہے کہ رُخِ پاک زرد ہے یا رب
ترے حسینؑ کے سینے میں درد ہے یا رب

(۹۲) ندا یہ آئی کہ مظلومیت کے رتبہ شناس کمر سے کھینچ لے صابر کی جان بے وسواس
کہا ملک نے تڑپ کر بدرد و حسرت و یاس کمر تو ٹوٹ گئی جب سے مر گئے عباس
صدائے غیب یہ آئی بحال ہے چہرہ
کہا کہ خون سے اصغر کے لال ہے چہرہ

(۹۳) مطیع حکم ہوں پر فکر یہ ہے اے یزداں ہر ایک عضو ہے زخمی لگاؤں ہاتھ کہاں
ملا جواب یہ مشکل کریں گے ہم آساں نہ تو نکال مرے عاشق غریب کی جاں
قضا میں روحِ حیاتِ دوام ڈالیں گے
کچھ ایسے ڈھب سے یہ جان اب ہمیں نکالیں گے

(۹۴) یہ گفتگو تھی کہ مرجھا گیا رسولؐ کا پھول فلک سے آ گئے روح الامیں حزین و ملول
کہا پکار کے منھ ڈھانپ لو برائے رسولؐ پسر کی لاش پہ کھولیں گی اپنے بال بتولؑ
صدا یہ سن کے اسی سمت چل پڑیں زینبؑ
تڑپ کے خیمے سے باہر نکل پڑیں زینبؑ

(۹۵) نسیم اُدھر سے تو قدسی کی یہ صدا آئی   اِدھر تڑپتی ہوئی بنتِ مرتضیٰ آئی
قریب لاش جو خواہر بصد بکا آئی   اُخی کے حلق بریدہ سے یہ صدا آئی

کوئی بزرگ نہ اب ہے نہ خورد ہے زینبؑ
نبیؐ کی آل تمہارے سپرد ہے زینبؑ

☆

ضیغمِ شیرِ خدا رن کی طرف آتے ہیں

بند: ۸۱

تصنیف: ۱۹۵۰ء سے قبل بمقام: امروہا۔ ہندوستان

(خلاصہ)

میدانِ جنگ میں حضرت عباسؑ کی آمد ___ رجز ___ تلوار کی تعریف ___ گھوڑے کی تعریف ___ فوج یزید کے سپاہی سے مکالمے ___ جنگ ___ ساقی نامہ ___ بوقت نزع امام حسین اور حضرت عباسؑ کے مکالمے ___ شہادت ___ بعدِ شہادت علم و مشک کا خیمے میں جانا ___ بین ___

(۱) ضیغمِ شیرِ خدا رن کی طرف آتے ہیں — شور ہے، لو پسرِ شاہِ نجف آتے ہیں
حضرتِ حیدرِ صفدر کے خلف آتے ہیں — مشک اٹھائے ہوئے شمشیر بکف آتے ہیں
خوف سے حاکمِ بد، فوج کو چلّاتا ہے
دیکھ لو، سبز پھریرا وہ نظر آتا ہے

(۲) فوج تشویش میں ہے، جسم پہ سر ہے کہ نہیں — دیکھو دھڑکا ہے کہ پہلو میں جگر ہے کہ نہیں
کوئی یہ پوچھتا ہے، رن میں عمر ہے کہ نہیں؟ — بے خبر ہے کہ خبردار خبر ہے کہ نہیں؟
اک یہ بولا کہ ارے بات بناؤ اپنی
کیسی حاکم کی خبر، خیر مناؤ اپنی

(۳) کوئی ہمدرد و معین، اپنے معیں کا نہ رہا — اُف رے اندھیر، قمر مہر مبیں کا نہ رہا
اب زمیں چرخ کی اور چرخ زمیں کا نہ رہا — شور تھا یہ تو ستمگار کہیں کا نہ رہا
اس طرح ڈر نے جوانی کی فضا لُوٹی ہے
آج تک چرخ کو چکّر ہے کمر ٹُوٹی ہے

(۴) فوجِ اعدا کے قریں آ کے علمدار رُکے — غُل پروں میں یہ ہوا، جعفرِ طیّار رُکے
صف کے نزدیک یہ حضرت، پئے پیکار رُکے — یا کہ خیبر کے قریں حیدرؑ کرار رُکے
شیر کی دھاڑ سے صحرا کے شجر ہلنے لگے
قلعۂ گنبدِ دوّار کے در ہلنے لگے

(۵) تن کے نعرہ تھا کہ اب بہرِ وغا یل آئیں — جو کہ یکتا ہوں وہی کھیت میں اوّل آئیں
افسرِ فوج مقابل ہوں، ہراول آئیں — ایک دو صف نہ سہی مورچوں کے دَل آئیں
ہم کو کیا خوف کہ جانِ شہ مرداں ہم ہیں
مور چے چیونٹیاں ہیں، فخرِ سلیماں ہم ہیں

(۶) قہر ہے حاکم شامی کو بجا سمجھے ہو — کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے، کہ کیا سمجھے ہو
غول کو اک خضر راہ رضا سمجھے ہو — خود جو بھٹکا ہے، اُسے راہ نما سمجھے ہو
بادہ نوشی پہ، نہ حرمت پہ، نظر جاتی ہے
یہ خرابی بھی نہ سوجھی کہ خراباتی ہے

(۷) شوم کو ہمسر ہادیٔ سیوم جانتے ہو — عقل اُس نحس کی سالم ہے کہ گم جانتے ہو؟
اُس کی دہلیز کو تم چرخِ نہم جانتے ہو — ہم تمہیں جانتے ہیں، اور ہمیں تم جانتے ہو
خوابِ غفلت سے یونہی اہلِ دغا جاگتے تھے
کل کا دن ہے، کہ اِسی نہر سے تم بھاگتے تھے

(۸) اور ایسی کوئی شمشیرِ ظفر دم ہی نہیں — ایک تیغ مہِ نَو ہے، تو یہ چم خم ہی نہیں
ہم سے سر بر ہو، کسی سور میں یہ دم ہی نہیں — آج یہ فوج ستم ہی نہیں، یا ہم ہی نہیں
لاکھ ظلموں سے بھی گر چرخ نے پیسا ہوگا
اپنا مرنا بھی پئے دیں دم عیسیٰ ہوگا

(۹) تیغ چمکا کے جو ہم فوج پہ برہم ہوں گے — سب یہ لشکر کے پرے درہم و برہم ہوں گے
نہ تو زخموں پہ دوا، اور نہ مرہم ہوں گے — یہ پرے کھیت سے اڑ جائیں گے، پر ہم ہوں گے
داغِ حسرت جگرِ فوج میں کھلتا ہوگا
حیدری شیر ترائی میں ٹہلتا ہوگا

(۱۰) کون حیدر، جنہیں سب شیر خدا کہتے ہیں — جن کو خود خیر ورا، عقدہ کشا کہتے ہیں
جن پہ ہم مثلِ نبی صلِ علیٰ کہتے ہیں — پر نصیری تو خدا جانئے کیا کہتے ہیں
بے سمجھ، قولِ پیمبرؐ کے سِوا سمجھے ہیں
ہاں خدا وندِ زمانہ کو خدا سمجھے ہیں

(۱۱) اُن سے، کس کس کی بھلا عقدہ کشائی نہوئی — واں یہ پہنچے جہاں قدسی کی رسائی نہوئی
انبیاء کی بھی دو عالم میں دوہائی نہوئی — آج تک، یوں کسی بندے کی خدائی نہوئی
رزقِ مخلوق، جناں اور سقر ہاتھ میں ہے
خود ید اللہ ہیں، اللہ کا گھر ہاتھ میں ہے

(۱۲) ذکرِ حیدرؑ سے دلیروں کا نہ کیوں دل بہلے — جب سنا نامِ علیؑ دشمنِ ایماں دہلے
اِن کا مولد تھا جو کعبہ تو اذاں دی پہلے — آئے ہر کھیت میں یوں، جیسے کہ ضیغم ٹہلے

شہ سواروں نے فرس کھیت میں چھوڑے بھاگے
بوئے شیر آتے ہی سب کھیت کے گھوڑے بھاگے

(۱۳) یہ تلاطم تھا کہ خُولی و سناں آگے بڑھے — سن کے خولی کی صدا سارے جواں آگے بڑھے
سب سنبھالے ہوئے شمشیر و سناں آگے بڑھے — پہلواں بھی صفتِ پیلِ دَماں آگے بڑھے

تیغیں تولے ہوئے عباسؑ پہ بے پیر آئے
جنگ آغاز ہوئی، طبل بجے، تیر آئے

(۱۴) لو وہ تلوار کھنچی دشت میں بجلی چمکی — ہل گئی شیر کی دہشت سے بِنا عالَم کی
رنگ اڑا اس کا، نظر جس پہ پڑی ضیغم کی — قدسیوں نے پر جبرئیل پہ سیفی دم کی

ہر مَلَک مدحِ امامِ ازلی پڑھتا ہے
لافتیٰ کوئی، کوئی نادِ علیؑ، پڑھتا ہے

(۱۵) چھپ گیا گوشوں میں مجمع قدر اندازوں کا — جان ہونٹوں پہ تھی یہ حال تھا جانبازوں کا
ہوگیا خوف سے دم بند فسوں سازوں کا — بہ گیا دشت میں خوں شعبدہ پردازوں کا

آیا فرعونیوں پر شیر جو موسیٰ کی طرح
تیغ بھی ہاتھ میں چمکی ید بیضا کی طرح

(۱۶) جب کسی خُود پہ بیٹھی، تو جبیں تک پہنچی — دفعۃً چیں بجبیں، قلبِ حزیں تک پہنچی
قلب اُلٹے ہوئے، رہوار کے زیں تک پہنچی — زیں کے تزئیں کو مِٹاتے ہی، زمیں تک پہنچی

دَم میں ساتوں طبقے ہل گئے وہ سیر ہوئی
گرچہ ماہی کے قریں پہنچی، مگر خیر ہوئی

(۱۷) جس پہ بھی ہاتھ اٹھا ہاتھوں ہی کو مَل کے گرا — کوئی فوراً، کوئی دو چار قدم، چل کے گرا
کوئی بھاگا، کوئی مٹکے کی طرح، ڈھل کے گرا — کوئی پانی سا بہا، اور کوئی جَل کے گرا

ہر طرف خون دم تیز روانی برسا
آب سے آگ لگی، آگ سے پانی برسا

(۱۸) جنگ میں کوئی زِرہ پوش کڑی سہہ نہ سکا / واہ رے رعب، کہ کچھ منھ پہ کوئی کہہ نہ سکا
زخم کی آنکھ سے اک اشکِ الم بہہ نہ سکا / لاکھ بچتے رہے عشاق، پہ دل رہ نہ سکا
قہر ڈھایا، جو نظر اس بت قاتل سے ملی
قلب عاشق پہ چھری چل گئی، یوں دل سے ملی

(۱۹) خون پینے سے نہ وہ دشمن جاں باز آئی / صید پر کھول کے پَر صورتِ شہباز آئی
رن میں جس سمت چمک کروہ فسوں ساز آئی / ذرّہ ذرّہ سے اَنا البرق کی آواز آئی
آج موسیٰ کو یہ ہے خوف کہ پھر طُور پھنکا
طُور کا تھا یہ گماں، حشر ہوا، صُور پھنکا

(۲۰) برق تھی خرمن ہستی کے جلانے کے لئے / راستہ ڈھونڈتی تھی نہر پہ جانے کے لئے
غل تھا کافی ہیں یہ لاکھوں کے بھگانے کے لئے / یہ فضیلت ہے فقط ان کے گھرانے کے لئے
روزِ روشن، شب تاریک بناتے دیکھو
شام میں اِن کو چراغ اپنا جلاتے دیکھو

(۲۱) جس طرف رخش کو گرما کے وہ جرار آیا / سب یہ سمجھے، غضبِ حضرتِ قہار آیا
شیر جس غول پہ تولے ہوئے تلوار آیا / غُل ہوا، وہ اسدِ ضیغمِ غفار آیا
شور تھا اب صف لشکر کی کوئی سَیر کرے
شیر بپھرا ہوا آتا ہے، خدا خیر کرے

(۲۲) اُس نے غصّے میں نظر بھر کے جدھر دیکھ لیا / لاکھ نے چشم نمائی پہ سقر دیکھ لیا
دل کو سینے میں، اگر ایک نظر دیکھ لیا / دل یہ چلاّئے، ارے موت نے، گھر دیکھ لیا
دم میں یہ خانۂ ویراں میں در آئی ہوگی
صاف کہتی ہے صفائی، کہ صفائی ہوگئی

(۲۳) تیغ کی طرز، کہ رہوار کا انداز لکھوں / رشکِ طاؤس لکھوں، غیرتِ شہباز لکھوں
طائرِ ذہنِ مسیحا، دم پرواز لکھوں / زین کو زین، کہ اک سازِ خدا ساز لکھوں
وقتِ مدحت یہ اثر مجھ پہ پڑے ہیں گویا
منھ میں دنداں نہیں موتی یہ جڑے ہیں گویا

(۲۴) وہ جبیں صاف، تو وہ پتلیاں پیاری پیاری چاند سے منھ پہ، وہ مانند سحر اندھیاری
وہ طرارے، وہ سبک خیزیاں، وہ طرّاری بازوؤں میں پرِ قدسی کی طرح طیاری
جست میں طائرِ صحرا سے بھی کچھ دور اُڑا
جب ذرا گرم ہوا صورتِ کافور اُڑا

(۲۵) رہ گئے رن میں عدو، شرم کے مارے گڑ کے یہ نئی آئی کہ جی ٹوٹ گئے دل بھڑ کے
جان جانے کے وہ کھٹکے، وہ سروں کے دھڑ کے آب سے آگ لگی، آگ سے گھوڑے بھڑ کے
کہیں دو ٹکڑے ہیں اسوار تو چورنگ کہیں
زیں کہیں، رخش کہیں، باگ کہیں، تنگ کہیں

(۲۶) ڈرے رُوداروں نے منھ کھیت سے موڑے بھاگے خنجر و تیغ و سناں دشت میں چھوڑے، بھاگے
ظلم سے، عہد کئے، کان مروڑے بھاگے ہنہناتے ہوئے سب کھیت کے گھوڑے بھاگے
دلبرِ شیرِ خدا، نہر پہ برہم آیا
یا ترائی میں ٹہلتا ہوا ضیغم آیا

(۲۷) تن کے نعرہ کیا فوجوں کے وہ زہرے نہ رہے او عمر دیکھ تو وہ گھاٹ کے پہرے نہ رہے
بدحواسی میں نشانوں پہ پھریرے نہ رہے دل کو ٹھہرا کے دلاور بھی تو ٹھہرے نہ رہے
بخت اُلٹا تری قسمت میں برائی آئی
بے خبر شیر کے قبضہ میں ترائی آئی

(۲۸) ناگہاں مشک بھری اور علمدار پھرے بازوئے شاہ سوئے سید ابرار پھرے
یک بیک اہل جفا ظلم پہ تیار پھرے شمر نے بڑھ کے جو ڈانٹا تو سب اشرار پھرے
شیر بپھرا تو پھر اک حشر اسی آن اٹھا
تیغ کے گھاٹ سے پھر نہر پہ طوفان اٹھا

(۲۹) سیکڑوں ہوگئے بسمل تو ہزاروں بے جاں پیدلوں کا نہ پرا تھا نہ سواروں کا نشاں
بھیڑ چھٹنے لگی برہم ہوا انبوہِ گراں جبکہ مارے گئے لشکر کے نمودار جواں
قدر آنکھوں میں کسی بانیِ شر کی نہ رہی
پسرِ سعد کو امید ظفر کی نہ رہی

(۳۰) ناگہاں فوج سے اک ظالم خونخوار بڑھا — غل ہوا لو سوئے کرار وہ فرار بڑھا
جانبِ سیف خدا، لیکے وہ تلوار بڑھا — خلفِ حیدرؓ صفدر کی طرف مار بڑھا
غیظ اتنا تھا کہ کف اُس کے دہن سے نکلا
اژدہا زہر اگلتا ہوا بَن سے نکلا

(۳۱) حیلہ گر، اہلِ جفا، بانیٔ شر، دشمنِ دیں — اہل ایماں کا عدو، فرقۂ رہزن کا معیں
رات دن فکر ستم آٹھ پہر چیں بہ جبیں — اپنے احباب کو بھی مِل کے دغا دے وہ لعیں
کبھی بھولے سے جو ابلیس ملاقات کرے
داؤ بازی میں یہ شیطانوں کو بھی مات کرے

(۳۲) کفر و باطل کو بجا دین کو بے جا سمجھے — واہ ری فہم کہ ادنیٰ کو ہی اعلیٰ سمجھے
جس کی طینت میں بدی ہو اسے اچھا سمجھے — غیرِ فتنہ، کوئی ناری کو بھلا کیا سمجھے
نحس و شوم و نجس و ظالم و مُرتد یہ ہے
عُمرِ سعد کا گویا، عملِ بد یہ ہے

(۳۳) بڑھ کے دعویٰ یہ کیا ظلم کا خوگر میں ہوں — اے یداللہ کے پسر زور میں عنتر میں ہوں
خلق میں مرحب سرہنگ کا ہمسر میں ہوں — بخدا وقت دغا فتنۂ محشر میں ہوں
مشق فن کے تو سوا وقت کو کھوتا ہی نہیں
بخت بیدار کی بصورت کبھی سوتا ہی نہیں

(۳۴) شیر نے تنکے صدا دی کہ غضنفر ہم ہیں — جن کو، جن مانے ہوئے ہیں، وہ دلاور ہم ہیں
تو جو مرحب ہے، تو آ دلبرِ حیدرؓ ہم ہیں — اسد اللہ جو حیدرؓ تھے، تو صفدر ہم ہیں
تیغ چلتی ہے ترے تن پہ نہ سر ہوئیگا
دم میں عنتر کی طرح خون میں تر ہوئیگا

(۳۵) وہ پکارا کہ سمجھ کر یہ ذرا سن لیجئے — آپ مختار ہیں خیمہ کا ارادہ کیجئے
آب کی چاہ میں کیوں تیغ کا پانی پیجئے — آبرو چاہئے تو مشک اِدھر کو دیجئے
شاہ کی تشنہ دہانی کیلئے خوں نہ بہے
بھائی کی چاہ میں پانی کے لئے خوں نہ بہے

(۳۶) سُن کے فرمایا زباں روک یہ کیا بکتا ہے او ستمگار بھلا تیری حقیقت کیا ہے
مشک ملنا ارے کیا کھیل کوئی سمجھا ہے یہ بہشتی کی مباہات کا اک تمغا ہے
مشک سے حشر میں وہ اوج میسر ہوگا
دخترِ شاہ کا سقہ لبِ کوثر ہوگا

(۳۷) جو لہو آنکھ سے روئے، وہ سوئے مشک آئے جو بشر نام ڈبوئے، وہ سوئے مشک آئے
آبرو جو کوئی کھوئے، وہ سوئے مشک آئے جان سے ہاتھ جو دھوئے، وہ سوئے مشک آئے
تیغ جب تک ہی پئے شعلہ فشانی یہ ہے
مشک کے بھیس میں تلوار کا پانی یہ ہے

(۳۸) یہ سخن سنکے، سناں لیکے، وہ خونخوار بڑھا غل ہوا پیل، سوئے ضیغم غفار بڑھا
واں سے نیزہ جو لپک کر صفتِ مار بڑھا یاں سے تنکر اسدِ حیدر کرار بڑھا
تیغ بے طرزِ وغا صورتِ اوّل نہ رہا
بند لب کھل گئے، موذی کا وہ کس بَل نہ رہا

(۳۹) وہ اُدھر جنگ و جدل صورت عُمرِ خود سر وہ اِدھر شانِ علیؑ، اپنے گھرانے کے ہنر
یہ زمانے کے خداوند، وہ اک بندہ زر اس کے ہر بند پہ کھل کھل کے یہ تقریرِ ظفر
یہ جری جنگ میں حربے کے بھی پابند نہیں
ایسے بندوں سے کبھی عقدہ کشا بند نہیں

(۴۰) وہ ستمگار کا نیزہ، وہ شرارے کی لپک وہ بہادر کی حسام، اور وہ صفائی، وہ چمک
بند کھلنے پہ اُسے دھیان کہ میداں سے سرک دمبدم شیر کا نعرہ، کہ ستمگر نہ جھجک
دم میں جی چھوڑ کے بودوں میں قلمبند ہوا
ایک ہی بند کے کھلنے سے یہ دم بند ہوا

(۴۱) پھر وہ نیزہ جو سوئے صدر لپکتا آیا شیر نے تیغ کو بجلی کی طرح چمکایا
وہ صفائی وہ کمال اور وہ ہنر دکھلایا سَن سے پھل اُڑ گیا باغی نے یہ ثمرہ پایا
شور تھا کھیت میں کیا نیزہ سفاک پھلے
قاسم خلد کے آگے کوئی پھل خاک پھلے

(۴۲) پھر تو وہ بانیِ شر، تیغ کو چمکا کے بڑھا ‏ ‏ زک جو کھائے ہوئے تھا، غیظ میں بل کھا کے بڑھا
دمبدم غیظ میں لب چاب کے، جھنجلا کے بڑھا ‏ ‏ شعلہ خُو آگ بنا، رخش کو گرما کے بڑھا
وار کر کے وہ فنِ جنگ جو دکھلانے لگا
تیغِ جرار کے ہر پھول سے گل کھانے لگا

(۴۳) اُس کے وہ وار، وہ پُھرتی، وہ غضب کی جدوکد ‏ ‏ اِن کی وہ شان، کہ ہر چوٹ، یہ خالی، تو وہ رَد
وہ ستمگار کی بیتابیاں وہ رشک و حسد ‏ ‏ وہاں شیطاں کی کمک اور یہاں خالق کی مدد
تیغ جرار سے یوں تیغِ جفا بھاگتی ہے
جس طرح آیۂ کُرسی سے بلا بھاگتی ہے

(۴۴) ہنس کے فرمایا اب اپنا بھی کوئی وار تو روک ‏ ‏ ہم نے سو رَد کیے مکار تو دو چار تو روک
اپنی شمشیر پہ، یہ برقِ شرر بار تو روک ‏ ‏ بزدلے ڈھال پہ شیروں کی بھی تلوار تو روک
او لعیں دیکھ کہ طرز اسد اللہ یہ ہے
سارے ہت چھٹ بھی کہیں شانِ یداللہ یہ ہے

(۴۵) پھر تو حیدرؑ کے اسد نے فنِ جنگ اُس کو دکھائے ‏ ‏ زد پہ لاکر کبھی چھوڑا، کبھی کچھ وار لگائے
تیغ کے پھل نے دمِ رَد و بدل گل یہ کھلائے ‏ ‏ اوچھے اوچھے سے کئی وار بھی، چر کے بھی لگائے
چوٹ کھاتے ہی ستمگر کا عجب حال ہوا
جب لہو رخ پہ بہا، غیظ سے منہ لال ہوا

(۴۶) پھر تو ہر سمت سے، تلوار پہ تلوار چلی ‏ ‏ برق کی طرح چمکتی ہوئی، خونخوار چلی
مشعلِ طُور کی صورت، یہ ضیابار چلی ‏ ‏ گر وہ اک بار چلی، دم میں، یہ سو بار چلی
تیغِ صفدر سے دمِ جنگ یہ بیزاری تھی
اتنے خط کھائے کہ تلوار بھی تو عاری تھی

(۴۷) وار خالی جو گئے دیو جھپکنے بھی لگا ‏ ‏ سانس بھی پھول گئی ہاتھ بہکنے بھی لگا
تیغ کی جھونک سے ہر وار پہ تھکنے بھی لگا ‏ ‏ منہ کو تکنے بھی لگا رن سے سرکنے بھی لگا
دفعتاً کھیت سے وہ دشمنِ باری بھاگا
یہ پھبکیتی کہ سپر پھینک کے ناری بھاگا

(۴۸) کیا قباحت ہے، ارے فوج کے سردار، نہ بھاگ ہر طرف شور ہے، مالک کے نمک خوار نہ بھاگ
حاکم شام سے، خونخوار کی تلوار، نہ بھاگ اب ترا وقت قریب آ گیا، فرار نہ بھاگ
شیر کا خون تو پانی پہ بہالے تھم جا
مشک تو چھین لے، او بھاگنے والے تھم جا

(۴۹) پھر تو رہوار کو ڈپٹا کے، عجب شان دکھائی اُس کو چلتے ہوئے اوچھی سی، جواک ضرب لگائی
غل ہوا واہ رے شمشیرِ دلاور کی صفائی سر بھی کچھ کاٹ دیا، پشتِ شقی پر بھی در آئی
رخش سے گر کے لعیں غم سے سبکدوش ہوا
بُز دلا خاک پہ سر ٹیک کے بیہوش ہوا

(۵۰) شیر چلاّیا، کہ او ظلم کے خُوگر اٹھ تو تیرا سر خون میں تر ہو گیا، انتر! اٹھ تو
دیکھ او مرحب سرہنگ کے ہمسر اٹھ تو تو خود اٹھنے کو ہے، او فتنۂ محشر اٹھ تو
بخت خفتہ کی طرح خواب پہ آفت کیا ہے
جاگ او فتنۂ محشر، یہ قیامت کیا ہے

(۵۱) ہاں مرے ساقیٔ مہوش کوئی ساغر دینا فاقہ مستوں کو مئے طاہر و اطہر دینا
ہم کو صہبائے رسالت کا معطّر دینا ساقیا! بادۂ تسنیم کا جوہر دینا
مئے کی خوشبو صفتِ بُوئے گلاب اڑ جائے
الفت ساقیٔ کوثر کی، شراب اڑ جائے

(۵۲) جس سے ایمان کا رنگ اور نکھر جائے وہ مے جس کے چھونے سے مراداغِ جگر جائے وہ مے
شیشۂ دل میں پری بن کے اتر جائے وہ مے جس کے ہر دور کی خیبر میں خبر جائے وہ مے
جس کے پینے سے الم دور ہوں آرام ملے
خلد میں ساقیٔ کوثر سے ہمیں جام ملے

(۵۳) لو وہ پھر شیر نے میخوار کو ہشیار کیا غش سے چونکا تو پھر اک ضرب میں فی النار کیا
نار میں آتش سوزاں نے بہت پیار کیا نارِ دوزخ نے یہی شور، ہر اک بار کیا
واہ قسمت سے عجب دشمنِ باری پایا
آج دوزخ نے، بہشتی سے یہ ناری پایا

(۵۴) پھر یہ رہوار اُڑا کر سوئے شبیرؑ چلے　　راہ پھر روکنے کو ظالم بے پیر چلے
لاکھ اشرار سُوئے مضطر و دلگیر چلے　　طبل بجنے لگے، رن ہلنے لگا، تیر چلے
کتنے بے سر، سُوئے اور کتنے دل افگار ہوئے
سیکڑوں مر کے بچے سیکڑوں فی النار ہوئے

(۵۵) کسی سرکش کو نہ لڑنے کی ہوا آتی تھی　　تیغ ہر فرق پہ مانندِ بلا آتی تھی
ایک ہی وار میں، سو سو کی، قضا آتی تھی　　خلد سے فاطمہؑ زہرا کی، صدا آتی تھی
یعنی اس وقت مصیبت میں یہ کد کرتے ہو
اماں صدقے گئی بیکس کی مدد کرتے ہو

(۵۶) لاکھ روباہوں نے روکا، پہ غضنفر نہ رُکا　　تیر برسے، پہ جگر گوشہِ حیدرؑ نہ رکا
فوج کے مکر و دغا سے بھی وہ صفدر نہ رکا　　ہاتھ کٹنے پہ بھی بیکس کا برادر نہ رکا
دست چپ سے بھی ید اللہ کا فرزند لڑا
مثل ضیغم اسد اللہ کا فرزند لڑا

(۵۷) دشت میں کوئی لعیں شیر کے آگے نہ ڈٹا　　شیر جس شوم پہ جھپٹا وہی گھبرا کے ہٹا
خون برسایا مگر فوج کا بادل نہ گھٹا　　شیعو! ماتم کرو لو دوسرا بازو بھی کٹا
اس پہ بھی ثانی الیاسؑ نہیں رکتے ہیں
ہاتھ کٹنے پہ بھی عباسؑ نہیں رکتے ہیں

(۵۸) ہائے وہ رنج و الم اور وہ پھر وار پہ وار　　اے دل افگار کے سقے تری جرأت کے نثار
اس طرح مشک کو دانتوں میں دبایا اک بار　　جس طرح شیر ژیاں کے کبھی منہ میں ہو شکار
نیزے بھی، تیر بھی، تلوار بھی، کھا لیتے ہیں
ہر طرح مشک سکینہ کو بچا لیتے ہیں

(۵۹) جھک کے ہر بار یہ کہتے ہیں کہ حیدرؑ آؤ　　بچے مر جائیں گے اس مشک سکینہ کو بچاؤ
کبھی کہتے ہیں کہ اے شامیو! یہ قہر نہ ڈھاؤ　　سر مرا کاٹ لو پر مشک پہ ناوک نہ لگاؤ
قتل کے بعد بھی عباسؑ کو ایذا دینا
پر یہ مشکیزہ، درِ خیمہ پہ پہنچا دینا

(۶۰) مومنو! لو بن کاہل نے قیامت ڈھائی — مشک پر تیر لگایا کہ قیامت آئی
پھر تو عباسؑ نے گھوڑے پہ نہ راحت پائی — لو قضا بازوئے سرورؑ کو زمیں پر لائی
فوجِ شبیرؑ میں ایسا کوئی نامی نہ رہا
اب کوئی بیکس و مظلوم کا حامی نہ رہا

(۶۱) گر کے چلّائے کہ یا شاہِ ہُدا ادرکنی — اے دل و جانِ بتولِؑ عذرا ادرکنی
دلبرِ بادشہِ عقدہ کشا ادرکنی — وارثِ خُلقِ رسولؐ دوسرا ادرکنی
حسرت دید ہے اے خَلق کے مولا آؤ
وقت یٰسین ہے، اے دلبر طاہا آؤ

(۶۲) یہ صدا سنتے ہی حضرت نے کہا ہائے اخی — اب کوئی بھی مرا جانی نہ رہا ہائے اخی
تم نے میرے لئے یہ ظلم سہا ہائے اخی — تھوڑے سے پانی پہ یہ خون بہا ہائے اخی
حیف صد حیف کہ شبیرؑ سے منھ موڑ چلے
ہائے غربت میں مسافر کی کمر توڑ چلے

(۶۳) پھر اٹھے اشک بہاتے ہوئے دریا کو چلے — داغ پر داغ اٹھاتے ہوئے دریا کو چلے
شاہِ دیں ٹھوکریں کھاتے ہوئی دریا کو چلے — وہ کٹے ہاتھ بھی پاتے ہوئے دریا کو چلے
ساتھ میں اکبر ناشاد بھی غم کھاتے تھے
دمبدم ہائے چچا کہکے تڑپ جاتے تھے

(۶۴) وہ ہجومِ غم و ہم اور وہ سلطانِ اُمم — لاش کے پاس جو پہنچے تو کہا ہائے ستم
دونوں پہلو تو فگار، اور وہ سینے پہ ورم — اک طرف مشک سکینہ ہے تو اک سمت علم
شان پر دیکھنے والوں کو گماں ہوتا ہے
گھاٹ روکے ہوئے بیخوف اسد سوتا ہے

(۶۵) رو کے چلّائے کہ بھیّا تری شوکت کے نثار — اے بہشتی تری مظلومی و غربت کے نثار
میری نادان کے سقے تری ہمت کے نثار — اے علمدارِ جری، میں تری جرأت کے نثار
وقت آخر بھی غم دلبرِ زہراؑ ہی رہا
مر کے بھی چاند سے چہرے پہ پھریرا ہی رہا

(۶۶) پھر پھریرے کو ہٹا کر یہ کہا واہ ری شان ابھی زندہ ہو کہ جنت میں گئے بھائی جان
خوں بھری آنکھ سے دیکھا تو کہا میں قربان اپنے خادم پہ یہ الطاف و کرم یہ احسان
پر یہ صدمہ ہے کہ تسلیم کو میں اٹھ نہ سکا
یہ ندامت ہے کہ تعظیم کو میں اٹھ نہ سکا

(۶۷) آہ بھر کر پسر فاطمہؑ زہرا نے کہا اے مرے شیر میں اس پاسِ مراتب کے فدا
ناگہاں شیر کی آنکھوں پہ نظر کی تو کھلا کوئی صدمہ ہے کہ روتے ہیں، کہا بھائی یہ کیا
کیا یتیموں کے لئے محو قلق ہوتے ہو
بھائی عباسؑ کہو تو سہی کیوں روتے ہو

(۶۸) عرض کی اور ہی کچھ فکر ہے اے ابر کرم اپنے بچوں کا نہ کچھ رنج نہ صدمہ نہ الم
بس اگر ہے تو غمِ سیدِ مظلوم کا غم وقت آخر کا مجھے دھیان ہے اے شاہ امم
مرتے دم بھی تو وہ صدمہ مجھے تڑپاتا ہے
کس طرح عرض کروں منھ کو جگر آتا ہے

(۶۹) وہ بزرگوں کا دمِ نزع وہ دنیا سے سفر وہ نبیؐ، اور وہ آغوشِ ید اللہ، وہ سر
وہ سرِ شیرِ خدا، اور وہ سرہانے شبرؑ وہ تہِ فرقِ حسنؑ، زانوئے شاہ بے پر
حیف، یاں تو کوئی بھائی نہ بھتیجا ہوگا
ہائے، پھر کیا سر سرورؑ کا نتیجا ہوگا

(۷۰) شاہ بیکس نے کہا آہ نہ پوچھو بھیا یہ الم، یہ غم جانکاہ، نہ پوچھو بھیا
کوئی مونس، نہ ہوا خواہ، نہ پوچھو بھیا میرے انجام کو، للہ نہ پوچھو بھیا
آہ سینے پہ تو اک بانیٔ شر ہوئیگا
خاک پر فاطمہؑ کی گود میں سر ہوئیگا

(۷۱) یہ سخن سنتے ہی حیدرؑ کا اسد تھرایا　شاہ کے غم نے جگر چیر کے دل برمایا
منکا ڈھلنے لگا ماتھے پہ پسینہ آیا　دَم نے تو ٹوٹ کے، مظلوم پہ، محشر ڈھایا
شہ نے دیکھا تو نہ پھر تن میں حرارت پائی
غل ہوا، نہر پہ سقّے نے شہادت پائی

(۷۲) شاہ نے رو کے کہا ہائے مرے بھائی جان　ہم سے منھ موڑ چلے اے شہ مرداں کے نشان
ہائے یہ وقت مصیبت، یہ اَلم کا سامان　کیوں خفا ہو گئے عباسؑ، میں تم پر قربان
خود میں بے پر ہوں مجھے اور بھی تڑپا کے گئے
کچھ سکینہ کیلئے بھی تو نہ فرما کے گئے

(۷۳) نہر سے ایک نیا داغ الم لے کے چلے　لاش مجروح ہے ایسی کہ نہ ہم لیکے چلے
پھر قیامت کی خبر سوئے حرم لیکے چلے　دلبر سبطِ نبی مشک و علم لیکے چلے
بیبوں نے شور کیا شاہِ امم آتے ہیں
خوں میں ڈوبا ہوا سقے کا علم لاتے ہیں

(۷۴) شہ جو آئے، تو قیامت ہوئی محشر آیا　اس طرح روئے، کہ غیروں کا بھی دل تھرایا
صحنِ خیمہ میں علَم گاڑ کے یہ فرمایا　اے بہن قتل ہوا شیرِ خدا کا جایا
تم اٹھو گردِ نشاں سب کو فراہم کر لو
آؤ بیکس کے علمدار کا ماتم کر لو

(۷۵) سن کے یہ زیرِ علم شاہ کی خواہر آئی　زوجۂ مسلم بے پر بھی تڑپ کر آئی
کوئی نالاں کوئی گریاں کوئی مضطر آئی　خود علمدار کی بیوہ بھی، کھلے سر آئی
کوئی تڑپی، کوئی تڑپا کے، گلے ملنے لگی
ہائے عباسؑ کے نالوں سے زمیں ہلنے لگی

(۷۶) ناگہاں دخترِ شہ نے یہ خبر سن پائی یعنی سقہ تو نہ آیا علم و مشک آئی
غم سے بچی کا جگر جلنے لگا گھبرائی ننگے سر زیرِ نشاں آن کے یہ چلائی

اے نشاں! بیوؤں کا غم خوار کہاں ہے یہ بتا؟
اے علم! تیرا علمدار کہاں ہے یہ بتا؟

(۷۷) ضیغمِ شیر خدا، کو میں تجھی سے لوں گی دلبر عقدہ کشا کو، میں تجھی سے لوں گی
بازوئے شاہِ ہدیٰ کو، میں تجھی سے لوں گی اپنے مظلوم چچا کو، میں تجھی سے لوں گی

مجھ کو دھڑکا ہے کہ احوال زبوں کس کا ہے
اے علَم! تیرے پھریرے پہ یہ خوں کس کا ہے

(۷۸) اے مری مشک تو ہی مجھ کو پتہ بتلا دے نہر پر ہیں، کہ نہیں ہیں یہ ذرا بتلا دے
کیوں تو مجروح ہے، کیا ظلم سہا بتلا دے اپنے سقہ کا نشاں بہرِ خدا بتلا دے

یہ تو کہہ بازوئے سلطانِ ہدا خیر سے ہیں؟
تیرے صدقے مرے عباسؑ چچا خیر سے ہیں؟

(۷۹) شاہ نے رو کے کہا سیفِ خدا کام آئے اے سکینہ پسرِ عقدہ کشا کام آئے
کیا وفادار وہ تھے وقت پہ کیا کام آئے اُس نے گھبرا کے کہا ہائے چچا کام آئے

ہاں علَم پر یہ نشاں رنج و غم و یاس کا ہے
یہ پھریرے پہ لہو حضرتِ عباسؑ کا ہے

(۸۰) ہائے وہ فرشِ سیہ وہ علمِ خون افشاں اس کے سایہ میں وہ کہرام، وہ ماتم، وہ فغاں
نئی بیوہ کے وہ بین اور وہ پر درد بیاں اے علمدار حسین ابن علیؑ میں قرباں

ایک قطرہ بھی دمِ تشنہ دہانی نہ پیا
آبرو رہ گئی، صاحب نے جو پانی نہ پیا

(۸۱) اب دل زار کو کس طرح سنبھالوں حضرت راںڈ ہوں، کیسے یتیموں کو میں پالوں حضرت
کس کو پردیس میں نصرت کو بلالوں حضرت کس کی امداد سے حرمت کو بچالوں حضرت
شاہ کے بعد مجھے قید میں جانا ہوگا
سر کھلا ہویگا اور گردِ زمانہ ہوگا

☆

تھے عجب اہلِ وفا یاورو انصارِ حسینؑ

بند: ۵۷

تصنیف: ۱۹۸۵ء بمقام: خیرپور میرس۔ پاکستان

(خلاصہ)

انصارِ امام حسین علیہ السلام کی مدح وثنا ___ جنت الفردوس کے مناظر ___ صبح کا منظر ___ وہب کلبی کے واقعے کی تفصیل ___ وہب کی جنگ اور شہادت ___

(۱) تھے عجب اہلِ وفا یاور و انصارِ حسینؑ
عشق کے یوسف بازار خریدارِ حسینؑ
ان کی طالب تھی قضا، وہ تھے طلبگارِ حسینؑ
زینت خلدِ بریں، رونقِ دربارِ حسینؑ
کون کہتا ہے کہ وہ خلق کے سرتاج نہیں
چودہ معصوموں کے بعد ان کا جواب آج نہیں

(۲) پیاس کا جن کو نہ صدمہ، نہ حوادث کا قلق
تشنگی جن کی طلبگارِ خُمِ بادۂ حق
آفتیں جن کی غذا، رنج و الم سدِّ رمق
ہونٹ سوکھے ہوئے قرآنِ مودّت کے ورق
یہ لطافت، یہ مزہ، کب ہے بھلا پانی میں
تر زباں تھے شہ والا کی ثنا خوانی میں

(۳) ایسے پیاسے تھے کہ سیراب عمل تھے واللہ
جن کی سرشاری الفت پہ لب خشک گواہ
چشمۂ خضر کی، جو خضر کو دکھلا دیں راہ
جن کو پانی سے سوا سید مظلوم کی چاہ
زہر تھا جن کے لئے دشت بلا کا پانی
جن کو تلوار کا پانی تھا، بقا کا پانی

(۴) ایسے ضابط کہیں ہوں گے، نہ دلاور، نہ دلیر
بزمِ شبیرؑ میں آہوئے حرم، دشت میں شیر
نہ مصائب، نہ ہجومِ غم و آلام سے زیر
بھوک میں، پیاس میں، کوثر سے بھی، جنت سے بھی سیر
ہاں مگر تشنگی حشر جو یاد آتی تھی
دور تک دل کے دھڑکنے کی صدا جاتی تھی

(۵) وہ مجاہد، کہ دعائیں جنھیں دیتی تھیں بتولؑ
وہ نمازی، کہ نمازوں کی طرح خود مقبول
عندلیبانِ گُلِ گلشنِ اللہ و رسولؐ
ان حسینوں کے وہ جھرمٹ میں یداللہ کا پھول
پیاس میں بھی رخِ رنگیں پہ وہ رعنائی تھی
ان کے دیدار کو جنت سے بہار آئی تھی

(۶) وہ جلالت وہ جوانانِ جنود اللہ حوصلے ان کے بڑے اور وہ چھوٹی سی سپاہ
آستیں کہنیوں تک الٹے ہوئے غیرت ماہ چتونیں حوصلۂ و جرأت و ہمت کی گواہ
حسن کا راز بھی اک غنچۂ سربستہ تھا
پھول تھے جس میں محمدؐ کے وہ گلدستہ تھا

(۷) تلخیِ مرگ، حلاوت میں جنھیں شہد و عسل عقدۂ وقت کا حل حسب تقاضائے محل
یورشِ غم میں اٹل، سیلِ حوادث میں کنول با عمل، نعرہ کشِ حیّ علیٰ خیرِ العمل
دم بدم یادِ خدا، یادِ نبیؐ یادِ علیؑ
ان کی شمشیر تولّا، تو سپر نادِ علیؑ

(۸) ان کی ضربوں سے سپاہیں تھیں طلبگارِ اماں وسعتِ ارض و سما میں تھا قیامت کا سماں
تیر سے جاتے تھے وہ، پشت بھی تھی جن کی کماں تیغ زن، ماہرِ فن، فخرِ زمین فردِ زماں
دل بھی دے آئے تھے مولا کو دلیر ایسے تھے
چاب لیں دانتوں سے تلواروں کو شیر ایسے تھے

(۹) اُن کی رفتار، کہ سانچے میں قیامت کے ڈھلی اُن کے باطن کی طہارت، کہ نگاہوں سے جلی
اُن کی گفتار، کہ شیرینی میں مصری کی ڈلی پھول تھے وہ، تو محمدؐ تھے، کلی تھے، تو علیؑ
عِلم کے در سے جو توفیق عمل لائے تھے
شہ تھے قرآن مبیں ساتھ میں وہ آئے تھے

(۱۰) کوئی اُن میں نہ حسینی نہ کوئی تھا حسنی سب کے سب غیر، مگر عاشقِ شاہِ مدنی
طالبِ قرب خدا، دولتِ دنیا سے غنی غنچہ لب، خاصۂ رب، جان عرب، پنجتنی
ان کے مانند کہیں زاہد و ابرار نہ تھے
گو کہ معصوم نہ تھے، پھر بھی گنہگار نہ تھے

(۱۱) عشقِ اولادِ نبیؐ میں جو یگانہ تھے وہ غیر عدل کی چاہ میں ہر ظالم جبّار سے بیر
اس قدر شاہؑ کو مطلوب وہ سب طالبِ خیر جیتے جی شب میں دکھا دی انھیں فردوس کی سیر
سر اٹھائے تو عجب لطف کے منظر دیکھے
اہل بیت آ کے جنھیں بانٹیں گے، وہ گھر دیکھے

(۱۲) اُن گھروں کی میں سرِ عام جو کھینچوں تصویر طائرِ دل قفسِ شوق میں ہو جائے اسیر
غازیوں کے وہ مکاں، ذوق مکیں کی تفسیر در پہ لٹکی ہوئی حیدرؑ کی دو دھاری شمشیر
ایسی شمشیر کہ اجلالِ خدا ہاتھ میں تھا
چوبداروں میں تھے موسیٰ کہ عصا ہاتھ میں تھا

(۱۳) چاندنی کی وہ زمیں رشک سریرِ دولت نورِ وحدت کے منارے وہ نشانِ عظمت
وہ ستونوں کی قطاریں بہ جلال و رفعت جیسے صف بستہ جوانانِ کشیدہ قامت
باز، مانندِ درِ علم ہر اک در دیکھا
اور جس در پہ نظر کی وہیں حیدرؑ دیکھا

(۱۴) طاق و محراب میں تھا صاف کمانوں کا جو خم حور و غلماں کی نگاہیں بھی نہ تھیں تیر سے کم
اُف وہ ابروئے کشیدہ کی کشش کا عالَم جذبۂ حق طلبی جاگ اٹھے حق کی قسم
تھے قبالے جو ملک عیش دوامی کے لئے
حوریں استادہ تھیں ڈیہوڑی پہ سلامی کے لئے

(۱۵) اللہ اللہ وہ چمن زار ارم کے منظر وہ تجلّی کہ نگاہوں کو نہ تھی تابِ نظر
وہ چھلکتی ہوئی پُر نور شرابِ کوثر نخلِ طوبیٰ میں وہ حیدرؑ کی ولایت کے ثمر
فادخلوھا کی بشارت جو صبا لاتی ہے
واشربوا لب کوثر سے صدا آتی ہے

(۱۶) جام میں دیدۂ مخمور کا جلوہ دیکھا ہر روش شاہد مستور کا جلوہ دیکھا
ہر شجر میں شجرِ طُور کا جلوہ دیکھا بھر گئے زخم جو انگور کا جلوہ دیکھا
سیب و بہدانہ و آنار کے میلے دیکھے
صاف اک ڈال تھے کیلے جو اکیلے دیکھے

(۱۷) چادر نور کی بوٹی وہ سنہری دیکھی جس کی رنگت کہیں ہلکی کہیں گہری دیکھی
کہیں دوہری تو کہیں بیل اکہری دیکھی فرش کمخواب پہ سونے کی مسہری دیکھی
خود وہ کھو جائے جو طوبیٰ کا سماں پا جائے
چھانوں جس کی وہ گھنیری ہے کہ نیند آ جائے

(۱۸) سائباں سایۂ الطاف خداوند قدیر — فرش پا اطلس و استبرق و دیبا و حریر
سبز اور سرخ وہ ایوان کہ جن پر تحریر — قصر پُر نورِ حسنؑ، بیتِ جناب شبیرؑ
خوب نظارے کیے جایئے نظاروں پر
پورا قرآن مبیں نقش ہے دیواروں پر

(۱۹) وہ فضا ہے کہ دل زار بھی مایوس نہیں — بوئے گل بھی قفسِ برگ میں محبوس نہیں
ایسے دلبر ہیں جو اغیار سے مانوس نہیں — اتنی بے داغ وہ بستی ہے کہ طاؤس نہیں
ڈالی ڈالی پہ جو رضواں نے نظر ڈالی ہے
خشک پتی کوئی ہوگی تو کتر ڈالی ہے

(۲۰) لب تسنیم گلیلوں میں وہ سرشار طیور — چپ رہیں جب تو ہیں توریت، جو بولیں تو زبور
غوطے کھا کھا کے جو اڑتے ہیں بصد لطف وسرور — پھڑ پھڑانے میں برستا ہے پر و بال سے نور
خود گرے بھن کے بہشتی جو طلبگار ہوئے
کھا لیا جب تو پھر اڑ جانے کو طیار ہوئے

(۲۱) سبز پوشانِ ارم کا وہ لب جُو منظر — خضر استادہ ہوں جس طرح کسی چشمے پر
موجیں بیتاب کہ جن پر یہ گماں ہے یکسر — روح پیاسوں کی تڑپتی ہے بروئے کوثر
جام لبریز جو ہیں بادۂ نورانی سے
خضر کی پیاس بھی بجھتی ہے اسی پانی سے

(۲۲) سلسبیل آب رواں پہنے ہوئے رشک چمن — دودھ پیتے ہوئے بچے کی طرح پاک لبن
گل رنگیں کا وہ جلوہ وہ کلی غنچہ دہن — وہ پیمبرؐ کی جوانی، یہ علیؑ کا بچپن
نام پھولوں پہ محمدؐ کا جلی لکھا ہے
صاف پہلو میں محمدؐ کے علیؑ لکھا ہے

(۲۳) الفت آل محمدؐ کا ہے ذوق اتنا عام — کوئی لیتا ہوا گزرا جو ید اللہ کا نام
گل نے صلوات پڑھی، شاخ جھکی بہر سلام — بولے غلمان کہ مولا کی قسم ہم ہیں غلام
حور شرما کے پکاری کہ میں قربان گئی
جانے والے اِدھر آ، جان چلی، جان گئی

(۲۴) وہ لبِ حور، کہ غنچوں کی نزاکت صدقے — زلف و عارض پہ شب و روز کی طاعت صدقے
صفِ مژگاں پہ فرشتوں کی جماعت صدقے — وہ قیامت قد و قامت، کہ اقامت صدقے
یہ ادا صورتِ دلکش کی غضب ڈھاتی ہے
جیسی ہم چاہتے ہیں ویسی ہی بن جاتی ہے

(۲۵) کچھ عجب موسم دلکش، کہ رموز و اَسرار — کچھ عجب وقت، کہ ہر وقت سراپا انوار
کچھ عجب رات، کہ جس پر سحر عید نثار — کچھ عجب دن، کہ جمال شب اسریٰ کا نکھار
دیکھ کر سبزۂ بالیدہ کو نیند آتی ہے
رات کی جاگی ہوئی اوس گری جاتی ہے

(۲۶) وہ ہر اک شیشۂ رنگیں سے ابلتا ہوا نور — ساغر نور میں وہ جلوۂ صہبائے طہور
وہ ہر اک رنگ سے، یکرنگی قدرت کا ظہور — وہ سوادِ شبِ گیسو، وہ بیاضِ رُخِ حُور
پھول کھل کھل کے یہ کہتے ہیں تری شان اللہ
غنچۂ گُلِ تسبیح ہے، سبحان اللہ

(۲۷) دیر تک دُور سے دیکھا کیے غازی وہ چمن — کیا اثر دل پہ ہوا اس کا ہے مظہر یہ سخن
بڑھ کے مسلم نے کہا، اے مرے مولائے زمن — ان شگوفوں میں کہاں ہے گُلِ زہراؑ کی پھبن
عشق ہے جن کو وہ جنت پہ کہیں مرتے ہیں
قرض ہے اجر رسالت وہ ادا کرتے ہیں

(۲۸) مرحبا، یرحمک اللہ پکارے جو امام — جھک کے مسلم نے کیا جان پیمبر کو سلام
اپنے خیمے میں گئے دے کے دعا شاہ انام — منتظر در پہ سحر کے رہے یہ ماہ تمام
ناگہاں اُن کے مقدر کا ستارہ چمکا
صفتِ طالعِ حُر، صبح کا تارہ چمکا

(۲۹) دی اذاں اکبرِ غازی نے بصد حسن ادا — لائے تشریف مصلّے پہ امام دوسرا
یوں ہوئے محو، عبادت میں وہ سب اہل وفا — ہو گئی بارش پیکاں تو پتا تک نہ چلا
ان مصلوں سے چڑھے عرش کے وہ زینوں پر
تیر بتّیس شہیدوں نے لئے سینوں پر

(۳۰) تہ مصلوں کو کیا ہوگئی طاعت جو تمام — غیظ میں لال ہوئے دیکھ کے خوں سب گلفام
خود بخود کھنچ گئی ہر شیر کے ابرو کی حسام — گونجے ضرغامۂ ذی جاہ مثالِ ضرغام
جاہی پڑتے وہ صفوں پر کوئی کب مانع تھا
اذن شہ سے نہ ملا تھا تو ادب مانع تھا

(۳۱) تھے سوا سب سے حبیب ابن مظاہر دلگیر — وہ حبیب ابن مظاہر کہ بظاہر تھے جو پیر
ان کی پیری تھی مگر عزم جوان شبیرؑ — سر بسر پشت خمیدہ تھی شبیہِ شمشیر
کجی عیب نہیں، تیغ کی دھج ہوتی ہے
کاٹ کرتی ہے وہی خوب جو کج ہوتی ہے

(۳۲) سب سے آگے تھا وہ حر بندۂ سلطان جلیل — حق شناسی میں جو باطل شکنی کی تمثیل
شاہ کے دعوۂ حق کی سر میداں جو دلیل — جو ابھی آگ بگولہ تھا ابھی عزم خلیل
وہی جنت میں گیا سب شہدا سے پہلے
نفس سے اپنے لڑا، رن میں وغا سے پہلے

(۳۳) آخری سب سے وہ غمخوار جو فخر عشاق — عشق میں فرد، محبت میں رفاقت میں بھی طاق
ایسا نوشاہ کہ دی لذتِ دنیا کو طلاق — نئی بیاہی کی جدائی بھی نہ گزری جسے شاق
وہب تھا نام، وہ مقتل کو چمن کہتا تھا
موت کو بیاہ، شہادت کو دلہن کہتا تھا

(۳۴) اس دلاور کا فسانہ ہے عجب غم انگیز — آتا تھا بیاہ رچا کر یہ جوانِ نو
میرے لفظوں میں دلھن ساتھ، فضا تھی گلریز — کربلا سے جو یہ گزرا تو ملا دشت ستیز
آنکھ خواہاں تھی کہ ہنگامِ سفر سیر کرے
دل تڑپ کر یہ پکارا کہ خدا خیر کرے

(۳۵) تھی نئی بیاہی کے ہمراہ جو اس شیر کی ماں — دل میں پوتے کو کھلانے کا بسائے ارماں
یک بیک اس کو نظر آئی جو یہ فوج گراں — بولی بیٹے سے کہ دیکھو تو یہ کیا ہے مری جاں
کس سے برگشتہ نظر ساری خدائی کی ہے
کون مظلوم ہے یہ جس پہ چڑھائی کی ہے

(۳۶) حال پوچھو کسی مخبر سے ٹھہر کر بیٹا وہ نہ ہو بات کہیں جس کا مجھے ہے کھٹکا
بولا گھبرا کے یہ فرزند کہ وہ بات ہے کیا ماں نے دل تھام کے اک آہ بھری اور یہ کہا
کوفہ و شام کے سب لوگ وفا دشمن ہیں
عترت فاطمہؑ کے ارض و سما دشمن ہیں

(۳۷) ماں ابھی بیٹے سے یہ کہتی تھی باحال تباہ استغاثے کی صدا کان میں آئی ناگاہ
کوئی مظلوم پکارا یہ بصد نالہؑ و آہ ہے کوئی عالم غربت میں جو دے مجھ کو پناہ
میں مسافر بھی ہوں، بے مونس و بے یار بھی ہوں
بھوکا پیاسا بھی ہوں، بیکس بھی ہوں، ناچار بھی ہوں

(۳۸) جس طرف سے یہ صدا آئی چلا وہب اُدھر عاجل و مضطرب الحال و ملول و مضطر
راہ میں کہتی تھی سر پیٹ کے پیہم مادر جانی پہچانی یہ آواز ہے اے نور نظر
فکر جن کی ہے، وہ یوں بیکس و دلگیر نہ ہوں
یا الٰہی یہ کوئی اور ہو، شبیرؑ نہ ہوں

(۳۹) یہی کہتی ہوئی پہنچی جو وہ بیکس کے قریں چُور زخموں سے تھا اک مضطر و مغموم و حزیں
گرد آلود تھے بکھرے ہوئے گیسوئے حُسیں خون چہرے پہ بھی دستار و قبا بھی رنگیں
دور سے نہر کا ساحل جو نظر آتا تھا
دونوں ہاتھوں سے کمر تھام کے رہ جاتا تھا

(۴۰) شکل مولا کی جو تھی فرطِ جراحت سے تغیر ماں نے چپکے سے کہا شکر، نہیں یہ شبیر
دل نہ مانا تو یہ کی وہب نے بڑھ کر تقریر السلام اے ہدف تیر و سنان و شمشیر
دل مرا آپ کی فریاد نے تڑپایا ہے
مرد مظلوم! مدد کو یہ فقیر آیا ہے

(۴۱) بولے شبیرؑ کہ تجھ پر بھی ہو بیکس کا سلام ہے یہ وہ دیس جہاں ہم پہ ہے تسلیم حرام
قدرداں کون ہے مظلوم کا تو کیا ہے نام؟ اس نے کی عرض حسین ابن علیؑ کا ہوں غلام
وہب کلبی ہے لقب ایک مسافر ہوں میں
نام شبیرؑ پہ نصرت کو بھی حاضر ہوں میں

(۴۲) چند دن پہلے دلہن بیاہنے آیا تھا اِدھر گھر کو اب جاتا تھا واپس میں اُسی کو لے کر
استغاثے کی صدا سن کے ہوا دل مضطر تڑپی، آواز کو پہچان کے میری مادر
دور ہو شک تو دل زار سکوں پا جائے
آپ نام اپنا بتا دیں تو قرار آجائے

(۴۳) بھر کے اک آہ پکارے یہ امامِ کونین میں ہوں اک بندۂ عاجز مجھے کہتے ہیں حسینؑ
عرض کی وہب نے کیا فاطمہؑ کے نور العین؟ بولے ہاں! ابن علیؑ، جان رسول الثقلین
سن کے یہ پردۂ محمل کو الٹ کر نکلی
پیٹتی سینہ و سر وہب کی مادر نکلی

(۴۴) جلد مظلوم نے خیمے میں اسے پہنچایا وہب روتا ہوا زوجہ کو وہیں لے آیا
شاہ نے خواہر مغموم سے یہ فرمایا اب سدا ان کے سروں پر ہے تمہارا سایا
غم میں ہر گام سہارا انھیں دیتی جانا
شام کو جاؤ جہاں، اِن کو بھی لیتی جانا

(۴۵) کہہ کے یہ خیمے سے نکلے جو امام ابرار وہب قدموں پہ گرا طالب اذن پیکار
ماں نے ڈیہوڑی سے پکارا کہ شہ عرش وقار یہ غلام آل پیمبرؐ کا ہے لونڈی ہو نثار
سر کٹانے کے لئے رن کی اجازت دیجئے
اپنی مظلومی کا صدقہ اسے رخصت دیجئے

(۴۶) بولے شبیر یہ گلرو ترا نازوں کا پلا ابھی نوشاہ بنا تھا، ابھی مرنے کو
وہ چمن کیسے اجاڑوں جو نہ پھولا نہ پھلا عرض کی آپ کی لونڈی ہوں نہیں فکرِ
میں نہ مانوں گی بس اب دیر ستم ہے مولا
آپ کو فاطمہؑ بی بی کی قسم ہے مولا

(۴۷) سن کے اک آہ بھری، روئے یہ فرما کے حضور کیا کریں ہو گئے اماں کی قسم سے مجبور
مادر وہب پکاری مرے فرزندِ غیور جاؤ سر نذر کرو سعی ہو میری مشکور
اس نے خوش ہو کے کہا حکم بجا لاتا ہوں
بخش دے مہر جو زوجہ تو ابھی جاتا ہوں

(۴۸) ماں نے رو رو کے کہا میں ترے صدقے مرے لال بخشوا لیں گے ابھی مہر شہ نیک خصال
مجھ کو یہ ڈر ہے مرے باغ تمنا کے نہال آنکھ لڑتے ہی دلہن سے نہ بدل جائے خیال
جاں نثاری کے نہ جذبات میں فرق آئے کہیں
دامِ دنیا میں شہادت نہ الجھ جائے کہیں

(۴۹) یہ سخن ساس کا جب وہب کی زوجہ نے سنا روکے چلائی کہ لو مہر تو میں نے بخشا
کرتے جائیں مگر اک عہد حضور مولا شاہ ضامن ہوں کہ وعدہ یہ کریں گے پورا
عیش کے وقت فراموش نہ فرمائیں گے
اپنے ہمراہ مجھے خلد میں لے جائیں گے

(۵۰) بولے شبیرؑ کہ اِس عہد کے ہیں ضامن ہم "ساتھ لے جاؤں گا" یہ وہب نے بھی کھائی قسم
ہو کے دلشاد دلہن بولی یہ بادیدۂ نم اب سہاگ اپنا اجڑنے کا نہیں ہے مجھے غم
ماں پکاری مرے جنت کے مسافر بیٹا
جاؤ مقتل کو خدا حافظ و ناصر بیٹا

(۵۱) جا پڑا سنتے ہی یہ، فوج پہ وہ شیر ژیاں ایک ہی حملے میں مارے گئے چالیس جواں
در سے کہتی تھی ہر اک وار پہ چلا کے یہ ماں ناصر سیدِ مظلوم میں تجھ پر قرباں
خواہر شاہ! وہ برپا ہے قیامت دیکھو
بی بیو! آؤ مرے شیر کی طاقت دیکھو

(۵۲) ایک جانب سے جو لڑتا ہوا گزرا ضیغم — راس وچپ گھات میں پنہاں تھے وہاں دو اظلم
وار اک بار جو شانوں پہ کئے ڈھائے ستم — ہاتھ غازی کے ہوئے صورتِ عباسؑ قلم

گر گیا جلتی ہوئی ریت کے انگاروں پر
فوج میں چوب پڑی فتح کے نقاروں پر

(۵۳) سن کے باجوں کی صدا ہوگئی زوجہ مضطر — لے کے اک چوب نکل آئی تڑپ کر باہر
دوڑتی پہنچی وہیں تھا جہاں زخمی شوہر — بے حیا بھاگ پڑے، ضربِ عصا سے ڈر کر

سر قلم کرنے کا موقع نہ شقی پاتے تھے
ان سے لڑتی تھی جو بسمل کے قریب آتے تھے

(۵۴) فوج کے داؤ بھی، حربے بھی ہوئے سب ناکام — چھپ کے پیچھے سے بڑھا شمر ستمگر کا غلام
گرز اک سر پہ وہ مارا کہ ہوا کام تمام — گر پڑی لاش پہ شوہر کی زن نیک انجام

دونوں ہمراہ سوئے خلد معلیٰ پہنچے
شہ جہاں کیلئے ضامن تھے وہاں جا پہنچے

(۵۵) روح زہرا کی پکاری کہ دوہائی بابا — دیکھئے امت مرحوم کے یہ ظلم و جفا
مرد مارے گئے اب عورتوں پر ہاتھ اٹھا — ناگہاں آئی مدینے کی طرف سے یہ صدا

صبر کر صبر بہت دور ابھی جانا ہے
تیری زینب کی شہادت کا بھی دن آنا ہے

(۵۶) کاٹ کر شامیوں نے فرق جری خون میں تر — ایسے پھینکا کہ گرا آ کے قریب مادر
تھام کر گیسوؤں کو ماں نے اٹھایا وہ سر — پھر سوئے فوجِ شقی پھینک دیا یہ کہہ کر

بدشگونی کی میں کچھ بات نہ ہونے دوں گی
بی بی کے لال کا صدقہ ہے، نہ واپس لوں گی

(۵۷) بس نسیم اب کہ قیامت ہے بپا مجلس میں
دم بدم پیٹتے ہیں اہلِ عزا مجلس میں
روحِ زہراؑ کی بھی کرتی ہے بکا مجلس میں
دل مرا کرتا ہے رو رو کے دعا مجلس میں

یا الٰہی مری پوری یہ تمنا کر دے
یہی جذبہ مری ماں بہنوں میں پیدا کر دے

☆

میں کیوں کہوں کہ میری جوانی کہاں ہے آج

بند: ۸۲

تصنیف: ۱۹۸۳ء بمقام: کوٹ ڈی جی۔ پاکستان

(خلاصہ)

شباب اور پیری کی حقیقت اور دونوں کا موازنہ ___ مدح و ثنائے حبیب ابن مظاہرؓ ___ حبیب ابن مظاہرؓ کا سراپا ___ ماتھے کی شکن، چہرے کی جھرّیوں اور رعشے کی مختلف تاویلات و توجیہات ___ جناب مظاہرؓ کے ہاں رسول خداؐ کی مع عیال ضیافت کی روایت ___ امام حسین علیہ السلام کو فوج یزید کے ذریعے گھیرنے کی حبیب ابن مظاہرؓ کو خبر ملنا ___ حبیب کا کربلا جانا ___ حبیب کی شہادت ___ بین ___

(۱) میں کیوں کہوں کہ میری جوانی کہاں ہے آج ۔۔۔ سب اُس کا زور، فکرِ سخن میں نہاں ہے آج
پیری جو دمبدم سوئے منزل رواں ہے آج ۔۔۔ عمرِ شباب، گردِ پسِ کارواں ہے آج
کوثر کا اب جو چشمِ تصور میں آب ہے
کیا مڑ کے دیکھئے اُسے جو خود سراب ہے

(۲) ہر دم رواں نفَس کا جو ہے قافلہ شتاب ۔۔۔ ہے درمیانِ راہ جسے کہتے ہیں شباب
پیری ہے اِس سفر میں وہ حدِّ رہِ صواب ۔۔۔ اٹھنے کی جس کے آگے قدم کو نہیں ہے تاب
مجبوریوں کا نام، یہیں آکے صبر ہے
اب اس کے بعد جھک کے جو دیکھا تو قبر ہے

(۳) پیری میں اُس مقام پہ فائز ہے ہر بشر ۔۔۔ دنیا جہاں سے دور ہے، عقبیٰ قریب تر
اِس وقت بے بصر کو بھی، آتا ہے یہ نظر ۔۔۔ دوچار گام رہ گئی اب منزلِ سفر
کہتا ہے دل کہ زد میں فنا کی ہیں کُل وجود
اسباب بے وجود، خدا واجب الوجود

(۴) عہد شباب مستی و غفلت کا خواب ہے ۔۔۔ جب آنکھ کھل گئی تو جوانی حباب ہے
پیری وہ تجربات کی روشن کتاب ہے ۔۔۔ حرف سیہ بھی جس میں، بصیرت مآب ہے
سر چشمۂ حیات ہیں، جذبے مَرے ہوئے
بے نور پتلیوں میں ہیں جلوے بھرے ہوئے

(۵) مانا کہ دست و پا کی ہے طاقت جواں کے پاس ۔۔۔ تاب و توان و جرأت و ہمت، جواں کے پاس
آجاتی کھنچ کے محفلِ قدرت جواں کے پاس ۔۔۔ ہوتی جو پیر کی سی بصیرت جواں کے پاس
گو ذی بصر ہے پر نگہِ تبصرہ کہاں
پختہ پھلوں کا خام ثمر میں مزہ کہاں

(۶) پیری وہ حد ہے، جس کی حدوں کا پتا نہیں کب ٹوٹ جائے سانس، کوئی جانتا نہیں
وہ بھی یہ مانتا ہے، جو حق آشنا نہیں اس سِن کے بعد کچھ بھی، فنا کے سوا نہیں
حق الیقیں ہے عالمِ بود و نبُود کا
ڈانڈا یہیں ملا ہے عدم سے وجود کا

(۷) عُمرِ شباب پیاس بھی ہے، زمزمی بھی ہے احساس کا جمود بھی ہے، برہمی بھی ہے
دعوائے مرجبی بھی، دمِ رستمی بھی ہے توفیقِ مصلحت کی مگر، اک کمی بھی ہے
شہزوریاں یہ اپنی جتائے تو مانئے
پیری کے آگے پاؤں جمائے تو جانئے

(۸) جو دانش و کمال کے دُرہائے لا جواب حاصل نہ عمر بھر ہوں، وہ پیری میں دستیاب
منھ بولتا ثبوت ہے جس کا بہ آب و تاب میرا یہ شیب، اور سخن کا مرے شباب
اک معجزہ ہے پیریِ مدحت نصاب کا
سوکھا ہوا درخت ہے تختہ گلاب کا

(۹) مجھ سے ضعیف کیوں نہ ہوں پیری کے قدرداں کہنہ شراب ہوتی ہے پُر کیف بے گماں
گو شاہکارِ فن ہو کسی کا نیا مکاں وہ دلکشی کہاں جو قدامت میں ہے نہاں
ماضی کی یادگار کا رتبہ عظیم ہے
کعبہ خدا کا گھر ہے کہ سب سے قدیم ہے

(۱۰) ناداں شباب و شیب کو ہم مرتبہ نہ گن وہ خامیوں کی عُمر ہے، یہ پختگی کا سِن
وہ امتحانِ جہل، یہ دانش کا ممتحن وہ شاعری کی رات، تو یہ فلسفے کا دن
وہ داستاں کا دور کہانی کا وقت ہے
یہ علم و معرفت کی جوانی کا وقت ہے

(۱۱) شدت پسند وہ ہے تو یہ اعتدال کوش وہ تنگِ معصیت، یہ لباسِ عمل بدوش
باطل کا وہ خروش یہ حقانیت کا جوش وہ دل ہے، یہ ضمیر، وہ مستی، یہ عینِ ہوش
وہ گرم رَو ہے لشکرِ عصیاں لئے ہوئے
یہ ہے جہادِ نفس کا میداں لئے ہوئے

(۱۲) اُس کو ہے جاہ و مال سے محرومیوں کا درد — گزرے ہوئے یہ قافلۂ اولیا کی گرد
وہ لذّتِ حیات کی خوش فعلیوں کا مرد — جھیلے ہوئے یہ گردشِ دوراں کے گرم و سرد
صدمے پڑیں تو وسعتِ فکرِ ادق بڑھے
کھا کھا کے چوٹ جیسے طلائی ورق بڑھے

(۱۳) دیکھے کوئی ضعیفۂ ہستی کے خدّ و خال — عمرِ دراز پر بھی ہے کیا حسن کیا جمال
نخلِ کہن بلند، تو پودے ہیں پائمال — پیرِ فلک کی گود میں ہے سرنگوں ہلال
فطرت ہے دلپذیر کہ یہ کہنہ سال ہے
مہر و مہ و نجوم کی روشن مثال ہے

(۱۴) پیری وہ چاند تا دمِ آخر جو ضوفشاں — وہ ماہِ نو شباب، اٹھیں جس پر انگلیاں
کب مہرِ نیم روز ہے تسکینِ قلب و جاں — دلکش ہے آفتابِ لبِ بام کا سماں
چھوٹا سا دائرہ تھا فلک پر پڑا ہوا
دیکھا دمِ غروب تو سورج بڑا ہوا

(۱۵) کہتا ہے سر اٹھا کے یہی آسمانِ پیر — پیری ہے سربلندی و رفعت کی دستگیر
رازِ شباب و شیب سے واقف ہے ہر بصیر — یہ ہے وفا شعار، تو وہ ہے فنا پذیر
عمرِ شباب رہنے کو آتی نہیں کبھی
پیری جو آئی چھوڑ کے جاتی نہیں کبھی

(۱۶) باطل ہے اے شباب! ترا فخر و اِدّعا — لازم تو ضعفِ تن کو نہیں ضعف عقل کا
نورِ خرد تو اصل میں خالق کی ہے عطا — پیری پہ جس کی حد ہے، جوانی سے ابتدا
وہ بھی تو ہیں جو پیر ہیں اور دستگیر ہیں
موسیٰ جوان ہیں تو خضر مردِ پیر ہیں

(۱۷) پیری کو بے عمل کا جنھوں نے دیا خطاب — پیرِ خرد کا ڈھونڈھ کے لائیں کوئی جواب
دل ناتوان ہو تو جوانی بھی ہے عذاب — جب عزم ہو قوی، تو بڑھاپا بھی ہے شباب
باطن پہ غور کیجے نہ ظاہر کو دیکھیے
کرب و بلا میں ابنِ مظاہر کو دیکھیے

(۱۸) شیب حبیب روح جواں در کنار ہے　　تازہ یہ لطف ہے کہ خزاں میں بہار ہے
یہ زورِ الفتِ اسد کردگار ہے　　پیری کے طنطنے پہ جوانی نثار ہے
رُخ کے خطوط، ذوقِ عمل کے نشان ہیں
اعضا ضعیف ہیں، پہ ارادے جوان ہیں

(۱۹) عازم جو ہیں عدو سے نبٹنے کے واسطے　　جھک کر کھڑے ہوئے ہیں جھپٹنے کے واسطے
بے چین ہے شباب پلٹنے کے واسطے　　سیدھے چلے ہیں فوج الٹنے کے واسطے
یہ حوصلہ تھا جو سبب انقلاب تھا
پیری کو اب اُبھر کے جو دیکھا شباب تھا

(۲۰) دل میں جو عشقِ عترتِ خیر الانام ہے　　فتحِ مبین ان کی عزیمت کا نام ہے
تنکر کہا کہ عزمِ سوئے فوج شام ہے　　گردن کا خم پکارا، کہ میرا سلام ہے
چڑھ کر فرس پہ عازمِ باغِ جناں ہوئے
دیکھا رخِ حُسینِ حَسیں اور جواں ہوئے

(۲۱) چومے ثبات، پاؤں کا اک اک نشان وہ　　جھومے حیات، شوق شہادت کی شان وہ
غبطہ کرے ہلال، کمر کی کمان وہ　　دیکھا کرے شباب، بڑھاپے کی آن وہ
تیغِ اصیل بھی کوئی ایسی بجی نہیں
پیری کا بانکپن ہے کمر میں کجی نہیں

(۲۲) غازی، شجاع، ماہرِ فن، تیغ زن، دلیر　　میداں کے مرد، بیشۂ عشق و وفا کے شیر
فاقوں کے بادشاہ، فقیری کی خُو سے سیر　　تیوری کے بل عدو کے لئے قسمتوں کا پھیر
جھپٹے جدھر ہجوم کی بدلی سی چھٹ گئی
الٹی جو آستین، وہیں صف الٹ گئی

(۲۳) آلِ عبا سے ان کی ولا کچھ نئی نہیں　　بچپن سے ہیں یہ جان پیمبرؐ کے ہم نشیں
شہ ان کو دوست کہتے ہیں یہ اُن کو شاہِ دیں　　حضرت کا نقشِ پا جو ملا، چوم لی زمیں
جس سمت کو بھی قبلۂ ارض و سما پھرے
یہ بھی اُدھر کو صورتِ قبلہ نما پھرے

(۲۴) ہم صحبتِ جنابِ رسولِ قدیر ہیں — شیدائے نورِ عینِ جنابِ امیر ہیں
شبیرؑ کے مرید، زمانے کے پیر ہیں — طفلی سے فدیۂ شہِ برنا و پیر ہیں
ان کی تو زندگی ہے ولائے حسینؑ سے
یہ مر کے پھر جیے ہیں، دعائے حسینؑ سے

(۲۵) یہ مظہر کمال، مظاہر کے نورِ عین — کرب و بلا میں بزمِ رفاقت کی زیب و زین
عشقِ نبی و آلِ نبیؐ جن کے دل کا چین — مانندِ ذوالفقارِ علیؑ ناصر حسینؑ
شہ کے جلو میں قُربِ الٰہی نصیب ہے
نصرت قریبِ آیۂ فتحٌ قریب ہے

(۲۶) اخلاقِ اولیا کا نمونہ ہیں ہو بہو — مثلِ گلاب باغِ عمل میں ہیں سرخرو
دل میں ہے غسلِ خونِ شہادت کی آرزو — بہرِ نمازِ عشق، کیا اشکوں سے وضو
کاٹا ہے سب شباب خضوع و خشوع میں
بعد از قیام اب ہیں مسلسل رکوع میں

(۲۷) ملتے ہیں کس کو خلق میں ایسے وفا شعار — حق کیش و حق شناس و حق آگاہ و حق گزار
ذی علم و ذی فضیلت و ذی جاہ و ذی وقار — جاں باز و سرفروش و عمل کوش و جاں نثار
پیری میں ناتوانی کا ظاہر اثر ہو گیا
آنکھیں نبیؐ کی دیکھی ہیں ضعفِ بصر ہو گیا

(۲۸) کیوں خم نہ ہو جہاد کی صف میں یہ باوفا — جوہر یہی تو ہوتا ہے تیغِ اصیل کا
جھکنے ہی سے نماز ہے مقبولِ کبریا — بے سجدہ و رکوع تو رکعت نہیں ادا
ہلکا ہو جس کا ظرف نہ ہرگز کبھی جھکے
پلّہ ہو جو بھی وزن میں بھاری وہی جھکے

(۲۹) وہ کیوں نہ ہو صفاتِ حمیدہ سے مُتّصف — محبوب رب ہوں جس کی محبت کے معترف
اللہ رے فیضِ معرفتِ شاہِ لَو کَشِف — ایمان کا ہے نون جو قامت کا تھا الف
پیری سے اِن کی جذبۂ نصرت جوان ہے
قد کا الف جھکا ہے کہ حمزہ کی شان ہے

(۳۰) پلکوں پہ ضعفِ تن سے گراں ہے نظر کا بار جس طرح شاخِ نرم پہ بھاری ثمر کا بار
ہے دوشِ ناتواں پہ مگر، بحر و بر کا بار یعنی رفاقتِ شہِ جن و بشر کا بار
اس بار پر ہیں جنسِ مودّت لئے ہوئے
دل کے طبق میں اجرِ رسالت لئے ہوئے

(۳۱) آراستہ مگر شکنوں سے جو ہے بدن چھن کر گیا شباب یہ جنت کا پیرہن
کہتی ہے صاف لوحِ جبیں کی ہر اک شکن ابھرے ہیں یہ نقوشِ تولّائے پنجتن
جوشِ ولائے شہ میں جو سوئے سپہ چلے
پیری میں جھرّیوں کی پہن کر زرہ چلے

(۳۲) رن میں جو آرہے ہیں یہ لانے کو انقلاب وہ کانپتے ہیں، فتح کے جو دیکھتے تھے خواب
کہتا ہے نوجوانوں سے پلٹا ہوا شباب جب وقت آپڑے تو اٹھو یوں بہ رعب وداب
مقتل میں آستین الٹ کر تنے رہو
ظاہر بظاہر ابنِ مظاہر بنے رہو

(۳۳) راسخ جو دل میں نیّت دفعِ فساد ہے جتنا کمر میں خم ہے بل اتنا زیاد ہے
پیر ان کو جو کہے، وہ ضعیف اعتقاد ہے تلوار بن گئے ہیں، یہ ذوقِ جہاد ہے
کیوں پشت صورتِ فلکِ پیر خم نہ ہو
وہ کاٹ کیا کرے گی جو شمشیر خم نہ ہو

(۳۴) حاضر ہیں شاہِ دیں کے جلو میں بہ کرّ و فر اک ہاتھ ہے کمر پہ اک ان کی رکاب پر
حملے کو بڑھ رہی ہیں جو فوجیں بہ شور و شر غصے سے لب چباتے ہیں یہ جھوم جھوم کر
دل کی صدا ہے، دور ہو رعشہ، حزیں ہوں میں
وہ سر ہلا رہا ہے کہ حارج نہیں ہوں میں

(۳۵) رعشہ نہ سمجھے ان کے لرزنے کو فوجِ شر مہرِ وفا ہے آئینۂ تن میں جلوہ گر
ہے ہر قدم جو راہ میں خم آپ کی کمر گوشے وفا کے ڈھونڈھتے ہیں جھک کے سربسر
دنیا پہ کیا گریں گے علیؑ کے فقیر ہیں
بچپن سے یہ شبابِ تولّا میں پیر ہیں

(۳۶) بڑھتی ہی جا رہی ہے جو باطل کی خودسری آمادۂ دفاع ہے پیری میں یہ جری
باندھی کمر جو کس کے بہ اندازِ حیدری غصے کا حسن بن گئی اعضا کی تھرتھری
بیٹھے جو تن کے غیظ میں گردوں رکاب پر
رعشہ ہوا فرار چڑھا آفتاب پر

(۳۷) رعشے کا اب ہے ان کے بدن میں کہاں گزر ہیں خوفِ حق سے لرزہ بر اندام سر بسر
ہوتے نہیں یہ رن میں کبھی طالبِ مفر لرزش ہے گو کہ پاؤں میں، لغزش نہیں مگر
پیری میں دل، تو دل میں محبت جوان ہے
جھک کر جو چلتے ہیں یہ شرافت کی شان ہے

(۳۸) یہ گیسوئے حسینۂ اسلام کے اسیر ایسے ہیں پیر دستِ خدا جن کے دستگیر
یکتا فقیہ اور محدث بھی بے نظیر اصحاب کے گروہ میں اک راویِ غدیر
پیری میں کیوں جوان نہ وہ خوش نصیب ہو
جو سیدِ شبابِ جناں کا حبیب ہو

(۳۹) پیری جو آئی رخ پہ عجب نور چھا گیا طاقِ حرم بنے جو کمر میں خم آ گیا
چھپ جانے کا شباب یہ گوشہ جو پا گیا عشقِ حسینؑ بن کے رگوں میں سما گیا
ایسا حَسیں یہ شیب ہے فیض سرشت سے
آئی ہے دیکھنے کو جوانی بہشت سے

(۴۰) پیری میں یوں پھر آئے ہیں زور و توان و تاب ٹکرا کے جیسے کوہ سے، سیلِ رواں کا آب
پلٹا تھا جیسے ڈوب کے مغرب میں آفتاب آیا تھا جیسے پھر کے زلیخا کا پھر شباب
صورت خود انقلاب کی تصویر بن گئی
کس کر کمر تنے، تو کماں تیر بن گئی

(۴۱) باطن کے نور سے ہیں یہ پاکیزہ خُو سفید ظاہر بھی صاف دل کی طرح مو بمُو سفید
سر تا قدم ہیں گو کہ یہ با آبرو سفید پھر بھی ہیں سرخرو کہ نہیں ہے لہو سفید
کاٹی ہے عمر عشقِ امامِ حجاز میں
یکرنگ ہیں، یہ عالمِ نیرنگ ساز میں

(۴۲) درجِ دہن سے کھو گئے دندانِ آبدار | یا شیب پر شباب نے دُر کر دیئے نثار
ہے کفر کا حریف، یہ دانائے روزگار | دنداں شکن جواب سے اب بھی نہیں ہے عار

بتّیس دانت سونپ کے دامن کو خاک کے
بتّیس دانے پائے ہیں تسبیح پاک کے

(۴۳) پیشِ نظر عروسِ وفا کا جو ہے جمال | پیری کی آنکھ پر ہے جوانی کا احتمال
پلکوں کی صف میں فوجِ حسینی کی چال ڈھال | عاشور کی سحر، رخِ روشن، دمِ جلال

غصّے میں موئے خط کی بھی صورت عجیب ہے
قرآں کے حرف اڑ گئے محشر قریب ہے

(۴۴) ماتھے کی لوح میں دلِ مومن کا ہے جمال | سجدے کے داغ سے جو بنی ہے مہ کمال
باقی نہیں جو رخ میں سرِ مو سیاہ بال | ابرو ہیں تیغ صیقلی و صاف کی مثال

مطلق نہیں جو بالوں میں دھبّا خضاب کا
رنگ اڑ گیا ہے شیب کے ڈر سے شباب کا

(۴۵) پردہ درِ شبابِ زلیخا ہے ان کا شیب | یہ کس نے کہہ دیا ہے کہ پیری میں سَو ہیں عیب
سنتے جو ہیں امام سے ہر دم کلامِ غیب | وہ موسیِ زماں، یہ ضعیفی میں ہیں شعیب

خم ہوکے بات کی جو امامِ کریم سے
غل تھا کہ ہم کلام ہے ڈالی کلیم سے

(۴۶) باپ ان کے تھے جو عاشقِ محبوبِ ذوالجلال | کی تھی انہوں نے شہ کی ضیافت مع عیال
شبیرؑ کے حبیب جو مشتاق تھے کمال | کوٹھے پہ چڑھ گئے تھے پئے رویت ہلال

پھسلا جو پاؤں زیست کا دن شام ہوگیا
یہ چاند، آفتابِ لبِ بام ہوگیا

(۴۷) یوں جاں بحق ہوا جو وہ مولا کا حق گزار | حجرے میں لاش باپ نے رکھ دی بقلبِ زار
ناگاہ آئے مہر و مہِ آسماں وقار | خوش آمدید و صلِّ علیٰ کی ہوئی پکار

گردوں بھی دے رہا تھا صدا شیخ و شاب بھی
اک برج میں ہے چاند بھی اور آفتاب بھی

(۴۸) نانا نواسے فرش پہ بیٹھے جو ایک جا یکساں ہیں سب یہ چھوٹے بڑے حق نے دی صدا
خاصا بہ شوق چن کے یہ بولا وہ باوفا بسم اللہ نوش کیجئے اے خاصۂ خدا
بولے حسینؑ ہم ابھی کھانا نہ کھائیں گے
کھائیں گے، جب حبیب ہمارے کھلائیں گے

(۴۹) آنکھوں میں اشک بھر کے مظاہر نے عرض کی کھانا تو نوشِ جان کریں دلبر نبیؐ
ملوائیں گے حبیب سے شہ کو ابھی ابھی مستقبلِ قریب نے بڑھ کر ندا یہ دی
اصرار کیجئے گا تو کیا مان جائیں گے
یہ بے حبیب تیر ستم بھی نہ کھائیں گے

(۵۰) آنکھوں میں آنسو دیکھ کے بولے یہ مصطفےٰؐ اے میرے دوست صاف کہو ماجرا ہے کیا
سب حال جب سنا کے مظاہر نے کی بکا بولے حضورؐ لاش یہاں لاؤ، غم ہے کیا
آئی ندا فضول یہ رنج و ملال ہیں
مہماں ترے خدائے نصیری کے لال ہیں

(۵۱) لاش آ گئی تو بولے اِسے قبلہ رو لٹاؤ مڑ کر کہا حسینؑ سے، بیٹا قریب آؤ
یہ ننھے ننھے ہاتھ دعا کے لئے اٹھاؤ دیکھا کریں مسیح بھی وہ معجزہ دکھاؤ
نانا نثار شانِ امامت سے قم کہو
ہو جائے وہ مشیت باری جو تم کہو

(۵۲) اللہ رے کرامتِ سلطانِ کربلا اٹھے علیؑ کی شان سے زہراؑ کے دلربا
تھے باوضو، نماز پڑھی اور قم کہا گویا لبوں کے ہلتے ہی بیجان بول اٹھا
زندہ ہوئے حبیب تو نقشے الٹ گئے
تسلیم کی اُنھوں نے یہ بڑھ کر لپٹ گئے

(۵۳) اس وقت سے جو عہدِ محبت تھا استوار طفلی شباب مہر و وفا کی تھی رازدار
جھک جھک کے شہ کے پاؤں پہ کہتے تھے بار بار اے خضر کاش میں ترے قدموں پہ ہوں نثار
یہ ذکر تھا جو کھیل میں جاری زبان پر
آخر حبیب کھیل گئے اپنی جان پر

(۵۴) کوفے میں جب تھی شرعِ نبیؐ نذرِ انقلاب — حاکم تھا جب یزید، ضلالت تھی جب صواب
جب کفر و معصیت کے کھلے بند، وا تھے باب — اڑتی تھی تختگاہِ خلافت میں جب شراب
احباب سے حبیب کنارہ کئے ہوئے
عزلت نشیں تھے جامِ تولّا پئے ہوئے

(۵۵) تھے اس قدر عدو کے تشدد سے درد مند — ہتھیار کھول کر درِ خانہ کیا تھا بند
تسکینِ قلب و جاں کے یہی مشغلے تھے چند — صوم و صلوٰۃ و یادِ شہنشاہ ارجمند
دنیا سے دور درد کی دنیا لئے ہوئے
خلوت میں اک ہجومِ تمنا لئے ہوئے

(۵۶) اک دن جو بیقراریٔ دل کچھ ہوئی سِوا — گھر سے خضاب لینے کو نکلا یہ با وفا
عزلت کے رنگ دیکھ کے احباب نے کہا — گھر میں پڑے ہو پاؤں میں مہندی لگی ہے کیا
یہ سُن کے دل میں غم کے جو خنجر اتر گئے
گردن جھکائے راہ گزر سے گزر گئے

(۵۷) پلٹے خضاب لے کے جو گھر کو بصد ملال — ناگاہ راستے میں ملے عوسجہ کے لال
تھے بسکہ دونوں راہِ وفا میں شریکِ آل — لپٹے گلے سے طالب و مطلوب کی مثال
تا دیر دردِ ہجر کے شکوے گِلے رہے
ظاہر میں بھی بصورت باطن ملے رہے

(۵۸) بازار پر حبیب کی اب جو پڑی نظر — سامان حرب و ضرب کے دیکھے اِدھر اُدھر
بولے اک آہ بھر کے کلیجے کو تھام کر — دل پر نہ جانے غم کا ہے کیوں خود بخود اثر
آمادۂ جدال جو ساری خدائی ہے
کیوں بھائی کچھ سنا ہے یہ کس پر چڑھائی ہے

(۵۹) دلبند عوسجہ نے کہا بادلِ حزیں — پیارے حبیب کیا تمھیں اب تک خبر نہیں
ہیں خضرِ دیں سے طالبِ بیعت عدوئے دیں — لاکھوں شقی ہیں، ایک پیمبرؐ کا نازنیں
یہ سنتے ہی غضب سے عجب حال ہوگیا
مہندی زمیں پہ پھینک دی منھ لال ہوگیا

(۶۰) داڑھی پہ ہاتھ پھیر کے بولا یہ خوش نژاد — اب خون سے رنگے گا اسے شہ کا خانہ زاد
وہ بولے مرحبا! یہی اپنی بھی ہے مراد — نصرت امام وقت کی ہے بدر کا جہاد
ناکے ہیں بند، پھر بھی نہ پیچھے ٹلیں گے ہم
ظلمت کدہ سے پردۂ شب میں چلیں گے ہم

(۶۱) عزمِ صمیم کرب و بلا کرکے ایک دم — تیاری سفر کو چلے دونوں ذی ہمم
تاریخ نے زمیں کے ورق پر کیا رقم — اب اعتراض کوفے کے شیعوں پہ ہے ستم
جن کو ولا تھی فاطمہؑ کے نور عین کی
چھپ چھپ کے یوں گئے ہیں مدد کو حسینؑ کی

(۶۲) زنداں میں جو اسیر تھے ان کا ہے کیا گلا — خانہ نشین جو تھے وہ اکثر ہوئے فدا
جو چل چکے تھے اور نہ پہنچے تھے کربلا — نصرت کی راہ میں تھے، مشیت سے زور کیا
منزل پہ آ گئے تو ظفر یاب ہوگئے
جو راستے میں رہ گئے توّاب ہوگئے

(۶۳) پوچھو اگر کہاں تھے ہزاروں وہ ذی حشم — مسلم سے دستِ بیع ہوئے تھے جو ایک دم
قرآں اٹھا کے معترضوں سے کہیں گے ہم — پھیرو مُنافقون کے سُورے پہ اب قلم
تہمت وہی لگائے گا ہم پر فساد کی
مانے نفاق کو جو خطا اجتہاد کی

(۶۴) تھا عشقِ معتبر جو محبوں کا راہبر — خانہ نشینیوں میں تھی سر گرمی سفر
تھے فرقتِ امام میں بیتاب اس قدر — شوقِ حرم میں قبلہ نما تھے دل و جگر
مژدہ ملا حبیب کو ناگاہ چین کا
دن پھر گئے طلب میں خط آیا حسینؑ کا

(۶۵) مضمونِ خط یہ تھا کہ فقیہِ وفا نصیب — نصرت طلب ہے تجھ سے مصیبت میں یہ غریب
ساعت ہے امتحانِ وفا کی بہت قریب — حق دوستی کا جلد ادا کر مرے حبیب
اس جنگ میں حمایتِ حق فرضِ عین ہے
کرب و بلا میں بیکس و تنہا حسینؑ ہے

(۶۶) خط پڑھ کے آہ کی جو کلیجے کو تھام کر زوجہ پکاری خیر تو ہے اے مَلَک سِیر
بولے حبیب آیا ہے مولا کا نامہ بر نرغے میں گھر گیا ہے ید اللہ پسر
لکھا ہے یہ کہ آل کی نصرت میں کد کرو
اے بچپنے کے دوست ہماری مدد کرو

(۶۷) گھبرا کے مومنہ نے یہ پوچھا بصد بُکا پھر آپ کا جواب میں خط کے، ہے عزم کیا؟
کچھ سوچ کر پکارے حبیبِ شہ ہدا یہ پیرِ خستہ حال کُجا اور وغا کُجا
لکھ دوں گا یہ جواب، امامِ انام کو
مانع ہے اب جہاد سے پیری غلام کو

(۶۸) وہ بولی ہائے سب شہِ ذی شاں سے پھر گئے دشمن تو کیا حبیب بھی مہماں سے پھر گئے
صاحب بھی دلبرِ شہِ مرداں سے پھر گئے شیرؑ سے نہیں پھرے ایماں سے پھر گئے
تم سے نہ یہ امید تھی اس خستہ حال کو
یوں بھول جاؤ گے مری بی بی کے لال کو

(۶۹) ہے ہے میں اب بتول کو کیا منھ دکھاؤں گی رو رو کے جان دوں گی قیامت مچاؤں گی
خود کھاؤں گی نہ بچوں کو کھانا کھلاؤں گی لو اپنا گھر سنبھالو میں نصرت کو جاؤں گی
برقع تم اوڑھو حربۂ پیکار دو مجھے
میں کربلا کو جاتی ہوں، تلوار دو مجھے

(۷۰) بے ساختہ حبیب پکارے کہ آفریں اللہ دے جزا تجھے اے صاحبِ یقیں
ہم اور پھریں نبیؐ کے پسر سے، نہیں نہیں منظور امتحاں تھا ترا اے کنیزِ دیں
ثابت کمالِ عشقِ شہِ انس و جن ہوا
صد شکر تیری سمت سے دل مطمئن ہوا

(۷۱) پھر پوچھتے ہیں تجھ کو جلاپا قبول ہے وہ بولی غم جلائے سراپا، قبول ہے
فاقوں میں ہو بسر یہ بڑھاپا قبول ہے بانو کا گھر بچے تو رنڈاپا قبول ہے
جاؤ فدا ہو جلد امامِ انام پر
لو بخشتی ہوں مہر بھی زہراؑ کے نام پر

(۷۲) سن کر شریکِ غم کے یہ الفاظِ پُر اثر　بولے غلام سے یہ حبیبِ مَلَک سیر
راہِ وفا میں اب مجھے در پیش ہے سفر　جا اور برونِ شہر مرا انتظار کر
پہنچوں گا جب میں خدمتِ مولا میں دور سے
تیرا سلام عرض کروں گا حضور سے

(۷۳) سن کر رہِ وفا کے مسافر کا یہ کلام　گھوڑے پہ زین کس کے روانہ ہوا غلام
بیرونِ بابِ شہر پہنچ کر قریبِ شام　آقا کے انتظار میں ٹھہرا وہ نیک نام
شوقِ سفر جو منزلِ بیم و رجا میں تھا
آنکھیں لگی تھیں راہ میں دل کربلا میں تھا

(۷۴) نکلا ز بسکہ گھر سے مسافر جو کرکے دیر　مجبورِ اضطراب ہوا بندۂ دلیر
بولا فرس سے بیشۂ عزم و عمل کا شیر　میں بھی خدا کی راہ میں ہوں زندگی سے سیر
تبدیل ہوگئی ہے جو نیت حبیب کی
میں جاؤں گا مدد کو امامِ غریب کی

(۷۵) کہتا تھا یہ سمند سے وہ عبدِ جاں نثار　جو آگئے حبیبِ مظاہر بھی بیقرار
سن لی جو گفتگوئے غلامِ وفا شعار　بڑھ کر اسے گلے سے لگایا بہ انکسار
رو کر کہا کہ سبطِ نبیؑ کا فدائی ہے
تو آج سے غلام نہیں میرا بھائی ہے

(۷۶) قدموں پہ سر جھکا کے پکارا وہ باوفا　عاصی ہوں سوءِ ظن کی مجھے دیجئے سزا
بولے کہ دیر ہم سے ہوئی تیری کیا خطا　لے الوداع جاتے ہیں ہم، تو بھی گھر کو جا
کی عرض میں تو جاؤں گا پھر کر نہ راہ سے
اب تو سنانی آئے گی گھر قتل گاہ سے

(۷۷) کیا بہر نصرتِ شہِ صفدر نہ جاؤں میں — نرغے میں ہوں بتول کے دلبر، نہ جاؤں میں
انصار کو بلاتے ہوں سرور، نہ جاؤں میں — میرے بھی وہ امام ہیں، کیونکر نہ جاؤں میں
روکو نہ راہ فدیۂ شاہِ انام کی
تم کو قسم حسین علیہ السلام کی

(۷۸) یہ سن کے ڈھاڑیں مار کے رونے لگے حبیب — سر پیٹ کر پکارے کہ اے سید غریب
یہ تیری بیکسی کا ہے عالم مرے حبیب — نصرت کو ہیں غلام بھی بے چین یا نصیب
واحسرتا یہ غربت و ناچاریِ حسینؑ
"فریاد از غریبی و بے یاریِ حسینؑ"

(۷۹) روتے ہوئے حبیب فرس پر ہوئے سوار — بیٹھا عقب میں عبدِ وفادار و جاں نثار
پہنچے جو کربلا میں یہ مولا کے حق گزار — خود آئے پیشوائی کو سلطانِ ذی وقار
بچھڑے ہوئے ملے تو کلیجے الٹ گئے
قدموں پہ یہ جھکے وہ گلے سے لپٹ گئے

(۸۰) پہنچائی یہ خبر جو کسی نے سوئے خیام — پیہم دعائیں دینے لگیں بیبیاں تمام
فضہ نے دی ندا کہ حبیب فلک مقام — زہرا کی جائی آپ کو فرماتی ہیں سلام
منہ پیٹ کر کہا کہ یہ منہ اِس حقیر کا
میں اور سلام بنت جنابِ امیرؑ کا

(۸۱) واحسرتا کہاں تھے حبیب فلک مقام — جب بعد عصر لٹنے لگے شاہؑ کے خیام
بے اذن خیمہ گاہ میں در آئی فوج شام — دڑے نے جھک کے بنت علیؑ کو کیا سلام
اُس دم حبیب تھے نہ امام جلیل تھے
بکھرے تھے بال پشت پہ زینبؑ کی نیل تھے

(۸۲) کہتی تھی سر کو پیٹ کے یہ خواہر امامؑ آؤ مدد کو اے مرے شیرانِ تشنہ کام
کیا سو رہے ہو رن میں حبیب شہ انام کہتی ہے تم کو بنت علی آخری سلام

نوحہ یہ سن کے زینبؑ کلفت نصیب کا
کروٹ بدل کے رہ گیا لاشہ حبیب کا

☆

قرآن میں جنوں کی عبادت کا ذکر ہے

بند: ۱۰۷

تصنیف: ۱۹۸۳ء   بمقام: کوٹ ڈی جی۔ پاکستان

(خلاصہ)

جنات کا ذکر قرآنِ مجید، زبور اور تاریخ کے حوالے سے ___ بیر الالم کا واقعہ ___ راحیل کا واقعہ ___ زعفر جن کی ولادت ___ زعفر کا مدینے جانا ___ امام کا وہاں نہ ملنا تو زعفر کی گھر واپسی ___ امامؑ کو تلاش کرانا ___ کربلا کی خبر ملنے پر کربلا جانا ___ وہاں کے حالات ___ امام حسینؑ کی جنگ ___ تلوار کی تعریف ___ امامؑ کا مدد لینے سے انکار ___ زعفر کی کربلا سے واپسی لیکن ماں کے کہنے پر پھر کربلا جانا ___ کربلاؔ کے حالات ___ وہاں سے نجف اور مدینے جانا ___ بین ___

(۱) قرآن میں جنوں کی عبادت کا ذکر ہے — انساں کے ذکر و فکر میں شرکت کا ذکر ہے
دینِ محمدیؐ کی اطاعت کا ذکر ہے — آتش پہ خاکیوں کی حکومت کا ذکر ہے
ثابت ہے جس سے نار پہ قابو تراب کا
بیر الأُلم میں ہے وہ علم بو ترابؑ کا

(۲) آیت، کہ جس میں مقصد خلقت کا ہے بیاں — انساں سے پہلے آیا ہے جن اس کے درمیاں
جن کا وجود سورۂ جن سے بھی ہے عیاں — بد بھی ہیں اِن میں، جیسے ہے ابلیسِ بدگماں
یہ سب اسی زمین پہ ہیں اب کہیں بھی ہیں
چھپ کر دلیلِ غیبت مہدیؑ دیں بھی ہیں

(۳) اسلام کا رواج جنوں میں بہ نظم و ضبط — انساں کی طرح بہر مسائل نبیؐ سے ربط
تشکیک کا جو اس میں ہو پیدا کسی کو خبط — سرمایۂ نجات بھی ضبط اور عمل بھی حبط
اس امرِ خاص کے لئے یہ اہتمام ہے
وسواسِ جن کے ذکر پہ قرآں تمام ہے

(۴) جب کچھ نہ تھا سوائے ظہورِ محمدیؐ — جن تھے، ملائکہ تھے، حضور محمدیؐ
تسبیح خواں تھے حسب امورِ محمدیؐ — تھا مدرسہ شعور کا نورِ محمدیؐ
لازم تھا ضابطہ مَلَک و جن کے واسطے
جب تھے نبیؐ ہمارے نبی اِن کے واسطے

(۵) آئینۂ ثبوت میں یک لخت دیکھئے — بانی ہے اب یہ مسئلۂ سخت دیکھئے
یہ جن بھی واہ کتنا ہے بد بخت دیکھئے — بلقیس کا جو لا نہ سکا تخت دیکھئے
یہ ذکر، ذکرِ بزمِ سلیمانؑ میں آیا ہے
اللہ ہے گواہ کہ قرآں میں آیا ہے

(۶) دیکھیں اب ان کی بزم سے پیچھے جو مُڑ کے آپ — لوہے کو موم کرتے ملیں گے انھیں کے باپ
محفل میں ان کی ساری خدائی کا ہے ملاپ — انسان سن رہا ہے جنوں کے قدم کی چاپ
اب بھی جسے ہو شک وہ ضلالت مآب ہے
داؤدؑ کی زبور تو حق کی کتاب ہے

(۷) روزِ ازل سے تا دمِ محشر بلا کلام — مثلِ بشر جنوں میں بھی ہے دین کا نظام
پڑتا ہے مسلکوں سے ہمیشہ انھیں بھی کام — میرے جو ہیں امامؑ وہ اِن کے بھی ہیں امامؑ
نکلیں گے کیا وہ بندِ تمسک مآل سے
جن کو علیؑ نے باندھا ہے خرمے کی چھال سے

(۸) گو اُن کے واقعات ہیں میرے لئے شنید — پھر بھی ہیں معتبر کہ نبیؐ کے ہیں چشم دید
اک اور ربط بھی ہے ہر اک ربط سے مزید — اکثر وہ ہیں مریدِ شہؑ انما یُرید
میرے جو قلب میں ہے لگن مدحِ آلؑ کی
اک شمع وہ بھی ہیں مری بزمِ خیال کی

(۹) بیر الالم مرا دل ہنگامہ خیز ہے — جس میں جنوں کا ذکر ستیز و گریز ہے
زعفرؒ کا زعفران بیاں مُشک بیز ہے — گویا دہن میں جن کی زباں شعلہ ریز ہے
اس ولولے سے اب میں ثنائے ولی پڑھوں
بوتل میں جن ہوں بند جو نادِ علیؑ پڑھوں

(۱۰) اے جبرئیلِ سدرۂ شعر و سخن! سنبھل — جن میں جنوں کے دَخَل تھے اُن وادیوں میں چل
وہ دیکھ رن میں پائے یداللہ بے زلل — محکم مثالِ قطب، قضا کی طرح اٹل
اب سامنا ہے لشکرِ آتش پناہ کا
دیکھا ہوا بصیرتِ اہلِ نگاہ کا

(۱۱) شیخِ مفیدؒ و طبرسیؒ و قمیؒ ثقہ — تحقیق کے فلک پہ جو ہیں عرش بارگہ
جن کے بیاں حدیث و روایت کا حاشیہ — وہ شاخِ کِلک سے ہیں گُل افشاں جگہ جگہ
غزووں کی جان ہیں وہ صفیں کارزار کی
بجلی گری جنوں پہ جہاں ذوالفقار کی

(۱۲) پڑھ کر کتاب منتہی الآمال دیکھیے تیغِ علیؑ کی آتشِ سیال دیکھیے
جنات وادیوں میں زبوں حال دیکھیے شعلوں کی سرزمین میں بھونچال دیکھیے
یہ معرکہ تھا جنگِ بنی مصطلق کے ساتھ
گویا علاج سِل کا بھی کرنا تھا دِق کے ساتھ

(۱۳) لاکھوں جنوں سے پُر تھے جو اُجڑے ہوئے دیار پہنچا دیا نبیؐ نے وہاں دینِ کردگار
بخشا علیؑ کو فوجِ رسالت کا اقتدار بھیجے جلو میں چند صحابی بھی جاں نثار
حیدرؑ تھے سرکشوں کی تباہی کے واسطے
اصحاب معرکے کی گواہی کے واسطے

(۱۴) دیکھا کیے یہ لوگ شہؑ لا فتا لڑے اکثر زمیں سے اُٹھ کے فرازِ ہَوا لڑے
پوچھے جو کوئی، کیوں نہ یہ سب باوفا لڑے مٹی کا جسم، آگ کے شعلوں سے کیا لڑے
کیا اُس پہ وار ہو جو نگاہوں سے دور ہے
آئے گا نار پر وہی غالب، جو نور ہے

(۱۵) پہلے رجز علیؑ نے پڑھا صورتِ رسولؐ دلکش ادا سے پیش کیے دین کے اصول
بخشیں ہوئیں دماغوں نے کھولا درِ قبول اسلام لائے خضرؑ کے لطف و کرم سے غول
لی بیعت رسولؐ جو ان سے امامؑ نے
کارِ نبیؐ علیؑ نے کیا سب کے سامنے

(۱۶) وہ خیرہ سر نہ لائے جو ایمان دین پر جھپٹے سوئے امامؑ وہ سب کر کے شور و شر
سمجھایا آشتی سے علیؑ نے اُنھیں، مگر برسائی آگ جب، تو کھنچی تیغِ شعلہ ور
یوں آن، بان، شان سے نکلی وہ میان سے
جیسے علیؑ کی مدح نبیؐ کی زبان سے

(۱۷) ڈر کر جو اس کی آنچ سے جن سر بسر اُڑے گولے تھے آگ کے کہ اِدھر اور اُدھر اُڑے
آندھی سی تیغ آئی تو صرصر سے، سر اُڑے ایسے دھویں اُڑائے کہ پہروں شرر اُڑے
غُل تھا اسے عذاب نہ سمجھو تو بھول ہے
یہ سورۂ دخان کی شانِ نزول ہے

(۱۸) وہ دیو بھاگ اُٹھے جو بڑے بن رہے تھے مرد
چنگاریاں اُڑیں تو ہوا میں تھیں گرد برد
غصے میں تھے جو آگ بگولے ہوئے وہ سرد
شعلے ابھی تھے لال بھبوکے ابھی تھے زرد
تلواریں کھا کے ساری خودی بھولنے لگی
اِن بجلیوں میں خوں کی شفق پھولنے لگی

(۱۹) شمشیر شعلہ بار نے تیور بجھا دیئے
پرکالہ ہائے شر کے پرخچے اُڑا دیئے
اُبھرے ذرا جو سر وہ اجل نے دبا دیئے
شعلے مَسل مَسل کے شرارے بنا دیئے
غل تھا یہ قدسیوں کے ہجوم کثیر کا
یہ معجزہ ہے تیغِ جنابِ امیرؑ کا

(۲۰) عفریت سامنے تھے جو خالق کے شیر کے
بجلی تھی تیغ بھی نہ چلی دیر دیر کے
فرار بھاگنے جو لگے منھ کو پھیر کے
یہ کوند کر وہیں گئی، کیوں لاتی گھیر کے
جو تھا جہاں جہاں سے وہاں اُٹھ کے رہ گیا
شعلے بجھے تو بھک سے دھواں اُٹھ کے رہ گیا

(۲۱) ان وادیوں کے بیچ تھی اک چاہ جاں ستاں
بستی جنوں کی، قومِ شیاطین کا مکاں
ایسا عُمق کہ دیکھ کے پاتال کا گماں
قعرِ جحیم، حدِ نظر، موت کا کنواں
بابل کا سحر تھاہ میں جس کی غریق تھا
افکارِ فلسفی سے زیادہ عمیق تھا

(۲۲) قابض جو تھے نواح پہ دیوانِ بد قوام
وحشت کے روز و شب تھے تو دہشت کی صبح و شام
آئے گئے کہ رنج و الم کا جو تھا مقام
یہ وجہ تھی کہ چاہ کا بیر الالم تھا نام
محوِ خرام غولِ بیاباں اِدھر اُدھر
پانی وَسط میں آتشِ رقصاں اِدھر اُدھر

(۲۳) تھا قافلہ جو مالکِ کوثر کا تشنہ لب
اصحاب پانی بھرنے کو آئے کنویں پہ اب
ڈالا جو ڈول رہ گئے حیران سب کے سب
رسّی کٹی نظر نہ پڑا ہاتھ العجب
بے ظرف کی وہ ڈور جو بَل کھا کے رہ گئی
پُر زور قہقہوں کی صدا آ کے رہ گئی

(۲۴) اصحاب مارے خوف کے دوڑے نبیؐ کے پاس — بد حال، خستہ بال، پریشان، بد حواس
مڑ مڑ کے دیکھتے تھے جو پیہم بہ فکر و یاس — شعلے لپک کے آنکھیں دکھاتے تھے بے ہراس
گھبرا کے قُل اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَق پڑھا
جن بھاگ اٹھے جو نادِ علیؑ کا سبق پڑھا

(۲۵) ڈر ڈر کے شاہِ دیں کو سنایا جو سب یہ حال — بس آ گئے جلال میں محبوبِ ذو الجلال
اُٹھ کر کہا کہ اے مرے اصحابِ خوش خصال — دیکھو کدھر ہے ضامنِ حفظِ کتاب و آل
دانندۂ رموزِ خفی و جلی ولی
کعبے کا چاند، بدر کا فاتح، علیؑ، ولی

(۲۶) حاضر ہوئے یہ سنتے ہی خدمت میں بوترابؑ — بولے رسولِ پاک کہ اے مالک الرقاب
جنات اس کنویں میں ہیں مانع برائے آب — اب آپ بھر کے لایئے پانی بہ آب و تاب
سمجھایئے، بجھایئے، غصے کو ٹالیے
سیدھی طرح نہ مانیں تو پھر بل نکالیے

(۲۷) سینے پہ ہاتھ رکھ کے جھکایا علیؑ نے سر — تعمیل کو چلے بہ سر و چشم بے خطر
پہنچے جو چاہ پر تو ندا دی بہ کرّ و فر — اے قومِ جن سنو یہ سخن کان کھول کر
مانع نہ آؤ گے تو نہ تم کو ستائیں گے
ہم پانی لینے آئے ہیں اور لے کے جائیں گے

(۲۸) تم ملّتِ یہود ہو یا اُمّتِ مسیحؑ — رہبر خلیلؑ پاک تمہارے ہیں یا ذبیحؑ
یہ سب کے سب ہماری خبر دے گئے صریح — توریت بھی درست ہے، انجیل بھی صحیح
دیکھو تو آپ اپنی کتابوں میں کیا ہیں ہم
احمد نبیؐ ہمارے ہیں، اور ایلیاؑ ہیں ہم

(۲۹) وہ اول فول بکنے لگے سُن کے یہ بیاں — یاں میان سے اُگلنے لگی تیغِ جاں ستاں
کلماتِ کفر لائے جو لب پر وہ بد زباں — پھر تو کنویں میں کود پڑے یوسفِ زماں
دیووں کا رنگ چہرۂ نا مطمئن اُڑا
مشرق کو دھوپ اڑ گئی مغرب کو دن اُڑا

(۳۰) پانی میں آگ بن کے جو تیغِ علیؑ چلی — آتش سے جو بنے تھے انھیں پھونکتی چلی
اُٹھی، گری، تڑپ گئے بسمل، رکی، چلی — جھنکار کی زباں سے، یہ کہتی ہوئی چلی
جن چیز کیا ہیں میرے مقابل جو آئے ہیں
میں نے تو جبرئیل کے بھی پر اڑائے ہیں

(۳۱) چلتی رہی جنوں پہ مسلسل وہ برق تاب — شعلے ہوئے جو سرد اٹھا دودِ بے حساب
حیراں تھے جن کہ چاہ میں آیا کہاں سحاب — ہنس کر پکاری موت کہ قومِ حمق مآب
روحیں ہیں بسملوں کی جو بادل دھویں کے ہیں
کیا جانیں وہ یہ راز جو مینڈک کنویں کے ہیں

(۳۲) مارے گئے جنوں میں جو فتنے تھے خیرہ سر — باقی تھے سب امان کے طالب اِدھر اُدھر
کلمہ پڑھا جو دست ید اللہ چوم کر — قرآں کا حرز ان کو ولا کی ملی سپر
روکی علیؑ نے تیغ جو قبضے کو چوم کے
وہ سب دُرود پڑھنے لگے جھوم جھوم کے

(۳۳) نکلے علیؑ کنویں سے ظفرمند و فتحیاب — پانی بھرا انھوں نے جو آئے تھے ہمرکاب
تھے منتظر اِدھر جو رسولؐ فلک جناب — بزمِ سحابِ فیض میں آئے یہ لے کے آب
اصحاب تشنہ کام تھے سیراب ہوگئے
عرفانِ مرتضیٰؑ کے بھی اسباب ہوگئے

(۳۴) اِس معرکے میں لائے تھے ایماں جو خوش مزاج — ان کے نظامِ قوم میں راحیل کا تھا راج
قانونِ حق کو سونپ دیا جبکہ تخت و تاج — تھا نار کا بنا ہوا، نوری ہوا وہ آج
اخلاط بد تمام فنا ہو کے رہ گئیں
آتش مزاجیاں بھی ہوا ہو کے رہ گئیں

(۳۵) ایماں کا وہ رقیب جو حق سے ہوا قریب — جائے نبیؐ، علیؑ کی زیارت ہوئی نصیب
اللہ کے حبیب کا حاضر جو تھا حبیب — نائب رہا نگاہ میں، غائب رہا مَعیب
تخیل میں خفی تھے محمدؐ، جلی علیؑ
دل میں نبیؐ نبیؐ تھا، زباں پر علیؑ علیؑ

(۳۶) تسلیم کی جو سوچ سمجھ کر پیمبریؐ — حیدرؑ نے برقرار رکھی اس کی سروری
مولاؑ سے باتوں باتوں میں سیکھا جو بوذری — وہ دیو سے خدیو ہوا بہر رہبری
دل دے دیا امامؑ کو، ایمان لے لیا
حُبِّ علیؑ سے خلد کا فرمان لے لیا

(۳۷) آیا مدینۂ نبوی میں جو ایک بار — مسجد میں جلوہ گر تھے رسالت کے تاجدار
اُٹھے علیؑ برائے تعارف بصد وقار — در عِلم کا کُھلا تو ملا علم کا دیار
جوشِ طلب میں مطلبی تک پہنچ گیا
رہبر ہوئے علیؑ تو نبیؐ تک پہنچ گیا

(۳۸) اس روز گھر جو دیکھ لیا اہل بیتؑ کا — ٹوٹا کبھی پھر آمد و شد کا نہ سلسلا
پہلے تو دل پہ جراَتِ حیدرؑ کا نقش تھا — آنے سے بار بار کے جانا کہ یہ ہیں کیا
پردے درِ بتولؑ پہ دیکھے پڑے ہوئے
باہر رسولؐ اِذن کے طالب کھڑے ہوئے

(۳۹) بعد از نبیؐ ہوا جو تغیر بہ روئے کار — اب خود سری کا دیو تھا انسان پر سوار
جن تھے جو نصف فیضِ رسالت کے حصہ دار — ان پر رہا علیؑ کی امامت کا اقتدار
لائے نہ مسئلہ کوئی اب تک کسی کے پاس
جب پوچھنے کچھ آئے تو آئے علیؑ کے پاس

(۴۰) اکثر ولا کے جوش دکھائے بہ صد خلوص — تحفے بھی آلؑ کے لئے لائے بہ صد خلوص
قرآن بھی سمجھنے کو آئے بہ صد خلوص — پھر مومنوں کے غم بھی بتائے بہ صد خلوص
اصحابِ باوقارِ پیمبرؐ سے پوچھ لو
ربذے میں جاؤ اور ابوذر سے پوچھ لو

(۴۱) مولاؑ کے دوستوں کی بھلائی کو آگئے — پُر ہول بن میں راہ نمائی کو آگئے
مشکل میں اپنی عقدہ کشائی کو آگئے — صفین میں صفوں کی صفائی کو آگئے
یہ سن کے پھر گئے کہ یہ حکمِ خدا نہیں
خرمن سے بجلیوں کو لڑانا روا نہیں

(۴۲) یہ ربط ضبط بڑھتے رہے روز و ماہ و سال
حیدرؑ کی تھی نگاہ تو افضالِ ذو الجلال
راحیلؒ تھا متاعِ ولا سے جو مالا مال
زعفرؒ سا نونہال ملا، فیضِ عشقِ آلؑ
رتبے بڑھے مَلَک سے بھی اُس نورِ عین کے
قدموں میں لا کے ڈال دیا جب حسینؑ کے

(۴۳) پھولا پھلا ریاضِ تمنا کا وہ نہال
شبیرؑ کی دعائیں تھیں ہر دم شریکِ حال
آیا جو وقتِ رحلتِ راحیلؒ خوش خصال
وہ دن تھے یہ، سفر میں تھے جب فاطمہؑ کے لال
زعفرؒ کی ماں تو غش تھی یہاں بارگاہ میں
واں مادرِ حسینؑ تڑپتی تھیں راہ میں

(۴۴) بیعت کے سب رُسوم ادا کر کے ایک دم
مادر سے دست بستہ یہ بولا وہ ذی ہمم
یثرب کا اذن دیجئے بہرِ شہِ امم
در شہؑ کا چوم لوں تو رکھوں تخت پر قدم
وہ بولی جاؤ صبح بھی جانا ہے شام بھی
کہیو علیؑ کے لال سے میرا سلام بھی

(۴۵) دیدارِ نورِ حق کی جو دل کو لگی تھی لَو
ہمراہ لے کے نذر کو سوغاتِ نَو بہ نَو
وہ یوں چلا مدینے کو بجلی کی جیسے رو
پہنچا درِ امامؑ پہ، جیسے قمر کی ضو
بیت الشرف کو یوں نہ ابھی رُو بہ رُو کیا
ٹھٹکا، رُکا، نکالی صراحی، وضو کیا

(۴۶) پھر دقِّ باب کر کے ادب سے یہ دی ندا
زعفرؒ سلام کہتا ہے عباسِؑ با وفا
پابوسیِ امامؑ کو آیا ہے بے نوا
آہستہ ایک دخترِ بیمار نے کہا
بھائی سفر میں سرورِ قدسی صفات ہیں
عباسؑ بھی امامِ دو عالم کے سات ہیں

(۴۷) مایوس ہو کے زعفرؒ جن نے یہ عرض کی
تحفے بھی کچھ میں لایا ہوں، لے جائے یہ کوئی
بیمارے نے اِک آہ بھری اور ندا یہ دی
بھیجوں کسے کہ گھر میں نہیں کوئی طفل بھی
بابا کے ہمرکاب جو سب نازنین ہیں
اِک میں ہوں گھر میں اور اِک ام البنینؑ ہیں

(۴۸) زعفرؒ نے کی یہ عرض کہ صدقے ہو یہ غلام — ام البنینؑ کو بھی، تمہیں بھی، مرا سلام
ہدیے جو میرے ساتھ ہیں نذرِ شہؑ انام — دے دیجئے گا جبکہ سفر سے پھریں امام
بولیں کہ خیر اب کہیں پھر کر وہ آتے ہیں
دیکھا ہے خواب میں، نئی بستی بساتے ہیں

(۴۹) سوغات سب یہ ڈیہوڑی میں رکھ کر مجھے بتا — کیا چیز کس کی نذر ہے اے مردِ باخدا
زعفرؒ نے کی یہ عرض کہ نذرِ شہِ ہدا — جامہ ہے اور عمامہ ہے، نعلین اور عصا
اطفالِ ماہ رُو کے لئے کچھ قبائیں ہیں
زہراؑ کی بیٹیوں کے لئے دو ردائیں ہیں

(۵۰) بُندے سکینہؑ جان کو اماں نے ہیں دیئے — جامے ہیں سبز جانِ حسنؑ کے لئے سیئے
شمشیرِ زر نگار ہے عباسؑ کے لئے — شربت بھی ہیں لطیف جو اصغرؑ کبھی پیئے
جھولا بھی ایک ہے اِسی دلبر کے واسطے
سہرا بھی ایک لایا ہوں اکبرؑ کے واسطے

(۵۱) روئی یہ نام سن کے جو بیمارِ خستہ تن — آنسو بھر آئے آنکھوں میں زعفرؒ کی دفعۃً
گریے کو ضبط کرکے بہ فرطِ غم و محن — بولا یہ دل سنبھال کے شیدائے پنجتنؑ
بنتِ حسینؑ دیجئے رخصت غلام کو
ڈھونڈوں گا قافلوں میں کہیں اب امامؑ کو

(۵۲) ڈیہوڑی کے پاس آگئی یہ سن کے وہ حزیں — روکر کہا اگر تجھے مل جائیں شاہِ دیں
میرے مرض کا حال نہ کہ دیجیو کہیں — ہاں اُن سے کہیو، ہوں جو کہیں اکبرؑ حسیں
ہے آسرا بہن کو بہت پیارے بھائی کا
صغراؑ کو انتظار ہے وعدہ وفائی کا

(۵۳) زعفرؒ بہ قلبِ زار جو آیا پلٹ کے گھر — مادر کو اضطراب ہوا سن کے یہ خبر
جن شاہؑ کی تلاش میں بھیجے اِدھر اُدھر — پڑھ کر نماز، نذر یہ مانی بہ چشمِ تر
میں خیریت جو دلبرِ زہراؑ کی پاؤں گی
نامِ حسینؑ پیاسوں کو شربت پلاؤں گی

(۵۴) جو پیک، شہؑ کو ڈھونڈتے پھرتے تھے ہر طرف — آئے وہ کربلا میں جو ہوتے ہوئے نجف
دیکھا وہ ظلم، غیظ سے بھر آیا منھ میں کف — فوجیں، حسینؑ، گود میں بچہ، گلا، ہدف
دادا کا صبر غنچہ دہن نے دکھا دیا
جس دم گلے پہ تیر لگا، مسکرا دیا

(۵۵) غصے میں چند جن جو بڑھے سوئے فوجِ کیں — اوروں نے اُن کو روک دیا دوڑ کر وہیں
اُلٹے ہوئے وہ غیظ میں کہنی تک آستیں — چلّائے ہم لڑیں گے، یہ بولے ابھی نہیں
ہے مصلحت یہی کہ یہاں سے سفر کرو
اب اپنے بادشاہ کو جلدی خبر کرو

(۵۶) رن سے تمام جن سوئے بیر الالم چلے — برقِ تپاں کی طرح بہ سوزِ الم چلے
زعفرؑ کی بارگاہ میں با چشمِ نم چلے — مثلِ ہوا، مثالِ صبا، دم بہ دم چلے
پہنچے جو خاک اڑاتے ہوئے اُس دیار میں
زعفرؑ ٹہل رہا تھا وہاں انتظار میں

(۵۷) جاتے ہی دی ندا شہؑ ایماں کا گھر لٹا — اے بادشاہ! تیرے سلیماں کا گھر لٹا
کعبے کی خیر احمدِ ذیشاں کا گھر لٹا — زہراؑ کا بوستاں، شہِؑ مرداں کا گھر لٹا
باغِ علیؑ میں کوئی کلی ہے نہ پھول ہے
اب نوبتِ شہادتِ سبطِ رسولؐ ہے

(۵۸) زعفرؑ کے ہوش اُڑ گئے سنتے ہی یہ خبر — اِک آہ بھر کے تاج کو دے پٹکا خاک پر
لے کر سپاہِ جن کے جوانانِ معتبر — تختِ ہوا پہ سوئے سلیماںؑ کیا سفر
صرصر صفت چلے جو شکوہ و جلال سے
آندھی بھی گرد ہو گئی دیووں کی چال سے

(۵۹) اب میری گفتگو میں یہ زعفرؑ کا ہے بیاں — کوفے سے جب نکل کے بڑھا میرا کارواں
دیکھا کہ راہیں روکے ہے اِک لشکرِ گراں — ہے فوجِ شام سے شب تاریک کا سماں
ڈھالوں سے تا بہ دور جو گیتی سیاہ ہے
پھیلی ہوئی یزید کی فردِ گناہ ہے

(۶۰) دیکھا جدھر جدھر نظر آئے اُدھر اُدھر خیمے، سپاہ، تیغ و سناں، خنجر و تبر
تھے مورچے کہ چیونٹیوں سے بھی تھے بیشتر تِل دھرنے کی جگہ بھی نہیں تھی زمین پر
پنگھٹ سے تا مصاف یہ جمگھٹ کا حال تھا
پیکِ نظر کو پاؤں بڑھانا محال تھا

(۶۱) سوچا یہ بھیڑ بھاڑ یہ انبوہ دیکھ کر کردر گزر زمیں سے، سروں سے بس اب گزر
اُوپر اُٹھائی آنکھ تو چندھیا گئی نظر روحیں تھیں انبیاء کی فضاؤں میں جلوہ گر
ابدال و اولیا بھی صفوں کو جمائے تھے
تا دور قدسیوں کے پَرے پر ملائے تھے

(۶۲) یہ سب مقرّبینِ خدا، صاحبِ یقیں کثرت میں اس قدر کہ ہوا کا گزر نہیں
نظریں یہ سب جھکائے ہوئے تھے سوئے زمیں جیسے ہو کوئی دید کے قابل سماں کہیں
ہلچل ہے، تہلکہ ہے، تزلزل ہے، شور ہے
محسوس یہ ہوا کہ لڑائی کا زور ہے

(۶۳) میں نے یہ اک مَلَک سے کیا بڑھ کے تب سوال یہ کون محو جنگ ہے، کس سے ہے یہ جدال
بولا یہ سب دمشق کی ہے فوجِ بد خصال محوِ جہاد ہیں اسدِ کبریا کے لال
نَو لاکھ ضربتوں سے شۂ دیں کی زیر ہیں
آخر کنندہ درِ خیبر کے شیر ہیں

(۶۴) ہے گرم آج صبح سے میدانِ کارزار بچھڑے امامِ دیں سے اکہتّر وفا شعار
صابر نے استغاثہ کیا تب بہ قلب زار ھَل مِن مُعِین کون ہے بیکس کا غمگسار
پُر درد اس صدا نے کلیجے ہلائے ہیں
ہم ذکر چھوڑ چھوڑ کے نصرت کو آئے ہیں

(۶۵) میں نے کہا یہ عزم اگر ہے تو دیر کیا مل کر کرو یورش کہ فنا ہوں یہ اشقیا
بولا مَلَک امامِؑ امم کی نہیں رضا فرماتے ہیں یہ صبر کی کشتی کے ناخدا
نصرت طلب حسینؑ نہیں خاص و عام سے
میرا سوال ہے تو فقط فوجِ شام سے

(٦٦) ہم سے بھی پہلے آئے ہیں رن میں جو انبیاء اُن سے بھی نور چشم علیؑ نے یہی کہا
تب حضرت خلیلؑ نے کی بڑھ کے التجا پیارے حسینؑ! میری امامت کے مدّعا
ہر چند غیظ صبر کی طینت سے دور ہے
طاقت مگر علیؑ کی دکھانا ضرور ہے

(٦٧) کہتے تھے یہ خلیل کہ برسے اُدھر سے تیر بیٹھے سنبھل کے زین پہ شاہِ فلک سریر
دیکھا نبیؐ کی سمت بہ چشمِ عمل پذیر ہاں کہ دیا انھوں نے، کھنچی تیغِ بے نظیر
منشا سمجھ لیا جو رسولِ قدیرؐ کا
قبضے نے ہاتھ چوم لیا دستگیر کا

(٦٨) گیسوئے شب سے چہرۂ حورِ سحر کھلا گھونگٹ اٹھا کہ رُوئے عروسِ ظفر کھلا
مظلوم کی حسام کا ڈورا اِدھر کھلا واں ناریوں کے واسطے دوزخ کا در کھلا
تیغ دو دم نہ قبضۂ شاہِ زماںؑ میں تھی
کنجی سقر کی دستِ قسیم جناں میں تھی

(٦٩) آغاز جنگ کا تھا عجب جاں فزا سماں غزووں میں دینِ پاک کے یہ لطف تھے کہاں
موجود رن میں لاکھ نبیوں سے قدرداں آئے تھے سب بہشت سے، تھے سب کے سب جواں
محوِ نظارہ بادۂ جرأت پیئے ہوئے
میکائیلؑ و جبرئیلؑ رکابیں لئے ہوئے

(٧٠) وہ آدمؑ صفی بشریت کی سلسبیل وہ نوحؑ ناخدا، وہ خدا آشنا خلیلؑ
یعقوبؑ پاک و حق نگر و یوسفِؑ جمیل موسیٰؑ کلیم و صالحؑ و ذوالکفلؑ خود کفیل
سب محوِ دید رزم گہِ انقلابؑ تھے
موجود خود جنابِ رسالتمآبؐ تھے

(٧١) سب مجتمع تھے بیشۂ عزم و عمل کے شیر حمزہؓ، کہ صف کشی میں نہ لگتی تھی جن کو دیر
جعفرؓ، کہ تھے ہزار زبردست جن سے زیر وہ ہاشم جری، وہ ابوطالبؑ دلیر
پوتے کے وار دیکھ کے بس جھوم جاتے تھے
یہ داد دے رہے تھے، علیؑ مسکراتے تھے

(۷۲) پہلے تو یہ یقین تھا مجھ کو، خطا معاف
حیدرؑ پہ رزم ختم ہے، کہتا ہوں صاف صاف
دیکھی ہے جب سے جانِ پیمبر کی یہ مصاف
جی چاہتا ہے، قبلۂ دیں کا کروں طواف
چھائے ہوئے ہیں جنگ میں ستر ہزار پر
قدسی درود پڑھتے ہیں ایک ایک وار پر

(۷۳) تو بھی وہ دیکھ سامنے بجلی جہاں گری
وہ صف بچھی، وہ کوند کے برقِ تپاں گری
میں نے کہا کہ میں ہوں یہاں، وہ وہاں گری
حائل پرے ہیں، دیکھوں تو کیونکر، کہاں گری
بولا مَلک، جدھر نہ ہو مجمع اُدھر سے دیکھ
میں پر سمیٹتا ہوں اِدھر آ اِدھر سے دیکھ

(۷۴) بر آنے کی بندھی جو تمنائے دل کو آس
جلدی سے دوڑتا میں گیا اس مَلک کے پاس
دو جن کہ تھے بڑے جو نظر باز و باحواس
بیر الالم سے تیغ علیؑ کے ادا شناس
ہر وقت ساتھ تھے مرے افعال کی طرح
وہ راس و چپ تھے کاتبِ اعمال کی طرح

(۷۵) ہم سب نے رزم گاہ کی جانب کیا جو غور
ارض و سما میں تیغ ید اللہ کا تھا دور
اُٹھ کر گری تو کٹ گئے دس بیس فرقِ جور
بیساختہ پکار اٹھا میں، کہ ایک اور
تھے بسملوں کے رقص کے منظر اِدھر اُدھر
قدسی بھی سیر دیکھتے تھے پر اِدھر اُدھر

(۷۶) جس زاویے سے محوِ نظارہ تھا یہ غلام
پل بھر کو اس طرف جو مڑے سرورِ انام
میں نے ادب سے جھک کے وہیں سے کیا سلام
فرما گئے اشارۂ ابرو سے یہ امامؑ
اب ہے یہ جنگ چند ہی لمحات کے لئے
موقع تجھے بھی دیں گے ملاقات کے لئے

(۷۷) وہ جن تھے دنگ دیکھ کے شاہِ امم کی جنگ
جن کو تھی یاد حیدرؑ عالی ہمم کی جنگ
کہتے تھے یہ، وہی تو ہے تیغ دو دم کی جنگ
پھر، پھر گئی نگاہوں میں بیر الالم کی جنگ
چمکی تھی جو کنویں میں یہی تو وہ برق ہے
سب ہاتھ بھی وہی ہیں، کلائی کا فرق ہے

(۷۸) ہم سن چکے ہیں اپنے بزرگوں سے یہ سخن — یہ تیغ ہے عطیۂ خلاقِ ذو المنن
یہ خود جو صف شکن ہے تو سیاف بت شکن — ایسی نہ تیغ ہے کہیں ایسا نہ تیغ زن
خود اپنے ہاتھ کے لئے حق نے بنائی ہے
ڈھل کر وہیں سے فتح کے سانچے میں آئی ہے

(۷۹) یہ قاطع جفا بھی نویدِ وفا بھی ہے — پیغام زندگی بھی ہے رازِ قضا بھی ہے
طینت میں غیظ و قہر بھی لطف و عطا بھی ہے — دشمن کی اصل و نسل سے یہ آشنا بھی ہے
سب جانتی ہے شب ہے کہاں، دن کہاں کہاں
کافر ہے کس کے صلب میں، مومن کہاں کہاں

(۸۰) اس تیغ میں شکوہ بھی ہے بانکپن بھی ہے — اہلِ صفا سے صاف ہے گو صف شکن بھی ہے
قاضی بھی جنگ میں ہے قضا کا چلن بھی ہے — مشاطۂ جہاد بھی ہے اور دلہن بھی ہے
یہ لشکرِ خدا کی سپر ہے سپاہ ہے
دستِ امام میں تو امامت پناہ ہے

(۸۱) یہ تیغِ کامران و کج انداز و کامیاب — کفار کے قلوب کو تہدیدِ انقلاب
فتح مبیں اگر ہے زلیخا تو یہ شباب — اس کی چمک میں جوہرِ عصمت کی آب و تاب
فولاد کی بنی نہیں قدرت کی ساخت ہے
ہر دور میں امامِ زماں کی شناخت ہے

(۸۲) یہ ایک ہی تھی خالقِ عرشِ بریں کے پاس — بھیجی مثالِ وحی، رسولِ امینؑ کے پاس
پائی علیؑ نے، آئی حسینِؑ حسیں کے پاس — اب رفتہ رفتہ جائے گی مہدیِؑ دیں کے پاس
اولادِ فاطمہؑ کی کمر میں رہے گی یہ
ہر پھر کے اہل بیتؑ کے گھر میں رہے گی یہ

(۸۳) رقصاں تھی ذوالفقار چپ و راس و پیش و پس — جولاں تھا راہوار چپ و راس و پیش و پس
لاشے تھے بے شمار چپ و راس و پیش و پس — ایک اک کے چار چار چپ و راس و پیش و پس
چاروں طرف جو تیغ سے اعدا دو چار تھے
زندہ تھے ڈھائی سو جو مرے تو ہزار تھے

(۸۴) رن سے چلی تو شور تھا رن سے چلو چلو ساعت بری ہے بھاگو یہاں سے ٹلو ٹلو
منکے پکارے موت وہ آئی ڈھلو ڈھلو دوزخ کا تھا یہ غل اِدھر آؤ جلو جلو
وعدہ شکن فرار تھے جی توڑ توڑ کے
تلواریں پھینک پھینک کے رن چھوڑ چھوڑ کے

(۸۵) غل تھا اجل کا دو مجھے رستہ ہٹو ہٹو گرزو! کمانو! تیرو! سنانو! کٹو کٹو
دم ہو اگر تو جا کے مقابل ڈٹو ڈٹو کہتی تھی تیغ اب کوئی سیفی رٹو رٹو
ہل چل میں ورنہ خاکِ لحد جھاڑ جھاڑ کے
مُردے نکل پڑیں گے کفن پھاڑ پھاڑ کے

(۸۶) تیغِ علیؑ کے رن میں تھے جلوے جلی جلی جس طرح آفتاب کی کرنیں گلی گلی
گیتی لرز کے کہتی تھی میں اب چلی چلی چلّائے پر سمیٹ کے قدسی علیؑ علیؑ
جھنکار سے صراحیِ دل چور چور تھی
بجلی تھی پاس پاس، چمک دور دور تھی

(۸۷) دستوں میں کھلبلی تھی صفوں میں تھا انتشار میداں میں جز حسینؑ کسی کو نہ تھا قرار
چلّا رہے تھے شامی و کوفی دمِ فرار زہراؑ کے لال روک لو اب تیغِ آبدار
اصغرؑ کا واسطہ علی اکبرؑ کا واسطہ
امت پہ رحم کھاؤ پیمبرؐ کا واسطہ

(۸۸) نانا کی سمت سُن کے یہ دیکھا جو ایک بار گردن جھکا کے رہ گئے محبوبِؐ کردگار
بس روک لی یہ دیکھ کے صابر نے ذوالفقار میکائیلؑ و جبرئیلؑ سے بولے بہ صد وقار
لو الوداع اب ہے، نظر امتحان پر
لے جاؤ سب ملائکہ کو آسمان پر

(۸۹) ارواحِ انبیاءؑ ہوں کہ ابدال و اولیا مقتل سے جائیں سب ملک الموت کے سوا
حکمِ امامؑ سے کوئی پھرتا، مجال کیا لمحوں میں سب چلے گئے، خالی ہوئی فضا
رونے کو بس رسولِ یگانہ کے ساتھ میں
ماں باپ بھائی رہ گئے نانا کے ساتھ میں

(۹۰) زعفر کا ہے بیاں کہ ملا اب جو راستا حاضر ہُوا میں جلد حضورِ شہِؑ ہدا
آواز دی ادب سے کہ روحی لک الفدا فدوی کو کیوں نہ یاد کیا جانِ مرتضیٰؑ
اُڑتے حواس و ہوش سپاہِ شریر کے
کچھ کم نہیں غلام جنابِ امیرؑ کے

(۹۱) پہچان کر پکارے امامِ فلک وقار ہاں بھائی! تُو ہے زعفر جنؒ میرا جاں نثار
نصرت کے شوق کا تجھے دے اجر کردگار مجبور میں نہیں، مجھے سب کچھ ہے اختیار
بازو میں زور، میان میں یہ ذو الفقار ہے
پر صبر بھی اطاعت پروردگار ہے

(۹۲) کی عرض میں تو دور سے آیا ہوں یا امامؑ فوجیں بھی ساتھ میں ہیں وغا کا بھی اہتمام
کچھ تو مزہ جفاؤں کا چکھے سپاہِ شام بولے حسینؑ، صبر مناسب ہے والسلام
رخصت جہاد کی تجھے کیونکر عطا کروں
محضر میں تیرا نام نہیں ہے میں کیا کروں

(۹۳) خادم تو مانگتا تھا یہاں اذن کارزار ڈیوڑھی پہ اس طرف حرمِ شہؑ تھے بیقرار
ناگاہ ایک بی بی پکاریں بہ حالِ زار لاکھوں یہ لوگ کون ہیں بھیّا بہن نثار
ساری خدائی پھر گئی یا رب دوہائی ہے
ہے ہے یہ فوج آپ سے لڑنے کو آئی ہے

(۹۴) بسمل ہوئے یہ سن کے امامِ فلک پناہ آواز دی یہ پھیر کے منھ سوئے خیمہ گاہ
زینبؑ نہ مضطرب ہو یہ زعفرؒ کی ہے سپاہ نصرت کروں قبول، نہیں مرضیٔ الٰہ
شوقِ وصال ہے دلِ زہراؑ کے چین کو
للہ تم بھی صبر کرو اب حسینؑ کو

(۹۵) خادم نے کی یہ عرض کہ یا شاہِ نامدارؑ پہنچا دے بی بیوں کو وطن میں یہ جاں نثار
بولے یہ چھوڑتی ہیں مجھے اے وفا شعار؟ جو حکمِ بے نیاز وہ مرضیٔ خاکسار
وعدہ یہ ہے کہ ہم سے جہاں کی نظر پھرے
بھائی کا سر قلم ہو بہن ننگے سر پھرے

(۹۶) بولا میں ہاتھ جوڑ کے اے شاہِ نیک اساس دو گھونٹ پانی پیجئے، ہے مشک میرے پاس
فرمایا اب نہ بھوک ہے مظلوم کو نہ پیاس اصغرؑ کی یاد میں دلِ مغموم ہے اُداس
پر نامِ مشک سن کے جگر تھر تھرا گیا
اس وقت میرا بھائی مجھے یاد آ گیا

(۹۷) روکر کہا یہ میں نے کہ اے سرورِ انام کچھ عرض تو قبول ہو فدوی کی یا امامؑ
ورنہ گلے پہ تیغ پھرا لے گا یہ غلام فرمایا خودکشی تو شریعت میں ہے حرام
ہوگا وہی رضا ہے جو ربِّ قدیر کی
جا اب تجھے قسم ہے جنابِ امیرؑ کی

(۹۸) یہ سنکے میں تو گھر کو چلا پیٹتا ہوا یاں بے وطن پہ نرغۂ فوجِ جفا ہوا
دیکھا جو مڑ کے حال کہوں کیسے کیا ہوا سب زخم خون روئے وہ محشر بپا ہوا
خیر النساءؑ کے لال کا نقشہ بدل گیا
نیزہ جگر کو توڑ کے باہر نکل گیا

(۹۹) روتا ہوا میں گھر پہ جو پہنچا بہ حالِ زار سب مرد و زن تھے فکر میں بیتاب و بیقرار
اماں مری تڑپ کے پکاریں یہ ایک بار سید کی خیریت تو سنا میرے گلعذار
روکر کہا کہ بے سر و ساماں حسینؑ ہیں
دنیا میں کوئی آن کے مہماں حسینؑ ہیں

(۱۰۰) اماں نے پیٹ کر یہ ندا دی یہ کیا کہا ہے ہے جگر میں آگ لگا دی یہ کیا کہا
حق نے تری زباں نہ جلا دی یہ کیا کہا سب نے علیؑ کی قدر بھلا دی یہ کیا کہا
زہراؑ کے لاڈلے کی حمایت میں کد نہ کی
افسوس تو نے سبطِ نبیؐ کی مدد نہ کی

(۱۰۱) میں بولا کیا کروں شہؑ دیں کی رضا نہیں امّاں خدا گواہ مری کچھ خطا نہیں
میں نے مدد کے واسطے کیا کیا کہا نہیں فرما دیا کہ مرضیِ ربِّ علا نہیں
وہ روکے یہ پکاریں کہ گھر سے نکلتی ہوں
لے میں بھی کربلا کو ترے ساتھ چلتی ہوں

(۱۰۲) دل کی تڑپ جو دشتِ مصیبت میں لے کے آئی　　آواز دی کہ اے مرے مظلوم کربلائی
حیدرؑ کے لاڈلے حسنِ مجتبیٰ کے بھائی　　زہراؑ کے لال احمدِ مختارؐ کی کمائی
لونڈی وِلا کا عہدِ وفا کرنے آئی ہے
بیٹے کو اپنے شہؑ پہ فدا کرنے آئی ہے

(۱۰۳) رن میں کدھر ہیں آپ دل و جانِ مصطفےٰؐ　　میں کس طرف کو آؤں سنا دیجئے صدا
زعفرؒ بھی میرے ساتھ ہے اے شاہِ کربلاؑ　　آقا کنیز زادے کو رن کی نہ دی رضا
میں رہ گئی جہان کے فدیے گزر گئے
کس سے گلہ کروں کہ ید اللہ مر گئے

(۱۰۴) زین العباؑ کے صبر پہ رویا میں پیٹ کر　　پُرسے کو پھر نجف کا کیا رخ بہ چشم تر
آیا وہاں سے تربتِ احمدؐ پہ نوحہ گر　　پھر جنت البقیع میں زہراؑ کی قبر پر
نوحہ پڑھا کہ ہائے شہیدِ جفا حسینؑ
ماتم کیا حسینؑ حسینؑ آہ یا حسینؑ

(۱۰۵) سن سُنکے بار بار حسینؑ حُسیں کا نام　　کانپا مزارِ دخترِ پیغمبرؐ انام
ناگہ سنی صدائے بتولِ فلک مقام　　اے میرے بے وطن کے عزادار السلام
رویا غریب کے سر و تن کی جدائی پر
احسان ہے ترا یہ محمدؐ کی جائی پر

(۱۰۶) سن کر صدائے دخترِ سلطانِ بحر و بر　　میں گر پڑا مزار پہ منھ اپنا پیٹ کر
اٹھ کر وہاں سے پھر نہ پلٹ کر گیا میں گھر　　روتا ہوا حسینؑ کو پھرتا ہوں در بدر
ٹھہرا نہیں ہے دل بھی، قدم بھی جمے نہیں
اُس دن سے آج تک مرے آنسو تھمے نہیں

(۱۰۷) بس اے کمیتِ کلکِ نسیم سخن وری — حدِّ ادب میں حدِّ تگ و تاز ہے یہی
اگلوں نے مجملاً یہ روایت جو ہے لکھی — یہ مرثیہ اسی کی ہے تفسیرِ منطقی

مرکز حجاز ہے نہ عراق و دمشق ہے
سر چشمہ اس بیانِ مفصّل کا عشق ہے

☆

مرثیہ
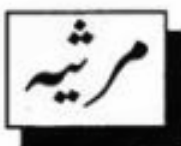
عہدِ رفتہ کی طرح گو منتشر اب ہم نہیں

بند: ۷۵

تصنیف: ۱۹۶۷ء بمقام: کراچی۔ پاکستان

(خلاصہ)

قومی رجز ___ چاند کی زبان سے واقعات کربلا ___ گریہ وزاری کی قسمیں ___ گریہ بزدل نہیں بناتا ___ شام غریباں کے مناظر ___

(۱) عہد رفتہ کی طرح گو منتشر اب ہم نہیں — پھر بھی رفتارِ عمل مربوط و مستحکم نہیں
خیر، جو کچھ کھو چکے، کھو ہی چکے، کچھ غم نہیں — ہوگیا تنظیم کا سودا، یہ قیمت کم نہیں
ذکرِ ماضی بر طرف فی الحال کرنا چاہیے
بڑھ کے مستقبل کا استقبال کرنا چاہیے

(۲) کر رہے ہیں روحِ ملت سے عمل کا احتساب — فکر و دانش کے فرشتے بے حساب و بے کتاب
چہرۂ آیاتِ قدرت سے الٹتے ہیں نقاب — عزمِ محکم، سعیِ پیہم، آزمائش، انقلاب
حسن یوسف بنکے، روح زندگانی آگئی
ہر ارادے پر زلیخا کی جوانی آگئی

(۳) ایسے عالم میں کہ سب ہیں کامیاب زندگی — وقت نے بڑھ کر الٹ دی ہے نقاب زندگی
کھولتا ہوں موت کی منزل میں بابِ زندگی — خون کی سرخی ہے عنوان کتاب زندگی
دفن کر کے عصر کہنہ کی پرانی لاش کو
سوزن ہمت سے سیتا ہوں دل صد پاش کو

(۴) منزلِ جہد و طلب میں تھا جو کچھ کچھ مضمحل — اب دھڑکتا ہے نئے احساسِ قوت سے وہ دل
منجمد سمجھی تھی جس کو کائناتِ آب و گل — بجلیاں سی دوڑتی ہیں اس لہو میں متصل
کون کہتا ہے ہمیں بیدار ہونا چاہیے
ہاں یہ سچ ہے اختتام کار ہونا چاہیے

(۵) دے رہی ہے اِک صلائے عام تنظیم حیات — ہاں کدھر ہیں اہلِ ہمت، فاتحانِ کائنات
ہو رہا ہے امتحانِ جرأت و عزم و ثبات — مِل رہی ہے تا بحد جستجو، غم سے نجات
لیلی مقصد اسی نسبت سے ہم آغوش ہے
جس قدر بازو میں طاقت دل میں جتنا جوش ہے

(۶) کروٹیں لیتی ہے ذہنوں میں ترقی کی امنگ منزل تقدیر میں تدبیر کا جمتا ہے رنگ
کیا حیات آموز ہے صہبائے جرات کی ترنگ ضرب سے نبض عمل کی بج رہا ہے طبل جنگ
زور و زر اِس عزم کو مغلوب کر سکتے نہیں
قوم کے جذبات دب سکتے ہیں، مر سکتے نہیں

(۷) قوم بھی وہ قوم جو تیغوں کے سائے میں پلی سر کٹانا جس کا ادنیٰ کھیل، ایسی منچلی
جس کا خوں تاریخ جانبازی کا عنوان جلی رزمگاہِ دہر میں نعرہ ہے جس کا یا علی
زندگی جس کی شجاعت، جس کا میداں کربلا
تن مدینہ، سر نجف، دل سامرا، جاں کربلا

(۸) ہر نَفَس جس کا جلال نعرۂ تکبیر ہے مصحف ایماں کی جو منھ بولتی تفسیر ہے
جس کی شمعِ راہِ منزل اسوۂ شبیرؑ ہے پشت پر جس کی علیؑ کا دستِ خیبر گیر ہے
دم فنا ہو جائے دم میں یہ جسے للکار دے
ایسے ویسے کی نہیں پیرو کہ ہمت ہار دے

(۹) مرکز عرفان حق ہے جس کا ذوق جستجو جس کے ماتھے کا پسینہ ہمسر آب وضو
ہر قدم جس کا ہے رہبر اُن شہیدوں کا لہو رن میں جو مردانِ میدانِ عمل تھے سُرخرو
مر مٹے جو زندہ دل انسانیت کے نام پر
خون کی جن کے ہیں مہریں دفتر اسلام پر

(۱۰) مرد جس کے بندگان آستانِ بوتراب عورتیں جس کی کنیز زینب عصمت مآب
جس کے بچوں میں علی اصغر کا عزم کامیاب نوجوانوں کو عمل آموز اکبر کا شباب
وقت مشکل جس کے بوڑھوں تک کے سینے تن گئے
جب کمر کس لی حبیب ابن مظاہر بن گئے

(۱۱) حکمت و تدبیر سے لبریز ہیں جس کے دماغ گلشن تہذیب ہے پھولوں سے جس کے باغ باغ
آسمان زندگی کا چاند جس کے دل کے داغ جس کے خون گرم سے روشن ہیں دانش کے چراغ
جس کی شمع علم سے دل جلوہ گاہ طور ہے
بزم حق میں تا قیامت جس کا قائم نور ہے

(۱۲) ہے امارت جس کے جمہوری تصور کی رقیب — جس کا شجرہ اہل بیت اور اصل خالق کا حبیب
کر دیا جس کو ذوی القربیٰ نے خالق سے قریب — غیب سے ہر دم ہے ناظر جس کا روحانی طبیب
فتح مندی پھر صدا دیتی ہے جس کو دور سے
جس کو نسبت ہے امام فاتح و منصور سے

(۱۳) جس کی طینت میں ہے شامل عشق دین مصطفیٰؐ — چومتی ہے جس کے لب کیفیت جام ولا
جس کے ہونٹوں پر ہے نازاں بادۂ صبر و رضا — خاص جس کے میکدے، بطحا، مدینہ، کربلا
انگلیاں جس کی در خیبر گرانے کے لئے
اور کمر لاشیں جوانوں کی اٹھانے کے لئے

(۱۴) جس کا گریہ خندۂ صبح ازل سے کم نہیں — قوت بازو کی گویا مشق ہے ماتم نہیں
جس کے قابل جز غم شبیرؑ کوئی غم نہیں — جس کی ہستی مستقل ہے مدغم و منضم نہیں
وصف جس کا حریت، قید قفس کے بعد بھی
مر کے جو زندہ ہے تیرہ سو برس کے بعد بھی

(۱۵) ہے جسے سن ساٹھ سے حاصل یہ نظم و انصرام — فیض مجلس سے سمٹ آتے ہیں یکجا خاص و عام
زندگانی کے ہر اک شعبے میں ہے ذوق تمام — منضبط علم و تمدن، مستقل دینی نظام
جس کا قرآں، وہ خزانہ جس کی کنجی آل ہے
دولتِ اسلام کا ہر طرح راس المال ہے

(۱۶) جس کا مسلک ہے سیاسی نکتہ چینوں سے الگ — دنیوی تہذیب کے جھوٹے نگینوں سے الگ
ہے نظر ماضی پہ جس کی سطح بینوں سے الگ — آسماں جس کا نشیمن ہے زمینوں سے الگ
یہ عروج و ارتقا جس کا نہیں کچھ آج سے
دائمی رشتہ ہے محکم صاحب معراج سے

(۱۷) تخت شاہی مقصد تخلیق ہے جس کا نہ تاج — مختلف دنیا سے ہے جس کی سیاست کا مزاج
مضطرب ہے روح جس کی قتل و خونریزی سے آج — جس کے ذمے ہے زمانے بھر کا روحانی علاج
یہ کفن دُزدان عالم کیا سنواریں گے اُسے
اس کے جوہر خود چلا دیکر نکھاریں گے اُسے

(۱۸) کون ہے وہ قوم سطحِ خاک پر گردوں نشیں　　سربراہ اولیں جس کے ہیں ختم المرسلیں
یاد رکھیں آسماں والے، سنیں اہل زمیں　　والقمر کی رُو سے ہم ہیں وارث ماہ مبیں
چپکے چپکے ہوتے رہتے ہیں اشارے چاند سے
گفتگو کرتے ہیں بچے تک ہمارے چاند سے

(۱۹) اے خلا پیما فضائے پر فضا کے رہ نورد　　یہ خلائیں جو بظاہر ہیں سیہ، خاموش سرد
ان خلاؤں میں بزیرِ آسمانِ لاجورد　　منتشر اب تک ہمارے کاروانوں کی ہے گرد
پوچھ تو قوسین کی منزل کتاب اللہ سے
ہم گئے ہیں لامکاں تک کہکشاں کی راہ سے

(۲۰) تھا شب اسریٰ ہمارا پہلا زینہ یہ قمر　　آج للچائی ہوئی پڑتی ہے جس پر ہر نظر
اُنس ہے اہل زمیں سے اس قمر کو اس قدر　　ہو کے دو ٹکڑے گواہی دی نبیؐ کی چرخ پر
پہلے دل میرا لبھاتا تھا بہت اِس کا کمال
ہم سخن ہے اب یہ مجھ سے دیکھ کر میرا کمال

(۲۱) مجھ سے کہتا ہے اشاروں میں کہ اے روحی فداک　　طینت مہر عرب کا ہے بقیہ تیری خاک
نقش پائے صاحب لولاک پر چل بے تپاک　　جنبش انگشت سے کردے ہر اک پردے کو چاک
نفس امارہ سے اول جنگ کر عمار بن
پھر فضائے ارتقا میں جعفر طیار بن

(۲۲) تو ہے اس کا مستحق اے قدوۂ نوع بشر　　چاند پر پہلے ترا نقش قدم ہو جلوہ گر
تیرے قائد کے سوا دنیا میں کس کا ہے وہ گھر　　چرخ نے تارا اتارا جس کی ارض پاک پر
پھیرنا قسمت کا کیا مشکل نبیؐ کے واسطے
ڈوب کر پلٹا نہ تھا سورج علیؑ کے واسطے

(۲۳) تیرا رشتہ اس جلالِ کبریا سے استوار　　جو براق برق ایمن کا حقیقی شہسوار
کل ستارے جس کی گرد پائے دلدل پر نثار　　ایک صورت، پانچ جلوے، قدرت پروردگار
مقصد تطہیر ان پانچوں سے پورا ہوگیا
مصحف عصمت کا گویا پنجسورہ ہوگیا

(۴۴) ہیں انھیں جلووں کے سائے آدمی کے خضر راہ — جن کی بیدار عمل راتوں کا میں عینی گواہ
ان کی سیرت منبع تہذیب ارباب نگاہ — ان کی الفت دیدبان حملۂ جرم و گناہ
ایک نادیدہ تجلی عالم محسوس میں
اک چراغ کبریائی جسم کے فانوس میں

(۴۵) ان نفوس پاک کی الفت کا جو ہے مدعی — فرض ہے اس پر تولا کے سوا کچھ اور بھی
یہ ہے اک مانا ہوا محکم اصول زندگی — دوست کی مرضی پہ چلنا ہے شعار دوستی
عشق صادق ذوق تسلیم و رضا کا نام ہے
یہ نہ ہو تو دوستی ناکام، الفت خام ہے

(۴۶) دوستی کی شرط کیا ہے جذبہ نصرت سے پوچھ — منزلیں اس کی کلام اللہ کی آیت سے پوچھ
بستر ختم الرسل سے اور شب ہجرت سے پوچھ — دل میں جو کفار کے بیٹھی تھی اس ہیبت سے پوچھ
دوستی کا مدعی، محبوب کے فرمان سے
سو رہا تھا زد میں تلواروں کی اطمینان سے

(۴۷) میں نے مانا یہ عزیمت یہ شکوہ آہنیں — چند ہی ذاتوں کا ہے پس منظر عین الیقیں
لیکن اس کی گرد کو پانا تو مشکل تر نہیں — اُٹھ، کمر کس لے، بدل تیور، چڑھا لے آستیں
الفت شبیرؑ کا رشتہ عمل سے جوڑ دے
پسلیوں سے پھر اگر چاہے تو بھالیں توڑ دے

(۴۸) میں نے یہ مانا کہ گریہ ہے ترا اک فرض عین — جو ہے صدیوں سے شعور انجمن کی زیب و زین
باادب اتنی گزارش ہے کہ وقت شور و شین — آنسوؤں کے آئینے میں دیکھ کردارِ حسینؑ
راس آیا تجھ کو رونا، خوب رو جی کھول کر
روح کو لیکن ترازوئے ولا میں تول کر

(۴۹) چاند کے منھ سے یکا یک سن کے یہ مطلب کی بات — بول اٹھا شاعر کہ اے نور حیات کائنات
اور کچھ اس مسئلے کے واضح و روشن نکات — میری نظروں میں تو انساں کی عمل سے ہے نجات
فلسفے کی رو سے گریہ ایک ایسا کام ہے
یاسیت جس کا نتیجہ، بزدلی انجام ہے

(۳۰) چانداس فقرے سے چمکا اور کہا بزیب وزین
اے مطیع ملت پیغمبر بدر و حنین
بزدلی کرتا اگر پیدا کہیں یہ شور و شین
مر چکے ہوتے کبھی کے سب عزادارِ حسینؑ
جس میں ہو احساس کی شدت تہور ہے وہی
اشک کے جو دُر لٹاتا ہے بہادر ہے وہی

(۳۱) فلسفہ کتنی ہی گو بحثیں کرے با شدّ و مد
کیا دلیلوں سے کہیں احساس کا ممکن ہے رد
فلسفہ دراصل۔ ہے اک عقل ظاہر بیں کی حد
فلسفہ مبنی ہے ظنّیات پر اے ذی خرد
فلسفہ وہم و گماں ہے ذہن کی پرواز ہے
اشک غم دل کا یقیں ہے درد کا اعجاز ہے

(۳۲) مختلف نوعیتیں رونے کی ہیں سمجھے کوئی
ایک وہ رونا ہے جب طاقت سے دب کر آدمی
کرب میں رونے لگے ظاہر ہو جس سے بے بسی
التجا اشکوں سے ٹپکے رحم کی، امداد کی
یہ فغان و آہ فقدان خودی کی بات ہے
اس طرح رونا یقیناً بزدلی کی بات ہے

(۳۳) لیکن اک مظلوم کا جب درد پیہم ہو بیاں
خون کھولے جس کو سُن کر، تیز ہو نبضِ رواں
انتقام ظلم کے جذبات لیں انگڑائیاں
اور ظالم ایسے عالم میں ہو نظروں سے نہاں
آنکھ سے آنسو ٹپک پڑتے ہیں فرط جوش میں
کیا یہ گریہ بزدلی ہے چشم اہل ہوش میں

(۳۴) مطلقاً رونے کو سمجھا ہے جو تو نے بزدلی
ایسی کیفیت نہیں طاری ہوئی تجھ پر کبھی
ان کا حصہ ہے یہ کیفیت یہ غم کی بے خودی
موجزن دل میں ہے جن کے قلزم حب علیؑ
اس طرح کی ضرب غم سے جب ترا دل شق نہیں
تجھ کو انجام عزا پر تبصرے کا حق نہیں

(۳۵) میں ہوں شاہد اور اجرام سماوی سب گواہ
گریہ کن ملت سے کتنے ہی اٹھے اہل نگاہ
فلسفی، شاعر، مورخ، اہل دل، اہل سپاہ
فاتح عالم، مصنف، موجد فن، باج خواہ
خود بھی ابھرے، کفر کی کشتی ڈبوتے بھی رہے
اور یہ سب مظلوم کی مجلس میں روتے بھی رہے

(۳۶) ایک فطری شے ہے رونا وہ بھی اس مظلوم پر
جو نبیؐ کا دل، علیؑ کی روح، زہراؑ کا جگر
جو مفاد عامہ کی راہ میں گھر چھوڑ کر
ایک مدت تک رہا گرمی میں سرگرم سفر
اُس کا صدقہ ہے کہ اب بازار ظلمت سرد ہے
چاندنی میری اسی کے کارواں کی گرد ہے

(۳۷) کتنی راتیں تھیں کہ جا کر میں نے اس کے روبرو
کی خطوطِ رخ سے پیہم راز دل کی جستجو
قلب کی گہرائیوں میں تھی یہی اک آرزو
دین ہم مٹنے نہ دیں گے چاہے بہہ جائے لہو
بستیوں کی سمت رخ تھا اور نہ جنگل کی طرف
جذبِ حق کھینچے لئے جاتا تھا مقتل کی طرف

(۳۸) تیسویں ذی الحجہ کو اک منزل پہ میں نے وقت شام
دور سے جھک کر کیا مہر امامت کو سلام
جیسے واقف تھے کہ رویت ہے شہادت کا پیام
دیر تک دیکھا کئے کس پیار سے مجھکو امام
جوش قربانی رگِ گردن کو تڑپاتا رہا
آئینے میں شمر کا خنجر نظر آتا رہا

(۳۹) میں تو رخصت ہو گیا، مجبور رخصت تھا، مگر
دوسرے دن شام کو تاروں نے دی مجھ کو خبر
ماہ زہراؑ نے اسی منزل پہ وہ شب کی بسر
تربیت دی حسب مقصد ساتھیوں کو رات بھر
شوق سے جانباز قائد کے سخن سنتے رہے
فکر خوش ہوتی رہی، جذبات سر دھنتے رہے

(۴۰) تھا مدلل اس قدر جان پیمبر کا بیاں
تھی دہان پاک میں گویا محمدؐ کی زباں
ہاتھ رکھ رکھ دیتے تھے قبضوں پہ سن سن کر جواں
جوش میں مٹ مٹ گئیں بوڑھوں کے رخ کی جھرّیاں
بات کی تاثیر بھی تھی شاہ کا اقبال بھی
تان کر سینے کھڑے ہو ہو گئے اطفال بھی

(۴۱) ذکر مردوں کا ہے کیا عورات پر تھا یہ اثر
کہہ رہی تھیں بنت زہراؑ کس کے ہمت کی کمر
بی بیو سنتی ہو، باطل، دین پر ہے حملہ ور
میں بھی صدقے میرے بچے بھی فدا اسلام پر
صبر و استقلال کی مانگو دعا میرے لئے
آج سے اک اک نفس ہے کربلا میرے لئے

(۴۲) وہ شب غرّہ انہی باتوں میں فرما کر بسر منزلِ مقصود پر آیا محمدؐ کا قمر
کربلا میں بالتسلسل تھیں مرے پیشِ نظر دس شبیں ذی قدر جو والفجر میں ہیں مستتر

محترم اتنی کہ شاملِ دین میں ایمان میں
کھائی ہے جن کی قسم اللہ نے قرآن میں

(۴۳) کربلا کی یہ شبیں دنیا میں تھیں محشر بدوش مضطرب جن میں دو عالم مطمئن ارباب ہوش
بھر دیا تھا دل میں شیروں کے قیادت نے وہ جوش فکرِ مقصد کا جو تابع، دفعِ شر میں سخت کوش

ظلم کے طوفاں فضا کی گود میں پلتے رہے
یہ چراغ ان آندھیوں میں متصل جلتے رہے

(۴۴) دل میں تھا ہر شمع کے قلبِ بشر کا سوز و ساز اور نسیمِ نینوا میں کیف خوشبوئے حجاز
رفتہ رفتہ آگئی وہ اک شبِ تاریخ ساز جس کے سینے میں بہتر تھے دل انساں نواز

کفر سوز و حق فروز و مطلع الانوار تھی
عالمِ انسانیت کا طالعِ بیدار تھی

(۴۵) میں نے دیکھی ہے بچشمِ حال اے اہلِ نگاہ وہ شبِ عاشور اہلِ شام کا بختِ سیاہ
یا حسین ابن علیؑ کے ساتھیوں کا درد و آہ یا ابو سفیان کی پھیلی ہوئی فردِ گناہ

یہ جو اک دھبا سا ظاہر روئے نورانی میں ہے
داغ اس شب کا ابھی تک میری پیشانی میں ہے

(۴۶) اک طرف وہ قربِ ساحل ظلمتِ فسق و فجور اک طرف ریتی کے ہر ذرے میں برقِ کوہِ طور
ایک جانب تیرگی و تیرہ بختی کا وفور دوسری جانب تجلی، روشنی، تطہیر، نور

کفر اُدھر، ایماں اِدھر، مستی اُدھر، عرفاں اِدھر
رقص اُدھر، طاعت اِدھر، نغمے اُدھر قرآں اِدھر

(۴۷) وہ شبِ غم تیرہ و تار اہلِ ظلمت کے لئے صبحِ نو لیکن مہیائے شہادت کے لئے
لیلتہ القدر اس جہانِ عزم و عظمت کے لئے اک شبِ معراج چشم و دل کی رفعت کے لئے

ہر طرف پھیلی ہوئی توحید کی تنویر تھی
چاندنی میری بھی زیرِ چادرِ تطہیر تھی

(۴۸) یاد ہے مجھ کو کہ اک خیمہ بشکل امتیاز — نصب تھا اس دشت میں، بچھی تھی جس میں جانماز
نافلہ خواں تھے یہاں خلوت میں سلطان حجاز — ایک عبد پر نیاز اور اک خدائے بے نیاز
روح و دل فرش زمیں پر عرش سے چمٹے ہوئے
ایک خیمے میں مکان و لا مکاں سمٹے ہوئے

(۴۹) وہ قرأت کی ادا داؤدؑ کو جس سے نشاط — سورۂ ''الحمد'' محو حمد، رب کو انبساط
''نعبُدُ'' اور ''نستعین'' میں خدا سے اختلاط — ''اِہدِنا'' سنکر پکاریں خضر، مولا! ''الصراط''
لفظ ''انعمتَ'' ہر اک مغضوب حق پر بار ہو
ضالّیں کے واسطے مد کی کشش تلوار ہو

(۵۰) وہ مصلّٰی وہ مصلّی وہ وظیفہ وہ نماز — وہ تعبّد جس پہ خود اخلاص نیت کو ہے ناز
یوں جھکے بہر سجود حق بصد عجز و نیاز — ہو گیا سجدہ بھی پیشانی سے ان کی سرفراز
نور عرفاں کا جبین ضوفشاں، گنجینہ تھی
عکس حق تھا جلوہ پرور سجدہ گہ آئینہ تھی

(۵۱) کیا وہ سجدہ تھا، مصمم عزم قربانی کے ساتھ — جس کا مقصد حلِ مشکل، اور آسانی کے ساتھ
ملت بیضا کا احیا نور ایمانی کے ساتھ — سب کے حق کا پاس بھی حق کی نگہبانی کے ساتھ
دید کو گردوں پہ سیارے جھجک کر رک گئے
ایک پیشانی کے جھکتے ہی دو عالم جھک گئے

(۵۲) نصف شب کے تھے مناظر کچھ عجب ذوق آفریں — وہ بشاشت رخ پہ تھی پیاسوں کے جو دیکھی نہیں
سب کے سب تھے باوفا، خوددار، ضابط بالیقیں — دائرے میں عزم کے اخلاص کا حسنِ حسیں
مرتکز جن کی نظر پیہم پیام وقت پر
اور آنکھیں چشم و ابروئے امام وقت پر

(۵۳) وہ حبیب ابن مظاہر، وہ بریر ذی وقار — وہ ہلال ماہ پیکر، وہ زہیر نامدار
پیاس جن کی چشمۂ آب بقا سے ہمکنار — پپڑیاں ہونٹوں کی وہ، اوراق گل جن پر نثار
تشنۂ صہبائے نصرت زندگی سے سیر تھے
نہر کے دستے انہی پیاسوں کے ڈر سے زیر تھے

(۵۴) سورما، جانباز، غازی، پرجگر، شیر ژیاں　　علم کے دریائے بے پایاں، عمل میں بیکراں
حافظ قرآن، راوی، واعظِ شیریں بیاں　　عمر کی رو سے مُسن اور عزم کی رو سے جواں
جب کمر کس کر ہوئے تیار نصرت کے لئے
خود پلٹ آیا شباب ان کی زیارت کے لئے

(۵۵) ایک جا عون و محمد باحمیت با ادب　　فرد، چیدہ، برگزیدہ، حق رسیدہ، منتخب
بعدِ سبطینِ رسولِ پاک مابین عرب　　بس یہی ہیں، مادری جن کی زباں قرآن رب
سن ہیں کم لیکن بڑے عرفاں کے درجے پائے ہیں
معنی نصرت سمجھ کر بہر نصرت آئے ہیں

(۵۶) وہ علی اکبرؑ کہ تصویرِ رسولؐ بحر و بر　　میں نے دیکھا تھا انہیں بھی یہ بھی تھے پیش نظر
شکل میں، رفتار میں، لہجے میں، خو میں، سربسر　　جیسے اٹھارہ برس کی عمر میں خیر البشر
فرق نقطے کا نہیں بالکل وہی عنوان ہے
حال میں حل ہو گیا ماضی خدا کی شان ہے

(۵۷) اللہ اللہ اس جری کی مادر عالیجناب　　اُمِ لیلا نام، اور ہمرشتہ اُم الکتاب
محرم اسرار نصرت ابتلا میں کامیاب　　عزمِ قربانی کی جن کے رُوح اکبر کا شباب
یہ تمنا ہر قدم پر، یہ دعا ہر گام پر
سب سے پہلے میرا بیٹا ہو فدا اسلام پر

(۵۸) حضرت عباسؑ غازی دلبر شاہ حُنین　　کربلا میں دست و بازوئے امام مشرقین
کھو دیا تھا پیاس نے بچوں کی جنکے دل کا چین　　چھین لیں دریا کو تنہا گر نہ مانع ہو حسینؑ
ضبطِ جذبات وغا سے منقبض ہوتے رہے
تیغ کی صیقل سے زنگ طبع کو دھوتے رہے

(۵۹) جنگ کے فن میں بھی کامل، فقہ میں بھی محترم　　مالک سیف و قلم اور وارث عِلم و علم
ناصر حق باوفا، حمزہ شیم، جعفر حشم　　حیدری اوصاف کے حامل، بفرق بیش و کم
پاسبانِ آل، نائب شاہ خیبر گیر کے
حافظ قرآن ناطق، معتمد شبیرؑ کے

(۶۰) اپنی اپنی خیمہ گاہوں میں زنان خانداں — دل کے ٹکڑوں کو لئے بیٹھی تھیں بہر امتحاں
پوچھتی تھی اپنے مہ پارے سے یہ ایک ایک ماں — کیا کرو گے تم سحر کو رن پڑے گا جب یہاں
کہتے تھے گلرو جہادِ حق میں مارے جائیں گے
خون میں ڈوبیں گے کوثر کے کنارے جائیں گے

(۶۱) کیا سناؤں ان حسینانِ بنی ہاشم کا حال — بھولی بھولی صورتیں تھیں اور جھنڈولے ان کے بال
اپنی عمروں سے سوا حق فہمی و جاہ و جلال — دودھ کی تاثیر اور زور قیادت کا کمال
اف وہ کیا کیا ظلم اس سن میں خوشی سے سہہ گئے
بن کے شبنم میرے آنسو بھی ٹپک کر رہ گئے

(۶۲) اُمِ فروا بیوہ شبّرؑ بقلب پُر قرار — لے کے قاسم کی بلائیں کہہ رہی تھیں بار بار
صبح جب فوجِ خدا پر حملہ ور ہوں نابکار — تم علی اکبرؑ سے پہلے سر کٹانا، میں نثار
سرخرو ہو جلد نانا سے اسی میں خیر ہے
بات کہنے میں نہ آ جائے کہ بھاوج غیر ہے

(۶۳) ایک گہوارے میں دیکھا ایک طفل نیم جاں — پیاس سے منکا ڈھلا تھا منھ سے نکلی تھی زباں
ماں کی ہمت اللہ اللہ جس کی تھیں یہ لوریاں — شیر کے پوتے ہو، لو انگڑائی، اٹھو میری جاں
کل لڑائی ہے سپاہِ ظلم کی شبیرؑ سے
سب کی تلواریں چلیں گی کھیلنا تم تیر سے

(۶۴) میں نے اِن باتوں سے جانبازوں کی پرکھی تھی جو خُو — روز عاشورہ نے کی تصدیق اس کی مو بمو
ان عزائم پر عمل کی تجھکو ہے گر جستجو — شمس سے اس باب میں کرنا کسی دن گفتگو
موت اُسی کے سامنے ان غازیوں سے پست تھی
رات تک مقتل میں قربانی ہی بالا دست تھی

(۶۵) گیارھویں شب مجھ کو لگ جاتا گہن اس شب میں کاش — دیکھنا پڑتے نہ وہ منظر بھیانک دل خراش
بے کفن عریاں، زمیں پر سبط پیغمبر کی لاش — جسم آغشتہ بخون و پائمال و پاش پاش
اف سناں کی نوک پر سر مصطفیؐ کی جان کا
حال دُہراتا ہوا صفین اور قرآن کا

(۶۶) اک طرف جھلسے ہوئے آلِ پیمبرؐ کے خیام — اُن میں تھا اسباب جتنا جل چکا تھا وہ تمام
ادھ جلی چیزیں خصوصیت سے عبرت کا مقام — ایک وہ کرتہ جو پہنے تھی سکینہ وقتِ شام
ایک جھولا، شیر خوار سید ابرار کا
ایک تکیہ، ایک بستر، عابد بیمار کا

(۶۷) چند بچے ایک جانب سہمے، سمٹے، نیم جاں — ظالموں کی انگلیوں کے جن کے گالوں پر نشاں
بے ردا کچھ بی بیاں، آمادۂ صد امتحاں — جن کے کرتے پشت سے چپکے ہوئے اور خوں فشاں
کہتی ہیں شکلیں کہ ہمت میں کمی آئی نہیں
تھک گئے ظلم و ستم لیکن یہ گھبرائی نہیں

(۶۸) خواہر شبیرؑ، بارِ غم سے خم جن کی کمر — گرد ان خیموں کے مصروف طلایہ بے خطر
ہاتھ میں اک چوب نیزہ، ہوشیار و باخبر — پاسبانوں کی طرح چاروں طرف پیہم نظر
دل میں اندیشہ نہ خاطر میں جگہ وسواس کی
جانشینی کر رہی تھیں اکبر و عباس کی

(۶۹) دوش پر ان کے جو تھا بار امانات امام — تھی نظر پیہم فرائض پر بحسن اہتمام
چونک پڑتا تھا اگر سوتے میں کوئی لالہ فام — دوڑ کر آتی تھیں گھر میں خواہر شاہ انام
غمزدہ اطفال کی خدمت بجا لاتی تھیں آپ
پھر طلایے کے لئے اٹھ کر چلی جاتی تھیں آپ

(۷۰) کہہ رہا تھا میں بھی تارے بھی فلک بھی عرش بھی — مرحبا اے سر پرستِ عترتِ پیغمبری
وہ عمل ہے آپ کا جس کا محل ہے مقتضی — گھر میں بن جاتی ہیں زہراؑ گھر کے باہر ہیں علیؑ
نقش ہیں یہ حوصلے اب صفحۂ آفاق پر
ختم ہے تاریخ مظلومی انہی اوراق پر

(۷۱) گشت میں مصروف تھیں جانِ نبی کی سوگوار — ناگہاں دیکھا کہ آتا ہے نجف سے اک سوار
چوب نیزہ تان کر بنت علیؑ نے ایک بار — دی صدا للکار کر او آنے والے ہوشیار
روک لے فوراً عناں اب توسن چالاک کی
اس جگہ عترت فروکش ہے رسول پاک کی

(۷۲) سن کے یہ روکا نہ جب اس نے سمندِ تیز پا   بڑھ کے یہ بولیں کہ اے راکب خدارا رحم کھا
سوئے ہیں بچے ابھی رو رو کے بے آب و غذا   چونک اُٹھیں گے تری آہٹ سے غم کے مبتلا
نیم جاں دردِ یتیمی سے ہیں گھبرائے ہوئے
بھوکے پیاسے، زخم خوردہ سیلیاں کھائے ہوئے

(۷۳) جب یہ سنکر اور بھی تیزی سے وہ راکب بڑھا   غیظ میں بھر کر پکاریں دختر خیر النسا
بات سنتا ہی نہیں آخر مجھے سمجھا ہے کیا   میں ہوں زینب، خواہر عباسؑ، بنت مرتضیٰؑ
لٹ چکے ہیں جو انہیں پھر لوٹنے آتا ہے تو
غیرت مظلومیت کو جوش میں لاتا ہے تو

(۷۴) التجا زینب کی جب یہ بھی نہ راکب نے سنی   تھا یہی فرض نگہبانی کہ پھر مہلت نہ دی
باگ گھوڑے کی بصد جرات جھپٹ کر تھام لی   دی صدا راکب نے زینب! میں علیؑ ہوں میں علیؑ
مرحبا یہ استقامت ہے تو پھر کچھ غم نہیں
تو ادائے فرض میں بھائی سے اپنے کم نہیں

(۷۵) عرض کی رو کر لٹا سب گھر، کہاں تھے یا علیؑ   جبکہ بچھڑے اکبر و اصغر کہاں تھا یا علیؑ
جب کٹا میرے اخی کا سر کہاں تھے یا علیؑ   جب چھنی رن میں مری چادر کہاں تھے یا علیؑ
یہ بیاں سُن سُن کے حیدر جان کھوتے تھے نسیمؔ
باپ اور بیٹی گلے مل مل کے روتے تھے نسیمؔ

☆
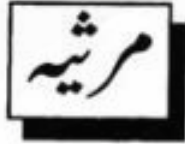
جہاں میں قوتِ بازوئے مرتضیٰؑ ہیں عقیل

بند: ۹۲

تصنیف: سن تحریر نہیں بمقام: کراچی۔ پاکستان

(خلاصہ)

مدح وثنائے جناب عقیل ___ کتب معتبرہ کے حوالے سے جناب عقیل کے حالات وواقعات کی تحقیق اور اس پر بحث ___ جناب عقیل کے بارے میں قرآنی آیات سے دلائل ___ اُن کا دمشق جانا ___ حاکم کے دربار کے واقعات ___ حضرت علیؑ اور امیر شام کی فوج کا موازنہ بہ زبان جناب عقیل ___ جناب عقیل ماہر علم الانساب ___ ان کی مدینے واپسی ___ غزوۂ موتہ ___ جنگ کی تفصیل ___ جنگ حُنین ___ بیماری، وصیت ___ وفات ___

(۱) جہاں قوتِ بازوئے مرتضیٰؑ ہیں عقیل — مجاہدِ صفِ افواجِ مصطفیٰؐ ہیں عقیل
جو کیمیا میں ہیں پارس، وہ پارسا ہیں عقیل — قسم خدا کی، عجب مردِ با خدا ہیں عقیل
یہ ایک ایسے ہیں جو ایک ہیں ہزاروں میں
الجھنے پایا نہ دامن، رہے جو خاروں میں

(۲) پدر ہیں مسلم ذی جاہ کے یہ نیک شعار — پسر بھی ہوتا ہے خوئے پدر کا آئینہ دار
مگر بیانِ مورخ تضاد سے ہے دو چار — تو چھان بین ہے لازم بہ چشم استبصار
پتا نہ چل سکے جس کا یہ وہ حدیث نہیں
ابھی کے لوگ ہیں، آدم نہیں، یہ شیث نہیں

(۳) پڑھی جو ہیں کتب معتبر بہ استیعاب — یہ تب نسیم نے جانا کہ ہیں عقیل گلاب
کھلے وہ فکر و تفکّر سے بند تھے جو باب — یہ مسئلہ نہیں فقہی، قیاس جس میں عذاب
قدم قدم پہ مورخ کو دل نے ڈانٹا ہے
وہ باغیوں میں ہے اُس کا قلم ہی کانٹا ہے

(۴) نہیں یہ اور کوئی، ہیں انہیں کے بھائی علیؑ — جبھی تو اِن کی ہر اک بات، قند کی ہے ڈلی
طہارت ان کے دلِ پاک کی ہے جس سے جلی — وہ ایک بحث ہے علمی، تفکری، عملی
میں اب مزاج مشیت قلم سے لکھتا ہوں
کتابِ جاں کی عبارت قلم سے لکھتا ہوں

(۵) کتاب میں مکروا کا جو لفظ آیا ہے — اسی جگہ مکر اللہ جزو آیہ ہے
غرض یہ ہے کہ جو ایماں بہ مکّر لایا ہے — خدا نے مکّر کا گھر مکّر ہی سے ڈھایا ہے
جو آیتوں کے مطالب پہ غور کرتے ہیں
خدا کے مکّر جوابی سے کب مکرتے ہیں

(۶) کچھ اس بیان میں تنہا یہی نہیں آیت چلا دیں تیشۂ تاویل جس پہ بد طینت
وہ پھر اِنھیں کی یکیدون کیداً اک ہے صفت کہ جس میں یہ بھی ہے مضمر، بری بنے گی گت
جوازِ مکر جوابی یہیں سے پیدا ہے
کہ اس کے بعد ہی فوراً کبید کیدا ہے

(۷) یہ ہیں سلیس معانی اکید کیدا کے وہ مکر کرتے ہیں، ہم بھی کریں گے، مکران سے
یہ انتباہ ہے، انسان کو چاہیے کہ ڈرے منافقو! غضب آئے، خدا جو مَکر کرے
تمہاری عقل جو بت مکر کے بناتی ہے
عقیلِ روزِ ازل کے مقابل آتی ہے

(۸) ہمیشہ دُور ہے منزل سے مکر کا گھوڑا قدم قدم پہ اٹکتا ہے راہ میں روڑا
کسی نے دین کا رشتہ جو مکر سے جوڑا خدا نے مکر کے جوڑے کو، مکر سے توڑا
بس اب جو مکر کبھی زید و عُمر و بکر کریں
جوابِ مکر سے ٹکرا سکیں تو مکر کریں

(۹) ہے اب سوال جب اُس سے کسی نے مکر کیا جوابِ مکر کو کوئی مَلَک کبھی آیا
جو یہ نہیں تو پھر ابلیس سے یہ کام لیا خدا کا فعل ہے شیطاں کو اس میں دخل ہے کیا
وہ حق ہے، شکلِ بنِ عبدوُد نہیں آتا
مگر یہ بات بھی حق ہے کہ خود نہیں آتا

(۱۰) ضرور ہے کہ وسیلہ وہ بیچ میں لایا الم یجدک یتیماً کا دیکھئے آیہ
نبی کو پالنے کا جبکہ ذکر فرمایا تو صاف فعل ابو طالب اس نے اپنایا
یگانگت کا یہ انداز ہی نرالا ہے
چچا نے پالا ہے، کہتا ہے میں نے پالا ہے

(۱۱) اب احتیاط سے چل، اے قلم دمِ تحریر مفادِ حق کے مطابق یہ مکر کی تقریر
بہ ابتدائے حقیقت، بہ اقتضائے ضمیر اک انطباق بہ تاویل ہے، نہیں تفسیر
یہ ایک بات سراسر جو سیدھی سادی ہے
خدا کی راہ میں تحقیق اجتہادی ہے

(۱۲) کتاب پاک میں ایسی ہیں بیسیوں آیات خدا کا فعل ہے اور بیچ میں بشر کا ہات
بنا کے ایک وسیلہ مناسب حالات سپرد کی ہیں خدا نے بشر کو اپنی صفات
نہ حق سے دور نہ حق سے قریب کہتے ہیں
ہم اس بشر کو خدا کا نقیب کہتے ہیں

(۱۳) بھری جو مکر کے فتنوں سے شام کی زنبیل برائے مکرِ جوابی، خدا نے باتعجیل
چنا وہ شخص جو حاضر جواب مردِ جلیل پسر نبی کے چچا کا، محل شناس، عقیل
بہ کارِ خاص جو دربار عام میں آئے
مثالِ نورِ سحر بزمِ شام میں آئے

(۱۴) یہی سفر تو ہے ان کے قبول حق کی دلیل اسی سفر سے مراتب ہوئے ہیں ان کے جلیل
یہ تذکرہ اسد الغابہ میں ہے بالتفصیل سوئے دمشق بہ اذن علیؑ گئے تھے عقیل
یہ جب امام کی مرضی سے سوئے شام گئے
ضرور کرنے کو کوئی خدا کا کام گئے

(۱۵) علیؑ کی مدح سرائی بھی ہے خدا کا کام علی الخصوص میانِ سوادِ خطہ شام
جہاں فضیلتِ حیدرؑ کا ذکر بھی تھا حرام جہاں علیؑ کی مذمت کا نام تھا اسلام
وہاں جو تذکرۂ شیر کردگار کیا
کیا وہ کام جو قرآں نے بار بار کیا

(۱۶) جہاں قلوب تھے قدح علیؑ کی مے کے ایاغ جہاں امام پہ تہمت تراشتے تھے دماغ
مخالفت میں جہاں کائیں کرتے تھے زاغ عقیل ہی نے جلایا وہاں علیؑ کا چراغ
گڑھے ہوئے وہ رزائل بیان کرتے تھے
مُسلّمہ یہ فضائل بیان کرتے تھے

(۱۷) دمشق میں وہ جہالت کا دور تھا ایسا علیؑ کو لوگ سمجھ بیٹھے تھے وہاں ویسا
بنے ہوئے علما ان کو کہتے تھے جیسا عقیل بن گئے تھے ان میں جیسے کو تیسا
تعصبات کی ظلمت نے سب کو گھیرا تھا
جو یہ نہ ہوتے تو پھر شام میں اندھیرا تھا

(۱۸) دُرست ہے کہ یہ شاہی کے میہمان رہے — مگر خلافت حق کے خلاف کچھ بولے؟
بتاؤ ہم کو بھی باطل جو لفظ انہوں نے کہے — یہ خود عقیل تھے کیوں معترض ہیں بے عقلے
جو پھول کو کسی گلچیں نے خار جانا ہے
تو اجرت قلمی کا وہ شاخسانہ ہے

(۱۹) گواہِ مکرِ حکومت ہیں مردمِ بینا — کہ بیت مال کا جس میں ہڑپ تھا گنجینہ
اب اس مقام پہ دیکھو عقیل کا سینہ — ہر اک عمل مکر اللہ کا ہے آئینہ
ہزار مکر جو ارباب شام کرتے ہیں
یہ مکر توڑ کے تبلیغ عام کرتے ہیں

(۲۰) امیر کو ہے تسلی کہ پھر گئے ہیں نصیب — ہے اس کا بھائی مرے ساتھ جو مرا ہے رقیب
اب ان کے دل کو بھی دیکھو ذرا جو ہو کے قریب — تو یہ علیؑ کی خلافت کے شام میں ہیں نقیب
بیان حال میں کیوں فلسفے کا ذکر کرو
جو واقعات کو سن لو تو ان میں فکر کرو

(۲۱) بھرا تھا ایک دن اشراف قوم سے دربار — امیر نے یہ کہا، اے عقیل نیک شعار
تمہارے باپ ابوطالب مَلک کردار — علیؑ پہ دیتے تھے ترجیح تم کو لیل و نہار
کہا کہ جھوٹ، غلط، افترا ہے، بہتاں ہے
میں ایک مور ضعیف اور علیؑ سلیماں ہے

(۲۲) میں ایک برگِ گلستاں ہوں اور گلاب علیؑ — میں ایک تشنۂ عرفاں ہوں جامِ آب علیؑ
میں ایک صبح کا تارہ ہوں، ماہتاب علیؑ — میں ایک خاک کا ذرہ، ابو تراب علیؑ
زمینِ پست ہوں مجھ کو علی سے کیا نسبت
سیاہ کار کو نور جلی سے کیا نسبت

(۲۳) اک اور دن سر دربار تھے ضیا گستر — بہ فخر بات یہ آئی امیر کے لب پر
کہ ہے یزید سا دانا، کسی کا لخت جگر — یہ بول اٹھے وہیں فوراً بغیر فکر و نظر
زراہ کنیت ذاتی بہت مزید ہوں میں
یزید تیرا ہے بیٹا، ابو یزید ہوں میں

(۲۴) کہا امیر نے اک دن یہ بر سرِ منبر علیؑ سے یہ نہ سمجھتے اگر مجھے بہتر
تو کوفہ چھوڑ کے آتے دمشق میں کیونکر پکارے چیخ کے گھٹنوں پہ یہ کھڑے ہو کر
علیؑ سے مجھ کو ملی معرفت، یقین ملا
یہاں سے دولت دنیا، وہاں سے دین ملا

(۲۵) اک اور وقت، جگر گوشۂ ابو سفیاں خود اپنے باپ کے اوصاف کر رہا تھا عیاں
بہت کچھ اس میں جو کرتا رہا چنین و چناں تو منہ بنا کے پکارے عقیلؑ شعلہ بیاں
کسی کو صورت عمران بود و ہست بھی ہے
کسی کا باپ محمدؐ کا سرپرست بھی ہے

(۲۶) بجھے بجھے سے تھے اک دن امیر کے تیور عقیلؑ بیٹھے تھے اس کے قریب مسند پر
کہی جناب سے اک بات کان میں جھک کر یہ اٹھے اور کہا جا کے بر سر منبر
یہ اُس کا حکم ہے جو برسر حکومت ہے
علیؑ پہ بھیجے جو لعنت تو اس پہ لعنت ہے

(۲۷) امیر شام نے اک دن عقیلؑ سے پوچھا سفر جناب نے کوفے سے شام تک جو کیا
علیؑ کی فوج کو، میری بھی فوج کو دیکھا بیان کیجئے دونوں میں امتیاز ہے کیا
کہا بتایئے پہلے کہ صاف صاف کہوں
جو ہو گراں تو حقیقت کے بر خلاف کہوں

(۲۸) وہ سٹ پٹا گیا سن کر عقیلؑ کا یہ جواب کہ تھا نفاق کی محفل میں مجمع احباب
دبی زبان سے بولا کہ جو رضائے جناب وہ بولے فوجِ علیؑ جیسے تختہ ہائے گلاب
جمے جمائے قرینے سے ہیں وہ گل دستے
سجے سجائے بہشت بریں کے گلدستے

(۲۹) رخوں سے نور تولا کی تابشیں ہیں عیاں نظر میں عشق خدا کی جلالتیں رقصاں
نماز، ورد، وظیفہ، تلاوت قرآں کہیں ہے حمد کی نوبت، کہیں ہے طبل اذاں
کہیں ہے ہمہمۂ ذوالجلال جل اللہ
کہیں ہے دمدمۂ لا الٰہ الاّ اللہ

(۳۰) وہ با خدا ہیں کہ بخت رسا سے ملتے ہیں — دم قیام سر اُن کے سما سے ملتے ہیں
کریں رکوع تو جھک کر خدا سے ملتے ہیں — ورع میں، زہد میں، خیر الورا سے ملتے ہیں
جو ان کے نیک عمل ایک بار دیکھ لئے
رسول پاکؐ کے لیل و نہار دیکھ لئے

(۳۱) سپاہ شام کی ساری فضا ہے تیرہ تار — بھرے پڑے ہیں ہزاروں مغنّی و میخوار
تُرش ہر ایک کے تیور، نظر میں سب کی خمار — رخوں پہ ظلمت عصیاں، دلوں میں گرد و غبار
اِدھر سے لے کے اُدھر تک سبھی منافق ہیں
خدا سے بیر ہے ان کو، خودی کے عاشق ہیں

(۳۲) علی کی فوج ہے دین محمدی کا بھرم — کہ جس میں ذکر خدا و رسول ہے ہر دم
سپاہ شام میں سفیانیت کی شان ہے ضم — ملوکیت کے ہیں جس میں نشاں قدم بہ قدم
وہی قدیم تشدد کی رسم جاری ہے
ابو تراب کے لشکر میں خاکساری ہے

(۳۳) علیؑ کی فوج ہے ناموسِ احمدی کا وقار — سپاہ شام کے افعال ورثۂ کفار
سرود و ساز و نَئے وگرِناد، چنگ و ستار — یہاں ستار وہاں نغمہ ہائے یا ستار
سپاہ شام میں وردی سحر کی بجتی ہے
وہاں درود کے نعروں سے صبح بجتی ہے

(۳۴) علیؑ کی فوج میں پرتو ہے سب نبوت کا — سپاہ شام میں فرعون کی رعونت کا
علیؑ کی فوج خزانہ ہے علم و حکمت کا — سپاہ شام نمونہ ہے جاہلیت کا
ہزار جس میں زبوں کار ہیں شرابی ہیں
علیؑ کی فوج میں عمار سے صحابی ہیں

(۳۵) سپاہ شام و علی کی یہ مختصر یادیں — کہ قصر شام کی جن سے ہلی ہیں بنیادیں
جو بالیقیں ہیں وہ ان کو قلوب میں جا دیں — جنہیں ہو شک انہیں ماخذ ہم ان کا بتلا دیں
سنے کوئی کہ مرے بند یہ جدید پڑھے
وہ شرح حضرت ابن ابی الحدید پڑھے

(۳۶) یہ واقعات نہ تھے دوسروں کو وجہ ملال — بجز امیر کہ زد میں تھا جس کا جاہ و جلال
اب اس مقام پہ آکر اٹھا یہ دل میں سوال — تو پھر عقیل سے کیوں منحرف ہیں ماضی و حال
سبب یہ ہے جو دلوں میں فساد رکھتے ہیں
ہمیشہ علم سے جاہل عناد رکھتے ہیں

(۳۷) عقیل سب سے بڑے تھے قریش کے انساب — کہ جن کے علم کا تھا دور دور تک نہ جواب
نظر میں ان کی جو تھے پیڑھیوں کے عیب وصواب — تو حافظہ تھا کھرے کھوٹے کی دو رنگ کتاب
نسب کا حال جو بے لاگ یہ بتاتے تھے
تو لوگ جل کے انہیں تہمتیں لگاتے تھے

(۳۸) یہ تہمتیں کہ بہت جن میں بے حقیقت و خام — زیادہ تر یہ انھیں کے سبب ہوئے بدنام
کسی غلام کے بچے کو کہہ دیا جو غلام — تو سات پشتوں پہ ان کی وہ رکھ گیا الزام
بنے ہوئے شرفا ان سے داب کھاتے تھے
دلوں میں چور تھے جن کے، نظر چراتے تھے

(۳۹) ہوا نسب کا جو درباریوں کے استفسار — اشارے کر کے یہ انگشت سے کہا اک بار
کہ یہ تو ایک زن دُزد کے ہیں برخوردار — اور ان کے مدعیٔ اِبنیت تھے چھ سردار
تمام لوگ تھے مسند پہ نا سمجھ بیٹھے
امیر شام کے ہمزلف ہی الجھ بیٹھے

(۴۰) بڑے بڑوں کے جو یوں کر دیے تھے منھ کالے — تو ان کے دشمن جانی تھے مال و زر والے
دلوں کے پھوڑتے تھے تہمتوں سے وہ چھالے — قلم خریدے، مورخ کو دے دیۓ بھالے
طرح طرح سے مثالبکی ان کے گھاتیں تھیں
ہزار منھ تھے تو ستّر ہزار باتیں تھیں

(۴۱) مچا رکھی ہے کتابوں میں دشمنوں نے جو دھوم — کہ اُن کو آپ کی کمزوریاں ہیں کچھ معلوم
مری نظر میں وہ سب واقعات ہیں موہوم — کوئی جو ہوگی بھی خامی تو کب ہیں یہ معصوم
عقیل ہیں، یہ نبی تو نہیں، ولی تو نہیں
محمدؐ عربی تو نہیں، علیؑ تو نہیں

(۴۲) یہ علم جس کا تھا وہی شعور ان کے پاس — وہ تیر تھا بہ ہدف، بے گمان و بے وسواس
انہیں کے علم نسب نے بنائی ہے وہ اساس — کہ جس کا پایۂ محکم ہیں شیر دل عباسؑ
جو کربلا میں یہ پوچھے کوئی، کہاں ہیں عقیل
جہاں جہاں ہے یہ غازی، وہاں وہاں ہیں عقیل

(۴۳) علیؑ نے بعد وفات بتول ان سے کہا — کہ بھائی جان قبیلہ وہ کونسا ہے بھلا
ہر ایک جس میں پسر شیر غاب ہو پیدا — عقیل بولے ارادہ ہے عقد کا بھیا؟
کئی گھرانے ہیں جن میں دلیر ہوتے ہیں
بنی کلاب کے فرزند شیر ہوتے ہیں

(۴۴) ہے اس قبیلے میں اک پاک باز بنت حزام — یہ فال نیک ہے اک، فاطمہ ہے اس کا نام
اسی کو کہتے ہیں امّ البنین نیک انجام — بنے گا بات زباں سے نکلتے ہی یہ کام
علیؑ نے ہاں جو کہی حضرت عقیل چلے
بہشت سے پۓ تائید جبرئیل چلے

(۴۵) زہے عقیل اور ان کی نگاہ عرفانی — ہوئے یہ رشتۂ ام البنین کے بانی
کھلے جو سہرے کے غنچے بہ فضل ربانی — دیا خدا نے وہ بیٹا جو حیدر ثانی
بہ شکل طفل حسیں پیکر وفا آیا
علیؑ کے گھر میں علمدار کربلا آیا

(۴۶) ہر ایک امر پہ گو قادر و قدیر ہے رب — مگر سبب ہی کے تابع جہاں کے کام ہیں سب
اگر نہ راہ نما ہو یہاں یہ علم نسب — تو کربلا میں بجز جبر اختیار ہو کب
نہ رعب و داب نہ شوکت نہ دبدبہ ہوتا
اگر عقیل نہ ہوتے تو آج کیا ہوتا

(۴۷) یہ سب اِنھیں کے تو علم نسب کے ہیں آثار — مگر ملے تھے انھیں زیست کے جو لیل و نہار
تھے دو شرافت ذاتی کے اُن دنوں معیار — فصاحت اور شجاعت، کلام اور تلوار
کلام میں تو وہ جوہر تھا حق پسندی کا
زباں سے کام لیا ہے زبان بندی کا

(۴۸) جری تھے وہ کہ نہ مکے کے مشرکوں سے لٹے — یہ اپنے باپ کے مسلک سے اک قدم نہ ہٹے
حدیبیہ تک اسی طرح ماہ و سال کٹے — مگر جب اُڑ گئے کافر، تو یہ بھی تَن کے ڈٹے
چُبھو کے خار ہزیمت عدو کے سینے میں
یہ فتح مکہ کے بعد آ گئے مدینے میں

(۴۹) مدینے آ کے ملے عِلم کے مدینے سے — درِ علوم نے کُھل کر لگایا سینے سے
کیا معانقہ جعفر نے اس قرینے سے — کہ آنکھ ملتے ہی قطرے گرے نگینے سے
علیؑ و جعفر طیار سے عقیل ملے
زمیں پہ کوثر و تسنیم و سلسبیل ملے

(۵۰) بڑے دنوں میں مقدر نے دن یہ دکھلایا — کبھی کے بچھڑے ہوؤں کو پھر ایک جا پایا
بہت عقیل کو یہ بھائیوں کا جگ بھایا — نبیؐ کے ساتھ جماعت پڑھی تو لطف آیا
دمِ نماز نظر آ رہا تھا نورِ خدا
کہ یہ حضور نبی تھے، نبی حضور خدا

(۵۱) گزر رہے تھے انھیں طاعتوں میں شام وسحر — کہ بہر غزوۂ موتہ رواں ہوا لشکر
چلے عقیل بھی بہر جہاد کس کے کمر — فرس پہ تنکے جو بیٹھے بدل گئے تیور
وہ شان تھی کہ دلیروں کے دل بڑھانے لگی
وہ دبدبہ تھا کہ حمزہ کی یاد آنے لگی

(۵۲) پہنچ کے دشت میں کھینچی جو تیغ رن تھا سپاٹ — وہی حشم، وہی ہاشم کے خاندانی ٹھاٹ
وہ سور، دجلے سے چوڑا تھا جن کی تیغ کا پاٹ — میانِ غزوۂ موتہ اتارے موت کے گھاٹ
جو مست کبر تھے نعروں سے ان کے جاگ گئے
دبک کے، سہم کے، گھبرا کے، ڈر کے، بھاگ گئے

(۵۳) حسام تول کے للکار کر بڑھے یہ جدھر — لرز کے رہ گئے موذی کہ جیسے مار کا سر
پڑا یہ جسم کے لرزے کا اسلحہ پہ اثر — نہ بے دریغ تھیں تیغیں، نہ معتبر تھے تبر
چھپی تھی دشت وغا کی ہوا بگولے میں
زمین جھول رہی تھی فلک کے جھولے میں

(۵۴) فضا میں گرد تھی یا اک زمین ناہموار ابوتراب کے بھائی کو کیا تھا خوف غبار
فراریوں کے یہ پیچھے تھے صورتِ کرّار عقاب جیسے ہو گردن پہ طائروں کی سوار
رواں تھے ان کے تعاقب میں یہ، جو بھاگے تھے
بڑے تھے جعفر طیار سے تو آگے تھے

(۵۵) یہ جوش کا تھا تقاضا، رہیں گے ہم آگے بھگا کے فوج کو بڑھتے تھے دم بہ دم آگے
جلو میں فتح و ظفر، لشکر ستم آگے خدا کی راہ میں جعفر سے کچھ قدم آگے
جو پاس ہوتے تو ہرگز نہ پیش و پس ہوتا
نہ ہاتھ کاٹنے دیتے جو دسترس ہوتا

(۵۶) وہ حرب جس سے تھا لشکر الٹ پلٹ سارا وہ ضرب کاٹ سے جس کی جگر تھے صد پارہ
ذرا بدل کے جو تیور، کسی کو للکارا تو اس کو ابروؤں کے بل کی تیغ نے مارا
لڑے جو حق کے لئے، فضل ذو الجلال ہوا
جو لا شریک ہے وہ بھی شریک حال ہوا

(۵۷) کہیں کہیں تو یقیناً ہنر سے کام لیا پر اسلحہ سے فزوں دفع شر سے کام لیا
سنان و گرز، نہ تیر و تبر سے کام لیا ہر اک مقام پہ تیغ نظر سے کام لیا
جلالتوں کو مسلط کیا، جلیل جو تھے
لڑائی عقل لڑائی میں، یہ عقیل جو تھے

(۵۸) یہ رنگ تھا کہ عرب اک جواں اُدھر سے بڑھا تزک سے، شان سے، شوکت سے، شور و شر سے بڑھا
بڑے غرور و تکبر سے، کرّ و فر سے بڑھا وہ تھی سروں کی جو برسات، بچ کے، فر سے بڑھا
پئے کُمک جو بد افعال ساتھ ساتھ چلے
پکاری موت کہ اعمال ساتھ ساتھ چلے

(۵۹) وہ بدچلن کہ پدر سے بھی اپنے چال کرے ملیں جو دُر تو یتیموں کو خوں سے لال کرے
ہوس میں زر کی گلوں کو بھی پائمال کرے حرم میں حرمت ناموس کو حلال کرے
وہ خیرہ سر کہ قدر اور قضا سے بھی نہ ڈرے
نبیؐ تو پھر بھی نبیؐ ہیں، خدا سے بھی نہ ڈرے

(۶۰) ستم شعار، جفا جُو، شریر، بد ایماں   سیاہ کار، سیہ پیرہن، سیاہ زباں
غضب کی تیغ، بلا کی سپر، ستم کی کماں   غُرور و کِبر میں فرعون، مکر میں شیطاں
رخ سیاہ میں بالکل سپر کی رنگت تھی
وہ پہلوان نہ تھا، شامیوں کی شامت تھی

(۶۱) پرے سے جھوم کے پیل دماں قریب آیا   بسان طبل تہی گونج کر یہ چلّایا
کسی دلیر نے میرا سا قد نہیں پایا   سیاہ دیو ہوں میں، اور جن مرا سایا
دم وغا نہ مخالف پہ رحم کھا کے ہٹوں
ترا بھی تیرے نبی کا بھی، خوں بہا کے ہٹوں

(۶۲) پکارے آپ کے خاموش کافرِ مطلق   قد طویل پہ یہ فخر و زق زق و بق بق
کلام کُلُّ طویلٍ نہ بھول اے احمق   یہ لب پہ دعویِٰ باطل، یہ ڈر سے رنگت فق
یہ تیغ دیکھ کے سوئے ہوئے بھی جاگتے ہیں
اسی پری کے تو سائے سے دیو بھاگتے ہیں

(۶۳) نبی کے خون کا تو نام لے خدا کی شان   وہ ''وجہِ رب'' ہیں، سنے تو سنائیں الرحمٰن
انھیں ثبات ہے اور کُلُّ من علیھا فان   وہ وجہ سجدۂ آدمؑ ہیں، اور تو شیطان
جو ان کا ذکر کرے اس کا اوج بڑھتا ہے
وہ نام ہے کہ خدا خود درود پڑھتا ہے

(۶۴) پکارا وہ، مجھے تحقیق حق سے نفرت ہے   لحاظ کس کا، سپاہی مطیع دولت ہے
مرا جو دین ہے دنیا، تو مال ملت ہے   یہاں تو فوج کے مالک سے فکر خلعت ہے
دلیر میرے مقابل کبھی اکڑ نہ سکے
بڑے جو سُور تھے دو ہاتھ جم کے لڑ نہ سکے

(۶۵) کہا جری نے تجھے حق سے عار ہے ناری   محبتِ زر و دولت میں خوار ہے ناری
اسے ثبات نہ اس کو قرار ہے ناری   جہاں میں آخر دینار، نار ہے ناری
نہ مال دے گا نہ خلعت کوئی پنہائے گا
یقیں ہے آج تو مالک تجھے جلائے گا

(۶۶) ارے شقی کہیں جوہر کھلیں حسام تو لے   فرس کے بڑھتے ہی دیکھیں کہ دل کو تھام تو لے
تری سپاہ کا قاتل ہوں، انتقام تو لے   وہ کس جری سے لڑا ہے، کسی کا نام تو لے
کسی دلیر سے لڑتا کہیں تو کھو جاتا
صدا بھی سور کی سنتا تو حشر ہو جاتا

(۶۷) یہ سُنکے غیظ میں بھر کر وہ لب چبانے لگا   فرس کو چھیڑ کے موذی سناں اٹھانے لگا
نبی کا قوتِ بازو ہنر دکھانے لگا   وہ تھے کمال کہ نیزہ بھی سر ہلانے لگا
جب ان کی تیغ اٹھی خود پسند کانپ گیا
ہر ایک بند کُھلا، بند بند کانپ گیا

(۶۸) عقیل کہتے تھے، بل ابروؤں پہ ڈال کے لڑ   نظر نہ موڑ، پھر آنکھیں ذرا نکال کے لڑ
سناں پہ تیغ نہ پڑ جائے، دیکھ بھال کے لڑ   نہ بدحواس ہو اے شوم، دل سنبھال کے لڑ
یہ ڈانڈ اڑ گئی، سب خود پسند دیکھتے ہیں
شریر نوک سے لڑ، بھائی بند دیکھتے ہیں

(۶۹) سناں کو پھینک کے لی دوش سے شقی نے کماں   جبیں کو تاک کے چھوڑا جو سر سے اک پیکاں
سری کو کاٹ کے تیغ جری سرِ میداں   دکھا گئی وہ تماشا کہ رہ گیا حیراں
لپک کے شوم کی غفلت کا حال کھول گئی
زبان بند ہوئی اور کمان بول گئی

(۷۰) بڑھا وہ غیظ میں تلوار کھینچ کر جو اِدھر   کمالِ بدر دکھانے لگی جری کی سپر
ملک پکارے یہ پیہم دُرود پڑھ پڑھ کر   عقیل صلِّ علیٰ کیا دکھا رہے ہو ہنر
یہ ڈھال آپ کو یوں وار سے بچاتی ہے
کہ جیسے حبِّ علیؑ نار سے بچاتی ہے

(۷۱) وہ اس شریر کی چوٹیں وہ اِن کی جنگ و جدل   وہ معرکے کی وغا وہ غضب کی رد و بدل
وہ ان کی تیغ کا چم خم وہ ہاتھ کا کس بَل   وہ جوہروں کی چمک وہ شگفتگیٔ اجل
ذلیل کرنے کو جب یہ اسے تھکاتے تھے
شقی کے جسم پہ چرکے بھی مسکراتے تھے

(۷۲) گر اعرب تو پھر اب شام کے جواں آئے — جو پہلوی تھے، وہ بدذات پہلواں آئے
وہ کا وہ بھرتے ہوئے مثل آسماں آئے — انھوں نے مار بھگایا، جہاں جہاں آئے

سحر سے جنگ چھڑی شام تک بھگا کے پھرے
وطن کو دھوم سے موتہ میں فتح پا کے پھرے

(۷۳) پھر اس کے بعد جو آیا محاذ جنگ حنین — جنودِ حق میں یہ شامل رہے بہ زینت و زین
نبیؐ اِدھر تھے، اُدھر مشرکین، یہ ما بین — مکیں ہے آنکھ کی پتلی میں جیسے نور العین

جہاں تھا حکم نہ تِل بھر وہاں سے ہٹ کے لڑے
اٹل رہے صفت کوہ، خوب ڈٹ کے لڑے

(۷۴) وہ پیر ہو نہ سکا، جس جوان سے یہ لڑے — پہل نہ کی کبھی، جس پہلوان سے یہ لڑے
جلال و رعب میں، حمزہ کی شان سے یہ لڑے — لڑائی جان، گھرانے کی آن سے یہ لڑے

وہ شیر بنت اسد نے اثر دکھایا تھا
جو صف بھی سامنے آئی، وہیں صفایا تھا

(۷۵) جدھر بھی آنکھ اٹھائی اُدھر سے یَل بھاگے — صفیں سواروں کی اور پیدلوں کے دَل بھاگے
نظامِ روح و بدن میں پڑا خلل بھاگے — یہ باعمل تھا مقابل تو بے عمل بھاگے

کسی کو تیغِ قیامت نظیر سے مارا
کسی کسی کو نگاہوں کے تیر سے مارا

(۷۶) بڑے شغف سے یہ محو جہاد تھے ناگاہ — اُدھر سے ٹوٹ پڑی سب مخالفوں کی سپاہ
مجاہدین نے لی یک بہ یک فرار کی راہ — تتر بتر ہوئی بارہ ہزار فوج اللہ

نہیں دکھایا تماشا کسی مداری نے
صحیح تر ہے، کہ لکھا ہے یہ بخاری نے

(۷۷) جو سورما تھے وہ اپنے مقام پر نہ رہے ہوئے جری بھی فراری وہ کر و فر نہ رہے
بڑے غرور تھے جن کو وہ شیر نر نہ رہے جگر تھے جو وہ فقط رہ گئے وگر نہ رہے

جو تھے عدوئے پیمبرؐ کے چار سو طالب
وہ نو دلیر تھے پروردۂ ابوطالبؑ

(۷۸) بڑے دلیر تھے غازی بڑے جیالے تھے نبیؐ کے ناقے کے چوگرد گھیرا ڈالے تھے
اسد تھے، بنتِ جنابِ اسد کے پالے تھے عقیل میمنے کا مورچہ سنبھالے تھے

نظر لڑائے ہوئے مشرکوں کی گھاتوں سے
چلا رہے تھے یہ تلوار دونوں ہاتوں سے

(۷۹) اڑا دی دائیں سے گردن تو بائیں سے ہولا کمر کا ہاتھ جو مارا قلم ہوا گولا
جو چار دانگ میں یکتا تھا، چوکڑی بھولا طویل ہاتھ، لڑائی میں بھی یدِ طولیٰ

بدن میں تیر گڑے پر نہ آہ بھر کے رکے
رکے اگر تو لڑائی کو فتح کرکے رکے

(۸۰) پلٹ کے سوئے وطن رن سے کامیاب آئے تو سرخرو صفت لالہ و گلاب آئے
یہ سینہ تانے ہوئے مثل بوتراب آئے جو ڈر کے بھاگے تھے وہ سب بھی بے حجاب آئے

برس رہی تھی خوشی ہر طرف فضاؤں سے
فلک لرزتے تھے تکبیر کی صداؤں سے

(۸۱) حنین سے جو پلٹ کر عقیل گھر پہنچے جراحتوں نے پھر اٹھنے دیا نہ بستر سے
ہوا وصالِ نبیؐ، اور حادثے گزرے سنی ہر ایک خبر کروٹیں بدلتے رہے

اگرچہ فرشِ علالت پہ گرم جوش تھے یہ
خموش مصحفِ ناطق جو تھا، خموش تھے یہ

(۸۲) علیؑ کا دور جب آیا بہ فضل ربِّ غفور — کیے وہ کام سبھی جو خدا کو تھے منظور
ہوئے علالت و نورِ بصر سے جب مجبور — حسنؑ کے دفن میں شرکت سے بھی رہے معذور
قریب جبکہ بہت مقتلِ حسینؑ آیا
انھیں بھی موت کی دعوت ملی کہ چین آیا

(۸۳) چھیانوے برس ان گردشوں میں کر کے بسر — بڑے پسر سے کہا ایک روز وقتِ سحر
بس اب جہانِ فنا سے عقیل کا ہے سفر — ابھی یہ خواب میں فرما گئے ہیں پیغمبرؐ
جہاں چچا ہیں، جہاں میں ہوں، اس مکاں میں چلو
بس آج سونپ کے مسلم کو گھر جناں میں چلو

(۸۴) ہمارے بعد یتیموں کو پالنا بیٹا — کڑی نگاہ بھی ان پر نہ ڈالنا بیٹا
جو وقت بد کوئی آئے تو ٹالنا بیٹا — ہر ایک مرحلے میں دل سنبھالنا بیٹا
نگاہ غور سے ہر سمت دیکھ بھال رہے
حسینؑ سب سے بڑے ہیں، ذرا خیال رہے

(۸۵) وہ فاطمہؑ کے جگر ہیں، یہ دھیان میں رکھنا — علیؑ کے رشکِ قمر ہیں، یہ دھیان میں رکھنا
نبیؐ کے پیارے پسر ہیں، یہ دھیان میں رکھنا — خدا کو مدّ نظر ہیں، یہ دھیان میں رکھنا
جو ان پہ وقت پڑے گھر کا گھر لٹا دینا
تمام بھائیوں، بیٹوں کے سر کٹا دینا

(۸۶) حسینؑ وہ ہیں گلا چومتے تھے جن کا رسولؐ — نہ ہونے دیتے تھے اک لحہ بھی دل ان کا ملول
نہیں تھا یہ بھی گوارا پڑے لباس پہ دھول — جو روٹھتے تو مناتی تھیں پیار کر کے بتولؑ
نبیؐ کے ساتھ خدا ان کے ناز اٹھاتا تھا
کہ جبرئیل انھیں جھولا جھلانے آتا تھا

(۸۷) مچل گئے تھے جو یہ بہر بچۂ آہو نبیؐ نے ہو کے پریشاں بکھیرے تھے گیسو
ذرا ہوئے تھے جو میلے حسینؑ کے ابرو بہا دیئے تھے تڑپ کر رسولؐ نے آنسو
نہ کیجیو یہ گوارا گھریں الم میں حسینؑ
تمہارے ہوتے نہ روئیں کسی بھی غم میں حسینؑ

(۸۸) یہ کہہ رہے تھے کہ بہرِ عیادت آئے حسینؑ ملا سکون، دلِ مضطرب جو تھا بے چین
بٹھا کے پاس سرہانے کہا کہ نور العین بلا گئے ہیں ہمیں خواب میں رسولؐ حنینؑ
یتیم بھائیوں پر لطف کی نظر رکھنا
یہ جاں نثار ہیں خدمت میں عمر بھر رکھنا

(۸۹) کھڑے تھے پاس جو مسلم وہیں بہ دیدۂ تر کہا یہ ان سے کہ آؤ قریب نور نظر
جھکا کے پھر قدم شاہِ دیں پہ ان کا سر جگر پکڑ کے بھری آہ اور کہا رو کر
انھیں تو روح رسولؐ حنین کو سونپا
تجھے ارے مرے مسلم حسینؑ کو سونپا

(۹۰) جو تو غلام، تو یہ ہیں امامِ عرش وقار ستائے ان کو جو دنیا، تو اے مرے دلدار
ہمارے گھر میں ہیں جتنے نفوس سب ہوں نثار یہ کہتے کہتے رکی سانس چل بسے اک بار
یہ بیٹے پوتے جو سب کربلا کو دے کے چلے
تو روحِ بنت نبیؐ کی دعائیں لے کے چلے

(۹۱) پدر کی تھی جو وصیت وہی پسر نے کیا ہم اس دلیر کی قربانیاں کہیں کیا کیا
چلو مزارِ پیمبرؐ پہ شامِ عاشورہ غریب بنت اسدؑ کی سنو یہ آہ و بکا
نہ اپنا غم نہ شکایت کسی کی لائی ہے
تمہاری پالنے والی اجڑ کے آئی ہے

(۹۲) مرے حسینؑ کی گردن پہ چل گیا خنجر — مرے علیؑ مرے جعفر کا لٹ گیا سب گھر
پڑے ہیں کوفے سے تا کربلا جو خوں میں تر — مرے عقیل کے پوتے ہیں چار، چھ ہیں پسر

قیامت آپ کی امت نے مجھ پہ ڈھائی ہے
لٹے تمہارے چچا، یا نبیؐ دوہائی ہے

☆

زینبؑ کے چاند اوجِ وفا کے ہلال ہیں

بند: ۸۹

تصنیف: ۱۹۵۰ء سے قبل بمقام: امروہا۔ ہندوستان

(خلاصہ)

فضائل فرزندانِ جناب زینبؑ عون اور محمد ___ یوم عاشورہ کربلا میں صبح کا منظر ___ کربلا میں صبح کی اذان اور نماز ___ علم لشکر حسینی کی تعریف ___ علم کے گرد سب کا جمع ہونا اور گفتگو ___ علمداری کے منصب پر چرچہ ___ حضرت عباس کو منصب علمدار ملنا ___ جناب زینبؑ کا عون و محمد کو علمِ لشکر کا طالب سمجھ کر ناراضگی ___ بچوں کا میدان سے زخمی خیمے میں آنا ___ ماں سے دودھ بخشوانے پر گفتگو ___ دم توڑنا ___ بین ___

(۱) زینبؑ کے چاند اوج وفا کے ہلال ہیں	چہروں سے شاہ بدر کے روشن کمال ہیں
یہ کیوں کہوں وجیہ ہیں یا خوش خصال ہیں	کافی ہے یہ کہ دختر حیدرؑ کے لال ہیں
ہیں بھانجے حسین علیہ السلام کے
پوتے شہید کے ہیں، نواسے امامؑ کے

(۲) صاحب جمال، غیرتِ یوسف، حَسیں، وجیہ	تاروں کا حُسن جن کے مقابل میں ہے کریہہ
ذی فہم، و ذی فراست و با معرفت فقیہ	جعفر کا یہ شبیہ، توحید کا وہ شبیہ
یہ دونوں جوشنین صغیر و کبیر ہیں
گویا نبیؐ کے ساتھ جناب امیرؑ ہیں

(۳) چہروں سے غازیوں کے یہ روشن ہے سربسر	دونوں جری ہیں بنت علیؑ کے دل و جگر
یہ ماہرو جو ثانی زہرا کے ہیں قمر	تسبیح فاطمہؑ کے ہیں باآبرو گہر
مادر ہوئی ہے خلق جو نور بتول سے
کہتا ہے سلسلہ کہ ہے رشتہ رسولؐ سے

(۴) آغوش بنت شیر خدا کے جو ہیں پلے	ہیں جراتیں غضب کی، قیامت کے ولولے
تعویذ بازوؤں پہ، گلوں میں ہیں پر تلے	یہ نونہال کھیت میں تلوار کے پھلے
نو دس برس کے سِن میں جوانوں سے بڑھ گئے
لڑکے بہادروں کی نگاہوں میں چڑھ گئے

(۵) ماں سے جو سن چکے ہیں علیؑ کی لڑائیاں	ہیں ان کو یاد دست خدا کی صفائیاں
بچوں کے ناخنوں میں ہیں عقدہ کشائیاں	بازو قوی، تو شیر کی ایسی کلائیاں
کیونکر نہ ہوں دلیر، نواسے ولی کے ہیں
عباس کی نگاہ ہے تیور علیؑ کے ہیں

(۶) شوق وغا میں ان کے جھپٹنے کو دیکھیے　　غصے میں آستین الٹنے کو دیکھیے
دہشت سے بزدلوں کے سمٹنے کو دیکھیے　　بچوں کی ہٹ پہ، فوج کے ہٹنے کو دیکھیے
رن کی رضا ملے تو قیامت بپا کریں
صابر کے زیر حکم ہیں، افسوس کیا کریں

(۷) بچپن میں مہوشوں کو ہے مہر و وفا کا ذوق　　مر جائیں لڑ کے لاکھوں سے تنہا یہی ہے شوق
حیدر کی ذوالفقار پہ ہے، ابروؤں کو فوق　　شانوں پہ زلفیں، میان میں تیغیں، گلوں میں طوق
ڈوبے ہوئے ہیں چاند شہادت کی چاہ میں
آمادہ جان دینے کو خالق کی راہ میں

(۸) اوج وفا کے چاند ہیں دونوں یہ ماہتاب　　ہمت میں بے نظیر، تو جرات میں لا جواب
حاصل جو کمسنی میں ہے زور ابو تراب　　طفلی کی ہے یہ شان کہ دیکھا کرے شباب
چتون ہے بچپنے میں، علیؑ سے دلیر کی
اُس کا پیا ہے شیر، جو بیٹی ہے شیر کی

(۹) پیاسے جو ہیں یہ باغ رسول زمن کے پھول　　جان وفا ہیں جعفر گلگوں کفن کے پھول
کانٹوں میں تل رہے ہیں علیؑ کے چمن کے پھول　　کوثر کی آبرو کو بڑھائیں گے بن کے پھول
یہ گلبدن سعید ہیں صابر ہیں نیک ہیں
جب شہ نے چن لیا تو ہزاروں میں ایک ہیں

(۱۰) کھیتی نہ کیوں ہو بنت علی کی ہری بھری　　یہ پھول ہیں نبی کے گھرانے میں جعفری
صورت کو دیکھئے تو عیاں شانِ حیدری　　سیرت سے آشکار ہے خُلقِ پیمبری
اعلیٰ ہیں عرش پاک سے پائے، وہ پائے ہیں
قرآن ہیں حسینؑ، یہ نصرت کے آئے ہیں

(۱۱) ہیں بھوکے پیاسے گرچہ شہ تشنہ لب کے ساتھ　　ثابت قدم ہیں جان امیر عرب کے ساتھ
ہیں بردبار بھی یہ بہادر غضب کے ساتھ　　غصے میں ہیں بھرے ہوئے لیکن ادب کے ساتھ
ہیں کمسنی میں یاد جو باتیں شعور کی
بچپن میں آن بان ہے چھوٹے حضور کی

(۱۲) کیوں ان کے ڈر سے ہوں نہ کلیجے عدو کے شق — یہ شیر ہیں ہزبرِ نیستانِ شیر حق
بازوئے شاہ سے جو پڑھے جنگ کے سبق — گویا ہوئے صحیفہ نصرت کے دو ورق
ناصر ہیں، جانشینِ رسول قدیر کے
شاگرد ہیں شبیہ جناب امیر کے

(۱۳) عباس کے جو نقش قدم پر سدا چلے — سانچے میں جراتوں کے یہ نازک بدن ڈھلے
عشرہ کی شب میں دید کے قابل تھے ولولے — تیور یہ کہہ رہے تھے کہ بچے ہیں منچلے
جھولے میں جھولتی تھی زمین آسمان کے
ڈیوڑھی پہ یوں ٹہلتے تھے سینوں کو تان کے

(۱۴) عصمت سرا کے تھے جو محافظ وہ پُر جگر — تنہا کھڑے رہے در خیمہ پہ رات بھر
سایہ بھی غیر کا جو کبھی آ گیا نظر — پھرنے لگے نگاہ کی صورت اِدھر اُدھر
در سے ہٹی نہ آنکھ جدھر مہ لقا گئے
ہر پھر کے پھر حسینؑ کی ڈیوڑی پہ آ گئے

(۱۵) پھرتے تھے گرد خیمہ شاہ ہدا کبھی — تن تن کے دیکھتے تھے سوئے اشقیا کبھی
بڑھتا تھا شوق جنگ جو حد سے سوا کبھی — کرتے تھے صبح ہونے کی پیہم دعا کبھی
یا رب سماں دکھا دے عدو کی صفائی کا
نکلے سحر کے بھیس میں ارماں لڑائی کا

(۱۶) ناگاہ شب کا قافلہ ہونے لگا رواں — گویا قمر کا نور ہوا گرد کارواں
فرحت سے جھومنے لگے سب نخل گلفشاں — سنکی ہوا تو دم میں عجب بندھ گیا سماں
رہ رہ کے دمبدم جو صبا ہانپنے لگی
پیہم ہر ایک شمع کی لو کانپنے لگی

(۱۷) ساری زمیں جو اوس کے قطروں سے تر ہوئی — خنکی ہوائے دشت میں پھر بیشتر ہوئی
ہر سو رواں جو بادِ مسرت اثر ہوئی — غنچے چٹک چٹک کے پکارے سحر ہوئی
بلبل خوشی سے پھولوں کا منھ چومنے لگی
پودے ہوئے نہال، صبا جھومنے لگی

(۱۸) گل کھل گئے زمین پہ سرخ، وسفید، وزرد تارے نثار کرنے لگا چرخ لاجورد
شبنم جو دھو رہی تھی گلوں کے رخوں کی گرد کھاتی تھیں جھوم جھوم کے شاخیں ہوائے سرد
کانٹے بھی سبز و تر تھے شگوفہ نیا یہ تھا
سبزے کے حسن میں بھی نمک تھا مزا یہ تھا

(۱۹) سایہ فگن جو دشت میں زہرا کا لال تھا نخل خزاں رسیدہ بھی اک نونہال تھا
ہر برگ صاف آئینہ ذو الجلال تھا لالے کا داغ چہرہ یوسفؑ کا خال تھا
مولا کے عکسِ رخ سے سیاہی بھی نور تھی
پودوں کی چھاؤں مردمک چشم حور تھی

(۲۰) وہ روکش بہشت گل و یاسمن کا رنگ ہر شاخ میں شباب کا عالم دلھن کا رنگ
وہ قدرت خدا کا شگوفہ چمن کا رنگ پھولوں میں پتیوں میں حسینؑ وحسنؑ کا رنگ
حیدرؑ کا نام لے کے کلی جو چٹک گئی
مٹی بھی بوتراب کی بو سے مہک گئی

(۲۱) شبنم نثار کرتی ہے موتی عدن عدن مدحت میں تر زباں ہیں شگوفے دہن دہن
عنبر فشاں ہے غنچۂ نورس ختن ختن بلبل ہے باغ باغ، تو گل ہیں چمن چمن
ہیں دلربا جو ناز، عروسِ بہار کے
سینے ہیں ایک تیر سے گھائل ہزار کے

(۲۲) دلکش ہے وہ سماں کہ صبا باغ باغ ہے شمعیں جلیں حسد سے کہ ہر گل چراغ ہے
غنچہ بھی سر بمہر جناں کا ایاغ ہے صحرائے کربلا کا فلک پر دماغ ہے
چمکا جو بخت وادی عنبر سرشت کا
گل ہوگیا چراغ ریاض بہشت کا

(۲۳) سر سبز ہر چمن ہے تہ چرخ لاجورد ہے پیاس سے مگر گل زہرا کا رنگ زرد
غربت کی گیسوؤں پہ جو ہے گلبدن کے گرد بادِ نسیم بھرتی ہے رہ رہ کے آہ سرد
فرطِ عطش سے چہرے پہ زردی جو چھائی ہے
جامِ شرابِ نور شفق لے کے آئی ہے

(۲۴) صحرا میں بس گئے ہیں جو زہرا کے گلبدن | جنگل کے پھول باغ جناں پر ہیں خندہ زن
بو باس سے وفا کی ہے مہکا ہوا چمن | ہر گل عذار سے ہے عیاں رنگ پنجتن
خوشبو سے خاک پاک جو عنبر سرشت ہے
غل ہے کہ کربلائے معلیٰ بہشت ہے

(۲۵) چاروں طرف محیط جو ہے جلوہ سحر | ہمرنگ نخل طور ہیں جنگل کے سب شجر
ہیں تر زباں جو یادِ الٰہی میں خشک و تر | رطب اللساں ہیں ذکر خدا میں گل و ثمر
بادِ نسیم سالک راہ صواب ہے
پتی ہر ایک حمد کی گویا کتاب ہے

(۲۶) سبزہ بچھا رہا ہے مصلیٰ بصد نیاز | شبنم لئے ہے ہاتھ میں تسبیح کار ساز
برگ و گل و طیور و نہالانِ سرفراز | پڑھتے ہیں اپنے رنگ میں سب صبح کی نماز
پودے قیام میں تو جبل ہیں قعود میں
شاخیں رکوع میں ہیں تو ذرے سجود میں

(۲۷) وہ محو ذکر خالق کونین دو جہاں | وہ سیل نور صورت نہر لبن رواں
وہ ہمشبیہ احمدؐ مختار کی اذاں | گویا علیؑ کے منہ میں محمدؐ کی تھی زباں
تکبیر ماہرو نے کہی اس ادا کے ساتھ
پڑھنے لگے درود فرشتے خدا کے ساتھ

(۲۸) اٹھے اذان سن کے شہ دیں کے جاں نثار | بیٹھے صفیں جما کے نمازی بہ انکسار
نکلے حرم سرا سے امام فلک وقار | پیچھے حضور کے تھے علمدار نامدار
محو شہادتین، تبسم کئے ہوئے
مولا کی جا نماز بغل میں لئے ہوئے

(۲۹) آگے بڑھے حضور کے ایما سے چند گام | کھولا زمیں پہ شہ کا مصلیٰ بہ احترام
تشریف جا نماز پہ لائے شہ انام | اٹھے درود پڑھ کے نمازی پئے سلام
منھ پر ملا ہر ایک نے قدموں کی خاک کو
بوسہ دیا حبیب نے نعلین پاک کو

(۳۰) عباسؑ نے کہی جو اقامت بعز و جاہ	خود بول اٹھا قیام کہ قد قامت الصلوٰة
پیچھے تھے وہ نجوم تو آگے علیؑ کا ماہ	رحمت تھی سر پہ، سامنے تسبیح و سجدہ گاہ

دل سے ہوئے جو محو خضوع و خشوع میں
جھک کر ملے خدا سے وہ غازی رکوع میں

(۳۱) ہیں ان نمازیوں کے شرف خلق پر جلی	تھے سب مطیع شاہ امم عاشق علیؑ
ثابت قدم، دلیر، مجاہد، سخی، ولی	ساونت، سرفروش، بہادر، دھنی، بلی

غازی تھے تیغ زن تھے، سپاہی تھے، مرد تھے
آل نبیؐ کے بعد دو عالم میں فرد تھے

(۳۲) ہیبت سے غازیوں کی، زبردست زیر تھے	خدمت میں شہ کی بیشۂ نصرت کے شیر تھے
ضیغم تھے، باوفا تھے، جری تھے، دلیر تھے	ایسے تھے سیر چشم، کہ جینے سے سیر تھے

اِس طرح بیقرار تھے دنیائے زشت میں
پہنچے امام وقت سے پہلے بہشت میں

(۳۳) محو صلات فجر تھے یہ عاشق الٰہ	چلّے چڑھا چڑھا کے بڑھی ناگہاں سپاہ
تیروں سے دم میں ہو گئے بسمل وہ بے گناہ	جن کی شہادتوں پہ تشہد ہوا گواہ

غمگیں ہوئے نبیؐ بھی امامِ حجاز بھی
زانو کو پیٹنے لگی آخر نماز بھی

(۳۴) اٹھے سلام پھیر کے سلطان بحر و بر	لاشے نمازیوں کے اٹھائے بچشم تر
فوج خدا نے نصرت شہ پر کسی کمر	آراستہ حرم نے کیا رایت ظفر

فتح مبیں نے بڑھ کے کہا آن بان سے
اسلام کا ہے نام و نشاں اس نشان سے

(۳۵) یکتائے دہر ہے علم فوج کبریا	حمزہ کا دوش، خلق میں ادنیٰ ہے جس کی جا
جعفر نے جس پہ دست مبارک کیے فدا	پائی علیؑ کے کاندھے پہ معراج بارہا

ہر جنگ میں رسول سے آگے بڑھا رہا
دوشِ سوارِ دوشِ نبیؐ پر چڑھا رہا

(۳۶) کیا ہو بیاں نشان رسولؐ زمن کا حسن	جس پر نثار یوسف گل پیرہن کا حسن
محبوب آل کیوں نہ ہو اس صف شکن کا حسن	رکھتا ہے جس کا سبز پھریرا حسنؑ کا حسن
پنجہ ہزار جاں سے ہے قربانِ پنجتنؑ
پانچ انگلیوں نے پایا ہے دامانِ پنجتنؑ

(۳۷) قدرت نے جب سجا علم شاہ انبیاؐ	نخل مرادِ فوجِ نبیؐ ہوگیا ہرا
بن کر پھر ہرا دامنِ رحمت کا بے بہا	موسیٰؑ سے بہر چوبِ نشاں لے لیا عصا
عالم سے مثل ہمت حیدرؑ بڑھا دیا
اسلام کے اصول کا پنجہ چڑھا دیا

(۳۸) ہے فتح کا نشاں علم شاہ ارجمند	جس سے لوائے حمد ہے عالم میں سر بلند
جلوے میں شمع طور سے پرچم ہے چار چند	پنجہ وہ ہے کہ دست خدا نے کیا پسند
کیونکر چلے نہ فخر سے اب جھوم جھوم کے
آیا ہے دستگیر کے ہاتھوں کو چوم کے

(۳۹) اب جلوہ گر سپاہ امام امم میں ہے	ثابت قدم خوشی سے ہجوم الم میں ہے
پایا ہے یہ شرف کہ نبیؐ کے حرم میں ہے	جو عین ہے علیؑ میں وہی اس علم میں ہے
پنجہ ہے یوں بلند مباہات کے لئے
جیسے نبیؐ کا ہاتھ مناجات کے لئے

(۴۰) شوکت ہے دین کی علمِ مصطفےٰؐ کے ہاتھ	روزی ہے جیسے خلق کی دست خدا کے ہاتھ
گویا اشارہ کرتا ہے پنجہ اٹھا کے ہاتھ	بیعت کرو امام امم سے بڑھا کے ہاتھ
یارو ادا کرو پسر مصطفےٰؐ کا حق
ہے آج خمس خامس آل عبا کا حق

(۴۱) یہ ہے وہی نشان جو تھا مصطفےٰؐ کے پاس	پہنچا نبیؐ کے ہاتھ سے دست خدا کے پاس
آیا علیؑ کے بعد شہ کربلا کے پاس	جائے گا اب سرآمدِ اہلِ وفا کے پاس
بیتاب ہے جو روئے علمدار کے لئے
پنجہ چڑھا ہے چوب پہ دیدار کے لئے

(۴۲) ڈھوڑی سے دیکھ دیکھ کے رایت کی عز و شاں — خواہاں ہے ہر جری کہ ملے مجھ کو یہ نشاں
جو دل میں شوق ہے وہ نگاہوں سے ہے عیاں — تیور بدل کے طفل حسیں ہو گئے جواں
بوڑھے بھی آج شیر جواں ہیں بنے ہوئے
رکھ کر کمر پہ ہاتھ کھڑے ہیں تنے ہوئے

(۴۳) حمزہ کی مثل غازی و جرار ہے کوئی — جعفر کی طرح جنگ پہ تیار ہے کوئی
صفدر، مثال حیدر کرارؑ ہے کوئی — بالکل شبیہ احمد مختارؐ ہے کوئی
بے خود ہیں ورثہ دار رسولؐ قدیر کے
سب جھومتے ہیں شیر جناب امیرؑ کے

(۴۴) مضطر ہیں شائق علمِ شیر ذو الجلال — حسن طلب ہے باتوں سے ظاہر دم مقال
کہتا ہے کوئی دلبر شبّرؑ ہیں خوش جمال — پہلے انہی کے باپ کا حق ہے علیؑ کا مال
بولا کوئی کہ ان سے بھی اکبر وجیہ ہیں
جن کا نشان ہے یہ انہی کے شبیہ ہیں

(۴۵) آپس میں کہہ رہے ہیں کچھ اصحاب جاں نثار — زینب کے لاڈلے بھی ہیں جعفر کے ورثہ دار
کہتے ہیں کچھ دلیر یہ تن تن کے بار بار — بے مثل و بے مثال ہیں عباسؑ نامدار
بازو حسینؑ کے ہیں، تو شیرِ خدا کے شیر
وہ ہیں نجف کے شیر، یہ ہیں کربلا کے شیر

(۴۶) بولے زہیر قین کہ بیشک بجا کہا — مسلم پکارے عین مرا مدعا کہا
آئی ندا موافق حکم خدا کہا — ہنس کر کہا حبیب نے واللہ کیا کہا
عباسؑ اس علم کے لئے بے نظیر ہیں
آج اپنے وقت کے یہ جناب امیرؑ ہیں

(۴۷) کہتے ہیں بعض مصلحت آگاہ چپ رہو — سن لے کہیں نہ فاطمہؑ کا ماہ چپ رہو
مالک علم کے ہیں شہِ ذیجاہ چپ رہو — زینب کا بھی لحاظ ہے للہ چپ رہو
خواہر کے حق شناس شہ کربلائی ہیں
ہم کیوں برے بنیں یہ بہن ہیں وہ بھائی ہیں

(۴۸) انصار باوفا میں جو یہ قیل و قال ہے — سن کر عجیب فکر میں زہرا کا لال ہے
مولا کو سب کی دلشکنی کا خیال ہے — کس کس کو دوں نشاں کا الم، یہ ملال ہے
جو قول و فعل ہے وہ تردد کے ساتھ ہے
زانو پہ سر کبھی تو کبھی سر پہ ہاتھ ہے

(۴۹) اس دم غم و ملال کے بادل جو چھائے ہیں — مولا خیام پاک میں تشریف لائے ہیں
کچھ فکر ہے کہ قبلہ دیں سر جھکائے ہیں — دیکھا سلاح خانے میں زینب کے جائے ہیں
اک تولتا ہے تیغ علیؑ چوم چوم کے
اک دیکھتا ہے سوئے نشاں جھوم جھوم کے

(۵۰) بولے بہن سے فاطمہؑ کے ماہ دیکھنا — کیا کرتے ہیں ہمارے ہوا خواہ دیکھنا
تیور تو اِن صغیروں کے واللہ دیکھنا — ہمشیر اپنے یوسفوں کی چاہ دیکھنا
چہروں سے ہم دلوں کے ارادوں کو پا گئے
بچوں کے ولولوں پہ علیؑ یاد آ گئے

(۵۱) تیغ و علم کو شوق سے تکتے ہیں بار بار — آنکھوں سے شیر حق کی جلالت ہے آشکار
بولی بہن صغیر ہیں کیا ان کا اعتبار — میرا تو لال وہ ہے، جو مولا پہ ہو نثار
حق کا کرم حضور کا اکرام چاہیے
کیسا نشاں مجھے تو فقط نام چاہیے

(۵۲) اتنی ہے آرزو کہ برادر کی خیر ہو — دشت بلا میں فاطمہؑ کے گھر کی خیر ہو
عباسؑ اور دلبر شبّرؑ کی خیر ہو — یا کبریا شبیہِ پیمبرؐ کی خیر ہو
فوج خدا کو آپ سا سالار چاہیے
ہم صورتِ نبیؐ سا علمدار چاہیے

(۵۳) یہ بات سن کے رونے لگے شاہ خوش خصال — بولے کہ اے بہن ہمیں آتا ہے یہ خیال
اکبر کو دیں نشان تو قاسم کو ہو ملال — زندہ ہے اِن کا باپ وہ بن باپ کا ہے لال
دونوں کو اپنی فوج کا سالار کرتے ہیں
عباسؑ باوفا کو علمدار کرتے ہیں

(۵۴) بولیں وہ شاد ہو کے جو مرضی ہو بھائی جاں دیجے انہی کو شوق سے رایت بعز و شاں
جن کا ہے یہ نشان انہی کے ہیں یہ نشاں شاگرد آج ان کے ہیں سب حیدری جواں
قائم رکھے خدا مرے بابا کی جان کو
عباسؑ آؤ بڑھ کے اٹھا لو نشان کو

(۵۵) رایت اٹھا کے لائے جو عباسؑ مہ جبیں انجام کار سوچ کے مولا ہوئے حزیں
خیمے سے نکلے دل کو سنبھالے امام دیں زینب نے چھوٹے بھائی کی بڑھ کر بلائیں لیں
سب شاد تھے حسینؑ کے بازو کو دیکھ کر
اصغر بھی مسکراتے تھے عمو کو دیکھ کر

(۵۶) چرچے جو تہنیت کے ہوئے گھر میں جا بجا اٹھے عصا کو ٹیک کے بیمار کربلا
بولے خوشی کے جوش میں پیہم کہ میں فدا دادا کا عہدہ پایا مبارک ہو اے چچا
فوج خدا کا آپ جو رایت اٹھائے ہیں
دھوکا ہوا کہ حیدرؑ کرار آئے ہیں

(۵۷) دے کر دعا مریض کو نکلا وہ نامدار مشغول وعظ و پند تھے یاں شاہ ذی وقار
غازی نے بڑھ کے چوم لئے پاؤں ایک بار بازو پکڑ کے شہ نے کہا اٹھو میں نثار
بھیا ہماری فوج کے اب تم امیر ہو
کیسے امیر، فخر جناب امیر ہو

(۵۸) اُٹھے جو پائے شہ سے علمدار ذی وقار سر نذر لے کے آئے رفیقانِ جاں نثار
دی تہنیت جو اکبر و قاسم نے بار بار شفقت سے مسکرا دیئے عباسؑ نامدار
غل تھا کہ لو علیؑ کی یہ تصویر ہو گئے
منھ دیکھ کر حبیب، بغل گیر ہو گئے

(۵۹) طفل و جوان و پیر سبھی شاد تھے وہاں موجود ان میں خواہر شہ کے بھی تھے نشاں
استاد کے ادب سے جو کھلتی نہ تھی زباں بڑھ کر نہ کہہ سکے کہ مبارک ہو ماموں جاں
دل سے مگر سرور کے چشمے ابل پڑے
یوں خوش ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑے

(۶۰) بیٹی نے فاطمہؑ کی سنا جب یہ ماجرا — گھبرا گئی ہجوم الم سے وہ باوفا
عصمت سرا میں بیٹوں کو بلوا کے یہ کہا — آنسو بھرے ہوآنکھوں میں دل کو الم ہے کیا
بگڑے علَم کو دیکھ کے تیور، یہ طور ہیں
اب تو خدا کی شان ارادے ہی اور ہیں

(۶۱) پہلے جو تھی تمہاری نظر، اب کہاں ہے وہ — ماموں کے غم کا تھا جو اثر، اب کہاں ہے وہ
جس شوق میں کسی تھی کمر، اب کہاں ہے وہ — جو ولولہ تھا وقت سحر، اب کہاں ہے وہ
بدلے تمہارے رنگ، عجب طور ہوگئے
خیمے سے تم نکلتے ہی کچھ اور ہوگئے

(۶۲) چہرے ہیں صاف اترے ہوئے گردنیں ہیں خم — ایسا تمہیں نشاں کے نہ ملنے کا ہے اَلم
سب تو خوشی منائیں تمہیں غم ہو، ہے ستم — لائی تھی اس لئے تمہیں گھر سے اسیرِ غم
ہوگی خبر جو اس کی شہ مشرقین کو
پھر خاک منھ دکھاؤں گی بھیا حسینؑ کو

(۶۳) بڑھ کر ادب سے زوجہ عباسؑ نے کہا — بی بی خفا نہ ہوجیے بچوں پہ بے خطا
فرمایا تم بزرگ ہو، یہ خورد، میں فدا — جھڑکا کرو قصور پہ بھابی پئے خدا
یہ بڑھ چلے ہیں پیار جو حد سے بڑھا لیا
تم نے یہ ناز اٹھا کے انھیں منھ چڑھا لیا

(۶۴) تم نے بھی کچھ سنا کہ یہ ہیں طالب علم — وہ بولیں گر یہ ہے تو پھر اس کا ہے کیا الم
دیجے انھیں بشوق ید اللہ کا حشم — بولیں نہ ایسا کہجیو ہو جائے گا ستم
بھابی نئی نئی یہ ہٹیں کون اٹھائے گا
قرآں نیا منگائیں تو کس گھر سے آئے گا

(۶۵) پھر اس کے بعد ماں سے نہ کوئی کیا سوال — کہنے لگے اب اذنِ ملے بہر ذو الجلال
اعدا کو ہم دکھائیں کہ ہوتا ہے کیا قتال — دشمن کی تیغ دیکھ کے ہوتے نہیں نڈھال
ہم بھی تو بنتِ شیرِ الٰہی کے شیر ہیں
شاگرد اُس جری کے ہیں، سب جس سے زیر ہیں

(۶۶) المختصر وہ ایسی شجاعت دکھا گئے جس کی نہیں مثال وہ ہمت دکھا گئے
کہتے ہیں جس کو ماں کی اطاعت، دکھا گئے چہرے وہ چاند سے دم رخصت دکھا گئے
ایسے لڑے ہر ایک کو حیران کر دیا
ماموں پہ اپنی جان کو قربان کر دیا

(۶۷) جب زخم کھا کے بنت علیؑ کے پسر گرے جلتی زمیں پہ تشنہ جگر خوں میں تر گرے
غل پڑ گیا کہ خاک پہ رشک قمر گرے سن کر حسینؑ قلب و جگر تھام کر گرے
عباسؑ دل پہ داغ الم کھا کے رہ گئے
جعفر کے پھول دشت میں مرجھا کے رہ گئے

(۶۸) باجے بجے سپاہ عدو میں جو ایک بار ڈیوڑی پہ آکے کہہ گئے اکبر بہ حال زار
اے بی بیو مری پھوپی اماں سے ہوشیار گرزوں سے فرقِ عون و محمد ہوئے فگار
آئے تھے ہم بھی صرف خبر کے سنانے کو
جاتے ہیں شہ غریبوں کے لاشے اٹھانے کو

(۶۹) سینے پہ ہاتھ مار کے زینب نے دی صدا ہے ہے حسینؑ بھائی چلے رن کو میں فدا
اور اس پہ یہ غضب کہ مرا لال بھی چلا فضہ کسی طرح علی اکبر کو پھیر لا
بچے کو ضامنی اسد ذوالجلال کی
یا رب مری کمائی ہے اٹھارہ سال کی

(۷۰) خیمے میں یاں تڑپتی رہیں زینب حزیں لاشوں پہ بھانجوں کے وہاں پہنچے شاہ دیں
دیکھا کہ غش میں خاک پہ ہیں دونوں مہ جبیں بہتا ہے خون بات کی طاقت ذرا نہیں
ڈھالیں گری ہیں چھٹ کے دلیروں کے ہاتھ سے
قبضے مگر چھٹے نہیں، شیروں کے ہاتھ سے

(۷۱) شانے ہلا ہلا کے پکارے شہ ھدا ماموں نثار، ہوش میں آؤ تو اک ذرا
کچھ حال دل سناتے ہوئے جاؤ میں فدا یہ سن کے دونوں شیروں نے کیں آنکھیں نیم وا
دیکھا رخ امام تو گھبرا کے رہ گئے
یاد آگئی وہ بات کہ تھرا کے رہ گئے

(۷۲) مولا نے پیار سے کہا ہیں ہیں! یہ کیا یہ کیا لرزاں ہیں جسم کس کا تمہیں ڈر ہے میں فدا
شہ کے قدم پکڑ کے پکارے وہ مہ لقا دھڑکا ہمیں یہ ہے کہیں اماں نہ ہوں خفا
زحمت ہوئی امامِ فلک بارگاہ کو
سمجھیں گی وہ ہمیں نے بلایا ہے شاہ کو

(۷۳) رخصت کے وقت کی تھی نصیحت یہ چند بار نصرت میں جب کہ وقت شہادت ہو آشکار
دیکھو پکارنا شہ دیں کو نہ زینہار گھر جائیں فوج میں نہ کہیں شاہِ بے دیار
مت بھولنا یہ بات مری، پیاس کی قسم
ورنہ نہ دودھ بخشوں گی عباس کی قسم

(۷۴) رُکتی ہے گھٹ کے سانس ہوئی آمد قضا لے چلئے اب یہاں سے ہمیں اے شہ ھدا
اماں سے اس کا عذر تو کر لیتے ہم بھلا خود آئے تھے امامِ امم، ہم ہیں بے خطا
سب حق بھی بخشوانے ہیں، سارے قصور بھی
فرمائیں کچھ ہماری سفارش حضور بھی

(۷۵) اس درجہ مضطرب ہوئے جس دم وہ تشنہ لب غم سے تڑپ تڑپ گئے، پیہم شہِ عرب
اپنوں کا ذکر کیا ہے کہ غیروں کو تھا تعب بچوں کی بھولی باتوں پہ روتے تھے سب کے سب
کہتے تھے اب نہ بخشیں گی حق ہم کو شیر کا
زینب میں ہے جلال جناب امیر کا

(۷۶) در پر جو منتظر تھیں اُدھر بنت مرتضیٰ مقتل کی سمت دیکھ کے کہتی تھی مامتا
پیارو! بڑے دلیر ہو شاباش، مرحبا میں صدقے جاؤں بھائی پہ میرے ہوئے فدا
آئی نہ واں، خیالِ امامِ غیور سے
لو دیکھ لو بلائیں میں لیتی ہوں دور سے

(۷۷) بے چین تھے جو ماں کی زیارت کو لالہ فام ان زخمیوں کو لے کے چلے شہ سوئے خیام
فضہ نے در سے دیکھ کے رو کر کیا کلام زینب کے پاس جمع ہوں آکر حرم تمام
جوڑے ہیں سرخ لٹکے ہیں گیسو گھنے ہوئے
بی بی کے لال آتے ہیں دولہا بنے ہوئے

(۷۸) آئے عجیب شان سے گھر میں شہ ھدا چہرے پہ خاک، خون میں تر دامن قبا
لاشے اٹھائے، اکبر و عباسِ با وفا دو مسندوں پہ لاکے لٹایا بصد بکا
بیٹھے تمام اہل عزا اُن کو گھیر کے
ماں بھی سرہانے بیٹھ گئی منھ کو پھیر کے

(۷۹) بچوں کی آنکھوں سے جو نمایاں تھا انتظار سمجھے یہ سب کہ ڈھونڈتے ہیں ماں کو دلفگار
بانوئے شاہ رو کے پکاریں بحالِ زار بی بی اِدھر تو دیکھئے بچے ہیں بے قرار
وہ بولیں بات کیا ہے، یہ کیوں اشک بہتے ہیں
میں خوب سُن رہی ہوں، کہیں، کیا یہ کہتے ہیں

(۸۰) زخموں سے تھے نحیف جو وہ شیر تشنہ کام روئے اشارہ کر کے سوئے بانوئے امام
وہ پاس آگئیں تو دیا اُن کو کچھ پیام مڑکر انھوں نے بنت علیؑ سے کہا تمام
منھ پھیر کر وہ بولیں کہ رد یہ سوال ہے
جب تک یقینِ مرگ نہ ہوگا محال ہے

(۸۱) مانا کہ تیغیں کھا کے یہ آئیں ہیں میرے گھر زخمی بہت سے مرتے ہیں جیتے ہیں بیشتر
کب زخم ہیں گلے پہ جو مرنے کا ہو خطر پھر مجھ کو کیا خوشی ہے یہ زندہ رہے اگر
جاں دے کے فدیۂ شہِ ابرار بھی تو ہوں
جو حق ہے سب ملے گا یہ حقدار بھی تو ہوں

(۸۲) کہنے کو یہ کہا مگر آنسو ہوئے رواں حسرت سے منھ کو تکنے لگیں ساری بی بیاں
بانو سے پوچھنے لگی کوئی بصد فغاں اُن کا کلام کیا ہے اور اِن کا ہے کیا بیاں
روکر وہ بولیں تاب ہمیں کہنے کی نہیں
وہ دودھ بخشواتے ہیں، یہ بخشتی نہیں

(۸۳) سب نے کہا سخی ہے رسولِ خدا کی آل مشہور ہے سخاوت ضرغامِ ذوالجلال
آخر انھی کی بیٹی ہیں زہرا کی نونہال کیوں رد کریں گی اپنے جگر بندوں کا سوال
مرنے کو گر کہو تو دم واپسیں ہے یہ
ہے ہے بچیں گے یہ ابھی، ان کو یقیں ہے یہ

(۸۴) پیاسے ہیں تین روز سے بی بی یہ نامراد — کاری ہیں گھاؤ ضعف بھی ہے دم بدم زیاد
اُکھڑی ہوئی ہے سانس جئیں گے نہ خوش نہاد — کہہ دو زبان سے کہ یہ جائیں جہاں سے شاد
ہو اس عطش میں کچھ تو بھلا شکل چین کی
لازم ہے تم کو فیض بہن ہو حسینؑ کی

(۸۵) رو رو کے تب یہ خواہر شبیرؑ نے کہا — لوگو! بھلا حسینؑ کجا اور میں کجا
وہ شاہِ دو جہاں، میں کنیز شہ ہدا — میں بھی نثار اُن پہ مرے لال بھی فدا
کہہ دو کہ بس تڑپ کے نہ یوں جان کھوئیں یہ
اچھا میں دودھ بخشتی ہوں اب نہ روئیں یہ

(۸۶) بچوں نے ہاتھ ماتھے پہ رکھے پئے سلام — روحیں چلیں خوشی میں سوئے وادی السلام
غل پڑ گیا کہ مر گئے زینب کے لالہ فام — سر پیٹ کر پکاریں یہ مخدومۂ انام
کیوں ہوگئے خموش یہ سامان کیا ہوئے
پیارو! میں دودھ بخش چکی کیوں خفا ہوئے

(۸۷) دائی کو اپنے دل کے قلق تو سناتے جاؤ — تم اب تو ماں سے خوش ہو بس اتنا بتاتے جاؤ
پھر اشتیاق جنگ سنا کر رلاتے جاؤ — کھائے ہیں کتنے زخم بدن پر گناتے جاؤ
لشکر عدو کے تا بہ خیام آئے ہیں اٹھو
اذنِ جہاد دینے امام آئے ہیں اٹھو

(۸۸) نرغے میں ہیں امامِ ھدیٰ اے مسافرو! — تم نے کدھر کا قصد کیا اے مسافرو!
منزل کا دیتے جاؤ پتہ اے مسافرو! — جاؤ نگاہبان خدا اے مسافرو!
ڈرنا نہ اب کہ تم ہو نبیؐ کی پناہ میں
نانا بھی ملنے آئیں گے جنت کی راہ میں

(۸۹) روکے کوئی تو خوف نہ کھانا بہادرو! — جعفر کے سب وقار سنانا بہادرو!
نانا کا اپنے نام بتانا بہادرو! — عبدیت حسینؑ جتانا بہادرو!
کہنا کہ ماموں جان شہِ مشرقین ہیں
ہٹ جاؤ ہم غلام جنابِ حسینؑ ہیں

☆
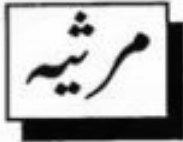
نسیمِ رحمتِ ربِّ قدیر آتی ہے

بند: ۱۰۸

تصنیف: ۱۹۴۵ء بمقام: لکھنؤ۔ ہندوستان

(خلاصہ)

حجۃ الوداع سے واپسی اور حضورؐ کے ناقہ سوار قافلے کی تصویر ___ اونٹوں کی تعریف ___ نزولِ الم نشرح ___ فانصب کے معنی کی بحث ___ آیۂ بلّغ ___ وادی غدیر میں تنصیب منبر ___ مولائیت کا اعلان ___ مولا کے معنی کی بحثیں ___ مصائب امام حسینؑ ___ تلوار سے داد انگیز گفتگو ___ شہادت ___ پامالی لاش ہائے شہداء ___

(۱) نسیمِ رحمتِ ربِّ قدیر آتی ہے شمیمِ زلفِ علیؑ کی اسیر آتی ہے
بہارِ مدحِ جنابِ امیرؑ آتی ہے ہوائے وادیٔ خُم غدیر آتی ہے
نہ ہو غدیر تو حق بعدِ مصطفےؐ نہ ملے
خودی کے بولتے پتلے ملیں، خدا نہ ملے

(۲) غدیر، گلشنِ دیں میں نویدِ گل کاری غدیر، مرکزِ اتمام نعمتِ باری
غدیر، خیر عمل کی جہاں میں تیاری غدیر، حقِ خلافت کی ناز برداری
غدیر، کوئی سیاسی کماں کا تیر نہیں
غدیر، مجمع بحرین ہے، غدیر نہیں

(۳) غدیر، اصل میں بعثت کی روح کا پیکر غدیر، زینتِ محراب و مسجد و منبر
غدیر، مظہر پیغمبری برنگ دگر غدیر، شانِ رسالت کا آخری منظر
غدیر، ایک نئے عہد کی علامت ہے
کہ اس کے بعد رسالت نہیں، امامت ہے

(۴) غدیر، کذب کی تکذیب، صدق کی تصدیق غدیر، امن کا مامن، حقوق کی تحقیق
غدیر، دین کی تدوین، شوق کی تشویق غدیر، فرق کی فارق، وفاق کی توفیق
اب اس کے بعد امامت سے کچھ مزید، نہیں
اسی کے دور ہیں بارہ، نئی تو عید نہیں

(۵) غدیر، نصِ تولا کی اولیں تاویل غدیر، حکم الٰہی کی آخری تعمیل
غدیر، کارِ نبوت کو مژدۂ تکمیل غدیر، امر خلافت کی دائمی تشکیل
غدیر، دور ہے احمدؐ کی گرم جوشی کا
غدیر، جشن ہے حیدرؑ کی تاج پوشی کا

(۶) غدیر، ایک نمونہ ہے زمان و زمیں غدیر، ایک کسوٹی برائے شک و یقیں
غدیر دین کا دستور، شرع کا آئیں غدیر وحی کی حد، حاصل کتاب مبیں
یہ دیکھو آیۂ محکم میں جلوہ گر ہے غدیر
اگر مگر کی حدوں سے بلند تر ہے غدیر

(۷) غدیر، سرّ ابد کی حقیقتِ ازلی غدیر، عیدِ ولایت، غدیر عشق ولی
غدیر، مہر خدا و نبیؐ، بنامِ علیؑ غدیر، غیب کی شمع خفی کا نور جلی
علیؑ کو رتبۂ عالی سے ارجمند کیا
نبیؐ کے سر کو مشیت نے سر بلند کیا

(۸) غدیر، بزم میں بندوں کی عزم بندہ نواز غدیر عہد وصایت کا نقطۂ آغاز
کہ اقتدار نہ ہو منتقل بصیغۂ راز غدیر، بر سرِ منبر رسولؐ کی آواز
غدیر، حشر سے قرآں کا وصل ہے گویا
غدیر، نخلِ امامت کی اصل ہے گویا

(۹) غدیر، آئینۂ دل پہ معرفت کی جلا غدیر، شمع ولایت، غدیر نور ولا
غدیر، جو ہے درِ علم کو عمل کا صلا غدیر، جس سے امامت کو امتیاز ملا
ازل کے حکم جو تا سید البشر آئے
بکھر کے جب کہ وہ سمٹے غدیر پر آئے

(۱۰) جو تھا مقام ظہورِ خلافتِ آدم وہیں غدیر میں آئے پھر آدمی کے قدم
ملائکہ بجز ابلیس ہیں سجود کو خم مڑا ہے وقت کا رخ اِنّی جَاعِلٌ کی قسم
وہی قیاس کی منزل ہے، کچھ جدید نہیں
پھر آج بھی کوئی فتنہ اٹھے بعید نہیں

(۱۱) یہ عید گرمیِ محشر پہ حشر ڈھائے گی یہ عید وہ ہے جو تاحشر رنگ لائے گی
یہ عید دل کی لگی بے پیے بجھائے گی یہ عید شعلۂ دوزخ کے پر جلائے گی
یہ عید وہ ہے کہ جس میں غم وعید نہیں
خلیل کی یہ دعا کا اثر ہے، عید نہیں

(۱۲) یہ عید جائے گی محشر میں یوں، بشوکت وشاں — کہ عید فطر کنیزی میں ہوگی زمزمہ خواں
لئے بہار کو نوروز پیش پیش رواں — مباہلہ جو دعا گو تو عید حج قرباں
گلاب ہوگی گلوں میں تو چاند تاروں میں
دلھن بنی نظر آئے گی یہ ہزاروں میں

(۱۳) یہ بوستانِ ولا میں بہار کا دن ہے — پیمبری کے لئے افتخار کا دن ہے
وصایتِ شہِ دلدل سوار کا دن ہے — کہ ختمِ نعمتِ پروردگار کا دن ہے
علیؑ نے دین کو کامل کیا، کمال ہوا
نفاق و کفر کو دن دو پہر زوال ہوا

(۱۴) مہک اٹھا چمنِ روزگار صلِّ علیٰ — خوشی میں مست ہیں سب گلعذار صلِّ علیٰ
چٹک رہے ہیں جو گل بار بار صلِّ علیٰ — سرور کم نہیں، پڑھیے ہزار صلِّ علیٰ
ملال کیا ہے جو باغی ہیں خار کھائے ہوئے
نبیؑ تو خوش ہیں رسالت کا اجر پائے ہوئے

(۱۵) غدیر پر یہ صدا بار بار آتی ہے — حرم سے رحمت پروردگار آتی ہے
برائے سیر بیاباں بہار آتی ہے — سواریِ شہ دلدل سوار آتی ہے
خدا کے گھر سے رسولؐ قدیر آتے ہیں
امیر بن کے جنابِ امیرؑ آتے ہیں

(۱۶) وطن کی سمت وہ یوسف لقا شتاب پھرا — کہ جس کے دم سے زلیخا کا پھر شباب پھرا
جلو میں مہر مبیں کے وہ ماہتاب پھرا — کہ جس کے واسطے مغرب سے آفتاب پھرا
نبیؐ کے ساتھ صحابی بھی سب سفر سے پھرے
یہ گرمیاں تھیں کہ بعضے خدا کے گھر سے پھرے

(۱۷) رواں ہے رحمتِ رب پیش بانی اسلام — بصد شکوہ عقب میں وصیِ خیر انام
کتابِ پاک کے لب پر ہے دم بدم یہ کلام — خدا ہے پہلے، پھر اُس کا رسولؐ، پھر ہے امام
وہ اِنَّما سے ہیں ثابت جو اوج پائے ہیں
جہاں کتاب میں آئے ہیں ساتھ آئے ہیں

(۱۸) شرف نبیؐ و علیؑ کا کتاب سے پوچھو　　کتاب کیا ہے یہ فصل الخطاب سے پوچھو
رسولؐ رب کا حشم بوتراب سے پوچھو　　علیؑ کی شان رسالتمآبؐ سے پوچھو
یہی رسولؐ کے نفسِ نفیس ہیں گویا
وہ جسم ہیں تو یہ راس الرئیس ہیں گویا

(۱۹) فروغِ مہرِ رسالت ابو تراب سے ہے　　کہ آفتاب کی قدر اُس کی آب وتاب سے ہے
یہ آب و تاب مگر اُمّی الخطاب سے ہے　　وجود جیسے کہ تفسیر کا کتاب سے ہے
بس اتنا فرق ہے دونوں میں کبریا کی قسم
علیؑ علیؑ ہیں، نبیؐ ہیں نبیؐ، خدا کی قسم

(۲۰) ہیں والقمر بھی علیؑ اور اِذَا تلٰہا بھی　　نبیؐ کی مدح و ثنا صاد بھی ہے طاٰھا بھی
خدا نے حسن بھی بخشا اور ان کو چاہا بھی　　پھر اس پہ لطف یہ ہے چاہ کو نباہا بھی
تمام خلق میں جلوہ نمائی ان کی ہے
خدا کے سامنے کہہ دوں خدائی ان کی ہے

(۲۱) یہ اوج ہے نہ کسی کا نہ احتشام ایسا　　سریر عرش پہ کرسی ملی، مقام ایسا
جو لا کلام، کلامِ خدا، کلام ایسا　　درود واجب عینی ہے جس پہ، نام ایسا
خدا کے گھر میں اذاں دم انہی کا بھرتی ہے
نماز بھی دمِ رخصت سلام کرتی ہے

(۲۲) لئے یہ حرمت ذاتی چلے حرم سے جناب　　جلال آگے تو پیچھے امامِ عرش رکاب
اِدھر اُدھر شہِ والا کے باخدا اصحاب　　کہ جیسے گرد عبادت ہجوم اجر و ثواب
مَلَک ہیں چار طرف رحمت خدا کی طرح
رسولؐ قلب میں ہیں یادِ کبریا کی طرح

(۲۳) وہ حاجیوں کا ہجوم اور وہ قبلۂ ذی جاہ　　ہزارہا گل رنگیں بہار کے ہمراہ
پکارے خضر کہ دونوں جہاں کے پشت پناہ　　ادھر بھی اک نگہِ مہر فی سبیل اللہ
ہمیں بھی اب تو لگا دیجیے ٹھکانے سے
کہ خاک چھانتے پھرتے ہیں اک زمانے سے

(۲۴) وہ خاص رہبر دیں اور ہجوم عام ایسا جو حق کے دین کی منزل ہر ایک گام ایسا
نقیب قافلہ جبریل، احترام ایسا نبیؐ کے بعد نبوت نما امام ایسا
رسولؐ وہ جو امامت کا اہتمام کرے
امام وہ جو رسالت کا انتظام کرے

(۲۵) یہ قافلہ ہے کہ خلد بریں کا گلدستہ ہر اک جمل ہے روانی میں شعر برجستہ
رسولِ پاکؐ کے ناقے سے ہیں جو پیوستہ ہیں سلسلے میں یہ حبل المتیں کے وابستہ
میان راہ یہ چرچا ہر اک دیار میں ہے
قطار بخشنے والا اسی قطار میں ہے

(۲۶) عیاں ہے شان اطاعت گزار اونٹوں کی لئے ہوئے ہیں فرشتے مہار اونٹوں کی
نظر بلند جو ہے خاکسار اونٹوں کی پسند حق ہے روش بردبار اونٹوں کی
بنی ہے راہِ خدا ان کی راہ کیا کہنا
یہ اونٹ خضر بیاباں ہیں واہ کیا کہنا

(۲۷) رواں ہیں ریت کے دریا میں صورت طوفاں بجا ہے، ان کو جو کہیے جہازِ ریگستاں
وہ پانو، وہ لب و گردن وہ پشت وہ کوہاں کجی پہ جن کی حسینوں کا بانکپن قرباں
نہ کجروی سے بگڑتے نہ یہ مچلتے ہیں
کہ پیش رو کے نشانِ قدم پہ چلتے ہیں

(۲۸) وہ ناقۂ نبویؐ سرعتوں میں رشک سمند ہر ایک جوڑ میں رف رف کی روح کا پیوند
مثالِ رایت دین خدا جو سر ہے بلند وہ حسن ہے کہ خدا کے حبیب کو ہے پسند
جدھر کو پاؤ بڑھایا، بہار لے کے چلا
قوی ہے وہ کہ نبوت کا بار لے کے چلا

(۲۹) نشانِ پا جو رہِ راست کا ہیں آئینہ رواں ہیں نقش قدم پر غلام دیرینہ
بھرا ہے گرد میں اور پھر بھی صاف ہے سینہ یہ خاص ناقۂ صالح، فلک شتر کینہ
طریقِ حق کو بھلا کجمدار کیا جانے
یہ چال وہ شتر بے مہار کیا جانے

(۳۰) پھر اس شتر کے یہ مداح کیوں نہ گن گائے — کہ جس کی خلق کا آیت میں تذکرہ آئے
مجال کیا کہ ذرا پاؤں ڈگمگا جائے — نبیؐ کی ٹھوکریں کھا کر سکندری کھائے
خود اونچ نیچ کو گردن اٹھا کے تکتا ہے
اُس آدمی سے یہ بہتر ہے جو بھٹکتا ہے

(۳۱) زہے وہ ناقۂ زیبائے ہادیٔ اول — کہ جس کا نقش قدم ہے نشانِ خیر عمل
عقب میں اس کے جو ہے بیقرار عزم جمل — اسے ہے فکر کہ بیٹھے گا اونٹ اب کس کل
پکارتا ہے ملک ہر قطار کے آگے
جھکاؤ سر شہ دلدل سوار کے آگے

(۳۲) رواں دواں تھے یہ ناقے کہ وہ مقام آیا — زبانِ حق کا جہاں عرش سے کلام آیا
ملک، لئے ہوئے معبود کا پیام آیا — پیامِ ایزد باری مع سلام آیا
امین رب نے جو کُھل کر پڑھا الم نشرح
چھپا تھا رازِ امامت، ہوا الم نشرح

(۳۳) ندا یہ وحی الٰہی نے دی کہ پیغمبرؐ! — ''دیا نہ کیا تجھے ہم نے قرار قلب و جگر''[۱]
''وہ تیرا بارِ رسالت جھکی تھی جس سے کمر''[۲] — اسے بھی کر دیا ہلکا وزیر اک دے کر''[۳]
''بلند ذکر کو تیرے علی الدوام کیا''[۴]
تری خوشی کے لئے یہ سب اہتمام کیا''

(۳۴) ''جہاں میں کلفت و راحت کا ساتھ ہے یکسر[۵] — جو غم کے بعد خوشی ہے تو شب کے بعد سحر
ہر ایک رنج کے پیچھے سرور[۶] کا لشکر — ہر ایک رات کی چادر میں صبح کا بستر''
فراغ حج سے جو پایا تو حکم فانصب ہے
سفر قریب ہے، منصب کی فکر نسب ہے

---

[۱] اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ [۲] وَ وَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَکَ [۳] وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ [۴] لَکَ کے لام کا ترجمہ [۵] فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْراً اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْراً [۶] فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ

(۳۵) بس اب معانی ''فَانْصَبْ'' پہ غور کیجیے ذرا — یہ لفظ بولتے ہیں دس مقام پر فصحا
شجر کے نصب کا مفہوم ہے، اُسے بونا — علَم جو نصب کیا تو کسی جگہ گاڑا
جو نصب حرب کرے جنگ کی بنا ڈالے
مرض ہو نصب کا فاعل تو وہ تھکا ڈالے

(۳۶) جو نصب شر ہے تو گویا برائی ظاہر کی — جو نصب ہے ''لِفُلَانٍ'' غرض ہے کینہ وری
کیا بلند اُسے نصب کی جو شے کوئی — وہ نصب رائے ہے اِس نے اُسے صلاح جو دی
زبر لگائیں، جو نحوی کسی کو نصب کریں
پنھا دیں تاج اگر آدمی کو نصب کریں

(۳۷) رسول رب کو یہ فانصب کا حکم جب آیا — تو اُس کے بعد کہو کیا نبیؐ نے نصب کیا
نہ شر اٹھائے، نہ گاڑے علَم نہ کچھ بویا — صلاح دی نہ کسی کو، نہ کی کسی سے وغا
سوائے نصب خلیفہ مراد کچھ بھی نہیں
کلامِ پاک کے حافظ کو یاد کچھ بھی نہیں

(۳۸) ہوا یہ حکم جو نازل نبیؐ پہ بہرِ ولی — یہ تھی مراد کہ اے واقفِ خفی و جلی
بتا چکے ہیں تمہیں ہم یہ حکمت ازلی — ہمارے بعد ہو تم، اور تمہارے بعد علیؑ
سخی بھی، شیر بھی، عالم بھی، خوش نژاد بھی ہے
وہ اہلبیت بھی ہے، اپنا خانہ زاد بھی ہے

(۳۹) علیؑ ولی بھی ہمارا ہے اور مظہر بھی — ہر اک سے اشرف و اعلیٰ بھی سب سے برتر بھی
تمہارے ہاتھ کی قوت بھی، نفس بھی، سر بھی — جگر بھی، دل بھی، برادر بھی، علم کا در بھی
تمام خیر علیؑ کی سرشت نیک میں ہے
جبھی تو لاکھ رسولوں کا وصف ایک میں ہے

(۴۰) رسولؐ سن کے پکارے کہ شکر رب ہدا — خدا کا حکم سر آنکھوں پہ اے امین خدا
وطن پہنچ کے کریں گے علیؑ کو تاج عطا — یہ خوف ہے کہ نہ فتنہ ہو راہ میں برپا
نفاق ہے جو نہاں مفسدوں کے سینے میں
درِ علوم کو دیں گے شرف مدینے میں

۱؎ جو اصلاً بکسر ص ہے اور یہاں سجع کے اعتبار سے بفتح ملفوظ ہوتا ہے۔

(۴۱) یہ عذر سنتے ہی واپس جو ہو گئے جبریل بشوق سوئے مدینہ چلے رسول جلیل
بڑھا حضورؐ کا ناقہ بھی یوں بصد تعجیل کہ جیسے جانب عرشِ خدا دعائے خلیل
وہ یوں چلا کہ سمٹ کر ہر اک بہار چلی
زمیں بھی چند قدم صورتِ غبار چلی

(۴۲) جدھر نبیؐ کی سواری میانِ راہ بڑھی اُدھر مشیت باری بعز و جاہ بڑھی
خدا کو یوسف یثرب کی اور چاہ بڑھی وہ راہ جتنی گھٹی حق سے رسم و راہ بڑھی
قدم قدم جو رسالت غدیر پر آئی
تو وحی پھر شہِ برنا و پیر پر آئی

(۴۳) بیاں میں امر وجوبی جو لا کلام آیا پیمبری کا جو مقصد ہے وہ پیام آیا
ولی کی شان میں نازل ہوا تمام آیا نبیؐ کی بزم میں حُبِ علیؑ کا جام آیا
رسولؐ بولے کہ اے جبرئیل کیا لائے
کہا کہ پھر وہی فرمانِ کبریا لائے

(۴۴) جو پہلے آیا تھا حق کا وہی پیام ہے آج "وحی" سے آپ سمجھ لیجئے جو کام ہے آج
جلال و قہر میں ڈوبا ہوا کلام ہے آج جو یہ نہ پہنچے تو پیغمبری تمام ہے آج
منافقین کے شر سے ہے کبریا حافظ
بس اب سنایئے حکمِ خدا، خدا حافظ

(۴۵) مراد تھی، مرے لفظوں میں یہ، کہ خیر بشر اگر سفر میں ہیں حضرت تو پھر ہے کس کا حذر
ہر ایک معرکہ سر ہے کھنچی جو تیغ دو سر خدائی ہے جو مخالف تو ہو، خدا ہے اِدھر
محافظ آپ کے ہیں کبریا کے ہاتھ علیؑ
علیؑ کے ساتھ جو حق ہے تو حق کے ساتھ علیؑ

(۴۶) بجز علیؑ یہ شرف دوسروں نے پا نہ لیا کسی کو دوش پہ یوں آپ نے چڑھا نہ لیا
کسی نے لشکر کفار کو دبا نہ لیا کسی دلیر نے خیبر کا در اٹھا نہ لیا
علیؑ کے وار کو جن و بشر نہ روک سکے
بہت قوی مرے بازو ہیں، پَر نہ روک سکے

(۴۷) شرف جو پائے ہیں مولا نے سب جلی وہ ہیں جہاں کے عقدہ کشا، والی و ولی، وہ ہیں
جری، دلیر، بہادر، دھنی، بلی وہ ہیں فرشتہ ہو کے میں شاگرد ہوں، علیؑ وہ ہیں
علیؑ سے بڑھ کے نہیں کوئی کبریا کے لئے
علیؑ کو جلد وصی کیجیے، خدا کے لئے

(۴۸) یہ سن کے ناقے سے حضرت زمین پر اترے بسانِ آیۂ رحمت زمین پر اترے
نبیؐ جو بہر ہدایت زمین پر اترے علیؑ بھی نور کی صورت زمین پر اترے
نقیب بڑھ کے پکارے کہ بھائیو ٹھہرو
نبیؐ سے حکم خدا سن کے جائیو، ٹھہرو

(۴۹) یہ حکم سنتے ہی سب یارو آشنا ٹھہرے تمامِ حاجی دیندار و باصفا ٹھہرے
نہ کیوں ٹھہرتے، کہ یہ شاہِ انبیا ٹھہرے حضورؐ چاہیں تو چلتی ہوئی ہوا ٹھہرے
لبِ غدیر رسولؐ فلک مقام رکے
رکی مشیت جاری کہ خود امام رکے

(۵۰) پڑا جو عکس رخ بوتراب پانی میں تو صاف آگئی موتی کی آب پانی میں
اُبھر ابھر کے پکارے حباب پانی میں اک آسماں یہ ہے اک آفتاب پانی میں
تجلّیات جو ذُرودِ علیؑ سے بڑھنے لگیں
خوشی کی لہر میں موجیں درود پڑھنے لگیں

(۵۱) وہ رشک چشمہ مہر منیر خُمِ غدیر علیؑ کی وجہ سے روشن ضمیر خُمِ غدیر
غریق عشق جناب امیر خُمِ غدیر گناہ دھونے کو آبِ کثیر خُمِ غدیر
رسالت اور امامت کا مجمع البحرین
سمٹ کے آگئے کوزے میں جس کے کل بحرین

(۵۲) اسی غدیر سے ایماں نے آبرو پائی اسی سے چشمۂ عرفاں نے آبرو پائی
بہارِ گلشن رضواں نے آبرو پائی یہاں اترتے ہی قرآں نے آبرو پائی
ہزار بار رسولِ قدیر پر آیا
کمال پا گیا جس دن غدیر پر آیا

(۵۳) نئی روش کا وہ صحرا نئے اصول کے پھول　　وہ بوٹیاں تھیں سنہری کہ تھے ببول کے پھول
وہ ایک گہنے کا گہنا تھے اور پھول کے پھول　　نگاہ لڑتے ہی شیدا ہوئے رسولؐ کے پھول
رخ حسیں کو جو بڑھ بڑھ کے چوم چوم گئے
یہ حال تھا کہ بگولے بھی جھوم جھوم گئے

(۵۴) طیورِ دشت کی پیاری صدائیں سن سن کے　　کباب ہونے لگا مرغ مہر بھن بھن کے
شجر بھی رہ گئے پیہم سراپنا دُھن دُھن کے　　یہ شعر پڑھتے تھے ناسخ کا تنکے چُن چُن کے
''جنوں پسند ہمیں چھاؤں ہے ببولوں کی
عجب بہار ہے اِن زرد زرد پھولوں کی''

(۵۵) ہَوا بدل گئی اس مرغزار کی فوراً　　فلک نے جھک کے زمیں استوار کی فوراً
صبا نے جھاڑ دی چادر غبار کی فوراً　　جناں سے چاندنی آئی بہار کی فوراً
زمیں جو صاف ملائک نے کی دل و جاں سے
تو حورعیں نے بھی کانٹے اٹھائے مژگاں سے

(۵۶) جو سنگ رہ گئے موسیٰ انھیں اٹھانے لگے　　چھڑکنے کے لئے الیاس آب لانے لگے
خضر جو مخمل رنگارگوں بچھانے لگے　　خلیل گرم ہواؤں میں گل کھلانے لگے
نسیم خلد جو گرمی میں بار بار آئی
علیؑ کے دم سے بلا فصل کی بہار آئی

(۵۷) عجب بہار ہے رندو! عجیب ساقی ہے　　پکارتے ہیں خدا کو، مجیب ساقی ہے
خمارِ مکر و ریا کا رقیب ساقی ہے　　چلے گا دور کہ خم کے قریب ساقی ہے
جو ڈگمگاتے ہیں موجِ خودی میں بہ بہ کر
گریں نبیؐ کے قدم پر علیؑ علیؑ کہہ کر

(۵۸) دلوں میں نور ہو وہ آفتاب لاساقی　　نبیؐ کی آل کا صدقہ شتاب لا ساقی
نسیم جوش میں ہے اب گلاب لا ساقی　　پیے جو غیر، پڑے منھ میں آبلا ساقی
حسابِ روزِ جزا سے امان ہو جائے
کہ غیریت کا یہیں امتحان ہو جائے

(۵۹) یہ رند آج جو ہو حق مچاتے ہیں ساقی بڑے بڑوں کے کلیجے ہلاتے ہیں ساقی
گلابی پیتے ہیں اور رنگ لاتے ہیں ساقی ترے فقیر، کرامت دکھاتے ہیں ساقی
قدح جو پی کے علیؑ کو پکار لیتے ہیں
پری کو شیشۂ دل میں اتار لیتے ہیں

(۶۰) جبیں پہ خاک ملے ہم جو آئے بیٹھے ہیں علیؑ کے عشق میں دھونی رمائے بیٹھے ہیں
حریف بت جو بنے اور بنائے بیٹھے ہیں نبیؐ بھی دوش کی سیڑھی لگائے بیٹھے ہیں
نثارِ نقش قدم اک نگاہ کرتا جا
بضد ہے مہر نبوت کہ جام بھرتا جا

(۶۱) پلا وہ مئے جسے زاہد مچل مچل کے پئیں چڑھے جو نشہ تو مٹکے کی طرح ڈھل کے پئیں
ولا کے رند جو تیور بدل بدل کے پئیں جسے یہ رنگ کہ ناری بھی آج جل کے پئیں
جو اب حسد سے حریف شراب ہوں ساقی
خود اپنی آگ میں جل کر کباب ہوں ساقی

(۶۲) وہ مے پلا دے جو ہے خاص مکّی و مدنی صلات وصوم میں پیتے ہیں جس کو پنج تنی
محمدی، علوی اور حسینی و حسنی نبیؐ کے گھر کی دلھن، کبریا کے گھر کی بنی
فلک سے صورتِ قرآں ملک کی لائی ہوئی
مثال تیغ ید اللہ کھنچ کے آئی ہوئی

(۶۳) وہ مے، زمیں پہ جو تائید آسمانی ہے وہ مے، جو خضرِ شریعت کی زندگانی ہے
وہ مے، جو شاہد اسلام کی جوانی ہے وہ، جس کے سامنے کوثر بھی پانی پانی ہے
ادائے اجر رسالت میں صرف ہے جس کا
مذاقِ شرع میں قرآن ظرف ہے جس کا

(۶۴) خدا کے گھر کی مطہر شراب ایمانی حریم کعبہ میں جائز، بہ نصِ قرآنی
وہ، جس کی مثل سے عاجز ہے سعی انسانی بنائے لاکھ زمانہ، نہ بن سکے ثانی
عرب کی دھوپ میں کھنچ کر مزے پہ آئی ہوئی
غدیر خم میں محمدؐ کی پی پلائی ہوئی

(۶۵) وہ مے جو محفلِ اسلام میں ہے ایمانی　　زلالِ خالص و پُر آب و تاب و نورانی
وہ، جس کے چھینٹے علاماتِ پاک دامانی　　وہ، جس کا نشہ ہے حدِّ شعورِ انسانی
یہ دور ختم ہے ساقی کے جامِ اول پر
کہ اِنّما نے لگا دی ہے مہر بوتل پر

(۶۶) وہ مے کہ خاتمہ نعمت کا ہو چکا تو بنی　　کمال دین محمدؐ نے پا لیا تو بنی
جو خاک چھان کے جنگل کی خُم ملا تو بنی　　لبِ غدیر نیا میکدہ بنا تو بنی
رسولؐ جھوم رہے تھے پیے پلائے ہوئے
حریف تاک رہا تھا نظر چرائے ہوئے

(۶۷) نہاں رہی یہ کبھی قُل کفا کے پردے میں　　جھلک دکھائی کبھی اِنّما کے پردے میں
کبھی رسولؐ نے پی لی عبا کے پردے میں　　کبھی خداؔ نے پلا دی بٹھا کے پردے میں
نیا وہ دور بھی تھا رنگ بھی نرالا تھا
مزہ تو یہ ہے کہ ساقی بھی ہم پیالا تھا

(۶۸) حریف کو یہی مے ہے پچھاڑنے والی　　ریا و مکر کی دنیا اجاڑنے والی
بنے ہوئے کا مقدر بگاڑنے والی　　دلوں کا حال نگاہوں سے تاڑنے والی
کشش وہ ہے کہ جو روکے کوئی، لپک کے پیوں
جلے بھنے تو میں دل پر نمک چھڑک کے پیوں

(۶۹) خدا کے گھر میں پیوں واں سے پھر پلٹ کے پیوں　　لبِ غدیر تو خم سے لپٹ لپٹ کے پیوں
بسانِ غیر نہ پی کر ہٹوں نہ ہٹ کے پیوں　　نبیؐ کے ساتھ پیوں، ایک بار ڈٹ کے پیوں
نہ کیوں پیوں کہ مرا دستگیر ہے ساقی
بہت پلائے گا مجھ کو امیر ہے ساقی

(۷۰) شراب پی ہے تو زہرہ سے کیوں بگاڑ رہے　　بڑا غضب ہے جو بزمِ طرب اجاڑ رہے
سرود و ساز سے دم بھر تو چھیڑ چھاڑ رہے　　عدو سے پردۂ دین مبیں کی آڑ رہے
ہو وجد، ترکِ خودی، اور غیر حال نہ ہو
جو حال آئے تو بے شرع کوئی قال نہ ہو

(۷۱) ہمارے سوز سے کیوں اہل ساز بھنتے ہیں — مزے سے شرع کا قانون ہم تو سنتے ہیں
نہیں یہ حال کہ سودے میں تنکے چنتے ہیں — علیؑ کی مدح پہ بے شک سروں کو دھنتے ہیں
نوا و نئے سے زبان و دہن کو کام نہیں
ہمارا ساز خدا ساز ہے، حرام نہیں

(۷۲) وہ بزم سج گئی رندو، وہ لطف آنے لگے — ہوا بہشت کی حیدرؑ کے دوست کھانے لگے
رسول پاکؐ جو منبر نیا بنانے لگے — اُٹھا اُٹھا کے کجاوے فرشتے لانے لگے
چنا گیا تو وہ زینہ خدا پسند بنا
مثالِ ہمت حیدرؑ بہت بلند بنا

(۷۳) بچھا کے بیٹھے عباؤں کا فرش اہل یقیں — مکیں ہوئے سر منبر رسول عرش نشیں
بلا لیا جو خدا کے ولی کو اپنے قریں — جلو میں آگئے یٰسین کے امام مبیں
یہ قرب، مصحف رب کی نظر پہ چڑھنے لگا
تو اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْن پڑھنے لگا

(۷۴) پیامِ حق کا جو تھا سب کو اشتیاق کمال — پڑھی رسولؐ نے حمدِ خدا بجاہ و جلال
فصاحتوں کا رواں تھا جو چشمہ سیّال — یہ رنگ تھا کہ فصیحوں کی تھیں زبانیں لال
نمک سے پُر ہے سخن شور جا بجا یہ تھا
منافقوں کے بھی سر ہل گئے مزہ یہ تھا

(۷۵) بصدق دل ہمہ تن گوش تھے جو اہل وفا — نبیؐ نے حسب محل گفتگو کا رخ بدلا
سنبھل کے بولے کہ اے پیروانِ دین خدا — نہیں ہوں کیا میں تمہارے نفوس سے اولیٰ
الست سن کے جو ہر سو بلیٰ کا شور اٹھا
سمجھنے والوں میں صلِّ علیٰ کا شور اٹھا

(۷۶) نبیؐ نے اپنی ولایت کا جب لیا اقرار — اسی سے مقصد مولا سمجھ گئے ہشیار
جھکے علیؑ کی طرف کو پھر احمد مختارؐ — اٹھا کے پھول کو سر پر چڑھا لیا اک بار
بلند کر کے شرف کو جتا دیا گویا
قسم کے واسطے قرآں اٹھا لیا گویا

(۷۷) بصد وقار پکارے رسولؐ عرش جناب — یہ ابن عم ہے مرا، دیکھ لیں مرے اصحاب
نہ جانتے ہو تو پہچان لو اب اس کو شتاب — یہ بول اٹھے تو علیؑ ہے، یہ چپ رہے تو کتاب
مجھے تو مان چکے ہو کہ تم سے اولیٰ ہوں
علیؑ بھی اُس کا ہے مولیٰ، میں جس کا مولیٰ ہوں

(۷۸) یہ کہہ کے احمد مختارؐ کا وہ رک جانا — وہ تہنیت کے لئے خاص و عام کا آنا
وہ پُر شکوہ قصیدے زبان پر لانا — اٹھا کے ہاتھ وہ بخٍ ابحر کے فرمانا
جو چھپ کے قتل کو آتے رہے تھے راتوں میں
فضلیت ان سے بھی منوالی باتوں باتوں میں

(۷۹) ہر اک ولی نے شہ اولیا سے بیعت کی — نبیؐ کے سامنے دست خدا سے بیعت کی
خلوصِ قلب سے، صدق و صفا سے بیعت کی — کسی کسی نے فریب و ریا سے بیعت کی
بنے نبیؐ کے خلیفہ جو حکم داور سے
نظر پہ چڑھ گئے مولیٰ اتر کے منبر سے

(۸۰) عبث ہے معنی مولیٰ میں حجت و تکرار — زبانِ اہل عرب میں ہیں اس کے معنی چار
برادر اور پڑوسی، غلام اور سردار — بٹھا کے دیکھ لو چاروں کو اس جگہ اک بار
کسی کو ربط نبیؐ سے نہیں ولی کے سوا
ملے گی پھول سے کس کی مہک کلی کے سوا

(۸۱) کہیں جو بھائی کے معنی بنسے گا حسن قبول — کہ بے کہے تھے ید اللہ ابنِ عمِ رسولؐ
غلام سمجھیں نبیؐ کو تو ہوں ظلوم و جہول — جو لیں مراد پڑوسی تو بیتیں تھیں فضول
یہاں یہ تینوں ہی بربط کلام مہمل ہیں
سوائے چوتھے کہ باقی تمام مہمل ہیں

(۸۲) نہ تھی مراد جو مولا سے اِس جگہ سردار — نبیؐ نے پہلے ولایت کا کیوں لیا اقرار
اگر غلامی و ہمسائگی کا تھا اظہار — تو کیوں نفاق سے خائف تھے احمد مختارؐ
اخوتوں کے جتانے کی تھی ضرورت کیا
بس اتنی بات پہ موقوف تھی رسالت کیا

(۸۳) یہ سب تو ایک طرف، راز اب سنو ازلی — جلی کٹی کی نہیں، صاف ہے جہاں پہ جلی
مراد لے کوئی مولیٰ سے عبد یا کہ ولی — جو ہیں علیؑ وہ نبیؐ ہیں، جو ہیں نبیؐ وہ علیؑ
غلام سمجھو تو احمدؐ غلام ہیں پہلے
کہو امام تو حیدرؑ امام ہیں پہلے

(۸۴) کیا رسولؐ نے ظاہر جو احترام علیؑ — کہا ہر ایک موالی نے پی کے جام علیؑ
علیؑ امامِ من است و منم غلامِ علیؑ — ہزار جان گرامی فدائے نامِ علیؑ
بلند چاروں طرف تھی جویا ولی کی صدا
فضا میں گونج رہی تھی علیؑ علیؑ کی صدا

(۸۵) نبیؐ نے امر خلافت کیا بیان جو صاف — یہیں سے پکنے لگیں کھچڑیاں علیؑ کے خلاف
وہ سب جو لائے تھے ایماں بطمع استخلاف — حسد کی آگ میں جلنے لگے، خطا ہو معاف
زبانیں کھل نہ سکیں رعب سے رسالت کے
نبیؐ کے اٹھتے ہی فتنے اٹھے قیامت کے

(۸۶) وہ دفن ختم رسل سے گریز بعد وفات — وہ فاطمہؑ پہ یہ بندش، نہ روئیے دن رات
گلا وہ شیر خدا کا، وہ ریسماں ہیہات — وہ در، وہ آگ، وہ محسن کی موت کے حالات
وہ ضرب، پہلوئے بنتِ رسولِؐ داور کی
وہ غسلِ میتِ زہراؑ، وہ چیخ حیدرؑ کی

(۸۷) پھر اس کے بعد وہ خاموشی زبان خدا — مگر فلک سے مسلسل نزول رنج و بلا
وہ آل پاک، وہ امت کے ظلم، وا اسفا — علیؑ کو تیغ کا پانی، حسنؑ کو زہر دغا
تباہ حال تھی عترت نبیؐ کے نائب کی
مگر حسینؑ پہ حد ہوگئی مصائب کی

(۸۸) غضب ہے دین کو جس ماہ سے کمال ہوا — وفور غم سے اسی کا قمر ہلال ہوا
چھٹے رفیق، بھتیجا بھی پائمال ہوا — نظر کے سامنے نورِ نظر حلال ہوا
ضعیف باپ سے فرزند نوجواں بچھڑا
قوی تھا جس سے جگر کھا کے وہ سناں بچھڑا

(۸۹) فدا ہم آپ کی ہمت پہ اے شہ صفدر جگر سے بیٹے کے خود کھینچ لی انی جھک کر
انی سے چھٹ کے شکستہ جو ہو چکی تھی کمر اُسی کمر پہ اٹھا لائے لاشۂ اکبر
یہ دیکھ کر دل بیتاب کو نہ کل آئی
تڑپ کے خیمے کے در سے بہن نکل آئی

(۹۰) یہ سب مناظر جاں کاہ جھیل کر شبیرؑ قدم قدم پہ ادا کر رہے تھے شکر قدیر
اب ایک آگئی وہ منزل نشانہ و تیر جہاں تھی باپ کی آغوش، مقتل بے شیر
لحد میں بند کفن فاطمہؑ نے چاک کیا
پسر کو باپ نے جب خود سپرد خاک کیا

(۹۱) زبانِ حال میں تیغ علیؑ نے تب یہ کہا میں صدقے، آپ نے مولا غضب کا ظلم سہا
کہ میں کمر میں رہی اور جواں کا خون بہا جواں کا ذکر تو کیا، شیر خوار بھی نہ رہا
زباں سے کیا کہوں، کچھ جائے گفتگو نہ رہی
نبیؐ کا گھر نہ رہا، میری آبرو نہ رہی

(۹۲) نیام ہی میں سنا، بھائی منھ کو موڑ گئے امامِ بیکس و تنہا کا ساتھ چھوڑ گئے
دلِ شکستۂ مولا کو خوب جوڑ گئے ہجومِ غم میں بچھڑ کر، کمر بھی توڑ گئے
میں سمجھی اب مجھے شاہ غیور کھینچیں گے
بڑا ہی داغ سہا ہے، ضرور کھینچیں گے

(۹۳) مگر حضور نے اس پر بھی صبر فرمایا زبانِ پاک پہ جب بَعُدَکَ الْعَفَا آیا
میں سمجھی داغ پسر نے جگر تو تڑپایا یہ ظلم، صابر و شاکر کو غیظ میں لایا
ستم کی حد ہوئی، اب فوج کو سزا دیں گے
ابوتراب کی صورت زمیں ہلا دیں گے

(۹۴) یہ ظلم سہ کے بھی بگڑے نہ آپ کے تیور بجائے غیظ یہ دیکھا کہ ہے سجود میں سر
ہوا شہید جو گودی میں شیر خوار پسر ہجوم یاس میں بس رہ گئی میں بل کھا کر
پھر آپ نے مجھے کیا سر بلند فرمایا
کہ مجھ سے قبر بنانا پسند فرمایا

(۹۵) میں یہ تو کیا کہوں، میرا کمال دکھلا دو　　مگر یہ ظلم نہ دیکھوں، وہ شکل بتلا دو
علیؑ کا واسطہ مجھ کو نجف میں پہنچا دو　　وگرنہ توڑ کے اصغرؑ کے پاس دفنا دو
میں اب جو دشت سے خیمے میں جاؤں گی مولا
رباب بی بی کو کیا منھ دکھاؤں گی مولا

(۹۶) یہ سن کے عزم حسینیؑ نے آہ بھر کے کہا　　نمودِ عصر ہے اب جنگ کا محل نہ رہا
وہ ساعت آگئی جس کے لئے یہ ظلم سہا　　نبیؐ کا دین مٹے گا جو میرا خوں نہ بہا
بس اب خدا کے لئے دل پہ جبر کر اے تیغ
مری بہن کی طرح تو بھی صبر کر اے تیغ

(۹۷) ابھی یہ کہہ نہ چکے تھے حسینؑ ہائے غضب　　کہ مٹ گیا دلِ زہراؑ کا چین ہائے غضب
وہ روحِ فاطمہؑ کرتی ہے بین ہائے غضب　　وہ نکلے قبر سے شاہِ حنین ہائے غضب
گرا فرس سے وہ صابر، جھکا وہ سجدے میں
گلے پہ تیغ چلی، دم رکا وہ سجدے میں

(۹۸) جب[1] افتخارِ رسولؐ زماں شہید ہوا　　پکاری ماں مرا آرام جاں شہید ہوا
امامِ بیکس و بے خانماں شہید ہوا　　غریب، نہر پہ تشنہ دہاں شہید ہوا
اٹھا یہ شور کہ لاشوں کو خستہ حال کرو
ہر اک شہید کی میت کو پائمال کرو

(۹۹) یہ حد کی تھی جو اہانت بحسب قول و قرار　　حُر جری کا رسالہ بگڑ گیا اک بار
کسی نے گرز سنبھالا، کسی نے لی تلوار　　یہ رنگ دیکھ کے بولا، یہ حاکم غدار
ذرا سی بات پہ باہم نہ قیل و قال کرو
رضا نہیں ہے تو حُر کو نہ پائمال کرو

[1] یہ روایت ۱۹۳۰ء میں بمقام جانسٹھ ضلع مظفر نگر سید باقر علی خاں فہیم کی فرمائش سے کہی تھی۔

(۱۰۰) کوئی الم نہیں اے بھائیو نہ گھبراؤ رسالہ دار کا لاشہ اِدھر اٹھا لاؤ
وہ لاش اٹھا کے جو لائے تو پھر کہا جاؤ ہر اک شہید کا لاشہ کچل کے جلد آؤ
ابھی تو جانِ پیمبرؐ کا گھر جلانا ہے
حرم کو لوٹنا ہے، ننگے سر پھرانا ہے

(۱۰۱) یہ سن کے طرفہ تلاطم ہوا لب دریا رسالۂ بن حجاج نے بگڑ کے کہا
ہماری قوم سے ہے اک شہید راہِ خدا ہمارے سامنے پامال ہو وہ ماہ لقا
جو اہل شام نہ مانے تو شامت آئے گی
اگر ہلال کو روندا، قیامت آئے گی

(۱۰۲) یہ بات سنتے ہی گھبرایا حاکم خود سر کہا، ہلال کا لاشہ بھی جلد لاؤ اِدھر
اگر چہ دلبرِ کاہل تھا اظلم و اکفر کہ جس کو رحم نہ آیا صغیر بچے پر
پر اُس شقی کو بھی یہ ظلم ناگوار ہوا
حبیب شاہ کا حامی وہ نابکار ہوا

(۱۰۳) ملا یہ حکم کہ اُن کی بھی لاش رن سے اٹھاؤ حرم کو قید بھی کرنا ہے، اب نہ دیر لگاؤ
ہراک کوشوق سے روندو، کسی سے خوف نہ کھاؤ پکارا شمرِ ستمگر، ابھی قدم نہ بڑھاؤ
اگرچہ قاتل فرزند شاہ خیبر تھا
مگر وہ مادر عباسؑ کا برادر تھا

(۱۰۴) بگڑ کھڑا ہوا فوراً وہ ظالم غدار پئے حمایت عباسؑ کھینچ لی تلوار
قریب نہر گیا جب وہ خود سر و مکار جری کی لاش سے پیدا ہوئی ندا اک بار
نہ اٹھ سکے گا تن پاش پاش او ظالم
رہے گی نہر پہ سقے کی لاش او ظالم

(۱۰۵) تجھے قسم ہے نہ میرا خیال کر ظالم میں شاد ہوں کہ مجھے خستہ حال کر ظالم
زمیں کو خوں سے نہ آقا کے لال کر ظالم میں ہوں غلام، مجھے پائمال کر ظالم
اگر شقی مرے لاشے کو تو بچائے گا
بتولؑ پاک سے مجھ کو حجاب آئے گا

(۱۰۶) بچائی شمر نے جانِ شہ حنین کی لاش　　اٹھائی ایک عرب نے زہیر قین کی لاش
کسی نے مانگ لی بانو کے نورِ عین کی لاش　　میانِ دشت فقط رہ گئی حسینؑ کی لاش
اِدھر ستم کے ارادے سے فوج شر نکلی
اُدھر حرم سے سکینہ برہنہ سر نکلی

(۱۰۷) پکارتی تھی وہ بیکس غریب کی جائی　　کہاں ہو میرے چچا جان، میرے شیدائی
پدر کی لاش اٹھا لو کدھر گئے بھائی　　یہ کہتی جانب حاکم جو وہ یتیم آئی
گھڑک کے بولا وہ بدعت شعار، کون ہے تو
بلک کے روتی ہے کیوں زار زار کون ہے تو

(۱۰۸) لرز کے بولی، غریب الوطن کی جائی ہوں　　یتیم خستہ جگر ہوں، فلک ستائی ہوں
نہ سعی اور نہ سفارش کسی کی لائی ہوں　　میں بھیک مانگنے کو تیرے پاس آئی ہوں
پڑی ہے رن میں فقط شاہِ مشرقین کی لاش
فقیر جان کے دکھیا کو دے حسینؑ کی لاش

☆

دل میں ہے عزم منقبتِ مرتضیٰ علیؑ

بند: ۱۰۴

تصنیف: ۱۹۳۶ء بمقام: لکھنؤ۔ ہندوستان

(خلاصہ)

فضائل حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام ___ سلمان فارسیؓ اور استخوان خرما کا واقعہ ___ ولادت علی ابن طالبؑ ___ شہادت ___

(۱) دل میں ہے عزمِ منقبتِ مرتضیٰ علیؑ — مشکل ہے مرحلہ مرے مشکل کشا علیؑ
مولا علیؑ، شریکِ شہِ انبیا علیؑ — دل میں ہے یا نبیؐ، جو زباں پر ہے یا علیؑ
واحد حدیثِ نور سے یہ لاکلام ہیں
اتنا ہی فرق ہے وہ نبیؐ یہ امام ہیں

(۲) اسلام کا جسد ہیں محمدؐ تو سر علیؑ — وہ مبتدائے خِلقت و خَلقت، خبر علیؑ
وہ عقل یہ دماغ وہ دل اور جگر علیؑ — وہ علم با عمل کا مدینہ تو در علیؑ
خیر الورا وہ ہیں تو یہ خیر الانام ہیں
وہ ختم انبیا ہیں یہ پہلے امام ہیں

(۳) وہ ہیں لوائے حمد یہ حق کا نشان ہیں — وہ غیب کی صدا یہ تکلم کی شان ہیں
وہ آنکھ ہیں یہ نور وہ قالب یہ جان ہیں — وہ نفس ناطقہ ہیں یہ گویا زبان ہیں
امت کے وہ شفیع تو یہ دستگیر ہیں
وہ شاہ جزو و کُل یہ جناب امیر ہیں

(۴) وہ دین کا شکوہ یہ حق کا وقار ہیں — وہ صاحب براق یہ دُلدل سوار ہیں
وہ باغ یہ نسیم وہ گُل یہ ہزار ہیں — وہ جڑ یہ شاخ، مل کے چمن کی بہار ہیں
کیجیے جدا علیؑ کو تو پھر یہ فضا کہاں
جب شاخ ہی نہ ہو تو شجر کی ہوا کہاں

(۵) سب کے شرف نبیؐ ہیں نبی کے شرف علیؑ — وہ مہر بے زوال شہِ بے کلف علیؑ
وہ شاہ مَا عَرَفَ ہیں شہِ مَنْ عَرَف علیؑ — وہ لعل بے بہا ہیں تو درِ نجف علیؑ
وہ پیکر جمال، یہ روح جلال ہیں
وہ گوہر صفا ہیں یہ کعبہ کے لال ہیں

(۶) وہ مصطفٰے بحکم مشیت یہ مرتضٰی وہ مرضیِ اِلٰہ تو یہ راضیِ رضا
وہ مدعیِ رسالت حق کے یہ مدعا وہ تاج انبیا ہیں یہ سرتاج اولیا
منزل جدا ہوگر یہ کہوں مہر و ماہ ہیں
توحید کے یہ دونوں ہی عادل گواہ ہیں

(۷) رحمت کی اُن کے دم سے جو ہر سو ہوا چلی ان کے بھی دم قدم سے ہر اک کی بلا ٹلی
وہ نخل ہیں یہ گل، جو وہ گل ہیں تو یہ کلی وہ شمع ہیں یہ لَو، وہ تجلی ہیں یہ جلی
آئینے دو ہیں برق سر طور ایک ہے
دو آنکھیں دیکھنے کو سہی نور ایک ہے

(۸) دل ایک نفس ایک سخن اور زبان ایک قول ایک فعل ایک نظر ایک شان ایک
دم ایک گوشت ایک لہو ایک جان ایک ہیں فاطمہ گواہ کہ ہے خاندان ایک
مخصوص یہ علی کو صفت بالیقیں ملی
زوجہ نبی کو ایک بھی ایسی نہیں ملی

(۹) ہر منزلت کا ختم رسالت پہ خاتمہ ہر منقبت کا شمعِ امامت پہ خاتمہ
سب حجتوں کا مہر نبوت پہ خاتمہ کل نعمتوں کا شاہ ولایت پہ خاتمہ
ہم کیوں بتائیں فرق، عیاں مثل فجر ہے
اِن کی محبت اُن کی رسالت کا اجر ہے

(۱۰) لاسیف ہے قصیدۂ توصیفِ مرتضٰی نادِ علیؑ، ضمیمۂ تعریف مرتضٰی
کعبے کا اوج باعث تشریف مرتضٰی تصنیف حق کی شان بہ تالیف مرتضٰی
قرآں کی مے بھرو جو تولاّ کے ظرف میں
مضمر علیؑ کی مدح ہے ایک ایک حرف میں

(۱۱) ایما الف کا ہے کہ امامِ امم کہو ایمان و اہل بیت و امیر ارم کہو
بِ کا بیان ہے کہ بقا کا بھرم کہو یا باعث برات و بَرأت بہم کہو
تِ سے نبی کی تیغ بھی تاب اور توان بھی
تطہیر کی تمیز بھی ہیں ترجمان بھی

(۱۲) ثِ سے ثباتِ حق ہیں ثبوت ثواب ہیں　　کہتا ہے ج جامعِ قرآں جناب ہیں
ح سے کھلا کے حامی روز حساب ہیں　　حق اور حق نما ہیں حقیقت مآب ہیں
خِ سے خود آشنا بھی خدا کی دلیل بھی
خیر العمل بھی، خادم حق بھی، خلیل بھی

(۱۳) کہتی ہے د دافعِ درد نہاں علیؑ　　دنیا کے اور دین کے ہیں درمیاں علیؑ
در علم کا علی درِ امن و اماں علیؑ　　ذ اِس پہ دال ہے کہ ذبیح زماں علیؑ
ر کا یہ رمز ہے کہ رضی و رضا کہو
زِ کہہ رہی ہے صاف زبانِ خدا کہو

(۱۴) ہیں س سے یہ سرور دیں سید و سعید　　ساقی، سخی حق، سر پیغمبرؐ مجید
کہتا ہے شینِ شرع کہ یہ شاہد و شہید　　گر شیر ہے شجاع تو شمشیر ہے شدید
بولا یہ ص مجھ کو بھی صدیق یاد ہے
دی وحی نے صدا کہ ہمارا بھی صاد ہے

(۱۵) کہتا ہے ض ضیغم رب، ضامن جہاں　　طا سے طہور و طیب و طاہر ہیں بے گماں
ظا سے ظہورِ حق ہیں، ظہیر شہ زماں　　ہے ع سے عبودیت و عبدیت عیاں
عابد ہیں اور عبیدِ شہ مشرقین ہیں
عینِ خدا رسولؐ کے یہ نورِ عین ہیں

(۱۶) غل ہے یہ غ کا کہ یہ غالب ہیں بے غلو　　کہتی ہے ف فہیم سنیں میری گفتگو
فاروق سے ملو جو ہے فرقاں کی جستجو　　ہے ق سے یہ قاسمِ جنت قبائے ہو
مضمون قاف قائل اوصاف ہوگیا
قدرت کا شور قاف سے تا قاف ہوگیا

(۱۷) کہتا ہے ک کامل و کرار پر فدا　　ہے ل کی زبان پہ لاسیف و لافتا
مقصود میم مطلب و مطلوب مصطفےٰ　　ہیں ن سے یہ ناصر حق واؤ سے وفا
ہ سے ہدایتوں کے ہوا خواہ ہیں علیؑ
ی سے ہے یہ یقیں کہ ید اللہ ہیں علیؑ

(۱۸) چہرہ ریاض خلد ہے گیسو شمیم خلد — ہر سانس باغ شرع نبی میں نسیم خلد
شام و سحر ریاض کا ثمرہ نعیم خلد — نانِ جویں بکام و دہن اور قسیم خلد
دل آئینہ ہے، خاک پہ گو محو خواب ہیں
لاکھوں ہیں خاکسار یہ اک بوتراب ہیں

(۱۹) بار فروتنی جو ہے شانہ لئے ہوئے — رخت کہن سے شان شہانہ لئے ہوئے
دنیا کی دولتیں ہے زمانہ لئے ہوئے — یہ علم اور عمل کا خزانہ لئے ہوئے
کردار میں جو بعد نبی بے نظیر ہیں
باوصف فقر آپ جناب امیر ہیں

(۲۰) کیا پوچھتے ہو کیا نہ دیا شہ نے کیا دیا — نامِ خدا بنامِ خدا گھر لٹا دیا
کیا غم جو ان کا فیض جہاں نے بھلا دیا — خالق نے تو عطا کا صلہ ھل اتی دیا
خالی ہے زر سے ہاتھ مگر دستگیر ہیں
دل کے امیر ہیں تو جناب امیر ہیں

(۲۱) مخلوق نور شمع حقیقت نمائے خلق — راہ نجات رائے سے حق کی برائے خلق
یاں زندگی کے دور میں حاجت روائے خلق — مرنے کے بعد قبر میں مشکل کشائے خلق
پوچھو اگر وہ کون ہیں جو دستگیر ہیں
مردے پکار اٹھیں کہ جناب امیر ہیں

(۲۲) حق کے ولی تو والی اہل ولا علی — شمع حرم امام اُمم مرتضی علی
علم نبی کے در شہ خیبر کشا علی — ایسے فتیٰ علی کہ شہ لا فتا علی
گر تذکرہ ہو، کون شہ قلعہ گیر ہیں
رن بول اٹھے کہ صرف جناب امیر ہیں

(۲۳) رہبر علی، صراط علی، رہنما علی — مولا علی، امام علی، پیشوا علی
کشتی علی، نجات علی، ناخدا علی — مشکل کے وقت خلق کے مشکلکشا علی
پیروں کے دستگیر نبی کے وزیر ہیں
عالم فقیر ہے یہ جناب امیر ہیں

(۲۴) حق گو سکوت میں ہیں کہ اللہ کیا کہیں — خیبر کشا کہ خلق کا مشکل کشا کہیں
ہم وہ بشر نہیں ہیں کہ حق کے سوا کہیں — حق ہی کہیں گے ہم تو نصیری خدا کہیں
جو نام آپ کا ہے وہی کبریا کا نام
بعد از نبیؐ یہ فرد ہیں، آگے خدا کا نام

(۲۵) جنت کے پھول ہیں گل پُر خار یہ نہیں — بچپن میں بھی بتوں کے پرستار یہ نہیں
یوسف کی طرح زینت بازار یہ نہیں — کرار ہیں نبرد میں فرار یہ نہیں
''موڑا نہ رخ کبھی اسد ذر الجلال نے
دیکھی ہے ان کی پشت فقط ان کی ڈھال نے''

(۲۶) اللہ رے مناقب استاد جبرئیل — وحدت کا اک ثبوت رسالت کی اک دلیل
جنت کی یہ سبیل تو رحمت کی سلسبیل — مسجد میں یہ ذبیح تو کعبے میں یہ خلیل
نکلا حرم سے رازِ خفی کھولتا ہوا
یہ معجزہ رسولؐ کا ہے بولتا ہوا

(۲۷) آدم سے تا مسیح ہوئے جتنے اولیا — عقدہ کشاء ہیں سب کے علیؑ، شانِ کبریا
کس نے نہیں سنا ہے یہ بچپن کا ماجرا — اک روز نوش کرتے تھے خرمے شہ ہدا
ناگاہ صورت گل بے خار ہنس دیے
سلماں پہ تخم پھینک کے اک بار ہنس دیے

(۲۸) سلماں کو کچھ تو آئی ہنسی اور کچھ عتاب — بولے خطا معاف شہ آسماں جناب
پیروں سے یہ مزاح، خطا کہیے یا صواب — ہنس کر کہا علیؑ نے کہ ہم خرما ہم ثواب
بوڑھوں کے ساتھ بچوں کا ہنسنا برا نہیں
غنچے سحر کے ساتھ میں ہنستے ہیں یا نہیں

(۲۹) گو آپ کی بزرگیوں کا اعتقاد ہے — عین الیقیں ہیں آپ، ہمارا بھی صاد ہے
فخر اس پہ ہے کہ عمر مبارک زیاد ہے — کچھ ماجرائے وادی ارژن بھی یاد ہے
بیخود ہوئے تھے اپنے مقدر کے پھیر سے
اس روز تم کو کس نے بچایا تھا شیر سے

(۳۰) کچھ جانتے ہو کون وہ روشن ضمیر تھا راکب نہ تھا ہژبر خدائے قدیر تھا
خالق کا ہاتھ خلق کا وہ دستگیر تھا اے پیر بے نظیر وہ یہ ہی صغیر تھا
واں تھے تمہاری جان کے لالے پڑے ہوئے
اس طفل کے طفیل میں اتنے بڑے ہوئے

(۳۱) گھبرا کے بولے حضرت سلمانِ ذی شعور مولا معاف کیجئے اس پیر کا قصور
بعد اس کے کیا ہوا، یہ بیاں کیجئے حضور کیسے میں ہاتھ ڈال کے بولا خدا کا نور
اسرارِ کبریا میں تردد نہ کیجئے
گلدستہ آپ نے جو دیا تھا یہ لیجئے

(۳۲) سلمان فارسی نے کہا، مرحبا علیؑ مشکل کشا تمہیں ہو یہ راز اب کھلا علیؑ
تم کشتی حیات کے ہو ناخدا علیؑ سوکھے نہ گل، نیا یہ شگوفہ ہے یا علیؑ
حق نے جو بندۂ شہ ذیشاں بنا دیا
سلماں کو اس شرف سے سلیماں بنا دیا

(۳۳) ذات خدا کے آئینۂ منجلی علیؑ وارث رسولؐ کے تو خدا کے ولی علیؑ
کعبے کا نور، عرش کی شمعِ جلی علیؑ یاں بھی علیؑ علیؑ ہیں وہاں بھی علیؑ علیؑ
بندے تو ہیں، خدا کے مگر رازداں بھی ہیں
یہ سرّ لا مکاں بھی، سرِ لا مکاں بھی ہیں

(۳۴) صلِ علیٰ فضائل مولائے روزگار جانِ خلیل، بت شکنی کے اجارہ دار
اس رابطے سے دوشِ محمدؐ کے شہسوار دست خدائے پاک، قسیم بہشت و نار
مولا کو اختیار عذاب و ثواب ہے
اعدائے بوتراب کی مٹی خراب ہے

(۳۵) صورت وہ بے مثال کہ قدرت کی عکس ریز سیرت وہ لا جواب کہ جاں بخش وعطر بیز
خائف دم نماز، قوی دل دم ستیز وہ نام جس کا تابعِ مہمل بھی وجد خیز
جیسے کہیں بگاڑ کے، دل وِل، کلی ولی
یہ نام یوں بگڑ کے بھی ہوگا، علیؑ ولی

(۳۶) منزل علیؑ کی قولِ نبیؐ سے ہے آشکار　　یعنی علیؑ کی بات بھی ہے وحیِ کردگار
فرمایا رَد الشمس جو مولا نے ایک بار　　فوراً کتابِ پاک میں آیا بہ افتخار
مقبولِ کبریا، سخنِ نیک ہوگیا
قولِ علیؑ، کلامِ خدا، ایک ہوگیا

(۳۷) روشن علیؑ کے دم سے ہوا مصطفیؐ کا نام　　شاہد ہے حرب و ضرب امامِ فلک مقام
اک وقت مصلحت سے نہ کھینچیں اگر حسام　　ایسے قعود میں بھی، شریعت کا ہے قیام
صلح و جہاد و شرع کی حد میں تمام ہے
حق کی مشیت اِن کی سیاست کا نام ہے

(۳۸) خُلقِ نبیؐ بھی ہیں، اسد ذو الجلال بھی　　کعبے کے چاند، دینِ خدا کا کمال بھی
محبوب کردگار کا. جوہر بھی لال بھی　　مسند نشیں بھی خویش بھی بھائی بھی آل بھی
تنہا کبھی ہیں اور کبھی زہراؑ سمیت ہیں
کعبے میں ہوں کہ گھر میں رہیں اہل بیتؑ ہیں

(۳۹) یہ اوج یہ وقار کسی کو کہاں ملا　　ان کو خدا سے نام نبیؐ سے نشاں ملا
یہ بھی جہاں ملا انھیں وہ بھی جہاں ملا　　چھوڑا جو لامکاں تو خدا کا مکاں ملا
مختارِ کار خانۂ ربّ عباد ہیں
کیونکر یہ اعتبار نہ ہو، خانہ زاد ہیں

(۴۰) آفاق میں ولادتِ حیدرؑ کی دھوم ہے　　ارواحِ انبیا کا حرم میں ہجوم ہے
ذروں میں بھی فضائے ریاضِ نجوم ہے　　بیتِ خدا میں آمدِ بابِ علوم ہے
کعبے کے بت سجود میں ہیں سر رکھے ہوئے
سب بت پرست دل پہ ہیں پتھر رکھے ہوئے

(۴۱) آمد جو رازدارِ خفی و جلی کی ہے　　اپنی زبان میں یہ صدا ہر کلی کی ہے
دیکھو خدا کے گھر میں ولادت ولی کی ہے　　اب تو یہ کھل گیا کہ خدائی علیؑ کی ہے
ہمنام کردگار ہیں حق کے ولی علیؑ
چاہے خدا خدا کہو، چاہے علیؑ علیؑ

(۴۲) جلوے میں وہ حرم کی زمیں غیرتِ فلک　　بطحا میں وہ جماعتِ انس و جن و ملک
تنکے میں بھی وہ ضَو کہ فدا حور کی پلک　　کون و مکاں کے نور کی تا، لامکاں جھلک
یہ ضَو ہے آمدِ شہِ گردوں مقام سے
مکّے میں روشنی نظر آتی ہے شام سے

(۴۳) وہ معرفت کا رنگ ہر اک رنگ سے جلی　　ڈوبی ہوئی وہ رنگِ حقیقت میں ہر کلی
مرغانِ خوشنوا کی شگفتہ کلی کلی　　یا ہُو، کا غل کہیں، کہیں شورِ علیؑ علیؑ
لے کر علی کا نام کلی جو چٹک گئی
مٹی بھی بوتراب کی بو، سے مہک گئی

(۴۴) وہ شاہدانِ ناز جو ہیں محو بے نیاز　　وہ طائروں میں نغمۂ تسبیح کارساز
اشجار صف بصف کہ پڑھیں شکر کی نماز　　بہرِ قنوت شاخ کا دستِ دعا دراز
پودے قیام میں تو جُھکِ سب قعود میں
بکھرے ہیں جتنے پھول گرے ہیں سجود میں

(۴۵) پودوں کی ہر روش وہ منظّم کہ واہ وا　　سبزے پہ وہ شباب کا عالم کہ واہ وا
پھولوں پہ وہ تقاطرِ شبنم کہ واہ وا　　موتی برس رہے ہیں جھما جھم کہ واہ وا
گویا وہ مینھ نہیں ہے دُرِ شاہوار کا
جو بن ٹپک رہا ہے عروسِ بہار کا

(۴۶) زہرہ ریاضِ چرخ میں رشکِ چمن بنی　　گل اس قدر کھلے کہ فضا گلبدن بنی
پھولوں کی چاندنی سے زمیں سیمتن بنی　　شاخوں کی ٹیڑھی ترچھی روش بانکپن بنی
نافہ جو کھل گیا ہے گلوں کی شمیم کا
مہکا ہوا ہے عطر سے دامن نسیم کا

(۴۷) وہ ڈالیوں کا رقص وہ مستی وہ بانکپن　　چم خم میں تیغِ ناز ادا میں نئی دلھن
غنچوں کی ضَو سے سرد وہ انجم کی انجمن　　بلبل وہ باغ باغ وہ خوشبو چمن چمن
آمد جو باغِ دہر میں نورِ جلی کی ہے
روشن کلی کلی سے تجلّی علیؑ کی ہے

(۴۸) جلوہ ہے دور تک جو فضاؤں میں آس پاس — اُبھرے ہیں دید کو شجر معرفت اساس
محوِ بہارِ خلد ہے رضوانِ حق شناس — نہروں کو تازہ آبِ رواں کا دیا لباس
دم میں سجا کے برگ و گل بے مثال کو
پھولوں کے ہار بانٹ دیے ہر نہال کو

(۴۹) لکھا ملائکہ کے پروں پر علیؑ علیؑ — سینوں پہ پہلوؤں پہ سروں پر علیؑ علیؑ
پھولوں پہ گلشنوں پہ گھروں پر علیؑ علیؑ — فردوس کے تمام دروں پر علیؑ علیؑ
نعرے علیؑ علیؑ کے جو ہیں اہل ہوش میں
کوثر چھلک رہا ہے محبت کے جوش میں

(۵۰) ہاں ساقیا کدھر ہے صراحی شتاب لا — ہے جوش میں نسیم جناں سے گلاب لا
شایانِ شان دوستی بوتراب لا — قرآن جس میں حل ہو وہ طاہر شراب لا
بھر دے مے نشاط سے کاسہ فقیر کا
میں حال پڑھ رہا ہوں جناب امیرؑ کا

(۵۱) آیات پاک جس کا ہیں مینا وہ مے پلا — دل مصطفٰےؐ کا جس کا ہے شیشا وہ مے پلا
جو حاصل کتاب ہے گویا وہ مے پلا — کوزے میں جس کے بند ہے دریا وہ مے پلا
وہ پاک مے جو علم و عمل کا زلال ہے
جو بھی اسے حرام کہے خوں حلال ہے

(۵۲) جو عشقِ پنجتن کا ہے ساغر وہ جام دے — پانچوں نمازیں جس سے موخر وہ جام دے
پیتے تھے روز جس کو پیمبرؐ وہ جام دے — کندہ ہے جس پہ سورۂ کوثر وہ جام دے
وہ مے جو رزقِ خاص ہے اہل غدیر کا
پیتے ہیں نام لے کے جناب امیرؑ کا

(۵۳) وہ مے کہ جس کی حد میں ازل اور ابد تمام — مستی تمام عمر رہے بے خودی مدام
وہ بادۂ سرور وہ صہبائے لالہ فام — آل نبیؐ کی بزم میں چلتے ہیں جس کے جام
اُن کی بچی کچھی بھی ہے رندوں کے کام کی
مل جائے بھیک ساقیِ کوثر کے نام کی

(۵۴) رندوں کے جو گناہ مٹاتی ہے وہ شراب　　جو زاہدوں کو رند بناتی ہے وہ شراب
تطہیر جس کا جوہر ذاتی ہے وہ شراب　　جو شیخ جی کو خون رلاتی ہے وہ شراب
جس میں مزہ حیات کا لذت نجات کی
جو زوجِ فاطمہ کو سند ہے برات کی

(۵۵) وہ مے کہ جس کی حور و ملک آرزو کریں　　وہ مے کہ جس کی اہلِ ولا جستجو کریں
وہ مے کہ جس سے ساقیِ کوثر وضو کریں　　وہ مے کہ جس کی ذرِ نجف آبرو کریں
زاہد پکار اٹھے کہ شریعت کا طور ہے
یہ جام چل رہا ہے کہ قرآں کا دور ہے

(۵۶) ہاں ہاں وہی وہی کرمِ ذو المنن کی مے　　بزمِ ولا کا پھول وِلا کے چمن کی مے
رحمت کا جام، حق کا سبو، پنجتن کی مے　　احمدؐ علیؑ بتولؑ و حسینؑ و حسنؑ کی مے
اِس مے سے جو پھرے وہ ابوجہل ہوگئے
سلمان فارسی نے جو پی اہل ہوگئے

(۵۷) وہ مے کہ جس کی موج کے جلوے جلی جلی　　باغِ ولا کی جس سے معطر کلی کلی
ہُو، حق کے بدلے رند کہے جب ولی ولی　　مینا بھی غُل مچائے کہ قُل قُل علیؑ علیؑ
لکھوں وہ حال جام کا منھ چوم چوم کے
خود مصطفےٰؐ درود پڑھیں جھوم جھوم کے

(۵۸) وہ مے، ازل میں سب نے جو علم خدا میں پی　　دنیا میں آئے کعبۂ ربِّ ہدا میں پی
پھر شوق سے مدینۂ خیر الورا میں پی　　میخانۂ نجف کی سہانی فضا میں پی
یہ خاص مے جو نعمتِ آلِ رسول ہے
اِس کا تیم کے لئے تلچھٹ بھی پھول ہے

(۵۹) ساقی، حریص کوثر و طوبیٰ نہیں ہوں میں　　زاہد کی طرح مکر کا پتلا نہیں ہوں میں
کافی ہو ایک جام وہ پیاسا نہیں ہوں میں　　مجلس بھی میرے ساتھ ہے تنہا نہیں ہوں میں
ساقی تجھے قسم ہے رسولؐ قدیر کی
رکھ دے سبیل بادۂ خم غدیر کی

(۶۰) عالم بقدر ظرف ہے سرشار ساقیا ایسی فضا میں ضبط ہے دشوار ساقیا
کیونکر نہ مست ہوں ترے میخوار ساقیا خود وجد میں حرم کی ہے دیوار ساقیا
اینٹوں کے دل میں راز جو پنہاں تھے سب کھلے
ساقی کی بو جو پائی تو کعبے کے لب کھلے

(۶۱) آئی ندا کہ سایۂ ابر کرم میں آؤ ہاں اے در علوم کی مادر، حرم میں آؤ
رحمت کا در کھلا ہے، بڑھو ایک دم میں آؤ دست خدا تو ساتھ ہے بیت الصنم میں آؤ
بُت آج بُت شکن کی حقیقت تو دیکھ لیں
قرآں سے پہلے نور کی صورت تو دیکھ لیں

(۶۲) حیراں تھیں فاطمہ کہ حرم میں کدھر سے آئیں دیوار کہہ رہی تھی کہ بی بی اِدھر سے آئیں
اوروں کے واسطے ہے کہ آئیں تو در سے آئیں لیکن جو اہل بیت ہیں چاہے جدھر سے آئیں
اللہ منتظر ہے توقف نہ کیجئے
گھر آپ کا ہے آپ تکلف نہ کیجئے

(۶۳) داخل ہوئیں یہ سن کے جونہی مادر ولی مثلِ قمر جدار ملی کہہ کے یا علی
ماتھے پہ درد سے جو پسینہ تھا منجلی جنت سے جھومتی ہوئی ٹھنڈی ہوا چلی
دیکھا تو پھر شگاف کا وہ حال ہی نہ تھا
دیوار آئینہ تھی کہیں بال ہی نہ تھا

(۶۴) بی بی جو تھیں امانت اکبر لئے ہوئے مریم بڑھیں خوشی سے نچھاور لئے ہوئے
حوا و ہاجرہ زر و گوہر لئے ہوئے سارا ریاضِ خلد کا عنبر لئے ہوئے
حرمت عیاں تھی گو کہ تھا کعبہ غلاف میں
تھیں آسیا بھی بنت اسد کے طواف میں

(۶۵) بعثت کا ماہ جمعہ کا دن نور کا وفور کعبہ ضیائے دلبر عمراں سے رشک طور
روز سعید وقت اذاں ساعت سرور وہ تیرھویں کو چودھویں کے چاند کا ظہور
مثل قمر جو روئے دلآرا چمک گیا
خالق کے گھر نبی کا ستارا چمک گیا

(۶۶) تطہیر بیت کا جو یہ دل میں لئے تھے شوق — پھیرا بتوں سے منھ کو یہ فطری تھا ان کا ذوق
لات و ہبل جمائے تھے آسن جو تحت و فوق — لعنت کا بُت شکن نے پنھایا گلے میں طوق
میں وارث خلیل ہوں، کُھل کر جتا دیا
جھوٹے خدا جو تھے انھیں پتھر بنا دیا

(۶۷) حوروں کا تین روز حرم میں رہا ہجوم — محو طواف بیت تھے مہر و مہ و نجوم
دیوار کے شگاف کی تھی چار سو جو دھوم — مکہ کے لوگ جمع تھے در پر علی العموم
تھا سب کو شوق، دلبر عمراں کی دید ہو
کعبے کے در سے چاند جو نکلے تو عید ہو

(۶۸) ناگاہ اوج حضرت مشکل کشا کھلا — حیدر پہ بابِ رحمت رب ہدا کھلا
پھر بند تھا جو در تو پھر اک در نیا کھلا — دیوار پھر خوشی سے کھلی راستا کھلا
بنت اسد جو آئیں تو خیرہ نظر ہوئی
اک آفتاب لے کے سحر جلوہ گر ہوئی

(۶۹) بوجہل نے کہا کہ ابھی لے نہ جائیے — بنت اسد یہ چاند مجھے بھی دکھائیے
اس رشک ماہ کو متبرک بنائیے — پہلے بتوں کی خاک کا سرمہ لگائیے
سرمہ کا تذکرہ جو کیا رو سیاہ نے
آنکھوں پہ ہاتھ رکھ لئے عین اللہ نے

(۷۰) سمجھا تھا وہ کہ ہاتھ لگانے کی دیر ہے — منھ پر طمانچہ کھایا تو بولا دلیر ہے
وہ اس کے منھ پہ آئے جو دنیا سے سیر ہے — بنت اسد کا لال حقیقت میں شیر ہے
وہ دست چپ کی ضرب وہ منھ بدصفات کا
بچپن میں یہ بھی کھیل تھا اک بائیں ہات کا

(۷۱) رویت کے منتظر تھے ہزاروں فقیر و شاہ — لیکن علیؑ نے ایک کے رخ پر نہ کی نگاہ
آئے جو مصطفیٰؐ تو ہمکنے لگا یہ ماہ — آنکھیں تھیں گرچہ بند، بصیرت تھی بے پناہ
بوئے نبیؐ جو آئی امامت کے پھول کو
دنیا میں آنکھ کھول کے دیکھا رسولؐ کو

(۷۲) منسوب ہے رضا سے روایت یہ معتبر یعنی امام کی ہے یہ پہچان سر بسر
پیدا ہو جب تو علم میں سب سے ہو بیشتر ہو حِلم میں رسولؐ، شجاعت میں شیر نر
آنکھوں سے حالت پسِ سر دیکھتا رہے
سوئے تو دل مثال نظر دیکھتا رہے

(۷۳) پیدا ہو جبکہ طیب و طاہر وہ باصفا کلمہ پڑھے زمین پہ سجدہ کرے ادا
خوشبو میں گل ہو، نور میں خورشید پرضیا سارے یہ وصف حق نے علیؑ کو کئے عطا
رخ آفتاب تھا تو پسینہ گلاب تھا
جس وقت منھ کھلا ہے تو گویا کتاب تھا

(۷۴) آیا بھی جو کلام نہ تھا وہ سنا دیا رخ سے رموز غیب کے پردہ اٹھا دیا
در نجف نے علم کا جوہر دکھا دیا حق کے مکاں میں حق امامت جتا دیا
حُسن اپنا ان کے رخ میں پیمبر جو پاتے تھے
قرآں یہ پڑھ رہے تھے وہ صورت ملاتے تھے

(۷۵) دل کہہ رہا تھا دیکھ کے آغازِ بوتراب یہ ان کا بچپنا ہے تو کیا ہوگا پھر شباب
اس گل کو پرورش کے لئے کرکے انتخاب آغوش میں نبیؐ نے رکھا صورت کتاب
گودی میں مصطفیٰؐ کی پلے اور بڑھے ہوئے
قائم ہوئی نماز علیؑ جب کھڑے ہوئے

(۷۶) یوں محو تربیت میں جو خیر الورا ہوئے طفلی ہی میں یہ بادشہ اولیا ہوئے
بیعت سے مصطفیٰؐ کی جو حق تک رسا ہوئے نو دس برس کی عمر میں دستِ خدا ہوئے
ضیغم بنا دیا جو محمدؐ نے پال کر
دی حق نے تیغ فتح کے سانچے میں ڈھال کر

(۷۷) دکھلائیں معرکوں میں وہ زور آزمائیاں جیتیں عدو سے بدر و احد کی لڑائیاں
وہ ہمتیں وہ زور وہ قلعہ کشائیاں بازو بلند، شیر کی ایسی کلائیاں
بگڑے تو ظالموں کا مقدر الٹ دیا
الٹی جو آستیں در خیبر الٹ دیا

(۷۸) کیا کیا بیاں کریں صفت سرور جلیل ہر مشغلہ ہے طینت اخلاص کی دلیل
روشن تجلیاتِ عمل سے رخ جمیل طاعت کی ان کو بھوک زیادہ غذا قلیل
ان پر ہے ناز بندگی بے نیاز کو
دم ٹوٹنے لگا پہ نہ توڑا نماز کو

(۷۹) ایسا کسی کے دل میں کہاں عشق کردگار طاعت میں تیغ کھا کے نہ فرق آئے زینہار
زخمی ہو اور نماز کا قائم رکھے وقار دنیا میں دو اماموں کے سجدے ہیں یادگار
اک کربلا میں سجدۂ آخر حسین کا
اور اک سجود فاتحِ بدر و حنین کا

(۸۰) وا حسرتا وہ تیغ ستم وہ علیؑ کا سر وہ ظلم وہ نماز جماعت وہ حق کا گھر
وہ رنج و اضطراب کی شب، حشر کی سحر پیہم وہ جبرئیل کی فریاد عرش پر
افسوس اک شقی نے قیامت یہ ڈھائی ہے
مسجد میں روزہ دار کو مارا دوہائی ہے

(۸۱) فریاد جبریل تھی یا تیرِ بے صدا دوڑے گھروں سے لوگ کھلے سر برہنہ پا
کلثوم نے بہن کو تڑپ کر یہ دی ندا کچھ سن رہی ہو اے مری بھینا غضب ہوا
مسجد میں شاہِ جن و بشر قتل ہوگئے
زینب بہن، ہمارے پدر قتل ہوگئے

(۸۲) کلثوم نے تڑپ کے جو پیہم کئے یہ بین سر اپنا پیٹنے لگیں زینب بشور و شین
ہمشیر کی صدا نے مٹایا جو دل کا چین مسجد میں واں یہ کہہ کے تڑپنے لگے حسینؑ
بابا چلو حرم میں کہ دکھیا کو کل پڑے
گھر سے کہیں تڑپ کے نہ زینب نکل پڑے

(۸۳) چونکے صدا حسینؑ کی سن کر جو مرتضیٰ کس پیار سے کہا کہ نہ رو میرے مہ لقا
ہاں اے حسنؑ، حسینؑ کو تسکین دو ذرا روتے ہیں یہ تو عرش لرزتا ہے میں فدا
واحسرتا یہ پاس ہو شاہ حنین کو
ظالم رلائیں لاش پسر پر حسینؑ کو

(۸۴) شبّرؑ نے دل کو تھام کے شبیرؑ سے کہا بابا کو اب اٹھایئے اے جان مصطفےؐ
یہ سن کے بولے حیدر صفدر کہ میں فدا بیٹا نماز پڑھ لیں ٹھہر جایئے ذرا
ہم ناتواں ہیں بار امامت اٹھایئے
اے مجتبیٰ نمازِ جماعت پڑھایئے

(۸۵) نائب کیا حسن کو شہ خاص و عام نے مسموم کو امام بنایا امام نے
خود بیٹھ کر نماز پڑھی سب کے سامنے جس طرح کربلا میں شہ تشنہ کام نے
ہمت یہ کس میں غیر امام حجاز تھی
مسجد میں آخری یہ علیؑ کی نماز تھی

(۸۶) گرنے لگے جو ضعف سے مولائے مشرقین گھر لے چلے حضور کو زہراؑ کے نورعین
بارہ پسر عقب میں رواں تھے بشور وشین اس دم مری نظر میں پھرا لاشۂ حسین
گریاں تھی بے کسی جسد پاش پاش پر
خواہر نہ رونے پائی برادر کی لاش پر

(۸۷) حیدر کو گھر میں لائے جو زہرا کے گلعذار زینبؑ کے بین سن کے پکارے یہ بار بار
اے عاشق حسین نہ رو بہر کردگار زہرا تری بکا سے تڑپتی ہیں میں نثار
ہر چند ضبط جوش محبت سے دور ہے
زینب تجھے تو صبر کی عادت ضرور ہے

(۸۸) قاتل کو باندھ لائے جو اصحاب مرتضیٰ نظریں جھکا کے حیدر کرار نے کہا
جلد اس کے ہاتھ کھول دو اے سبط مصطفےؐ انصاف کا مقام ہے اے چرخِ کج ادا
حکم علی سے کھل گئے اہل ستم کے ہاتھ
اور کربلا میں شمر نے باندھے حرم کے ہاتھ

(۸۹) وہ زہر کا اثر وہ سر پاک پر ورم بیوہ کی فکر، فرقت اولاد کا الم
ہر چند دل میں تاب وتواں ہے نہ تن میں دم اب بھی وہی سخا ہے وہی ہمت و کرم
آیا جو شیر سرور عادل کے واسطے
بھجوا دیا حضور نے قاتل کے واسطے

(۹۰) افسوس جس سخی نے یہ پاس خدا کیا قاتل کو اپنے شیر کا ساغر عطا کیا
پوتے سے اس کے امت بیدیں نے کیا کیا احسان بوتراب کا کیا حق ادا کیا
دنیا سیاہ ہوگئی شہ کی نگاہ میں
اصغر کو خوب شیر ملا قتل گاہ میں

(۹۱) زہرا کے گھر عزائے جناب امیر ہے خود بے قرار روح رسولؐ قدیر ہے
اب شاہ بھی، مہِ رمضاں بھی اخیر ہے کیونکر علاج ہو مرا مولا فقیر ہے
دنیا کے شاہ دین کے سرتاج ہیں علیؑ
عسرت یہ ہے دوا کو بھی محتاج ہیں علیؑ

(۹۲) اکیسویں کی رات قیامت کی رات تھی سادات پر بلا کی مصیبت کی رات تھی
محشر کی صبح تھی کہ شہادت کی رات تھی بیٹوں سے بوتراب کی رخصت کی رات تھی
کہتے تھے دل دو نیم ہے ایسا خطر ہے آج
بے زاد راہ خلق سے اپنا سفر ہے آج

(۹۳) شبر مرے یتیموں کو شفقت سے پالیو تم اپنے نانا جان کے گھر کو سنبھالیو
شبیر پر بلا کوئی آئے تو ٹالیو دیکھو کڑی نگاہ بھی اس پر نہ ڈالیو
اس کا لحاظ چاہیے تم کو کہ خورد ہے
بیٹا مرا حسین تمہارے سپرد ہے

(۹۴) اے میرے جانشیں مرے دلدار الوداع   اے نورعین احمد مختارؐ الوداع
سونپی تمھیں رسولؐ کی سرکار الوداع   لو اے حسینِ بیکس و ناچار الوداع
شبرؑ، جو میرے دوست ہیں ان سب سے ہوشیار
مظلومِ کربلا، مری زینب سے ہوشیار

(۹۵) ام البنین جو بیٹھی تھیں غم سے جھکائے سر   عباسؑ ان کے پاس کھڑے تھے بچشم تر
بولے علیؑ یہ بیٹے کے اشکوں کو دیکھ کر   بابا کے غم میں رو نہ مرے غیرت قمر
اب سر پرست فاطمہ کے نورعین ہیں
عباسؑ آج سے ترے بابا حسین ہیں

(۹۶) یہ کہہ کے غم سے حال جو ہونے لگا تغیر   بستر پہ اٹھ کے بیٹھ گئے شاہ دستگیر
بولے حسینؑ سے یہ امام فلک سریرؑ   بیٹا بڑا الم ہے کہ عباس ہے صغیر
اب آپ کے سپرد مرا لالہ فام ہے
بھائی نہ جانیو یہ تمہارا غلام ہے

(۹۷) سارے تو گھر کے مالک و مختار ہیں حسن   دو خدمتی ہیں آپ کے، اک بھائی اک بہن
ہر دم رہیں یہ ساتھ، مصیبت ہو یا محن   اک دن یہ کام آئیں گے اے میرے گلبدن
لو آج اپنے ہاتھ سے توقیر دو انھیں
اُن کو نشان، چادر تطہیر دو انھیں

(۹۸) غل پڑ گیا رسولؐ عرب کا نشان لاؤ   آیا علم تو بولے کہ عباس لو اٹھاؤ
اونچا کیا نشاں تو کہا اے حسین جاؤ   مشکیزہ لاکے اب انھیں سقا بھی تم بناؤ
کیا زیب دے گی مشک ہمارے نشان کو
ہم بھی تو دیکھیں اپنے بہشتی کی شان کو

(۹۹) سقا بنا چکے جو انھیں شاہِ کربلائی پھر شیر حق نے چادر خیر النساء منگائی
خواہر کے سر پر حضرت شبیر نے اوڑھائی کیا جانے کس خیال سے رقت علیؑ کو آئی
کیا شے پھری نظر میں کہ نقشہ بدل گیا
بیٹی کو دیکھا یاس سے اور دم نکل گیا

(۱۰۰) غل پڑ گیا کہ سید ابرار مر گئے لو جانشین احمد مختارؐ مر گئے
دین رسول پاک کے سردار مر گئے ماتم کرو کہ حیدر کرار مر گئے
روئیں جو بیٹیاں تو پسر پیٹنے لگے
عباس دونوں ہاتھوں سے سر پیٹنے لگے

(۱۰۱) کیونکر بیان کیجئے وہ حشر کا سماں بیٹے اِدھر تڑپتے تھے اُس سمت بیٹیاں
ہر سو کہیں بکا کہیں شیون کہیں فغاں بکھرا کے بال زینب مضطر کا یہ بیاں
باباؑ اخیر شب میں تہیہ کدھر کیا
ہے ہے مہ صیام میں عزم سفر کیا

(۱۰۲) لوگو کوئی بتاؤ کہ حیدر کدھر گئے بابا مجھے نہ ساتھ لیا کوچ کر گئے
روزے پہ روزہ رکھ کے جہاں سے گزر گئے نانا کے بعد غم یہ اٹھائے کہ مر گئے
چھوٹے سے سن میں مجھ پہ بڑے پیچ پڑ گئے
نانا بھی اماں جان بھی تم بھی بچھڑ گئے

(۱۰۳) بیٹی کو پھر گلے سے لگالو تو جائیو زین العبا کے طوق بڑھالو تو جائیو
صحت تو ہو چلی ہے نہا لو تو جائیو بابا نماز عید پڑھالو تو جائیو
کیوں چپ ہو اے امام حجازی جواب دو
در پر پکارتے ہیں نمازی جواب دو

(۱۰۴) خاموش اے نسیم قیامت کا وقت ہے
سبطین مصطفےؐ پہ مصیبت کا وقت ہے
کنبے سے بوتراب کی رخصت کا وقت ہے
یہ آخری علیؑ کی زیارت کا وقت ہے

تیار ہوچکا ہے کفن دستگیر کا
تابوت اب اٹھے گا جناب امیر کا

☆

جعفر کی مدح کے لئے تیار ہے قلم

بند: ۸۹

تصنیف: ۱۹۵۰ء کے بعد   بمقام: پاکستان

(خلاصہ)

فضائل جناب جعفر طیارؑ___ حبش میں قیام___ سلطانِ حبش کے دربار میں حاضری___ سلطان حبش سے گفتگو___ حبش کے حالات___ جناب جعفر کے ذریعے حبش کے فتنوں کو دبانا___ جناب جعفر کی حبش سے واپسی___ اسلامی سپاہ کی ترتیب___ جنگ موتہ میں جعفر کا رجز اور دشمن کے سپاہی سے مکالمے___ ساقی نامہ___ جناب جعفر طیار کے بازو قلم ہونا___ شہادت کے واقعات___ شہادت کی مسجد نبوی میں خبر آنا___ وہاں غم___ جناب عون و محمد کی شہادت سے ربط___

(۱) جعفر کی مدح کے لئے تیار ہے قلم　　جنس وفا کا یوسف بازار ہے قلم
میدانِ شعر میں جو قدم کار ہے قلم　　اس فتح کے علم کا علمدار ہے قلم
تا حشر ہے یہ ذکر تو باقی، جو ہم نہیں
اب ہاتھ بھی قلم کوئی کر دے تو غم نہیں

(۲) عیسیٰ کا جو وصی، یہ پسر اُس کے باوقار　　موسیٰ کا جو مثیل نبی، اُس کے جاں نثار
بابا کے عزم و حزم کے حقدار و ورثہ دار　　بھائی ابوتراب، جو نُور اور خاکسار
حکم خدا سے ان کے تصرف میں کیا نہیں
بے دست تو ضرور ہیں، بے دست و پا نہیں

(۳) حق کیش، حق شعار، حق آغاز، حق مآل　　خوش ذات، خوش جمال، خوش افعال، خوش خصال
گل ہیں، مگر ہزار پہ بھاری، دم قتال　　کیوں شیر دل نہ ہوں کہ ہیں بنت اسد کے لال
یہ اُس کے فرد ہیں جو گھرانا دلیر ہے
اِن کا تو چھوٹا بھائی بھی خالق کا شیر ہے

(۴) حق کی رہِ طلب میں یہ ہیں مطلب کے شیر　　ایسے قوی عرب کے زبردست جن سے زیر
مطلوبِ فتح ضیغم بوطالب دلیر　　فاقہ بھی ہو تو نعمت عشق نبی سے سیر
شبخوں کا خوف تھا جو رسالت کے پھول پر
سوئے علیؑ ہے پہلے یہ فرش رسولؐ پر

(۵) غازی، شجاع، اہل وفا، صاحب ہمم　　بافضل و باحمیت و باخیر و باکرم
ذی جاہ و ذی فضیلت و ذی قدر و ذی حشم　　دست خدا کے دست قوی، حامل علم
شانے یہاں قلم دم پیکار ہوگئے
پر گلشن بہشت میں تیار ہوگئے

(۶) میدان حرب وضرب میں سیّاف وصف شکن — اوچھے سے جن کے وار پہ نازاں کمالِ فن
نعرہ کریں تو کانپ اٹھیں رستمِ زمن — جاں باز، نیزہ باز، جگردار، تیغ زن
طفلی سے سایۂ زرہ و خُود میں پلے
جس میں نبیؐ پلے تھے اسی گود میں پلے

(۷) اسلاف پاک کے جو فضائل نصیب ہیں — باطل شکن ہیں، صدق وصفا کے نقیب ہیں
حق کا ہے جو حبیب یہ اُس کے حبیب ہیں — جس زاویے سے دیکھیے فتح قریب ہیں
گھر میں تو ابن عم ہیں رسالتمآبؐ کے
مسجد میں آگئے تو صحابی جناب کے

(۸) دیکھو تو چل کے مکتب ختمی مآبؐ میں — عمران ابتدا کا، الف، ہیں نصاب میں
حمزہ ہیں، بے، رسول کی نصرت کے باب میں — جعفر ہیں جیم، عزم وعمل کی کتاب میں
دعوت کی دال، اِن کے دل آویز کام ہیں
یہ ابجد شریعت خیر الانام ہیں

(۹) شملہ بقدر علم ہے، تزیب پیرہن — لپٹے ہوئے قدم سے ہیں اسلاف کے چلن
ہر خال و خد میں غنچۂ نوخیز کی پھبن — حسن ملیح، یوسف مصری پہ خندہ زن
عزم وعمل میں کوہ، نزاکت میں پھول ہیں
سب سے سوا یہ حسن شبیہ رسولؐ ہیں

(۱۰) پوتے ہیں ان کے عون ومحمد سے نیک خو — یہ فرق ہے امام ہیں قلزم، وہ آب جو
اطفالِ کربلا کے جو قائد ہیں بے غلو — وہ ہے نسب کہ زینب کبریٰ سی ہے بہو
بھائی رسولؐ پاک کی بیٹی کا کفو ہے
بیٹا بتولؑ پاک کی بیٹی کا کفو ہے

(۱۱) اجداد کی طرح غربا کے ہیں یہ کفیل — علم وعمل جلیل تو فکر و نظر جمیل
بعثت سے قبل راہ روِ ملتِ خلیل — استاد وہ جو والد استاد جبرئیل
بابا نے انبیاء کے صحیفے پڑھائے ہیں
اسلام کو سمجھ کے یہ اسلام لائے ہیں

(۱۲) دست خدا کے بعد جو کی بیعت رسولؐ فہرست سابقین میں ان کا ہوا شمول
کفار کی جفاؤں میں یہ مردِ با اصول طوفانِ حشر خیز کی زد پر کنول کا پھول
راسخ جو قلب پاک کی رگ رگ میں دین ہے
دور امید و بیم میں محکم یقین ہے

(۱۳) کلفت میں دین پاک کی الفت کا ہے یہ رنگ ہر لمحہ انقباض پہ غالب رہی امنگ
اک اک نفس جو نفس کی خواہش سے کی ہے جنگ ہونے نہ دی ذرا بھی قبا زندگی کی تنگ
ان استقامتوں سے عدو کشمکش میں تھے
وہ کشمکش میں تھے، یہ مہاجر حبش میں تھے

(۱۴) نجاشی اُن دنوں حبشے کا تھا حکمراں وہ اِن مہاجروں پہ ہوا دل سے مہرباں
پہنچیں جو مشرکین کو خبریں یہ ناگہاں ایک اُن کا وفد بخ کنی کو ہوا رواں
وہ کاذبین صادقوں کے کارواں کے بعد
ناقوس جس طرح کبھی چیخے اذاں کے بعد

(۱۵) سلطان کے حضور جو پہنچے عدوئے رب وہ کیں شکایتیں کہ مہاجر ہوئے طلب
جعفر تھے حق پرستوں کے سالار منتخب کھولے خطیبِ منبر صدق و صفا نے لب
دربارِ سلطنت میں وہ خطبہ جناب کا
گویا رجز تھا دین رسالتمآبؐ کا

(۱۶) شاہا! تری پناہ میں آئے ہیں جو عرب ماضی کی زندگی میں یہ وحشی تھے سب کے سب
بے رحم و بے حمیت و بے شرم و بے ادب بو جہل، جہل میں، تو شرارت میں بولہب
آغوشِ نارِ ظلم و حسد میں پلے ہوئے
شکلیں بشر کی کندۂ دوزخ جلے ہوئے

(۱۷) ہمسایوں سے تھا انس نہ انسانیت کا درد شعلے حسد کے تیز، محبت کی آگ سرد
غیروں کا ذکر کیا ہے یگانوں سے ہم نبرد قطعِ رحم میں فرد، گلے کاٹنے کے مرد
ہر ناتواں، قوی کے تشدد سے تنگ تھا
لاٹھی تھی جس کی بھینس اسی کی، یہ رنگ تھا

(۱۸) کرتے تھے چھیڑ چھاڑ یہ غارتگروں سے آپ — بے وجہ کھیلتے تھے خود اپنے سروں سے آپ
لڑتے تھے رہرووں سے، نکل کر گھروں سے آپ — اپنے خدا تراشتے تھے پتھروں سے آپ
عابد، سُرورِ بادہ میں تھے دُھت بنے ہوئے
معبود، خود بنائے ہوئے، بت بنے ہوئے

(۱۹) عفریت وقتِ جنگ و جدل، جنِ دمِ غضب — خوں ریز، دانت تیز، جفا جُو بلا سبب
شرمائے جن کی خو سے درندے کا بھی لقب — اتنے سیاہ کار، کہ دن کو بنا دیں شب
ہر رات مستِ جامِ تعیش پڑے ہوئے
ہر صبح سنگسار کی حد میں کھڑے ہوئے

(۲۰) رحم و خلوص و مرحمت و شفقت و عطا — ہمدردی و محبت و غم خواری و وفا
ہمسائیگی کا ذوق، مروت کا حوصلا — ہونٹوں کو صدق، دل کو صفا، آنکھ کو حیا
کیا کیا نہ قوم کو گہر بے بہا دیئے
جَو کھا کے معرفت کے جواہر لٹا دیئے

(۲۱) شعلہ بیاں کچھ ایسے ہیں اس کے لب فصیح — جن کی ہوا سے جل گئی ہر سیرت قبیح
وہ ہے خودی سے دور کہ اس نے کہا صریح — توریت بھی صحیح ہے انجیل بھی صحیح
اس کی زبان پر جو خدا کا کلام ہے
آیا ہے عرشِ پاک سے، قرآن نام ہے

(۲۲) ہے اس کے وعظ و پند میں یہ جذبِ لازوال — بدلا ہے نفس بد کو بہ تدبیر و اعتدال
ادنیٰ سا ہے تدبّر کامل کا یہ کمال — تطہیر سے حرام کو دی صورتِ حلال
ذہنوں سے فعلِ بد کے خیالات اُڑ گئے
مرد اور زن نکاح کے رشتے میں جڑ گئے

(۲۳) اے شاہ! ہم نے کی جو یہ تعلیم حق قبول — دشمن ہیں اس خطا پہ ہمارے یہ سب جہول
مقصد یہ ہے، حبش سے ہمیں پھر یہ بے اصول — لے جائیں جبر کر کے اسی بتکدے میں غول
بٹھلائیں بت کے سامنے ڈنڈوت کے لئے
تیار ہیں اب اس سے تو ہم موت کے لئے

(۲۴) جو کچھ یہ کر چکے ہیں شرارت وہ بھول جائیں؟ ڈھائی تھی جو انھوں نے قیامت وہ بھول جائیں؟
جو حمد حق پہ کی ہے ملامت وہ بھول جائیں؟ کرنا پڑی ہے، جس پہ یہ ہجرت وہ بھول جائیں؟
کیا پھر بھلائیوں کے صلے میں برا سنیں؟
قرآن پاک چھوڑ کے ان کی کتھا سنیں؟

(۲۵) جعفر کی بات کاٹ کے وہ شاہ ذی وقار بولا سنایئے ہمیں قرآن ایک بار
بسم اللہ پڑھ کے آپ نے بالحن خوشگوار چند آیتیں پڑھیں کہ بلاغت ہوئی نثار
حق گوئی کا رسولؐ کی سکہ بٹھا دیا
عیسائی کو جو سورۂ مریم سنا دیا

(۲۶) وہ مصحف فصیح کی دل دوز آیتیں وہ گفتگوئے مریم و عیسیٰ کی لذتیں
وہ جعفری زبان و بیاں کی کرامتیں شعبے صدا کے جن میں غضب کی حلاوتیں
ایک اک ادا سے غنچۂ دل کھل کے رہ گیا
سلطانِ باوقار کا سر ہل کے رہ گیا

(۲۷) بیٹھے تھے سامنے ہی جو کفار کے سفیر منہ ان کی سمت موڑ کے گویا ہوا امیر
ان سب مہاجروں کے ہیں طاہر دل و ضمیر یہ صادق و سعید ہیں، تم کاذب و شریر
یہ فطرۃً غیور ہیں، تم پُر غرور ہو
سونپوں گا میں نہ ان کو تمہیں، جاؤ دور ہو

(۲۸) غصے میں بھر کے شاہ یہ فقرہ جو کہہ گیا وفد قریش جھینپ کے شرما کے رہ گیا
جیسی بری کبھی نہ سہی تھی، وہ سہ گیا سارا غرور شرم کے پانی میں بہہ گیا
سر جھک گئے تھے، جرأتِ اخلاق پست تھی
مکے کے مشرکوں کی یہ پہلی شکست تھی

(۲۹) بطحا کے طول و عرض میں پھیلی جو یہ خبر ماحول پر سماج کے گہرا پڑا اثر
کافر ہوئے ذلیل مسلمان معتبر وہ سر جھکا کے چلتے تھے، یہ سینہ تان کر
مسجد میں یہ بیان سبب دفعِ فکر تھا
بعد از نماز وِرد میں جعفر کا ذکر تھا

(۳۰) گھر گھر یہی تھا غل، یہی چرچا گلی گلی — بھاگے حبش سے، دال نہ فتنوں کی جب گلی
تبلیغِ دینِ حق میں لگے تھے، خفی، جلی — جعفر حبش میں، جیسے یہاں مکے میں علیؑ
تکبیر ملکِ غیر میں جاہ و جلال سے
جعفر کا کارنامہ ہے، پوچھو بلال سے

(۳۱) اسلام، مدعی ہے مساوات کا بہ حق — لیکن یہ اُس زمانے میں تھا صرف اک سبق
اس درس کی کتاب عمل ہے بہت ادق — جعفر اسی کتاب کا ہیں اولیں ورق
پہلا یہ حوصلہ ہے اسی حق پناہ کا
کھودا مزار فرقِ سفید و سیاہ کا

(۳۲) ابھرا ہے نسل و رنگ کا جو آج امتیاز — مغرب کے فلسفی نے بھی سمجھا ہے اب یہ راز
چودہ سو سال پیچھے یہ گمراہ یکہ تاز — مڑکر حبش میں دیکھ لے جعفر کی جانماز
سب زلّہ خوار ہیں اسی گردوں پناہ کے
مالک بنے ہیں آج سپید و سیاہ کے

(۳۳) گزرے اسی روش سے غرض روز و ماہ و سال — ہمت پہ اعتماد، توکّل بہ ذو الجلال
ہجرت، مدینہ، بدر و احد، غزوہ و قتال — ہر مرحلے میں اِن سے بسا عالمِ خیال
خیبر ہوا جو فتح تو فضل الٰہ سے
جعفر حبش سے آئے، علیؑ رزم گاہ سے

(۳۴) دیکھیں رسولِ رب نے جو دو عیدیں ایک دم — یکساں خوشی ہوئی، نہ زیادہ کوئی نہ کم
بیٹھے نبیؐ کے سامنے دونوں جو ابن عم — عالم یہ تھا کہ دیر تلک سرورِ امم
حیدرؑ کو دیکھتے رہے جعفر کو دیکھ کر
جعفر کو دیکھتے رہے حیدرؑ کو دیکھ کر

(۳۵) مسجد میں ایک روز پیمبر تھے جلوہ گر — ناگاہ آئی شام کے دربار سے خبر
مارا گیا وہاں شہ والا کا نامہ بر — برہم ہوئے یہ سنتے ہی مولائے بحر و بر
سینے میں انتقام کا کانٹا کھٹک گیا
جعفر کا فرطِ غیظ سے بازو پھڑک گیا

(۳۶) سائے میں مصطفیٰؐ کے مرتب ہوئی سپاہ — چلایا الجہاد بلالؓ اذاں پناہ
تین ایک ہزار جمع ہوئے عاشق الٰہ — ہنگام صبح شام کی لی قافلے نے راہ
رخصت جو دوستوں نے بہ جاہ و حشم کیا
نفس نبیؐ نے سورۂ والفتح دم کیا

(۳۷) طاقت بڑھی جو آمد جعفر سے لا کلام — خوش تھے رسول، شاد تھا دین ذو الاحترام
فوج محمدی کا نشاں نے سنا جو نام — پنجے کا ہاتھ اٹھا کے علم نے کیا سلام
تکبیر کہہ کے جاہ و حشم جھومنے لگے
غزوات شیر دل کے قدم چومنے لگے

(۳۸) زید بن حارثہ تھے علمدار فوج حق — پہلے ہی معرکے میں ہوئے آپ جاں بحق
جعفر بڑھے صفوں کے الٹتے ہوئے ورق — کانپا فلک، زمین کے تھرّا گئے طبق
فوجوں میں غل اٹھا ارے بھاگو دوہائی ہے
مرحب کو جس نے مارا ہے یہ اس کا بھائی ہے

(۳۹) عمران کا شکوہ، براہیم کا حشم — موسیٰ کا دبدبہ، تو ید اللہ کے قدم
آنکھیں رسولؐ کی وہ چمکتی ہوئی بہم — بالائے دوش لشکر اسلام کا علم
اعلان کر رہا تھا پیمبرؐ کی شان کا
اڑتا ہوا میں پھریرا نشان کا

(۴۰) لشکر چلا کہ بحر طبیعت ہوا رواں — موسیٰ کے ہمرکاب خضرؑ کا تھا کارواں
پہنچے جو شیر وادیٔ موتہ کے درمیاں — تھا جمع ایک لاکھ وہاں لشکر گراں
فوج خدا سے برسر پیکار ہوگیا
موتہ میں گرم موت کا بازار ہوگیا

(۴۱) بھگدڑ مچی بپھر کے جو یوں ایک بار آئے — کتنے ہی ناریوں کو سقر میں اتار آئے
پلٹے وہ سر کے بل جو مقابل سوار آئے — تقطیع کی رباعی کی مل کر جو چار آئے
دو تین چار پانچ چھ سات آٹھ نو، گرے
جھپٹے جدھر یہ غیظ میں، دس بھاگے، سو گرے

(۴۲) غولوں کے ایک غول سے ناگہ ہوئے دوچار　　نکلا پرے سے جن کہ دل فوج سے بخار
مکّار، فیلسوف، دغاباز، بد شعار　　موذی، سیاہ بخت، سیہ رُو، سیاہ کار
سایہ فگن جہاں یہ رخِ تیرہ فام ہے
اُس تیرہ خاکدان میں ہر وقت شام ہے

(۴۳) رسم عرب یہ تھی کہ مقابل ہوں جب دلیر　　رد و بدل ہو تیغِ زباں سے بھی تا بہ دیر
گرجیں مثال ابر، تو گونجیں مثال شیر　　لفظیں پکار اٹھیں، یہ زبردست ہے وہ زیر
گو مخبروں نے صاف وہ باتیں نہیں کہیں
لیکن فضا میں گم ہیں صدائیں یہیں کہیں

(۴۴) معمول تھا کہ پہلے بیاں ہو حسب نسب　　پھر اپنی صفدری کے فسانے سنائیں سب
ہم بھی اسی رواج کے پیش نگاہ اب　　وہ گفتگو سنائیں جو فطرت کی ہے طلب
دونوں کے منھ سے اُن کے خصائل بیان ہوں
اس رخ سے بھی نبیؐ کے فضائل بیان ہوں

(۴۵) شاید یہ ذکر یاد دلا دے وہ اک سبق　　زندہ تھے جس کے بل پہ بزرگانِ ماسبق
الٹو کسی بھی دور کی تاریخ کے ورق　　ماہر دفاع و جنگ کے تھے، سب بہ نامِ حق
دل میں فضا کے اب بھی کدورت ضرور ہے
مشق اسلحہ کی حسب ضرورت ضرور ہے

(۴۶) لو اب یہ زن ہے اور مرا عالم خیال　　چیخا وہ بے ہنر میں ہوں صفوانِ باکمال
میرا وطن عرب، مرا نامی پدر ہلال　　فرمایا، وہ ! جو بدر میں آیا تہِ زوال
واقف ہے مجھ سے؟ جعفر شمشیر زن ہوں میں
صفوان تو اگر ہے تو آ! صف شکن ہوں میں

(۴۷) بابا مرے جنابِ ابوطالبِ دلیر　　جن کے لقب، حجاز کا ضیغم، عرب کا شیر
بھولیں گے کیا وہ جنگِ ہوازن کے ہیر پھیر　　جب یہ بڑھے تو فتح تھی، جب یہ ہٹے تو زیر
ذو القوۃ المتیں کی عطا سے قوی ہیں ہم
اللہ نے دیا ہے حشم، ہاشمی ہیں ہم

(۴۸) بولا میں فرد ہوں، کوئی ثانی مرا نہیں — فرمایا، فرد کوئی خدا کے سوا نہیں
بولا مری حسام سے کوئی بچا نہیں — ہنس کر کہا کہ چرخ سے اتری ہے یا نہیں
بولا تباہ کر دیئے قلعے اجاڑ کے
فرمایا، پُل کیا در خیبر اکھاڑ کے؟

(۴۹) بولا وغا میں نام بھی، گھمسان بھی کیا — دیووں کو منتشر بھی، پریشان بھی کیا
اکثر جنوں کی فوج کو ہیجان بھی کیا — فرمایا پھر کسی کو مسلمان بھی کیا
بولا کہ میری ضرب غضب بھی، بلا بھی ہے
بولے عبادتِ دو جہاں سے سوا بھی ہے؟

(۵۰) بولا-بہت عروج پہ اپنا کمال ہے — فرمایا-ہر کمال کو آخر زوال ہے
بولا-جہاں میں شورِ فروغِ ہلال ہے — بولے-سوائے شام چمکنا محال ہے
اُس کا فروغ کچھ نہ ترے کام آ سکا
تو آج تک نہ بدر کا دھبّا چھڑا سکا

(۵۱) غصے میں بھر گیا جو یہ سنکر وہ بے ادب — الکاظمین کہہ کے ہنسے یہ مطیع رب
پیسے جو اُس نے دانت، چبائے اِنھوں نے لب — یہ کبریا کا نور، تو وہ نارِ بو لہب
جب اس نے اپنے شر کی ثنا کا سبق پڑھا
جعفر نے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَق پڑھا

(۵۲) بولا-کہ میرے ساتھ سپاہ کثیر ہے — فرمایا-ہم پہ فضلِ خدائے قدیر ہے
بولا-کہ میری پشت پہ میرا امیر ہے — بولے-کہ میرا بھائی جنابِ امیر ہے
بولا-کہ مجھ کو شاہ کے فرمان آئے ہیں
بولے-کہ ہم رسولؐ سے قرآن لائے ہیں

(۵۳) بولا-کہ میری ضرب اٹھانا محال ہے — تن کر کہا-کہ عشق نبیؐ اپنی ڈھال ہے
چلّایا-کانپتے ہیں یہ شیروں کا حال ہے — فرمایا-کیوں نہ ہو کہ پرانا شغال ہے
باتیں بہت بنا نہ دلیروں کے سامنے
یہ بھبکیاں چلیں گی نہ شیروں کے سامنے

(۵۴) بولا-میں تم کو قتل کروں گا، کہا قصور؟ بولا-کہ پاسِ خدمتِ مالک، کہا کہ دور
بولا-بلا کا زور ہے مجھ میں، کہا کہ زور بولا-میں سُور ہوں، کہا پھک جائے گا ضرور
بولا میں سر اڑاؤں، جو لاکھوں وغا کریں
بولے قدم ہلے تو قیامت بپا کریں

(۵۵) بولا-کہ لو یہ ہاتھ چلا اب کمان پر فرمایا-لے یہ تیغ تلی امتحان پر
بولا-کہ اب یہ تیر پڑے گا زبان پر بولے-زبان پر نہیں، موذی کی جان پر
بولا-کہ لو ، خدنگ نہیں، یہ پری اڑی
فرمایا-لے یہ کٹ گئے پر، یہ سری اڑی

(۵۶) بولا-یہ دوسرا سہی گر ایک کٹ گیا فرمایا-لے یہ ڈھال پہ آکر اُچٹ گیا
بولا-جبیں بچاؤ، مقدر الٹ گیا فرمایا-لے یہ آتے ہی چٹکی میں، چٹ گیا
بولا-کہ علمِ سحر تو بندہ پڑھا نہیں
بولے-کجی ہے عقل کی تیری خطا نہیں

(۵۷) جھنجلا کے، نیزہ تان کے بولا وہ پہلواں یہ اژدہائے بیشہ جرأت ہے اے جواں
فرمایا کیا فضول یہ بکتا ہے بدزباں اژدر ہے یہ تو میرے نبیؐ موسیٰ زماں
لے چل گئی یہ تیغ، یہ نقشہ بدل گیا
نیزے کی نوک اڑ گئی، موذی اچھل گیا

(۵۸) بولا-وہ تیغ کھینچ کے، دیکھو صفائیاں اب فن نہ کام دے گا، نہ زور آزمائیاں
فرمایا-دیکھ ہاتھ کی میرے بھی گھائیاں جھانکے گا قبر وہ تجھے دیں گے جھکائیاں
بھر پور وار کھا کے الٹ جائے گا ابھی
پالٹ لگائیں گے تو پلٹ جائے ابھی

(۵۹) بولا-کہ لو یہ ہُول، یہ دیکھو کمر کا ہاتھ فرمایا-روک شیر عرب کے پسر کا ہاتھ
بولا-کہ یہ کڑک، یہ طمانچہ، یہ سر کا ہاتھ بولے-یہ سب فضول، یہ فاضل اِدھر کا ہاتھ
اِس ہاتھ میں حریف کی قسمت الٹ گئی
تلوار تولتا ہی رہا ڈھال کٹ گئی

(۶۰) جعفر کی تیغ مثلِ مہِ نو چمک گئی مکار کی حسام جھجک کر سرک گئی
بجلی سی وہ گری تو یہ سر پر کڑک گئی آئی وہ جھک کے خاک پہ یہ عرش تک گئی
چبھتا ہوا جو فقرۂ موزوں یہ کہہ گئی
کجرو کی تیغ اپنا سا منھ لے کے رہ گئی

(۶۱) ہاں ساقیا شرابِ عمل پے بہ پے اڑے اڑ جائیں کلفتیں جسے پی کر وہ شے اڑے
اب جاوداں بہار ہو یوں فصل دے اڑے لے جائے جو اڑا کے جناں میں وہ مے اڑے
لگ جائیں پر مجھے بھی علمدار کی طرح
اڑتا پھروں میں جعفر طیار کی طرح

(۶۲) کوثر کی آرزو ہے مجھے اس سے کم نہیں ہر دم پیوں گا گو کہ بڑھاپے سے دم نہیں
دورِ فلک خلاف ہوا ہے تو غم نہیں طے ہے کہ اب حریف کا گھر جز عدم نہیں
میں عزمِ پُر یقیں سے جو سرشار آیا ہوں
پڑھ کر نمازِ جعفر طیار آیا ہوں

(۶۳) لو وہ اڑا حریف وہ کانٹا ابھر چلا ہنس کر کہا جناب نے بزدل کدھر چلا
مارا وہ بڑھ کے ہاتھ، رُکا پاؤں، سر چلا دم راہ بند دیکھ کے سوئے سقر چلا
غل پڑ گیا کہ ہاتھ اٹھاؤ لڑائی سے
صفوان کا صفایا کیا کس صفائی سے

(۶۴) جعفر کا ہمہمہ ہے کہ جو سور ہو وہ آئے نعرہ کیا کہ اور کوئی ہو تو منھ دکھائے
پٹری جما کے سامنے آئے، قدم جمائے دم دے کے باری باری انھیں معرکے میں لائے
میدان میں کہیں نہ کسی رہگزر میں ہیں
آئے بھی وہ، گئے بھی وہ، اور اب سقر میں ہیں

(۶۵) دیکھا جو فوج نے کہ نہ اب یوں بنے گا کام ایک ایک کر کے لاکھ کو کر دیں گے یہ تمام
منھ پھیر کر اصول عرب سے وہ تلخ کام چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے کر کے اژدہام
ظلمت میں فوجِ شام کی وہ چاند گہہ گیا
بنت اسد کے لال کا خوں رن میں بہہ گیا

(۶۶) تنہا وہ سرفروش وہ اک لشکرِ گراں — وہ ہر طرف سے تیروں کی بارش کہ الاماں
وہ آس پاس گرز، وہ تیغیں، وہ برچھیاں — وہ ہر قدم پہ فکر، سلامی نہ ہو نشاں
مستقبل قریب کو ان کے ثبات پر
عباسؑ یاد آگئے نہر فرات پر

(۶۷) تلواریں دونوں ہاتھوں میں جعفر کے برق دم — اِستاد تھے رکابوں میں گاڑے ہوئے قدم
چاروں طرف جو چلتی تھیں تیغیں بصد حشم — سر گر رہے تھے برگ خزاں جیسے دم بہ دم
پٹکے سے گس کے چوبۂ رایت بندھی ہوئی
سائے میں تھی پھریرے کے ہمت بندھی ہوئی

(۶۸) منظر ید اللٰہی کے جو آئے بروئے کار — اب لے کے گرز و نیزہ و شمشیر، بدشعار
ہاتھوں پہ وار کرنے لگے بڑھ کے ایک بار — زخمی کلائیاں ہوئیں پونچے ہوئے فگار
تابِ دفاع بھی نہ رہی یہ ستم ہوئے
تیغیں زمیں پہ گر گئیں، بازو قلم ہوئے

(۶۹) ہتوانس کر کٹے ہوئے ہاتھوں سے تب علَم — روکا عدو کو چشم غضب سے بصد حشم
تادیر ٹھوکروں سے نہ جمنے دیئے قدم — ناگاہ دل میں بیٹھ گیا نیزۂ ستم
فرشِ زمیں پہ گرتے ہی بیہوش ہو گئے
منھ ڈھانپ کر علَم کے پھریرے سے سو گئے

(۷۰) کرنے کو سر قلم جو بڑھی فوجِ اشقیا — بنت اسد کی روح نے جنت سے دی ندا
اے ظالمو! یہ میرا جگر، میرا دلربا — جس نے نبی کو پالا ہے اس کا ہے مہ لقا
بسمل، ہے، جاں بلب ہے، حزیں ہے، ملول ہے
اے شامیو! یہ لال شبیہ رسولؐ ہے

(۷۱) بی بی کے بین سن کے پکاری یہ کربلا — شامی ہیں یہ، ستمگر و غدار و بے وفا
ان سے کوئی امید نہ رکھئے بجز دغا — یہ کیا کریں گے پاس شبیہ رسول کا
یہ تو نبیؐ کی شکل مٹانے کی مشق ہے
برچھی کا وار دل پہ لگانے کی مشق ہے

(۷۲) پہنچی مدینۂ نبوی میں جو یہ خبر — منبر پہ محوِ وعظ تھے مولائے بحر و بر
سب اٹھ گئے حجاب، یہ منظر پڑا نظر — جعفر کی لاش رن میں پڑی ہے لہو میں تر
زخموں سے تن ہے چور شہادت نصیب کا
تیروں کی نوک پر ہے جنازہ غریب کا

(۷۳) گھیرے ہوئے ہیں لاش کو سب بانیِ ستم — خنجر رواں ہے حلق پہ، ہوتا ہے سر قلم
بازو کٹے ہیں، سینے سے لپٹائے ہیں علم — روکر کہا کہ ہائے مری جان! ابنِ عم
اس لفظ نے حواس جو مجمع کے کھو دیئے
اصحاب پاک پیٹ کے سینوں کو رو دیئے

(۷۴) پوچھا کہ وحی آئی ہے کیا شاہِ نامدار — بولے جھڑی میں اشکوں کی محبوب کردگار
دیکھو وہ مڑ کے سامنے جعفر کا حالِ زار — تب معرکے کو دیکھ کے سب روئے ایک بار
میت پہ جیسے روتے ہیں ایسی بکا ہوئی
مسجد رسولؐ پاک کی بیت العزا ہوئی

(۷۵) کی ہاتھ اٹھا کے حق سے نبیؐ نے یہ التجا — یا رب اخی کے ہاتھ کٹے وا مصیبتا
یہ تو مرے گھرانے کی ذلت ہے برملا — لب پر یہ لفظ تھے کہ فرشتے نے دی ندا
جنت میں ان کو حق سے شرف بیشتر ملے
ان بازوؤں کے بدلے جواہر کے پر ملے

(۷۶) تاریخ لکھ کے لے گئی یہ قول یہ قرار — بچی چچا کو روئی جو یہ کہہ کے زار زار
بازو بھی ان کے کٹ گئے، ہم ہیں ذلیل و خوار — دوہرا دیئے امام نے یہ لفظ ایک بار
بی بی ترے چچا کے جو بازو جدا ہوئے
جنت میں ان کو نور کے شہپر عطا ہوئے

(۷۷) پھر مسجد نبی میں یہاں سے چلوں ذرا — کہہ کہہ کے ابنِ عم جو پیمبرؐ نے کی بکا
گھبرا گئیں بتولؑ کہ یا رب یہ کیا ہوا — وارث کی میرے خیر ہو اے دافع البلا
آنکھوں سے آنسوؤں کی جو سوتیں ابل پڑیں
باندھا قصابہ، اوڑھی ردا، اور نکل پڑیں

(۷۸) دیکھا رسولؐ نے تو پکارے بہ چشم تر — اسما کے گھر کو جاؤ مری پارۂ جگر
جعفر ہوئے شہید، لٹا ابن عم کا گھر — کنبے کی رونے والیوں کو جلد دو خبر
بے دفن و بے کفن جو بہ حال خراب ہے
ایسے شہید کے لئے رونا ثواب ہے

(۷۹) بھاوج کو پرسہ دینے کا دل میں جو تھا خیال — خود بھی چلے جناب رسولؐ ملک خصال
اسما کے گھر میں آئے جو بکھرائے سر کے بال — کھانا پکانے کے لئے بیٹھی تھی خستہ حال
روکر کہا ارے تری تقدیر سو گئی
تیرا سہاگ اجڑ گیا تو رانڈ ہو گئی

(۸۰) سر پیٹتی تنور سے اٹھی وہ نیم جاں — لپٹی چچی سے روکے حسینؑ و حسنؑ کی ماں
چھوٹے بڑے جو آٹھ یتیموں نے کی فغاں — روئے گلے لگا کے انھیں سرور زماں
مردوں میں، عورتوں میں، یہ غم عام ہو گیا
کنبے کے لوگ آ گئے، کہرام ہو گیا

(۸۱) اتنے تھے بیقرار رسولؐ خجستہ خو — کنبے کی بی بیوں میں سے روئی نہیں تھی جو
اس سے کہا یہ اشکوں سے دامن بھگو — روتا ہوں میں بھی، فاطمہؑ روتی ہے، تو بھی رو
محروم میری الفت و شفقت سے ہوئے گا
اس وقت ابن عم کو مرے جو نہ روئے گا

(۸۲) سن کر جناب احمدؐ مرسل کا یہ بیاں — میں روکے کربلا سے پکارا یہ ناگہاں
یا مصطفیٰؐ دوہائی ہے اس وقت ہو کہاں — جعفر کے پوتے رن میں پڑے ہیں لہولہاں
حیدرؑ کے یہ نواسے ہیں، زینب کے جائے ہیں
شبیرؑ ان کی لاشیں اٹھانے کو آئے ہیں

(۸۳) باقی ہے سانس چور ہے زخموں سے گو کہ تن — مرضی ہے شہ کی ماں سے بھی مل لیں یہ گلبدن
کہتے ہیں ہاتھ جوڑ کے وہ غیرت چمن — گھر میں نہ لے کے جائیں ابھی سرور زمن
مولا کی رائے سے تو نہیں اختلاف ہے
اماں کا تھا جو حکم یہ اس کے خلاف ہے

(۸۴) فرمایا تھا-لڑائی میں ہمت نہ ہارنا موقع ملے تو شمر کی گردن اتارنا
سر اپنے ماموں جان کے قدموں پہ وارنا گھوڑوں سے جب گرو تو علیؑ کو پکارنا
برباد کیجیو نہ مرے دل کے چین کو
ہو جاؤں گی خفا جو پکارے حسینؑ کو

(۸۵) لے جائیں گے جو شہ ہمیں زندہ سوئے خیام نازک مزاج ہیں یہی سمجھیں گی لا کلام
ہم نے بلایا ہوگا شہ دیں کو یا امام بخشیں گی اس خطا کو نہ زہرا کی لالہ فام
جب تک ہے دم، قدم نہ یہاں سے ہٹائیں گے
زندہ تو ہم خیام میں ہرگز نہ جائیں گے

(۸۶) یا مصطفےٰؐ رسولِ امم سرور عرب! نو دس برس کے سن میں یہ بچے ہیں جاں بلب
جعفر کی طرح روئیے آکر یہاں بھی اب ان بھولی بھولی باتوں پہ روتے ہیں سب کے سب
کہتے ہیں حق نہ بخشیں گی اب ہم کو شیر کا
زینبؑ میں ہے جلال جنابِ امیرؑ کا

(۸۷) یہ کہتے کہتے لگ گئیں بچوں کو ہچکیاں منکے ڈھلے، قیامت کبریٰ ہوئی عیاں
پیاسے تھے گلبدن، سوئے کوثر ہوئے رواں عباسؑ کو یہ رو کے پکارے شہ زماں
زہراؑ کی جائی نیم جوانوں سے چھٹ گئی
لاشے اٹھاؤ اب مری ہمشیر لٹ گئی

(۸۸) بسمل تھے فرطِ غم سے علمدار نیم جاں ہاتھوں پہ رکھ لی عون کی میت بصد فغاں
چھوٹے کی لاش اٹھانے لگے سرور زماں اکبر نے عرض کی کہ ضعیف آپ، ہم جواں
بولے یہ وہ قدم نہیں جو تھر تھرائیں گے
ہم تو تمہاری لاش بھی تنہا اٹھائیں گے

(۸۹) روتے حرم سرا میں جو آئے شہ انام یہ دیکھ کر تڑپ گئی زہراؑ کی لالہ فام
بچے کی لاش دوش پہ لاتے ہیں خود امام دوڑی یہ کہہ کے ہائے مرے بھائی تشنہ کام
خواہر ہے شرمسار امام غیور سے
کیا کام آج میں نے لیا ہے حضور سے

☆

منظور ہے خدا کو بھی خاطر حسینؑ کی

بند: ۹۴

تصنیف ۱۹۵۰ء سے قبل بمقام: ہندوستان

(خلاصہ)

مدح وثنائے امام حسینؑ اور ایک حد سے زیادہ عاصی و فاسق کی روایت ___ رخصت حضرت امام حسینؑ ___ امام حسینؑ کی کیفیت ___ امام کی میدان میں آمد ___ جنات میں امام حسینؑ کا چرچا اور ان کی شجاعت کا ذکر ___ کئی روایات اور بیر الالم کا واقعہ ___ حضرت علیؑ کی تین پہلوانوں سے جنگ اور مکالمے ___ کربلا میں امام حسینؑ کے لمحاتِ آخر ___ ایک فقیر مسافر کی روایت ___ پامالی لاشہائے شہداء ___

(۱) منظور ہے خدا کو بھی خاطر حسینؑ کی — چاہت ہے حق کو یوسفِ شاہِ حنین کی
اللہ رے قدر فاطمہؑ کے نورعین کی — بنیاد ہیں جہان کے آرام و چین کی
جو کچھ حسینؑ چاہیں وہی کبریا کرے
ادنیٰ کو دم میں جنت اعلیٰ عطا کرے

(۲) لکھتا ہوں اک روایت رنگین و پُر بہار — تھا ایک شخص حد سے زیادہ گناہگار
ناگاہ اُس بشر کے ہوئی موت روبکار — کی اُس نے وارثوں سے وصیت بہ حالِ زار
اچھی طرح سے غسل و کفن مجھ کو دیجیو
عاصی ہوں میں، نجف میں مجھے دفن کیجیو

(۳) یہ کہہ کے اُس نے دار فنا سے سفر کیا — یاں خواب میں علیؑ نے مجاور کو دی صدا
آتا ہے اک جنازۂ مردُودِ کبریا — یاں پر نہ دفن ہو کہ وہ فاسق ہے بے حیا
کوئی کہے جنازے کو لانے نہ دیجیو
دیکھو ضریح تک اُسے آنے نہ دیجیو

(۴) یہ شب گذر کے دوسری شب آئی ناگہاں — کیا دیکھتا ہے خادمِ سلطانِ دو جہاں
روکر خدا کے شیر یہ فرماتے ہیں بیاں — اب وہ جنازہ آئے تو کر لیجیو دفن یاں
اعمال بد کئے تھے جو اُس بد شعار نے
وہ سب معاف کر دیئے پروردگار نے

(۵) حیرت سے تب مجاور مولا نے عرض کی — فاسق پہ کس طرح یہ ہوا فضل ایزدی
نیکی تمام عمر نہ کی اس نے جز بدی — رویا میں رو کے کہنے لگے حضرت علیؑ
بخشا گیا طفیل سے یہ میرے لال کے
لائے ہیں کربلا کو جنازہ نکال کے

(۶) مٹی کفن پہ آئی تو نور و ضیا ہوئی　　کافورِ خلد طینت دشت بلا ہوئی
خاکِ شفا سے دردِ گنہ کو شفا ہوئی　　گردِ گناہ رحمت رب ہدا ہوئی
فردِ گنہ کو چاک کیا سینہ چاک نے
جسم نجس کو پاک کیا خاک پاک نے

(۷) اب بارگاہ خاص میں محشر کا شور ہے　　سیدانیوں میں رخصت سرور کا شور ہے
اک سمت ہائے سبط پیمبر کا شور ہے　　اک سمت ہائے ہائے برادر کا شور ہے
اک سو ہے غل کہ جاتا ہے مردہ بتولؑ کا
تابوت مرتضیٰؑ کا جنازہ رسولؐ کا

(۸) میدانِ جاں ستاں میں ہے باری حسینؑ کی　　غل ہے کہ آخری ہے سواری حسینؑ کی
لپٹی ہوئی ہے پاؤں سے پیاری حسینؑ کی　　رونے کی جا ہے، سنتے ہو زاری حسینؑ کی
چلاّتے ہیں کہ زینبؑ غمخوار السلام
اے بانو و سکینہؑ ناچار السلام

(۹) زینب پکاریں موت مجھے بھولی الحذر　　دیکھے نبیؐ کے گوہر دنداں لہو میں تر
مادر کا ہاتھ اور دو پارہ علیؑ کا سر　　پھر دیکھا ٹکڑے ٹکڑے بڑے بھائی کا جگر
راحت کے باغ پہلے ہی تاراج ہوگئے
لیکن وہ چار داغ ہرے آج ہوگئے

(۱۰) نانا کا گھر اجڑتا ہے فریاد یا علیؑ　　اماں کا باغ ہوتا ہے برباد یا علیؑ
آفت میں ہے رسولؐ کی اولاد یا علیؑ　　امداد کیجئے کہ ہے، بیداد یا علیؑ
آئیں نجف سے بیٹی کی عقدہ کشائی کو
ہاتھوں سے چھینتی ہے قضا میرے بھائی کو

(۱۱) ماںجائے تیرے واسطے سب گھر کو کھو چکی　　بچوں کو اور قاسم مضطر کو کھو چکی
عباسؑ باوفا سے برادر کو کھو چکی　　سب اک طرف شبیہ پیمبر کو کھو چکی
کیا مہرباں بتولؑ کے گھر پر قضا ہوئی
اٹھارہ صدقوں میں بھی نہ رد یہ بلا ہوئی

(۱۲) شہ کہتے تھے کہ راضی بہ تقدیر صبر کر دلگیر ہو نہ، زینب دلگیر! صبر کر
ہمشیر صبر کر، مری ہمشیر صبر کر غم سے ترے تڑپتا ہے شبیرؑ صبر کر
بچے بھی تیرے رونے سے بیتاب ہوتے ہیں
ہمشیر دل سنبھال کہ معصوم روتے ہیں

(۱۳) میں جانتا تھا تم مرے بچوں کو پالوگی روؤ گی خود، تو کیسے بھرا گھر سنبھالوگی
اب اپنے ساتھ اِن کو بھی آفت میں ڈالوگی یہ پیٹ کر مریں گے جو آنسو نکالوگی
دل کو سنبھال لو مرے بچوں کو پال لو
بچوں کو پال لو، یہ لٹا گھر سنبھال لو

(۱۴) روکر پکاریں حضرت کلثومِ دل فگار گھر تو تمہارے دم سے ہے، بھیا بہن نثار
در در پھریں گی اب کوئی دم میں یہ بے دیار لیکن قریب ہے اسد اللہ کا مزار
چل کر رہو نجف میں کہ جائے اماں ہے وہ
سرکارِ بادشاہِ زمین و زماں ہے وہ

(۱۵) شہ نے کہا کہ پاؤں میں بیڑی قضا کی ہے تربت یہیں بنے یہی مرضی خدا کی ہے
طینت ہماری خلط میں دشت بلا کی ہے الفت مرے خمیر میں خاکِ شفا کی ہے
ناکے ہیں بند کیسے کوئی راہ پا سکے
گھیرا ہے یوں، غریب نکل کر نہ جا سکے

(۱۶) بانو پکاریں کیوں ہمیں یاں شاہ لائے تھے جنگل میں چھوڑنے کے لئے آہ لائے تھے
کیوں بیکسوں کو سرورِ ذی جاہ لائے تھے لاشے پہ اپنے رونے کو، ہمراہ لائے تھے
روکر کہا کہ قید میں، بلوے میں جاؤ گی
لاشے پہ پیٹنے کی بھی مہلت نہ پاؤ گی

(۱۷) بی بی نہ کھوؤ صبر یہ ہے خاندانِ صبر لازم ہے آدمی کو کرے اختیار جبر
در پیش ہے ہر ایک مسافر کو راہِ قبر تڑپو نہ مثلِ برق، نہ روؤ مثالِ ابر
لازم ہے تم کو پاس علیؑ کے گھر، آنے کا
تسلیم اور رضا ہے چلن اس گھرانے کا

(۱۸) بولیں کہ اپنی فکر نہیں شاہِ دو جہاں میرا بڑھاپا ہے کوئی دن کی ہوں میہماں
لیکن مریض ہے مرا سجادِ ناتواں غربت میں کون دے گا دوا اے شہ زماں
فرمایا حق ہے اس کی حفاظت کے واسطے
منت کا طوق پہنے گا صحت کے واسطے

(۱۹) بی بی کسی کی موت ٹلے گی نہ ٹل گئی بدلا کفن کہ زیست کی صورت بدل گئی
سرور چلے کہ سینوں پہ تلوار چل گئی نکلے علیؑ، کہ روح حسنؑ کی نکل گئی
تازی کے ہوش اُڑ گئے غازی کو دیکھ کر
غازی کو رقت آگئی تازی کو دیکھ کر

(۲۰) رو کر کہا کہ گود کا پالا کوئی نہیں پشتی کو جز خدائے تعالیٰ کوئی نہیں
آنکھوں کے آگے گھر کا اجالا کوئی نہیں گھوڑے رکاب تھامنے والا کوئی نہیں
دل کی طرح سے اپنا مقدر الٹ گیا
شانہ، رکاب تھامنے والے کا کٹ گیا

(۲۱) یہ کہہ کے رو رہے تھے ابھی شاہِ تشنہ کام اتری فلک سے ایک عماریٔ سبز فا
پیدا تھی یہ صدا کہ مرے لالِ السلام لازم نہیں ہراس کہ امت کا ہے یہ کام
جاتے ہو قتل گہہ میں شہادت کے واسطے
لو ماں بھی آگئی یہاں رخصت کے واسطے

(۲۲) میکال و جبرئیل تھے تانے ردائے نور ماں نے رکاب تھامی چڑھے رخش پر حضور
غل تھا کہ طور پر ہوا وہ نور کا ظہور چلتے ہی، فاطمہ پہ الم کا ہوا وفو
چلاّئیں شوقِ مرگ میں کیسے تنے ہو آج
امت کے بخشوانے کو دولہا بنے ہو آج

(۲۳) پھر تو خموشی بنت نبی کا اجازہ تھا گویا رواں نجف کو علیؑ کا جنازہ
جرأت کا رنگ چہرے پہ غازی کے غازہ تھا تازی کا دم ہر ایک قدم اور تازہ
حاصل فرس کو دوشِ نبوت کا پایا تھا
نقشِ شہادتین پیمبرؐ کا جایا تھا

(۲۴) سجدے میں چرخ، مثل نمازی قدم قدم بہر خدا ہے بندہ نوازی قدم قدم
ترکی تمام کرتا ہے تازی قدم قدم لیتا ہے شاہ باز سے بازی قدم قدم
ہر ایک سم میں تیز روی کا خزانہ تھا
خود اپنا بال بال اُسے تازیانہ تھا

(۲۵) مظلومیت نقیب، جلو دار آس ہے بے مونسی رفیق، تو مونس ہراس ہے
یاور ہے بے کسی، تو مددگار یاس ہے مایوسی کی سپاہ گراں، آس پاس ہے
چھڑکاؤ آنکھیں کرتی ہیں الیاس کی طرح
ہر آہ دل، علم لئے عباس کی طرح

(۲۶) ہمدم ہیں رنج و غم، تو وفادار بیکسی غربت عزیز، دوست الم، یار بیکسی
بے یاوری رفیق، مددگار بیکسی تنہائی دوستدار ہے، غمخوار بیکسی
داغِ پسر، مراتبِ ماہی لئے ہوئے
نوشہ کا غم ہے، نوبت شاہی لئے ہوئے

(۲۷) بنی جدا ہے، مردمِ بیمار ہیں جدا اکبر سے جیسے سید ابرار ہیں جدا
یا جس طرح کہ شہ سے علمدار ہیں جدا صغرا سے جیسے، عابد بیمار ہیں جدا
تاب و توان دور ہے انوار کی طرح
بازو بھرا ہے خوں میں علمدار کی طرح

(۲۸) دل مثلِ لاشِ قاسم مضطر ہے پاش پاش اکبر کی طرح آنکھوں میں ہے موت کی تلاش
دریا پہ دل ہے جیسے کہ سیف خدا کی لاش جاروب کش بتولؑ تو حیدرؑ ہیں آب پاش
زہراؑ کے بالوں سے جو زمیں صاف ہوتی ہے
حیدرؑ کی روح اشک چھڑکنے کو روتی ہے

(۲۹) اِس شوکت و حشم سے جو رن میں ہوا ورود حق نے کیا سلام، نبیؐ نے پڑھا درود
پڑھتے ہی انقلاب نے کی نیست ہست و بود دو دو ملا کے الٹے، ملا ایک تب وودو
بولی ظفر کہ اب مرا مطلب حصول ہے
اقبال بولا شیر کی بیعت قبول ہے

(۳۰) گردوں کا پایا گھٹ گیا اوجِ زمیں بڑھا — سدرہ سے پیشوائی کو روح الامیں بڑھا
چتر زری لئے ہوئے مہر مبیں بڑھا — غل تھا کہ کفر گھٹ گیا، دنیا میں دیں بڑھا
بولے فلک رسولؐ کے مہ پر نثار ہیں
قدسی یہ کہتے آئے کہ شہ پر نثار ہیں

(۳۱) چرچا جنوں میں ہے کہ غضب کا دلیر ہے — سولہ پہر کی پیاس میں جینے سے سیر ہے
اس سے ہر اک جہاں کا زبردست زیر ہے — زہراؑ کا جس نے شیر پیا، یہ وہ شیر ہے
بگڑے اگر تو خاک ہی چاٹیں بڑے بڑے
دم میں اکھاڑ لے درِ خیبر کھڑے کھڑے

(۳۲) اس کے پدر نے کفر جہاں سے مٹا دیا — اونچے جو تھے بہت انہیں نیچا جھکا دیا
دو انگلیوں سے قلعۂ خیبر کو ڈھا دیا — مشرک تو کیا، بتوں کو بھی کلمہ پڑھا دیا
شبیرؑ بھی اُن ہی کی طرح سے دلیر ہیں
حیدرؑ خدا کے شیر، یہ حیدرؑ کے شیر ہیں

(۳۳) حیدرؑ نے کتنے کافروں کا سر اُڑا دیا — بگڑے تو جبرئیل کا شہ پر اڑا دیا
گویا ہوا پہ یوں درِ خیبر اڑا دیا — جیسے کہ پھونک مار کے پتھر اڑا دیا
انساں کو کیا جنوں کے بھی تیور بجھا دیئے
کودے کنویں میں جب تو دھویں ہی اڑا دیئے

(۳۴) مشہور ان کے باپ کی جرأت ہے دور دور — اک دن ہوا رسولؐ کا اک دشت میں مرور
اصحاب پر حضور کے تھا پیاس کا وفور — بولے نبیؐ علیؑ سے کہ اے کبریا کے نور
پانی کہیں سے لائیے مشکلکشا علیؑ
دیں جامِ آب، ساقی کوثر ہیں یا علیؑ

(۳۵) سن کر نبیؐ کا حکم جو نکلا وہ شیر نر — جنگل میں آب ڈھونڈ رہے تھے اِدھر اُدھر
اک پیرِ مرد آپ کو آیا وہاں نظر — سجدے بتوں کو کر رہا تھا وہ جھکا کے سر
شہ بولے حق کے دین میں آ کفر چھوڑ دے
میں بت شکن ہوں، میری طرح بت کو توڑ دے

(۳۶) اُس نے کہا کہ ماں کا میں تابع ہوں اے عرب — وہ عمر میں ہے تین سو اور کچھ برس کی اب
وہ مان لے تو پھر مجھے انکار اس میں کب — آئی جو وہ تو شاہ سے بولی بصد ادب
ہے اک کنواں وہاں پہ تمہیں لے چلوں گی میں
پانی جو اُس سے لاؤ تو کلمہ پڑھوں گی میں

(۳۷) محبوبِ کبریا نے جو یہ ماجرا سنا — فرمایا کون ایسا جواں مرد ہے بھلا
اِس چاہ پر جو جائے پئے مرضیٔ خدا — انگڑائی لے کے مالک اشتر نے دی ندا
کس سمت ہے وہ چاہ میں پانی بھروں گا آج
مالک ہوں اس کنویں پہ میں قبضہ کروں گا آج

(۳۸) آئے جو وہ کنویں پہ تو دیکھا یہ ماجرا — پانی میں آگ اڑتی ہے بیٹھا ہے اژدہا
اک شیر خوفناک بھی ہے واں ٹہل رہا — تن کر کہا جری نے کہ اے شیر کبریا
ڈوبا وہ شیر چاہ میں صفدر کے نام سے
اژدر کے بل نکل گئے حیدرؑ کے نام سے

(۳۹) پانی میں غلغلہ سا ہوا کچھ جو ایک بار — سوچا کہ اس میں بھی ہے کوئی رازِ کردگار
جا کر کنویں میں لائے خبر کوئی ذی وقار — بولا ابو سعید کہ حاضر ہے خاکسار
کودا جری کہ غیظ سے سوزش جگر میں تھی
دل میں علیؑ کی چاہ تھی رسّی کمر میں تھی

(۴۰) کاٹا کسی نے راہ میں رسّی کو الحذر — اوپر کی سمت پھینک دیا اُس جری کا سر
غصے سے کانپنے لگا یاں حق کا شیر نر — احمدؐ سے جبرئیل امیں نے کہا اُدھر
یہ جنگ سر نہ ہوگی کسی خوش صفات سے
ہوگا اگر یہ کام تو خالق کے ہات سے

(۴۱) یہ ہے کنواں جنوں کا، ہر اک جن سے زیر ہے — جنّات سے لڑے کوئی ایسا دلیر ہے
اب کیوں علیؑ کے بھیجنے میں اتنی دیر ہے — جن بھی تو جان لیں کہ خدا کا یہ شیر ہے
یاں بس لڑے گا حیدرؑ کرار آپ کا
بیر الالم میں جائے علمدار آپ کا

(۴۲) اس چاہ میں ہے ایک بیابان پُر خطر رہتا ہے ایک جن وہاں اے سید البشر
ایسی ڈرانی شکل ہے اس کی کہ الحذر ہے نام رعد، غیظ میں آندھی ہے وہ مگر
جاہل ہے وہ کہ حق کو بھی پہچانتا نہیں
گو جانتا بھی ہو وہ مگر مانتا نہیں

(۴۳) یہ سن کے مرتضیٰؑ کو بلایا بہ کرّ و فر اپنی زرہ پنہائی تو حمزہ کی دی سپر
خالق کی تیغ دے کے کسی بھائی کی کمر کودا کنویں میں جھوم کے خالق کا شیر نر
جو دیو تھے یہ کہہ کے وہ سب تھرتھرا گئے
بھاگو ارے جنو! کہ سلیمان آ گئے

(۴۴) آیا علیؑ کو ایک بیاباں وہاں نظر بیٹھا تھا بادشاہ تو اک سمت تخت پر
تلواریں کھینچے دیو کھڑے تھے اِدھر اُدھر اژدر تھے منھ کو کھولے ہوئے مثل شیر نر
نعرہ کیا ڈپٹ کے میں صفدر ہوں ہوشیار
دیکھو تو اژدرو! کہ میں حیدرؑ ہوں ہوشیار

(۴۵) دل پھٹ گیا ہر ایک پری خاک پر گری دیو اس طرف، سپاہ جنوں کی، اُدھر گری
تیغیں کہیں گریں، تو کسی جا سپر گری چلّایا رعد بھی کہ یہ بجلی کدھر گری؟
حیدر بغیر جنگ وہ بستی اجاڑ کر
گھوڑے پہ جھومنے لگے نیزے کو گاڑ کر

(۴۶) تھے تین پہلواں وہاں مشہور روزگار قرطاس اور طیور و ثمراتِ بدشعار
تن کر طیور پہلے بڑھا بہر کارزار موذی کی موت نے یہ ندا دی کہ ہوشیار
مرحب کو جس نے مارا ہے یہ وہ دلیر ہے
عنتر کو تر لہو میں کیا ہے وہ شیر ہے

(۴۷) نعرہ کیا شقی نے یہ گھوڑے پہ جھوم کر آیا جنوں سے لڑنے کو کیسا ہے تو نڈر
اک وار میں ہوا پہ اڑاؤں گا تیرا سر چھانوں گا ایک تیر کے پر سے ترا جگر
نعرہ کیا کہ آ، ابھی ہم تیرا سر اڑائیں
تیروں کے پر تو کیا ہیں فرشتوں کے پر اڑائیں

(۴۸) یہ سن کے زہر اگلنے لگا وہ سیاہ فام　　محبوب رب کے حق میں کیا ناسزا کلام
پھر تو علیؑ نے غیظ میں بس کھینچ لی حسام　　تن کر کہا کہ او ستم آرا زباں کو تھام
پھر جم کے آپ غیظ میں ابھرے جو زین پر
مارا وہ ہاتھ لوٹ گیا سر، زمین پر

(۴۹) قرطاس پھر تو غیظ میں آیا سوئے علیؑ　　بولا میں جن ہوں تم کو جلاؤں گا اے ولی
نعرہ کیا اسد نے کہ خاموش او شقی　　ناری ہے تو، کہ جن ہے جلاتے ہیں ہم ابھی
یہ کہہ کے وار جو کیا وہ بے حیا گرا
شعلے کی طرح اڑ کے جہنم میں جا گرا

(۵۰) قرطاس جب کہ ہوگیا فی النار والسقر　　ثمرات آیا سامنے اژدر کی پشت پر
دعوہ کیا میں دیو ہوں تم کو نہیں ہے ڈر　　فرمایا ہم بھی فخر سلیمانؑ ہیں بے خبر
کیا ڈر بھلا ہو دیو سے دیں کے خدیو کو
ہم باندھتے ہیں چھال سے خرمے کی دیو کو

(۵۱) اس نے کہا کہ دیکھ میں اژدر پہ ہوں سوار　　نعرہ کیا جری نے میں حیدرؑ ہوں، نابکار
لی اُس نے تیغ، آپ نے بھی کھینچی ذوالفقار　　ہلکے سے ایک وار میں موذی نے کھائی مار
بیدم پڑے تھے تینوں کے لاشے زمین پر
جبریل کہہ رہے تھے کہ لعنت ہے تین پر

(۵۲) تینوں کو جب کہ مار چکے ضیغمِ خدا　　زعفر کا باپ سامنے آیا پئے دغا
آتے ہی حملہ ور جو ید اللہ پر ہوا　　حیدرؑ نے ہاتھ پر اُسے بڑھ کر اٹھا لیا
غل تھا کہ جن ہے یا کہ علیؑ کی سپر ہے یہ
یہ دیو ہاتھ پر ہے کہ خیبر کا در ہے یہ

(۵۳) نعرہ کیا کہ دیکھ شہ انبیاء کو مان　　اب بھی امان دوں گا مری التجا کو مان
ہاں اِن بتوں کو چھوڑ دے اور کبریا کو مان　　بندوں کے یہ بنائے ہوئے ہیں خدا کو مان
آئی سمجھ میں، صاحب ایمان ہوگیا
سنتے ہی یہ دلیل مسلمان ہوگیا

(۵۴) یہ دیکھتے ہی رعد جو گرجا مثالِ ابر آیا صنم شکن کی طرف کو ہر ایک گبر
بھرا حسام کھینچ کے اللہ کا ہزبر مرحب کی لاش ہل گئی ڈر سے میانِ قبر
آیا تھا حشر، زیرِ زمیں کو اجاڑ کے
مردے نکل پڑے تھے کفن پھاڑ پھاڑ کے

(۵۵) ان لاکھوں دشمنانِ خدا کے کٹے جو سر آ کر جنوں کے رعد نے کی عرض الحذر
دن سترہ ہوئے کہ ہیں ہم بھوکے سر بسر اب ہم نہ لڑ سکیں گے یہ ہے تیغ یہ سپر
کچھ بھی نہ ہوسکا سپہ بے شمار سے
وہ شیر لڑ رہا ہے اکیلا ہزار سے

(۵۶) واں تو یہ اُس سے کہہ رہے تھے سب وہ بے حیا اتنے میں وقت ظہر کا آیا کہ دن ڈھلا
تکبیر کہہ کے آئے مصلّے پہ مرتضیٰؑ موقع ملا تو رعد گرجتا ہوا بڑھا
جھپٹی جنوں کی فوج بھی وہ نابکار بھی
خود بے چلائے چلنے لگی ذوالفقار بھی

(۵۷) فارغ ہوئے نماز سے جب شاہِ بحر و بر ضیغم کی سمت رعد بڑھا تب بہ کر و فر
شکلیں بدل بدل کے گیا سوئے شیر نر اژدر بنا تو رکھ دیا حیدرؑ نے چیر کر
موذی میں پھر تو دم تھا، نہ بل تھا، نہ زور تھا
وہ رعد کی گرج تھی، نہ وہ زور و شور تھا

(۵۸) پھر تو کچھ اور ہوگیا بیر الالم کا رنگ اڑتے تھے شمعِ تیغ پہ جن صورت پتنگ
کلمہ نبیؐ کا پڑھتے تھے سب دیو ہو کے دنگ ایسے جری کا لال اب آتا ہے بہر جنگ
گو ورثہ دار حیدر کرار ہیں حسینؑ
مظلومیت کے خُلق سے ناچار ہیں حسینؑ

(۵۹) حجت تمام کر کے عدو سے وغا بھی کی پھر الاماں کو سن کے کرم بھی، عطا بھی کی
پھر امت رسولؐ کے حق میں، دعا بھی کی پر شامیوں نے ظلم و ستم بھی، جفا بھی کی
نو لاکھ ایک سمت ہیں شبیرؑ اک طرف
چپکا کھڑا ہے راضی تقدیر اک طرف

(۶۰) کس کس کے ذبح ہونے کا صدمہ جو سہ چکے ۔۔۔ آنکھوں کے آگے بیٹوں کے بھی خون بہہ چکے
حجت تمام کرنے کو کیا کیا نہ کہہ چکے ۔۔۔ اب زندگی بھی موت ہے، دنیا میں رہ چکے
منزل پہ قافلہ گیا شاہِ انام کا
اب کوچ ہے حسین علیہ السلام کا

(۶۱) سنگ و خدنگ منھ پہ لگاتے ہیں اہل کیں ۔۔۔ پانی دکھا دکھا کے بہاتے ہیں اہل کیں
طبل ظفر خوشی سے بجاتے ہیں اہل کیں ۔۔۔ اکبر کا ذکر کر کے رلاتے ہیں اہل کیں
غل ہے اماں ملے نہ شہِ مشرقین کو
نیزے لگا لگا کے گرا دو حسینؑ کو

(۶۲) مولا یہ سوچتے ہیں کہ اللہ کیا کروں ۔۔۔ آتے نہیں ہیں راہ پہ گمراہ کیا کروں
باہر ہے اختیار سے، واللہ کیا کروں ۔۔۔ امت کو کیسے قتل کروں آہ کیا کروں
اب بھی ڈریں خدا سے تو گھر بار بخش دوں
اکبر کے ساتھ خونِ علمدار بخش دوں

(۶۳) پھر حجت اللہ نے حجت تمام کی ۔۔۔ گویا کہ آخری تھی وہ باری کلام کی
فرمایا جان جاتی ہے اس تشنہ کام کی ۔۔۔ ہمت کسی جری کو ہے پانی کے جام کی
سیراب تم ہو اور میں پیاسہ ہوں قہر ہے
یہ نہر اس غریب کی مادر کا مہر ہے

(۶۴) بالاتفاق سب یہ پکارے کہ یا امام ۔۔۔ پانی کا بار بار زباں پر نہ لائیں نام
پیاسے تڑپ تڑپ کے ہی ہو جایئے تمام ۔۔۔ قطرہ بھی دستیاب نہ ہوئے گا کیسا جام
واجب سمجھ لیا ہے عُمر کے سرور کو
واللہ ایک بوند نہ دیں گے حضور کو

(۶۵) یہ سن کے اک فقیر مسافر کا دل دکھا ۔۔۔ سمجھا کوئی غریب ہے آفت میں مبتلا
اک جام آب لے کے سوئے شاہِ دیں چلا ۔۔۔ پہنچا حضورِ شاہ تو روکر یہ دی ندا
لے اے غریب نذر رسول کرام لے
پیاسے خدا کے نام پہ پانی کا جام لے

(۶۶) سیراب ہو، کہ پیاس سے حالت تباہ ہے ظاہر ہے تیرے رخ سے کہ تو بے گناہ ہے
دیندار ہے، مطیع رسالت پناہ ہے ہر دم تری زبان پہ ذکر اللہ ہے
خدمت تری مرے لئے اکسیر ہوئے گی
بیشک تری دعا میں بھی تاثیر ہوئے گی

(۶۷) مظلوم تو اگر مرے حق میں دعا کرے بیشک مری امید براری خدا کرے
شہ نے کہا خدا تری حاجت روا کرے کیا آرزو ہے کہہ؟ کہ دعا یہ گدا کرے
اُس نے کہا کہ پہلے ہے امید چین کی
یعنی نصیب ہوئے زیارت حسینؑ کی

(۶۸) اور ایک آرزو ہے یہ اے بندۂ خدا بیٹا ہے اک حسینؑ کا ہمشکل مصطفےٰ
شہروں میں اُس کے حُسن کا شہرہ ہے جا بجا میں بھی نظر سے دیکھ لوں نقشہ رسولؐ کا
قائم رکھے کریم شہ مشرقین کو
خالق پسر کا بیاہ دکھائے حسینؑ کو

(۶۹) سننا تھا یہ سخن کہ تڑپنے لگے حسینؑ بے ساختہ زباں سے کہا ہائے نور عین
اکبر تری جدائی نے کھویا پدر کا چین لوٹی خزاں نے باپ کے گلشن کی زیب وزین
مشغول خواب میں مرا یوسف جمال ہے
اکبر بہن کے وعدے کا بھی کچھ خیال ہے

(۷۰) پھر بولے اُس فقیر مسافر سے شاہ دیں بھائی تو مجھ غریب کو پہچانتا نہیں
میں ہی حسینؑ ہوں شہ مرداں کا جانشیں گر ہووے اشتیاقِ علی اکبرِ حزیں
جا دیکھ لے جمال مرے نورعین کا
سوتا ہے قتل گاہ میں یوسف حسینؑ کا

(۷۱) یہ سُن کے پیٹنے لگا سر اپنا وہ جواں قدموں پہ سر کو رکھ کے کہا اے شہ زماں
حاضر ہے جامِ آب کریں آپ نوش جاں روکر حسینؑ بولے مجھے تشنگی کہاں
کرتا سوال آب پسر بوتراب کا
حجت تمام کرنے کو سائل تھا آب کا

(۷۲) پیاسہ تو ذبح ہو مرا لشکر پٹوں میں آب — بھائی کنارے نہر ہو بے سر پٹوں میں آب
بے حال ہو شبیہ پیمبر پٹوں میں آب — پیاسہ شہید ہو علی اصغر پٹوں میں آب
تقدیر میں یونہی ہو تو پھر کوئی کیا کرے
لازم ہے ہر بشر کو کہ شکر خدا کرے

(۷۳) رو رو کے پھر تصور اصغر میں یہ کہا — اصغر یہ پانی پیتے ہو، لایا ہے بے نوا؟
اے میرے بے زباں میں ترے حلق پر فدا — گویا یہ آئی لاشہ بے شیر سے ندا
سب سے سوا ہے پیاس کا صدمہ حزینہ کو
بابا حسینؑ پہلے پلا دو سکینہ کو

(۷۴) یہ سن کے سوئے خیمہ چلے شاہِ کربلا — ڈیوڑھی سے اہلبیت پیمبر کو دی صدا
پیاسو! تمہارے حال پہ حق نے کرم کیا — پانی خدا نے بھیجا، کرو شکر کبریا
مجبور ٹھہرنے سے یہ سینہ کباب ہے
پینا ہو گر کسی کو تو حاضر یہ آب ہے

(۷۵) سب نے کہا کہ بہر خدا آپ پیجئے — سیراب ہو کے فاتحہ پیاسوں کا دیجئے
مولا ابھی خیال ہمارا نہ کیجئے — پہلے ذرا سکینہ کا ایما تو لیجئے
وہ بولی آہ قہر ہے جینا حزینہ کا
پیاسہ شہید ہوگیا سقّہ سکینہ کا

(۷۶) بھولے گا مجھ کو داغ چچا کی جدائی کا — رکھنا ہے دل حضور کو گر اپنی جائی کا
پانی پہ فاتحہ دو مرے ننھے بھائی کا — احساں ہے مجھ پہ بادشہ کربلائی کا
آتا ہے یاد حال مجھے بے زبان کا
اصغر کے بعد فاتحہ دو عمو جان کا

(۷۷) ناگہ شہ کی سمت لعینوں کے رخ پھرے — بیکس حسینؑ نرغۂ کفار میں گھرے
قلب رسول پاک پہ تیغ و تبر کرے — زخموں سے چور چور ہوئے خاک پر گرے
آل نبی سے چرخ ستمگار پھر گیا
سوکھے گلے پہ خنجر خونخوار پھر گیا

(۷۸) جب دشت میں جدا سرِ شاہِ امم ہوا غل تھا نہال باغ پیمبرؐ قلم ہوا
پھر فوج میں یہ ظلم کا ساماں بہم ہوا گھوڑوں کے نعل بندھنے لگے یہ ستم ہوا
لاشوں کے روندنے کو جو لشکر ادھر بڑھا
آپس میں پھوٹ پڑ گئی مردم میں شر بڑھا

(۷۹) حر کے رسالے نے یہ بگڑ کر کیا مقال دیکھیں رسالہ دار کا لاشہ ہو پائمال
جیتے ہوئے ہمارے کسی کی یہ ہے مجال دریائے خوں بہے گا ابھی عرصۂ قتال
سارے یہ بندوبست اکھڑ جائیں گے ابھی
عزت پہ آبنی تو بگڑ جائیں گے ابھی

(۸۰) بولا عمر کہ خیر نہ آپس میں شر بڑھاؤ مقتل سے لاشِ حر کو اٹھا کر الگ لٹاؤ
یہ لاش اٹھ گئی تو پکارا کہ جلد جاؤ ہاں یاورانِ شہ کے تنوں پر فرس بھگاؤ
نعلوں سے پاش پاش ہوں پیکر شہیدوں کے
ٹاپوں سے چور چور کرو سر شہیدوں کے

(۸۱) ناگہ بگو کے قاتل اصغر نے دی ندا بندے کی قوم سے ہیں حبیب شہ ھُدا
پامال وہ جو ہوں تو قیامت کروں بپا رسوا ہوں اپنے کنبے میں ہم، یہ نہ ہوئے گا
کیوں کر یہ بارِ رنج و ندامت سہوں گا میں
ہرگز نہ منھ دکھانے کے قابل رہوں گا میں

(۸۲) بولا اٹھاؤ لاشِ حبیب نکو سیر اللہ اس جفا میں اہانت تھی کس قدر
جس پر بگڑ کھڑا ہوا خود شمر خیرہ سر حاکم سے طیش کھا کے یہ بولا وہ اہل شر
اے بے خبر یہ قہر مجھے ناگوار ہے
عباسِ نامدار مرا رشتہ دار ہے

(۸۳) اُس نے کہا یہ غیظ و غضب عقل سے بعید کیا قہر ہے کہ یاد نہیں وعدہ و وعید
یہ وقت کارزار ہے، یا وقت جشنِ عید تو قاتل حسینؑ ہے، تو محسن یزید
سب فوج کی نظر میں ترا اقتدار ہے
چاہے جسے اماں دے تجھے اختیار ہے

(۸۴) یہ سُن کے سوئے نہر وہ ناری رواں ہوا پہنچا جو وہ شریر تو محشر عیاں ہوا
دریا کنارے شیر کا لاشہ تپاں ہوا آواز دی کہ مجھ پہ شقی مہرباں ہوا
میرا لحاظ کیا، نہ ولی نے امام ہوں
میں تو حسین ابن علیؑ کا غلام ہوں

(۸۵) یہ ظلم یہ ستم ارے ظالم خدا سے ڈر میں آلِ مصطفےٰ تو نہیں اے زبوں سیر
سبطِ نبیؐ کے بدلے مجھے پائمال کر ورنہ بتولؑ مجھ سے کہیں گی کہ الحذر
اعدا نے روند ڈالا مرے نورعین کو
عباس تو نے بھی نہ بچایا حسینؑ کو

(۸۶) عباسؑ نامدار کا لاشہ بھی اٹھ گیا شبّرؑ کے یادگار کا لاشہ بھی اٹھ گیا
حضرت کے گلعذار کا لاشہ بھی اٹھ گیا بانو کے شیر خوار کا لاشہ بھی اٹھ گیا
دولت کسی کی گنج شہیداں میں رہ گئی
اک بے وطن کی لاش بیاباں میں رہ گئی

(۸۷) حاکم پکارا شمر سواروں کو لے کے جائے خیر النساء کے لال پہ ہرگز نہ رحم کھائے
جس دم سوار، لاشۂ شہ کے قریب آئے گھوڑے تمام رُک گئے آگے نہ بڑھنے پائے
ہر چند راکبوں نے بڑھایا نہ بڑھ سکے
کوڑے لگا لگا کے ستایا نہ بڑھ سکے

(۸۸) زہرا کا شور تھا مرے بچے پہ رحم کھاؤ اے کوفیو! رسولؐ کو توہین سے بچاؤ
شامی پکارتے تھے کہ جلدی فرس بڑھاؤ رہوار کہہ رہے تھے کہ یارو نہ قہر ڈھاؤ
پر شمر نے لعینوں کی حسرت نکال دی
اور اک ردا حسینؑ کے لاشے پہ ڈال دی

(۸۹) زینب پکاریں اے مرے بچو! مدد کو آؤ قاسم بنے! چچا کی مصیبت پہ رحم کھاؤ
عباس! تم بتولؑ کو توہین سے بچاؤ اکبر! میں کیا کروں کوئی تدبیر تو بتاؤ
نزدیک ہے کہ جن و ملک اشکبار ہوں
بے چین ہوں رسولؐ، علیؑ بیقرار ہوں

(۹۰) بالی سکینہ خیمے سے فوج ستم میں آئی فضہ حرم سے خیمۂ حاکم میں جلد لائی
دربار نابکار میں اعدا کی بھیڑ پائی منہ ہاتھوں سے چھپالیا غیرت سے تھرتھرائی
حاکم نے دی ندا کہ یہ ناچار کون ہے
اس کم سنی میں ایسی حیادار کون ہے

(۹۱) بچی نے تھرتھرا کے کہا سوگوار ہوں سیدانی ہوں، یتیم ہوں اور بیدیار ہوں
اک ظلم کی خبر سے بہت بیقرار ہوں حسرت یہ ہے کہ لاشِ پدر پہ نثار ہوں
للہ اُن کا جیسا مرا غیر حال کر
میں ہاتھ جوڑتی ہوں مجھے پائمال کر

(۹۲) حاکم! میں خاص عترت شاہِ مدینہ ہوں اس دم فقط حسینؑ کی، میں اک معینہ ہوں
اے شمر! سعی کر کہ میں بے حد حزینہ ہوں جو تیرے بھانجے ہیں میں اُن کی سکینہ ہوں
کچھ بول تجھ کو اُن کے غم و یاس کی قسم
اے شمر! تجھ کو حضرت عباسؑ کی قسم

(۹۳) لو مومنو! رسولؐ پہ صدمے گذر گئے سر پیٹ لو سوار اِدھر سے اُدھر گئے
چادر کے ٹکڑے اڑ گئے سم خوں میں بھر گئے زینب پکارتی تھیں کہ اکبر کدھر گئے
ہے ہے قیامت آئی زمانہ بدل گیا
قاسم کے عمو جان کا لاشہ کچل گیا

(۹۴) رولو کہ اب یہ تذکرۂ غم بھی ختم ہے — فصل عزائے سرور عالم بھی ختم ہے
ماتم کرو کہ آج یہ ماتم بھی ختم ہے — مجلس بھی، مرثیہ بھی، محرم بھی ختم ہے
جاتا ہے گھر کو بزم امام غیور سے
بس اب تیم ہوتا ہے رخصت حضور سے

............☆............

کس کی آمد انقلابِ نَو بہ نَو لانے کو ہے

بند: ۹۰

تصنیف: ۱۹۸۳ء بمقام: کوٹ. ڈی. جی. پاکستان

(خلاصہ)

آمد امام عصرؑ ___ ساقی نامہ ___ حالات زمانہ پر تبصرہ ___ تلوار اور گھوڑے کی تعریف ___ فضائل امام عجل اللہ فرجہ ___ نگاہ باطن میں امام کی تشریف لانے کا منظر ___ امام کا سراپا ___ غیبت امامؑ پر مسالک کا عقیدہ ___ غیبت میں جانا ___ شہادت علی اکبر ___

(۱) کس کی ہیبت سنسنی دنیا میں پھیلانے کو ہے — کس کی آمد انقلابِ نو بہ نو لانے کو ہے
بڑھ رہی ہے دل کی دھڑکن اب کوئی آنے کو ہے — چپ بھی ہے قرآن "جاءالحق" بھی فرمانے کو ہے

میکدہ اجڑا ہوا آباد کرتا ہے کوئی
ہچکیاں لیتا ہے مینا، یاد کرتا ہے کوئی

(۲) للہ الحمد! آج ہے پھر بادہ خواروں کا جماؤ — شربت دیدار سے مٹنے کو ہیں فرقت کے گھاؤ
کوثری رندو! وِلا کی لہر میں موجیں اڑاؤ — کہہ رہا ہے دم بہ بدم، دورِ جہاں کا چل چلاؤ

گردشِ گردوں کا کوئی غم نہیں پیہم پیو
دم کرو نادِ علی ہر گھونٹ پر، ہر دم پیو

(۳) ساقیا! یہ بادہ نوشانِ مئے خمِ غدیر — سب گدا اور تیرے فیضِ خاص سے دل کے امیر
یہ بھکاری، تیرے ہاتھوں کی لکیروں کے فقیر — تیری ڈیوڑھی پر مرید، اور ہر جگہ پیروں کے پیر

خیر ہو پیمانے کی تیرے، صبو کی، جام کی
بھیک مل جائے انھیں، مہدیِ دیں کے نام کی

(۴) نام لیوا ہیں ترے اے ساقیِ عالی نژاد — جن کے عصیاں کو بھی ہے ذوقِ ولا پر اعتماد
مر چکیں روحیں، مگر زندہ ہیں دل، پائندہ باد — سب سبق بھولے مگر آدابِ میخانہ ہیں یاد

پشت پر دستِ خدا ہے جس سے بالا دست ہیں
باوفا ایسے تجھے دیکھا نہیں اور مست ہیں

(۵) یہ گدایانہ طبیعت، رندِ شاہانہ مزاج — آستانے پر ترے بیٹھے ہیں دھرنا دے کے آج
خاک ہے ان کی نگاہوں میں دو عالم کا خراج — جام مل جائے تو پھر ٹھوکر پہ سارے تخت و تاج

ان کی جانیں تک مودّت کی لگن میں صَرف ہیں
یہ علیؑ سے رکھتے ہیں نسبت وہ عالی ظرف ہیں

(۶) پھر انھیں ساقی! وہی صہبا پلا حسب مذاق
خلد میں گلرنگ ہیں جس سے نبیوں کے رواق
جس کی ہے بے حرمتی اتنی دل فطرت پہ شاق
نوحؑ کا بیٹا بھی منکر ہو تو ہو جاتا ہے عاق
آیتوں کے جام ہیں، کیوں ہوں رسولوں پر گراں
رنگ پھولوں کا نہیں ہوتا ہے پھولوں پر گراں

(۷) حرمتِ صہبا ملاتا ہے جو زاہد خاک میں
دور اب اس کا ہے لازم گردشِ افلاک میں
کیوں یہ مے واجب نہ ہو دینِ شہِ لولاک میں
جابجا ذکر مودت ہے کتابِ پاک میں
ہے برابر وزن، میزانِ نظر میں تولیے
آتی ہے اس مے کی خوشبو جب بھی قرآں کھولیے

(۸) جو زمیں پر اک عطائے آسمانی ہے وہ مے
جس کا میخانہ مری قرآن خوانی ہے وہ مے
جس کے آگے حوضِ کوثر، پانی پانی ہے وہ مے
جو زلیخائے شریعت کی جوانی ہے وہ مے
منھ کھلا مینا کا جنت کی ہوا آنے لگی
قہقہے کے بدلے حق حق کی صدا آنے لگی

(۹) زاہدو! تم بھی پیو، جو روحِ کوثر ہے وہ مے
جس سے دامن انبیائے پاک کا تر ہے وہ مے
جس کی بوتل مغفرت کا سب کی محضر ہے وہ مے
جو مرے قرآں کے پھولوں کا مقطر ہے وہ مے
کوئی شے ایسی لطیف اسلام کی حد میں نہیں
جو نہیں مے نوش وہ دینِ محمدؐ میں نہیں

(۱۰) اب تو جی بھر کر پیو، جھک کر پیو، ڈٹ کر پیو
بادہ نوشانِ ریائی سے مگر ہٹ کر پیو
بانٹ کر سب کو پیو، لیکن نہ خود بٹ کر پیو
ہوں خراباتی جو رند، اُن سے ذرا کٹ کر پیو
اس دوئی میں بھی ہیں تیور، کفر کی تمہید کے
دائرے میں پہلے آنا چاہیے توحید کے

(۱۱) نام پر اُس کے پیو، جو ہے امام منتظرؑ
گر نظر آجائے، تو دیکھا کریں اہل نظر
جس کے پردے سے، الوہیت کی شانیں جلوہ گر
غیب میں ہے کبریا، غیبت میں یہ رشکِ قمر
عام ہے اب اذنِ جلوہ مطلع الانوار کو
کہہ دے موسیٰؑ سے کوئی آجائیے دیدار کو

(۱۲) عقل و فہم و دانش و بینش، شعور و لاشعور — باد و باراں و سحاب و آب و خاک و نار و نور
ظاہر و باطن کی دنیا، عالم غیب و حضور — سب ظہورا جس کا ہے اُس کے ہیں آثار ظہور
ہر بدی نیکی ہے اب پیدا یہ صورت ہوگئی
قتل و خونریزی سے تمہید قیامت ہوگئی

(۱۳) بھر گئے غداری و غارتگری سے چار دانگ — ظلم کی شورش میں ہر جانب، عدالت کی ہے مانگ
کعبۂ رب سے اذاں کی اٹھنے ہی والی ہے بانگ — اُن کے چہرے فق ہیں جو بھرتے تھے ملاّئی کا سوانگ
غفلتیں، سرمستیاں، نیندیں، بس اب جانے کو ہیں
جاگ اٹھی دنیا تمام، اصحابِ کہف آنے کو ہیں

(۱۴) زلزلے، طوفاں، حوادث، رشوتیں، دھوکے، غرور — بادہ نوشی، حق فروشی، کذب، تہمت، مکر و زُور
والی و قاضی و مفتی، بے خبر، نشے میں چور — شاہدِ غیبت کی ہیں ساری علاماتِ ظہور
ظلم ہے اور ظلم سے بڑھ کر یہ استبداد ہے
خواب گونگے کا ہر اک مظلوم کی فریاد ہے

(۱۵) حکمراں اکثر ہیں فاسق، شر کے سانچے کے ڈھلے — اور وزیر اُن کے ہیں کاذب عیش و عشرت کے پلے
لے کے نذرانے، عدالت کر رہی ہے فیصلے — جیسے مولی اور گاجر، کٹ رہے ہیں یوں گلے
ناگہانی موت ارزاں، زندگانی ہے گراں
خون ہے پانی کے مول اس وقت، پانی ہے گراں

(۱۶) وہ بنائے جاتے ہیں عامل، جو احمق اور سفیہ — وہ ہیں ناقابل، نکالیں حکمِ باطل میں جو فیہ
جابجا ہر دم نظر آتے ہیں یہ منظر، کریہ — زن مشابہ مرد سے، اور مرد عورت کی شبیہ
کر رہی ہیں انجمن سازی زنانِ زندہ دل
لے گئیں مردوں سے بھی بازی زنانِ زندہ دل

(۱۷) بن رہی ہیں اونچی اونچی منزلیں گردوں طواف — پست سے ہے پست سیرت، جس پہ دولت کا غلاف
شورشیں، بلوٰے، بغاوت، ہر حکومت کے خلاف — فتنہ پرور عالمانِ دیں کا باہم اختلاف
لڑنے مرنے کو ہمیشہ سورما تیار ہیں
مُصلحِ عالم کی آمد کے یہ سب آثار ہیں

(۱۸) اہلِ باطل اُس طرف، تولے ہوئے ہیں تیغِ کیں ۔ اِس طرف ہے منتشر، شیرازۂ حبل المتین
روز و شب آپس میں ہیں دست و گریباں اہلِ دیں ۔ ہے شکم حلووں سے پُر، باتیں ہیں تلخی آفریں
کب بھلا یہ خانہ جنگی کام ہے اسلام کا
مسئلے ہیں سب سیاسی، نام ہے اسلام کا

(۱۹) پارہ پارہ ہوگئے اجزائے قومِ بد نصیب ۔ وہ مرض کرتے ہیں اب پیدا جو پہلے تھے طبیب
کچھ کی کچھ کہنے لگے آ کر سرِ منبر خطیب ۔ صبح ”حتّٰی مطلعِ الفجر“ آگئی بالکل قریب
تیغ حیدر میان میں جوہر کے سلجھاتی ہے بل
بل نکالے موذیوں کے اس لئے کھاتی ہے بل

(۲۰) یہ وہی تلوار ہے خیبر شکن، مرحب شکار ۔ بے مثال و بے بدل، لا سیف الّا ذوالفقار
تند و تیز و شعلہ ریز و برق خیز و آبدار ۔ زن سے جب آ کر بڑن بولے قضا ہو بیقرار
دامنِ فیاض میں زخموں کی ارزانی لئے
صورت عباسؑ غازی، دوش پر پانی لئے

(۲۱) وہ بناوٹ ہے حسیں، جس طرح گھونگٹ میں دلہن ۔ ابروئے کج کے خطِ تقدیر کا سا بانکپن
ہلکی پھلکی مثلِ گل اور سر شگاف و صف شکن ۔ حیدرِ کرارؑ کے پُر غیظ ماتھے کی شکن
آنچ ہے اس میں غضب کی خود کبھی جلتی نہیں
جز امامِ وقت دستِ غیر سے چلتی نہیں

(۲۲) جب جھکے طاقِ حرم ہے، جب اٹھے شور اذاں ۔ جب ملے دستِ حسیں ہے، جب کھنچے روح رواں
جب چلے تیرِ نظر ہے جب چبھے نوکِ سناں ۔ جب گرے برقِ تپاں ہے جب پھرے چشمِ بتاں
بختِ حر لڑنے میں ہے اڑنے میں عزرائیل ہے
جب مڑے رحمت کا رخ ہے، جب اُڑے جبریل ہے

(۲۳) دیکھتی ہیں میرے باطن کی نگاہیں یہ سماں ۔ پھر یہی تیغِ علیؑ لاتے ہیں مہدیِ زماں
فرق پر سایہ فگن ہے دینِ احمدؐ کا نشاں ۔ پاؤں میں نعلینِ احمدؐ، تھی جو تاجِ لامکاں
آنکھ میں سمٹی ہوئی ساری بہار کائنات
ہاتھ میں مثلِ محمدؐ اختیارِ کائنات

(۲۴) زیرِ راں وہ رخش جو سرعت میں ہے مانندِ نور — ساز قدرت ساز جس کا زین جس کا رشکِ طور
شہپر جبریل کی کلغی، عنانِ زُلفِ حُور — نور کا توسن ہے یہ، نورِ علیؑ نورِ حضور
بے تکان اس طرح جائے اسلحہ کی دھار پر
جیسے چلتی ہے امامت مرضیِ غفار پر

(۲۵) سر بسر پتلی کمر، سینہ کشادہ، سُم بڑے — گرد ہو آندھی جو اس توسن کی سرعت سے لڑے
نعل پُر تاب و مجلّیٰ، جیسے ماہِ نو جڑے — کیل اک اک اِن کی وہ جو قلبِ باطل میں گڑے
ہے خجل مشکِ ختن، یالِ سیہ سے مانند، رات
نعل جس دن اس کے باندھے جائیں، وہ دن چاندرات

(۲۶) دم قدم سے اس کے راکب کے جو ہیں کُل خشک و تر — ابلق لیل و نہار اس کی ہے گردِ رہ گزر
اس فرس پر راکب دوشِ پیمبرؐ کا پسر — جیسے رف رف پر شب اسریٰ رسولِ بحر و بر
مدح مولا کی طرح، اس کی بھی مدحت فرض ہے
یہ امام عصرؑ کا اعجازِ طیِ ارضؑ ہے

(۲۷) ایسا مرکب لاجواب اور ایسا راکب بے بدل — دوش پر جس کے قبائے حیدری ہے برمحل
صورت شیر خدا، خیبر کشا، ابرو پہ بل — پائے محکم کی دھمک، حیَ علیٰ خیر العمل
شور ہے کہہ دے کوئی جا کر سعودستان سے
فتح مکہ کو علیؑ آئے نبیؐ کی شان سے

(۲۸) روئے روشن سے عیاں ہے تابشِ خُلقِ حسنؑ — ہے تواضع ان کی خُو، کہتی ہے رخ کی ہر شکن
چال ڈھال ایسی کہ یاد آجائیں شبرؑ کے چلن — فرق پر ہے سبز عمامہ، ہرا ہے پیرہن
یادگارِ مجتبیٰ ہیں، صلح کل ہر گام ہیں
ساری دنیا کے لئے یہ امن کا پیغام ہیں

(۲۹) سر سے یوں باندھے ہیں دستارِ رسولِ مشرقین — کربلا کے بن میں جیسے فاطمہؑ کے نورعین
سورۂ والفجر لب پر، لب ہیں گویا دفتین — ہر قدم صبر و سکوں کہتا ہے آتے ہیں حسینؑ
کانپتے ہیں ظلم و ظالم یہ جلالت دیکھ کر
منھ چھپاتا ہے یزیدِ عصر صورت دیکھ کر

(۳۰) دونوں رخسارے ہیں روتے روتے صورت زین العباؑ گھل گئے ہیں آئینہ غمِ شبیرؑ کا
ہے جبینِ پاک پر سجدے کی مہر پر ضیا پرتوِ سجاد ہے، اِس رخ سے روئے با صفا
فتح و نصرت کی دعاؤں کا وظیفہ دیکھیے
شکلِ مجموعی میں ہے شان صحیفہ دیکھیے

(۳۱) کہہ رہا ہے یہ جبیں کا جلوۂ حسن قبول یہ گل گلزار باقرؑ، باغ حکمت کے ہیں پھول
نشتر الہام ہے ان کا جو میراثِ رسولؐ بال کی بھی کھینچ لے گا کھال، از راہِ اصول
اُس ولی اللہ کا ورثہ ہیں اِن کے کُل علوم
جعفری مسلک کا سرچشمہ ہے جو بحر العلوم

(۳۲) کُھل کے گویا ہیں، لب گویا دم حق پروری صدق جعفرؑ کی ہمارے دم سے ہے کھیتی ہری
ہر قدم شاہد ہے حضرت کا طریق رہبری مسلک فقہی کی رو سے آپ بھی ہیں جعفری
ہمسر قرآن، وارث مصحفِ ناطق کے ہیں
پوتے صادق کے، نواسے، مخبر صادق کے ہیں

(۳۳) روئے انور کی متانت، حلمِ کاظمؑ کا جواب خاکساری ان کا ورثہ، جانشین بوترابؑ
رحم دل آنکھوں کا ہے اربابِ بینش سے خطاب غیظ اس دربارِ رحمت میں نہیں ہے باریاب
ہیبت موسیٰ بھی، ضبط موسیٰ دوراں بھی ہے
معنی الکاظمین الغیظ'' کا عرفاں بھی ہے

(۳۴) چشم و ابرو کی ثقاہت، ضامن خوئے رضا ان کی جو مرضی، وہی بالکل رضائے کبریا
ہاں دلادے کفر اگر غصہ، تو ہیں شیرِ خدا حکم دیں جس کو وہی کردے ابھی محشر بپا
آدمی تو آدمی، حیواں پکارے یا علیؑ
شیر قالیں غیظ میں اٹھ کر ڈکارے یا علیؑ

(۳۵) زہد ایسا ہے کہ پایا جدِ اعلیٰ کا مقام وہ تقیِ پاک تھے، ان پر بھی تقویٰ ہے تمام
مفتخر ہے آپ کے بچپن پہ دورِ صبح و شام ہیں نویں ہادی کی صورت یہ بھی طفلی میں امام
اِن کے دیکھو پانچ سال اور ان کے دیکھو نو برس
خضر ان کے مُقتدی ہیں، عمر، کتنے سو برس

(۳۶) ہیں جو دامن میں لئے، جانِ تقیؑ، شانِ تقیؑ ارض بطحا پر مہکتا ہے گلستانِ تقیؑ
جلوہ گاہِ طور سینا، شمعِ ایوانِ تقیؑ چودھویں کا ماہِ شعباں، بدرِ تابانِ تقیؑ
پُر ضیا جیسے ہیں یہ، ایسے ہی پُر ضو تھے علیؑ
خود ہیں یہ چوتھے محمدؑ اور جد چوتھے علیؑ

(۳۷) شکل کہتی ہے کہ بابا ہیں انھیں کے عسکریؑ عسکر علم و عمل، جن کا جنودِ سروری
لکھ گئے تفسیر قرآں جو بہ کلکِ حیدری لعل وہ خامے نے اُگلے جن پہ صدقے جوہری
منصب تحریر مقصد، بے طلب ان کو ملا
جو قلم احمدؐ نے مانگا تھا وہ اب ان کو ملا

(۳۸) ایسے اسلافِ معظم کے مکرم ہیں یہ لال جن کے چہروں میں ہے اللہ جمیلٌ کا جمال
ظلم کی گردن اڑا دیں، مرکزی یہ ہے خیال میان میں وہ سیف ہے، لاسیف جس کی نیک فال
کانپتے ہیں اہل باطل تیغِ حیدر دیکھ کر
گند ہیں سب جوہری ہتھیار جوہر دیکھ کر

(۳۹) بے عمل دنیا کے تیروں کا جو ہے سینہ، ہدف ہے مصلّائے عمل کھولے ہوئے پلکوں کی صف
رہ نما روحِ نبیؐ، پُشتی پہ سلطانِ نجف کربلا دل میں بسی ہے، رخ ہے کعبہ کی طرف
بازوؤں سے انتقامی جوش ہے چمٹا ہوا
خونِ حیدرؑ کا کلائی میں ہے سب سمٹا ہوا

(۴۰) جاکے ٹکرائی منا سے جب نگاہ دوربیں یاد آیا ایک مقتل، دل ہوا اندوہ گیں
لب چبا کر، غیظ میں بھر کر جو الٹی آستیں تھرتھراتا ہے تزلزل، کانپ اٹھی ہے زمیں
زلزلے طبقے الٹنے پر اڑے ہیں دیر سے
چرخ، گیتی کے سرے دابے کھڑے ہیں دیر سے

(۴۱) اب جماعت کا جو بیت اللہ میں ہے اہتمام ہے مساواتِ حقیقی کا عجب دلکش نظام
ایک صف میں ہیں خضرؑ، اصحاب کہف اور خاص و عام مقتدی ہے اک پیمبر، مقتدا ہے اک امام
وہ جو تھے مرعوب، عیسیٰؑ سے رسالت دیکھ کر
اِن کی صورت دیکھتے ہیں، اُن کے صورت دیکھ کر

(۴۲) مہدیٔ برحق ہیں یہ، شکل و شباہت سے کھلا — ہُو بہ ہُو نقشہ وہی ہے جو پیمبرؐ نے کہا
مہدی کاذب بھی آئیں گے اُنھیں یہ علم تھا — اس لئے بتلا گئے حضرت، سراپا آپا کا
غایۃ المقصود و اعلام الوریٰ میں دیکھئے
صاف آئینہ ہے قولِ مصطفیٰ میں دیکھئے

(۴۳) مختصر یہ ہیں علاماتِ وجودِ ارجمند — گندمی رنگت، مثالِ مصطفیٰؐ، خالق پسند
قدمیانہ، بینیٔ پُر نُور باریک و بلند — جبہ روشن کشادہ، چاند سے جو چار چند
آبِ دنداں رشکِ انجم، سر بسر گیسو گھنے
دوش پر زلفیں پڑی، آنکھیں بڑی ابرو گھنے

(۴۴) وہ گھنے ابرو جو پیوستہ، خمیدہ، سربسر — داہنے رخسار پر تِل غیرتِ نجمِ سحر
لیلۃ القدرِ مہِ شعباں کا عالم ریش پر — دونوں رخسارے منور، ایک شب میں دو قمر
اپنے نانا سے مشابہ خال بھی اور بال بھی
خَلق بھی اور خُلق بھی افعال بھی، اقوال بھی

(۴۵) میرے باطن نے جو دیکھی ہے یہ صورت یہ سماں — یہ تولّا کا اثر ہے، یہ عقیدت کا نشاں
صفحۂ تاریخ میں بھی یہ جمالِ ضوفشاں — مندرج صدیوں سے ہے بے اختلاف و بے گماں
سب نے مانا ہے کہ مہدی مژدۂ حق لائیں گے
آچکے، غیبت میں ہیں، جب آئیں گے تب آئیں گے

(۴۶) وہ محمد ابن طلحہ[۲]، جن کا مسلک شافعی — وہ علی بنِ محمد[۳] مستند جو[۴] مالکی
ابن عربی یعنی محی[۶] الدین دینِ حنبلی — رہبر احناف، قاری بے بدل ملّا[۷] علی
ساتھ ان سب کے جو عبد الحق محدث[۸] آئے ہیں
بزم میں جامی[۹] بھی اک جامِ شواہد لائے ہیں

(۴۷) شیخ با توقیر[۱۰] ابن احمد خشاب سا — دولت آبادی شہاب الدین[۱۱]، مرد پارسا
ابن یوسف گنجوی[۱۲]، ملّا حسین[۱۳] باخدا — سبطِ ابنِ جوزی[۱۴] علامہ و شمعِ ہدیٰ
بزم مہدی کے مکیں ہیں شیخ شعرانی[۱۵] کے پاس
اور یہی لعل و جواہر ہیں بدخشانی[۱۶] کے پاس

(۴۸) حنبلیٔ نورِ بصیرت کی ہیں اک طلعت لئے — اور علاو الدّولہ سمنانی[18] بھی یہ دولت لئے
شیخ قندوزی[19] بھی قندِ دانش و حکمت لئے — حضرت حجت کی غیبت کے لئے حجت لئے
زینتِ محفل سیوطی[20] کے در شہوار ہیں
شیخ واعظ کاشفی[21] بھی کاشفِ اسرار ہیں

(۴۹) جو بیاں ان کا وہی بالکل صواعق کا بیاں — وہ صواعق جس کے معنی ہیں لغت میں بجلیاں
بجلیاں جو پھونکتی آئیں ہمارے آشیاں — اب وہی گر کر یہاں ہیں صَرفِ تعمیرِ مکاں
صاف کرتے ہیں رقم ابن حجر[22] پتھر کے لال
''اعلم امت تھے بچپن میں بھی یہ حیدر کے لال''

(۵۰) ہیں صحاحِ ستۂ مشہور میں قائل سبھی — ابن ماجہ، مسلم و مسند، بخاری، ترمذی
شمع لے کر ڈھونڈنے کی اب ضرورت کیا رہی — کافی و وافی ہے اک مشکوٰۃ ہی کی روشنی
یہ رقم ہے جس میں ختمِ وقتِ غیبت کے لئے
آئیں گے عیسیٰ سر دست ان کی بیعت کے لئے

(۵۱) غیبتِ مہدیِ دیں کے باب میں اے مدعی — اور ہے اجماع کس کا نام؟ قائل ہیں سبھی
شافعی و مالکی و حنبلی و جعفری — اِن مسالک کے سوا، سب سے سوا احناف بھی
قول ان کے رد کرے منطق میں اتنا دم نہیں
یہ سب اجماعِ سقیفہ سے عدد میں کم نہیں

(۵۲) جس قدر اس سلسلے کی ہیں روایات حسن — یا صحابی کا بیاں، یا تابعی کا ہے سخن
آندھیوں میں بھی ہیں محکم تر یہ سب نخلِ کہن — ایک جھونکے کے ہیں باقی سارے برساتی چمن
رائے ایسے معتبر لوگوں کی گر صائب نہیں
دین ہی غائب ہے پھر مہدی اگر غائب نہیں

(۵۳) خضرِ دیں قبل از ولادت تھے یہ عیسیٰ کی طرح — بطن میں مادر سے باتیں کیں مسیحا کی طرح
حمل پوشیدہ رہا ان کا بھی موسیٰ کی طرح — بچپنے میں علم کی پیری تھی یحییٰ کی طرح
نورِ حق کی یہ کرامت عقل سے کب دور ہے
نور ہیں یہ، ان کی تاریخ ولادت نور ہے

(۵۴) یہ بیانات قوی جن کا تواتر معتبر — مختلف انداز میں مہدی کی دیتے ہیں خبر
ہے کسی جا صاف غیبت اور کہیں اس طور پر — ہیں یہی قائم، یہی باقی، یہی ہیں منتظر
کرسیاں ہیں مختلف، سردار و منصب ایک ہے
پھیر ہے الفاظ کا، ہر پھر کے مطلب ایک ہے

(۵۵) یہ جو ہیں اُنیس مذکورہ حوالے مستند — چودھویں معصوم کی غیبت کے حق میں ہیں سند
اور بھی ہیں کچھ حدیثیں، منکر غیبت کا رد — وہ نہ مانیں گے مگر، دل میں جو رکھتے ہیں حسد
یہ تو مانیں جو بیانِ محکمِ قرآن ہے
غیب پر ایمان لانا متقی کی شان ہے

(۵۶) حلق سے سینے میں قرآں کو اتاریں تو ذرا — اس کا دعویٰ ہے کہ حق آئے گا باطل جائے گا
اس جگہ ''حق'' سے اگر مطلب ہے دینِ مصطفیٰ — پھر تو ''حق'' آیا مگر باطل تو باقی ہی رہا
ہے بجز مہدی، وہ کون ایسا نگاہِ غور میں
ایک ہوگا دینِ کُل دنیا کا جس کے دور میں

(۵۷) جبکہ ان کے دم سے پھیلے گا جہاں میں دینِ حق — پھر تو یہ حق ہے کہ اس ''حق'' کے یہی ہیں مستحق
الٹیں پلٹیں منکرِ مہدی جو قرآں کے ورق — چار ہی آیات پڑھ پڑھ کر کلیجے ہوں گے شق
جو مفسر اس جگہ یہ ذکر لائے ہیں عظیم
شان میں مہدیِ برحق کی یہ آئے ہیں عظیم

(۵۸) یہ سبھی عالم، محدث، اہل علم، اہل کلام — منضبط اس مرثیے میں جا بجا جن کے ہیں نام
جائے غیبت، وجہ غیبت بھی بتاتے ہیں تمام — یعنی اب کب اور کہاں اور کیوں ہوئے غائب امام
دل پہ منکر کے جو داغِ عمر طولانی بھی ہے
اس کو دھونے کے لئے کچھ شرم کا پانی بھی ہے

(۵۹) سب یہ لکھتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے جو قبل از وصال — یہ خبر دی تھی سرِ منبر، بہ صد حزن و ملال
آئے گا اک وقت جس میں دین پائے گا زوال — دیدۂ ملت میں ہوگا، مالِ ایماں کا مآل
عدل اٹھ جائے گا، دنیا ظلم سے بھر جائے گی
لوگ زندہ ہوں گے، پر غیرت کی رگ مر جائے گی

(۶۰) حاکمانِ وقت ہوں گے، ظالم گم کردہ راہ　　امن عالم، جور سے ہو جائے گا بالکل تباہ
عترت زہرا سے تب ہوگا نمایاں ایک ماہ　　نام ہوگا اس کا مہدی، تیغ اس کی بے پناہ
عدل سے بھر دے گا دنیا بھر کو وہ، اک آن میں
تول کر نیکی بدی، تلوار کی میزان میں

(۶۱) یاد تھی عباسیوں کو یہ پیمبرؐ کی خبر　　تھے محرف دین کے، ہر دم لگا رہتا تھا ڈر
نام بھی رکھتے تھے مہدی اپنے بیٹوں کا، مگر　　لوگ دھوکا کھاتے کیونکر، ان کی سیرت دیکھ کر
پہلے اولادِ امیہ کو کہا، اظلم ہیں وہ
چور کی داڑھی میں تنکا، پھر یہ سوچا ہم ہیں وہ

(۶۲) دور سے صفاحِ بد کردار کے تا معتمد　　ہر خلیفہ، عترت زہرا سے رکھتا تھا حسد
لے کے جعفر سے حسن تک، چھ امام مستند　　زہر سے ان کے ہوئے تھے راہی ملک ابد
ڈر جو تھا غالب بہت اس کے دل بیتاب میں
معتمد، خود سے بھی تھے بے اعتماد، اس باب میں

(۶۳) اپنے فعلوں پر نظر کر کے گزرتا تھا یہ شک　　میں ہوں وہ ظالم، کہ بدظن تھے رسول اللہ تک
پڑ چکی تھی کان میں جو، اس ولادت کی بھنک　　بیٹھے بیٹھے دیکھتا تھا تیغِ مہدی کی چمک
جستجو کرتا رہا، پر ہاتھ ہی ملتا رہا
یہ چراغ آندھی کی زد میں متصل جلتا رہا

(۶۴) دے چکا جب عسکری کو زہر، مارِ آستیں　　قتلِ مہدی پر کمر باندھی، بہ عزمِ آہنیں
اس کی فوجیں جب حرم میں آپ کے داخل ہوئیں　　ہوگئے سرداب میں غائب کہیں مہدیِ دیں
جو سپاہی ہر طرف سے گھر کو تھے گھیرے ہوئے
ہوگئے اندھے، کہ آنکھیں حق سے تھے پھیرے ہوئے

(۶۵) آپ کے بیت الشرف سے متصل تھا ایک غار　　صورت اصحاب کہف اس غار میں پایا قرار
گھر کو جب چھوڑا تو اپنایا محمدؐ کا شعار　　غارِ ثور اس کا ہے شاہد جس پہ سب کو اعتبار
نائب خاتم ہیں آخر، نرغۂ اغیار میں
وہ چھپے تھے غار میں، یہ بھی چھپے ہیں غار میں

(۶۶) عمر طولانی جو پائی ہے تو حیرت اس میں کیا — خضر ہیں، الیاس ہیں، ادریس ہیں نامِ خدا
عمر کی کشتی کا اِن سب کی خدا ہے ناخدا — اُس نے دی عمرِ طویل اُن کو، انھیں بھی کی عطا
پائی یہ نعمت انھوں نے تو یقیں لانے لگے
مل گئی اولادِ حیدر کو تو بل کھانے لگے

(۶۷) سب نکالے گا یہ بل آکر علیؑ کا جانشیں — ہو چلا ہے جس کے اب جلدی ہی آنے کا یقیں
دو سو اکسٹھ ہیں علاماتِ ظہور شاہ دیں — بیشتر ظاہر ہوئیں، دس بیس باقی رہ گئیں
شہ کی آمد منسلک اللہ کی مرضی سے ہے
اپنی ڈھارس چودھویں شعبان کی عرضی سے ہے

(۶۸) گو نہیں ثابت کسی پر، وقت تشریف حضور — ہے مگر روشن علامت ''ظلم و ظلمت کا وفور''
جبر بڑھتا جا رہا ہے جس قدر نزدیک و دور — کہتی ہے دل کی خلش محسوس کرکے اک سرور
یاالٰہی جلد دنیا ظلم سے معمور ہو
تا کہ ''حق'' آجائے اور دورِ مصائب دور ہو

(۶۹) ہم تو پھر انسانِ ناقص ہیں ہمارا علم کیا — جعفر صادق نے صرف اتنا بتایا ہے پتا
آئے گا جب میرا پوتا، مہدی شرعِ ہدا — روز جمعہ ہوگا، وقتِ عصر، دن عاشور کا
اب تو کہہ سکتا ہوں میں اشکوں سے منہ دھوتے ہوئے
آئیں گے کعبے میں یہ شبیرؑ کو روتے ہوئے

(۷۰) ضبطِ غم کرکے وہ فرض انجام دیں گے لاکلام — پردۂ غیبت الٹنے کا جو ہیں منشائے عام
سب سے پہلے جائیں گے کعبے سے کوفے کو امام — کوفیانِ بے وفا، شورش مچائیں گے تمام
کیا فضا ماضی سے بدلا چاہتے ہو حال کی
کچھ نہیں ہم کو ضرورت فاطمہؑ کے لال کی

(۷۱) سن کے یہ جانِ پیمبر، کھینچ لیں گے ذوالفقار — مارے جائیں گے ہزاروں کوفیانِ بدشعار
مسجدِ کوفہ میں تب آئیں گے شاہِ نامدار — مجلسِ غم ہوگی برپا، کربلا کی یادگار
خود امامِ دیں مصائب جب بیاں فرمائیں گے
روئیں گے، اہلِ عزا پیٹیں گے سر، غش کھائیں گے

(۷۲) کن مصائب کا بیاں فرمائیں گے شاہِ زماں جن پہ ٹکرائے گا جا کر عرش سے شور فغاں
کیا تعجب ہو وہ اکبر کی شہادت کا بیاں ہے مصیبت سی مصیبت، مرگِ فرزند جواں
جس پہ رہ جائے کلیجہ پھٹ کے بوڑھے باپ کا
یا حسین! اس پر رہے صابر، یہ دل تھا آپ کا

(۷۳) بازوئے سرور نے جب پائی شہادت نہر پر تان کر سینہ، کسی بیٹے نے مرنے پر کمر
وہ جواں بیٹا، جو ہمشکل پیمبرؑ سر بسر جس کے سہرے کی تمنا دل میں تھی شام وسحر
عرض کی بابا سے، اب میداں کی رخصت دیجئے
شور ہے ھَل مِن مُبَارِز کا، اجازت دیجئے

(۷۴) سن کے یہ، بیٹے کا منھ تکنے لگے شاہ ہدا دل بھر آیا، ڈبڈبائی آنکھ، اشک غم پیا
چھاؤنی کی سمت دیکھا، دل سنبھالا اور کہا پالنے والی اجازت دے تو ہم کو عذر کیا
ہو پھپھی راضی علی اکبر! تو جاؤ شوق سے
دودھ کا حق بخش دے مادر، تو جاؤ شوق سے

(۷۵) سن کے یہ چومے قدم بابا کے اور تسلیم کی سج کے تن پر اسلحہ، خیمے میں آیا وہ جری
تھی صفِ ماتم یہاں عباس کی بچھی ہوئی سر کو ڈھانپا ماں نے آنسو پونچھتی اٹھیں پھپھی
شان و شوکت دیکھ کر بہنیں قدم لینے لگیں
جھک کے جب مجرا کیا، زینب دعا دینے لگیں

(۷۶) فرش پر بیوہ چچی کے پاس بیٹھا مہ لقا بیبیاں سب روئیں جب پرسہ دیا عباس کا
پھر پھپھی سے یہ گلے میں ڈال کر باہیں کہا اذن بابا نے دیا، اب آپ کی کیا ہے رضا
رو کے وہ بولیں، مجھے تم بھی رلانے آئے ہو
غمزدہ دکھیا کا دکھتا دل دکھانے آئے ہو

(۷۷) بیاہ کا سہرا، مجھے کیا میری جاں، دکھلا چکے بھابی یہ بیٹھی ہیں، ان سے نیگ کیا دلوا چکے
ماں کو حسرت تھی دلہن کی، بیاہ کر کیا لا چکے کہتے تھے صغرا سے ملواؤں گا، کیا ملوا چکے
وہ چلے مرنے کو، ہم مرتے رہے جن کے لئے
کیا کما کر جوگ پالا تھا اسی دن کے لئے

(۷۸) سن کے یہ شکوے پھپھی کے، جھک گیا غازی کا سر　　عمر بھر کی شفقتیں یاد آ گئیں سب سر بسر
ہچکیاں بندھنے لگیں، روئے مچل کر اس قدر　　عرض کی، ہاتھوں کو پھر رکھ کر پھپھی کے پاؤں پر
جنگ کو جاتے ہیں بابا صبر ہم کو کیجئے
واسطہ زہرا کا، میداں کی اجازت دیجئے

(۷۹) کہہ کے "ہے ہے" پیٹ کر بولیں یہ بنت مرتضیٰ　　میں فدا بابا کو روکو، تم سدھارو مہ لقا
موڑ کر بانو کی جانب منھ، خوشامد سے کہا　　دودھ کا حق بخش دو بھابی انھیں بہر خدا
بولیں وہ جیتے رہیں یہ بھی شہِ دلگیر بھی
میں بھی صدقے آپ کے دلبر پہ میرا شیر بھی

(۸۰) شاد ہو کر اکبر غازی اٹھے بہر سلام　　ماں پھپھی نے دی دعا، رونے لگیں بہنیں تمام
شور گریہ میں چلا رن کی طرف وہ نیک نام　　دیر سے ڈیوڑھی پہ حاضر تھا عقابِ تیز گام
چڑھ کے گھوڑے پر، وہ بن بیاہا بنا رخصت ہوا
باپ نے تھامی رکاب اور مہ لقا رخصت ہوا

(۸۱) دشت میں پہنچے، پڑھا تن کر رجز جھپٹے سوار　　لگ گئے کشتوں کے پشتے، وہ کیے تن تن کے وار
شاہِ دیں دیکھا کیے، لختِ جگر کی کارزار　　ناگہاں دیکھا کہ برچھی ہو گئی سینے کے پار
ہائے بیٹا کہہ کے دوڑے آپ مقتل کی طرف
لے گیا گھوڑا، علی اکبر کو، جنگل کی طرف

(۸۲) بڑھنے پائے تھے ابھی چند اک قدم آگے جناب　　یہ غمِ فطری جو تھا، دینے لگیں آنکھیں جواب
جس طرف بھی پاؤں اب اٹھتا تھا با حالِ خراب　　بڑھتے جاتے تھے اُسی جانب کو جانِ بوتراب
اِس طرف کو مڑ گئے، گہ اُس طرف کو پھر گئے
کھل گئی دستار، الجھا پائے اقدس گر گئے

(۸۳) اٹھ کے پھر دوڑے کسی جانب کو اس امید پر　　اس طرف مل جائے گا شاید، مرا نورِ نظر
لب پہ تھا نوحہ، کہ اے حرؑ! اے زہیر پُر جگر　　بچپنے کے میرے ساتھی اے حبیب نامور!
ہے مصیبت کی گھڑی، امداد کو آؤ کوئی
لاش پر کڑیل جواں بیٹے کی پہنچاؤ کوئی

(۸۴) مسلم مظلوم کے پیارو! کہاں ہو جلد آؤ — زینب مغموم کے تارو! مجھے رستہ دکھاؤ
قاسم و عباس! میری بیکسی پر رحم کھاؤ — اے مرے شیرو! نہ مجھکو وقت بد میں بھول جاؤ
کاش لاشے پر علی اکبر کے پہنچاتا کوئی
لو پکارو اب تمہیں بیٹا! نہیں آتا کوئی

(۸۵) اس طرف سے ناگہاں لائیں ہوائیں یہ پیام — اب تو بابا آؤ جلدی! جاں بلب ہے، یہ غلام
اُس طرف دوڑے جو بیتابی میں مولائے انام — کھا کے ٹھوکر گر پڑے اک جسم زخمی پر امام
تھی کشش فطری، دل مضطر کو تڑپانے لگی
دم بدم گیسوئے اکبر کی مہک آنے لگی

(۸۶) "کیا مرے دلبر ہوتم" بولے امامِ تشنہ کام — کھول کر آنکھیں کہا اکبر نے، بابا! السلام
وقت آخر ہو گیا دیدار، رخصت ہے غلام — دم ہے ہونٹوں پر بس اب یٰسین پڑھئے یا امام
پاؤں پھیلا کر یہ کہتے کہتے اکبر سو گئے
پیاس کی شدت میں کوثر کو روانہ ہو گئے

(۸۷) آفریں ہمت پہ تیری اے حسین ابن علی — شیر کو دم توڑتے دیکھا، زباں سے اُف نہ کی
اب جواں کی لاش اٹھنے کی جو منزل آ گئی — یا علیؑ کہہ کر اٹھے، کس لی کمر ٹوٹی ہوئی
جانب خیمہ نظر اُٹھی نہ صحرا کی طرف
پاؤں تھرائے تو دیکھا مڑ کے دریا کی طرف

(۸۸) اشک بہہ کر رہ گئے دل نے مگر آواز دی — اے مرے عباس غازی! اے مرے شیر جری
مر گئے اکبر بھی، پرسے کو نہ آئے تم اخی — دیکھ تو جاؤ ذرا آ کر، ہماری بیکسی
یہ ضعیفی اور یہ شیر ژیاں بیٹے کی لاش
باپ اٹھاتا ہے بڑھاپے میں جواں بیٹے کی لاش

(۸۹) پشت پر لاشہ اٹھائے، بھوکا پیاسا، بے نوا — جا رہا تھا سوئے خیمہ، خاک اڑاتی تھی فضا
دیکھ کر سوئے نجف، کہتی تھی رو کر کربلا — دیجئے آ کر سہارا، یا علیؑ مرتضیٰ
تشنہ لب زخمی ہے تنہا، کوئی بھی یاور نہیں
یہ جواں بیٹے کی میت ہے، در خیبر نہیں

(۹۰) بس نسیم اب مرثیے کو ختم کر بس ختم کر — مجلس غم میں ہیں شامل خود امام منتظر
عرض کر مولائے کل سے ہاتھ اپنے جوڑ کر — جلد اب آجایئے اے حق نمائے بحر و بر

کس طرف جانا تھا آخر کس طرف جاتے ہیں ہم
کون اب ہم کو سنبھالے ٹھوکریں کھاتے ہیں ہم

☆

۔ پہلے مصرع میں کر فعل ہے اور اس مصرع میں فعل معطوفہ کی علامت شکل ایک ہے اور معنی مختلف۔ ایطا نہیں۔

حواشی

۱ مصرع متعلق: چپ بھی ہے قرآن جاء الحق بھی فرمانے کو ہے (بند:۱)
پوری آیت: جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقاً ٥
یعنی حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل مٹنا ہی تھا۔

۲ مصرع متعلق: صبح "حتی مطلع الفجر" آ گئی بالکل قریب (بند:۱۹)
پوری آیت: تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ٥
اس جگہ اس پوری آیت کا مفہوم مراد ہے اور وہ یہ ہے کہ اس رات میں فرشتے اور روح الامین دنیا کے لئے سال بھر کے احکام لے کر اپنے پروردگار کے حکم سے زمین پر آتے ہیں۔ یہ رات صبح طلوع ہونے تک سراپا سلامتی ہے۔

۳ مصرع متعلق: یہ امام عصرؑ کا اعجاز طی الارض ہے۔ (بند:۲۶)
لفظی مفہوم زمین کا لپٹنا۔ مراد فاصلے کا سمٹ جانا۔ جو نبیؐ کے معجزے یا امام یا ولی کی کرامت سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ شب معراج آنحضرتؐ کے اعجاز سے زمین تا عرش کا فاصلہ اتنا سمٹ گیا تھا کہ چشم زدن میں طے ہو گیا۔

۴ مصرع متعلق: وہ محمد ابن طلحہ جن کا مسلک شافعی (بند:۴۶)
دیکھیے ان کی کتاب مطالب السئول۔

۵ مصرع متعلق: وہ علی بن محمد، مستند جو مالکی (بند:۴۶)
دیکھیے ان کی کتاب الفصول المہمۃ۔

۶ مصرع متعلق: ابن عربی یعنی محی الدین دین حنبلی (بند:۴۶)
دیکھیے ان کی کتاب فتوحات۔

۷ مصرع متعلق: رہبر احناف قاری بے بدل ملا علی (بند:۴۶)
دیکھیے ان کی کتاب مرقات شرح مشکوٰۃ۔

۸ مصرع متعلق: ساتھ ان سب کے جو عبدالحق محدث آئے ہیں (بند:۴۶)

یہ مسلک کے اعتبار سے حنفی تھے۔ دیکھئے ان کی کتاب مناقب الائمہ۔

۹ مصرع متعلق: بزم میں جامی بھی اک جامِ شواہد لائے ہیں (بند:۴۶)

یہ بھی مسلک کے اعتبار سے حنفی تھے۔ دیکھئے ان کی کتاب شواہد النبوت۔

۱۰ مصرع متعلق: شیخ با توقیر ابن احمد خشاب سا (بند:۴۷)

دیکھیے ان کی کتاب تاریخ موالید۔

۱۱ مصرع متعلق: دولت آبادی شہاب الدین مرد پارسا (بند:۴۷)

دیکھیے ان کی کتاب ہدایت السعداء۔

۱۲و۱۳ مصرع متعلق: ابن یوسف گنجوی ملا حسین باخدا۔ (بند:۴۷)

دیکھئے ابوعبداللہ محمد بن یوسف گنجوی شافعی کی کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان۔ اور ملا حسین کی کتاب شرح دیوان۔

۱۴ مصرع متعلق: سبط ابن جوزی علامہ و شمع ہدا (بند:۴۷)

دیکھیے ان کی کتاب تذکرۂ خواص الائمہ۔

۱۵ مصرع متعلق: بزم مہدی کے مکیں ہیں شیخ شعرانی کے پاس (بند:۴۷)

دیکھیے ان کی کتاب الیواقیت والجواہر۔

۱۶ مصرع متعلق: اور یہی لعل و جواہر ہیں بدخشانی کے پاس (بند:۴۷)

دیکھئے ان کی کتاب مفتاح النجات۔

۱۷ مصرع متعلق: شبلنجی نور بصیرت کی ہیں اک طلعت لئے۔ (بند:۴۸)

دیکھیے ان کی کتاب نور الابصار۔

۱۸ مصرع متعلق: اور علاء الدولہ سمنانی بھی یہ دولت لئے۔ (بند:۴۸)

دیکھیے ان کی کتاب تاریخ الخمیس۔

۱۹ مصرع متعلق: شیخ قندوزی بھی قند دانش و حکمت لئے۔ (بند:۴۸)

دیکھئے ان کی کتاب ینابیع المودت۔

۲۰ مصرع متعلق: زینت محفل سیوطی کے در شہوار ہیں۔ (بند:۴۸)

دیکھیے ان کی کتاب تفسیر در منثور۔

۲۱ مصرعِ متعلق: شیخ واعظ کاشفی بھی کاشفِ اسرار ہیں۔ (بند:۴۸)
دیکھیے ان کی کتاب تفسیر حسینی۔

۲۲ مصرعِ متعلق: صاف کرتے ہیں رقم ابن حجر، پتھر کے لال۔ (بند:۴۹)
دیکھیے ان کی کتاب صواعق محرقہ۔

۲۳ مصرعِ متعلق: چار ہی آیات پڑھ پڑھ کر کلیجے ہوں گے شق (بند:۵۷)
(اول) سورۂ توبہ کا آیہ۳۲ (فصول مہمہ علی بن محمد مالکی۔ تفسیر کبیر امام رازی۔ در منثور سیوطی۔ (دوم) سورۂ ہود کا آیہ۸۶ (فصول مہمہ، روایت صباغی جو مسلمانوں میں بہت بڑے عالم تھے۔ (سوم) سورۂ نور کا آیہ۵۵ (مطلب واضح)۔ (چہارم) سورۂ زخرف کا آیہ۶۱ (در منثور سیوطی)

چراغِ راہِ نجات است حمدِ ذاتِ خدا

بند: ۳۴

تصنیف: ۱۹۵۰ء کے بعد بمقام: کوٹ. ڈی. جی. پاکستان

(شاعر آل محمدؐ حضرت نسیم امروہوی کا نامکمل فارسی مرثیہ)

(خلاصہ)

حمد باری تعالیٰ ___ صفات خداوند متعال ___ حضرت محمد مصطفیٰؐ مظہر صفات الٰہیہ ہستند ___ مدح مرسل اعظمؐ ___ انبیاء و رسولان را سر بلندی و عظمت بہ صدقہ نور محمد دادہ شدہ ___ بذریعہ معراج رسولؐ را اعلان گشت ___ مدح امام علی رضاؑ ___ آنکہ در نجف است مرتضیٰ است و آنکہ در طوس است رضا است ___ امام علی رضاؑ دلیل خداوند متعال ___ امام رضا علیہ السلام مصداق آیہ اولی الامر ھستند ___ صفات نبیؐ و علیؑ در امام رضا یافتہ می شوند ___

(۱) چراغِ راہِ نجات است حمد ذاتِ خدا — معینِ مرگ و حیات است حمدِ ذاتِ خدا
برأت است و برات است حمد ذاتِ خدا — ز احسن حسنات است حمدِ ذاتِ خدا
ہمیں کہ موجب الطاف بی حد و عد شد
خطاب خاتم دوراں نہ حمد احمد شد

(۲) زہی وقار کہ ہم شکر ہست و ہم نعمت — لباسِ شاہد اسلام، زیور طاعت
نوید بخششِ معبود، نسخۂ صحت — شریک سبع مثانی، سفینۂ رحمت
بمرگ و زیست مددگار و آشنا باشد
بتنگی لحد "الحمد" فاتحہ باشد

(۳) تمام حمد پئے اُو کہ مثلِ اُوست محال — کمالِ اُوست منزہ ز اکتساب و زوال
بیک وتیرہ و یکرنگ ہست در ہمہ حال — بفعل، فاعل ماضی و حال و استقبال
بحکم قدرت خود مصدر العجائب ہست
کہ حاضر و متکلم ز چشم غائب ہست

(۴) بہر زمین اثر دارد و نشانی نیست — بہر فلک و ظہورش بر آسمانی نیست
بہر زمان وجود است و در زمانی نیست — بہر مکان مکین است و در مکانی نیست
بہیچ مسجد و معبد ندیدہ ام بخدا
بہر صنم کدہ دیدمش قسم بخدا

(۵) نہ کوکب است نہ مہر مبیں نہ بدر و ہلال — کمال ذات کہ مجتمع صفات کمال
غفور و ماہر افعال و مدرک احوال — کریم و صادق وحی و رحیم و واقف حال
نگاہ مضطر و حرماں بسر نمی آید
کہ ہست پیشِ نظر در نظر نمی آید

(۶) ضمیر واحد غائب، میانِ قلب و ضمیر — علیم و عالم و علم و لطیف و خبیر
مرید و قادر و سلطان کن فکاں و قدیر — بغیر گوش سمیع و بغیر چشم بصیر
چو مبتداش بگویم نہ منتہا دارد
نہ انتہا متعیّن، نہ ابتدا دارد

(۷) نہ شعلہ و نہ شرار و نہ ظل نہ بقعۂ نور — نہ ایمن است نہ برق و شجر نہ جلوۂ طور
ز ہست و نیست مبرّا نہ اُو قریب نہ دور — میان مردمک چشم و از نظر مستور
ہزار دور شود رسم و راہ می دارم
چسان حجاب کند در نگاہ می دارم

(۸) بقلب طالب و مطلوب بود و باش کند — نہ روح و تن کہ بپوشد لباس و آش کند
ہماں مکین دل من کہ دل تلاش کند — نگاہِ عشق تماشائے حُسن کاش کند
اگر تلاش و تمنائے پیکر ذات است
ببین جمال محمدؐ کہ مظہر ذات است

(۹) ظہورِ ذاتِ جنابِ نبیؐ ظہور خدا است — عجیب رتبہ ختم الرسل حضور خدا است
ہمین امیر جہاں آمر امور خدا است — زہی وقار کہ نور حضور نور خدااست
نسیم، مدح رسول ودود می خواند
مگر خدا و خدائ درود می خواند

(۱۰) ز فیض نور محمدؐ ظہور عالم ہست — ہمیں جمال کہ وجہ سرور عالم ہست
ظہور دہر ظہور حضور عالم ہست — وجود عالم نور است و نور عالم ہست
عجب گلیست کز و خلق باغ باغ بود
خود آفتاب بہ پیشش گل چراغ بود

(۱۱) ز انبیا و رسولاں بلند پایہ بود — سوائ علم و کرامت نہ ہیچ مایہ بود
مثال مصحف رویش بخلق آیہ بود — کہ نخل قامت موزوں بغیر سایہ بود
فدائ منزلت و اقتدار و پایۂ او
باسمان "شب معراج" گشت سایۂ او

(۱۲) نبیؐ نسیمِ بہشت و شمیمِ باغِ نعیم ندید ہیچ کسی سایۂ نسیم و شمیم
زہی عطا و زہی رحمتِ خدای رحیم بہ انس و حور و ملک کرد سایہ اش تقسیم
بخاک وسمہ کشِ گیسوی زلیخا شد
بخلد مردمک چشم ہای حورا شد

(۱۳) وجود سایہ کہ باشد دلیل ظلمت راہ کُجا رسول، کُجا ظلمتِ جہانِ سیاہ
عیاں چہ طور شود بر زمین سایۂ ماہ نبیؐ است عین بصیرت برای اہل نگاہ
عجب مکن چو بجہانی میان راہ ندید
بلی ز چشم کسے سایۂ نگاہ ندید

(۱۴) دلم بصورت آئینہ محو حیرت ہست لوازماتِ بشر نیست شکل و صورت ہست
کرامت نبوی یا طلسم قدرت ہست وجود ظل خدا ہم ز راہ شہرت ہست
بلی نہ سایہ شاہ حجاز می باید
کہ در خدا و نبیؐ امتیاز می باید

(۱۵) کسی نظیر شہنشاہ نامدار نہ شُد در انبیای سلف ہیچ ہم وقار نہ شُد
کہ بر بُراق بہشتی کسی سوار نہ شُد جلیس خلوت و مہمانِ کردگار نہ شُد
بقصر چرخ مقرنس بسان ماہ رسید
مگر بچشم زدن صورت نگاہ رسید

(۱۶) مثیل شاہد اسریٰ کُجا خفی و جلی سوای پرتو ذاتش کہ نام اوست علیؑ
ہمان بنص جلی رہبر و امام و ولی نہ خود کہ یازدہ فرزند ہادی ازلی
بخاکِ پاک نجف او کہ مرتضیٰ باشد
بارض طوس اگر بنگری رضا باشد

(۱۷) رضاؑ کہ پیکر تسلیم و صاحب باطن رضاؑ کہ راضی تقدیر و ماسنِ مومن
رضاؑ کہ در رہِ حُسن عمل ز بس محسن رضاؑ کہ مرضی معبود و ضامن ثامن
رضاؑ کہ رشد و ہدایت اساس مقصد اُو
شہید و شاہد جہد و جہاد مشہد اُو

(۱۸) دلیل قدرت و عظمت برای اہل یقیں   نگاہ مرحمت او باہوی مسکیں
ردای ابر ز لطفش نصیب چرخ بریں   نزول رحمت باری ورود او بزمیں
ز عرش پاک سوی فرش خاک نور آمد
بلی بخانۂ موسیٰ نہال طور آمد

(۱۹) بفیض آمد او نو بہار ہم آمد   شگفت چوں گل تازہ ہزار ہم آمد
سحاب رحمت پروردگار ہم آمد   بیادِ ساقی رنگیں خمار ہم آمد
و زید باد بہاران چو رہزن صد ہوش
چمن بعطر و عناول بنغمگی مدہوش

(۲۰) گلی شگفت کہ ہمتاش باغ گل نشود   ی بہشت نظیر ایاغ گل نشود
شیم خلد حریف دماغ گل نشود   گہی ز باد خزاں گل چراغ گل نشود
ز جام لالہ و گل زہر بادہ کش گردید
مگر نسیم کہ بیروں ز جامہ اش گردید

(۲۱) چرا سرش نفرازد درخت لالہ و گل   کہ عرش و کرسی گیتی است تخت لالہ و گل
عطائے یار خدا ساز و رخت لالہ و گل   ز رنگ آل بتابید بخت لالہ و گل
ہزار مرغ نگاہ خدا پرستانی
بروی مصحف گل ہست دور قرآنی

(۲۲) وفور سبزی و نزہت نشاط جاں بکنار   ظہور فصل بہاری بدل نوید قرار
عجیب دلکش و فرحت فزا و کیف آثار   بزید گنبد خضرا ز مُردیں اشجار
کسی ندید بباغ جہاں درخت چنیں
برنگ حسنِ حسنؓ یافت سبز بخت چنیں

(۲۳) چو حسن یوسف گل در چمن عیاں گردید   فضا بسان زلیخا ز بس جواں گردید
فقط نہ غنچۂ تر زیب گل ستاں گردید   شگوفہ ایست کہ ہر خار تر زباں گردید
بزُہتی بلبِ سبزہ ایں خطاب آمد
دمید سبزی خط بر چمن شباب آمد

(۲۴) زہی شباب نہالان دلکش و دلدوز   نشاط خیز و سرور آفرین و کلفت سوز
بہار برگ و گل نورسیدۂ نوروز   بصر نواز و بصیرت فروز و جان افروز

زیارت چمن ایں وقت فرض عینی ہست
کہ ہر ورق حسنی ہر گلی حسینی ہست

(۲۵) چو نخلبند ازل کرد باب رحمت باز   صلات شکر بہاراں کند جہانِ حجاز
نہال باغ کہ صف بستہ اند بہر نماز   روش کشاد مُصلّای خود بعجز و نیاز

شجر قیام نماید، جبل قعود کند
گلی کہ ریخت بخاک چمن سجود کند

(۲۶) ببیں نگارش گل بی قیاس و اندازہ   نفیر نغمۂ بلبل بلند آوازہ
عبیر رنگ شفق بر رخ چمن غازہ   شگفت غنچۂ دل شد مشام جاں تازہ

شمیم گیسوی سنبل بفخر و ناز آمد
نسیم صبح تمنا در اہتزاز آمد

(۲۷) دم مسیح بشکل صبا چو کرد ظہور   شد اختلال بکلی ز طبع عالم دور
نگاہ کن! دل مجروح لالۂ رنجور   برای نام نشاں ماند زخم شد کافور

بکشت سبزۂ خوابیدہ خضر منزلہا
کہ زہر مرہم ز نگار شد پی دلہا

(۲۸) تن خودش چو جواہر نگار می بیند   نہال حُسن و نمود بہار می بیند
بہار قدرت پروردگار می بیند   بسوی ہر ثمری چند بار میں بیند

چہ حیرتی است چو ایں قدر جاذب نظری است
کہ از ولایت سلطان طوس ایں ثمری است

(۲۹) شگوفہ و گل و غنچہ چمن چمن بدمید   تصدق در شبنم عدن عدن بدمید
غزال باد بہاری دمن دمن بدمید   کشود نافۂ و نکہت ختن ختن بدمید

ہزار سال کہ رضوان بکشت جنت را
بشوق سیر گلستاں بہشت جنت را

(۳۰) چو ایں بہار دل افروز و دل نشیں آمد نسیم خلد پی دید بر زمیں آمد
فلک بحیرت از ایں منظر حسیں آمد بہشت گفت کہ ہادی ہشتمیں آمد
خوشا نصیب کہ روی امام می بینم
بہار باغ رسولؐ انام می بینم

(۳۱) بہار آمد و نوروز پر بہار آمد نوید مرحمت و لطف کردگار آمد
بسوی میکدہ ہر رند میکسار آمد بجبر فطرت مضطر باختیار آمد
بسر خمار بلب ساقیا شراب شراب
بسوخت ز آتش گل دل جگر کباب کباب

(۳۲) ہماں شراب کہ تقدیس عام می باشد بدین پاک مودت بنام می باشد
شریک دورۂ قرآں مدام می باشد حلال در حد بیت الحرام می باشد
دلیل خلد ہمیں بادۂ جلیل شود
برای من بط می مثل جبرئیل شود

(۳۳) رموز عشق زبانم چو منجلی گوید کرامتی است کہ ہر رند یا ولی گوید
کلام حق لب مینا جلی جلی گوید بجای نغمہ قل قل علیؑ علیؑ گوید
اشارہ ایست کہ ایں جاست احترام علیؑ
بنوش جام درود رضا بنام علیؑ

(۳۴) شگفت آں گل گلزار حضرت خاتم کزو شود بعرب سر بلند خاک عجم
زروی نصِ اُولی الامر آیۂ محکم غریب آل امیر جہاں امام امم
برای پیکر دیں صد حیات صلِّ علیٰ
علیؑ بذات و نبیؐ در صفات صلِّ علیٰ

☆

سلام

مجال کیا آفتاب کی ہے کہ دیکھے سوئے جناب زینبؑ
جلال نور محمدی ہے بوجہ زہرا نقاب زینبؑ

لہو میں شامل ہے ماں کی عصمت پدر کے جوہر شریک طینت
یہ نور وحدت کے دہرے پردے نقاب زینبؑ حجاب زینبؑ

نبیؐ و زہراؑ علیؑ و شبرؑ حسینؑ و جان حسینؑ و باقرؑ
یہ سات معصوم ہستیاں ہیں گواہ علم الکتاب زینبؑ

شریک صبر امام عالی رموز مقتل سمجھنے والی
محدثہ عالمہ فقیہہ مفسر غم جناب زینبؑ

ہے خضر راہ جناب عابدؑ نگاہ ان کی صلاح ان کی
امامت وقت چل رہی ہے بفکر حکمت مآب زینبؑ

لرزی ہے زمین کوفہ بدل رہا ہے دلوں کا عالم
بکھر رہے ہیں فضا میں جلوے ابھر رہا ہے خطاب زینبؑ

نہ استقامت سے منھ کو موڑا یزیدیت کا غرور توڑا
جھکا ہے فرعون شام و کوفہ یہ صبر میں رعب وداب زینبؑ

نہ کارواں یوں لٹا ہے کوئی نہ کوئی زن میر کارواں ہے
قلم پٹک کر اٹھے مورخ کہاں سے لائیں جواب زینبؑ

ہزار باتوں کی وقت مدحت نسیم اک بات حق کی کہہ دو
جو مرتضیٰؑ بعد مصطفےٰ ہیں وہ بعد زہراؑ جناب زینبؑ

سلام

اکھاڑے باب خیبر کو جو صفدر ہو تو ایسا ہو
اٹھا لے ہاتھ پر در، علم کا در ہو تو ایسا ہو

عدو ہوں معترف جس کے غضنفر ہو تو ایسا ہو
دلوں کو فتح جو کرلے دلاور ہو تو ایسا ہو

علیؑ بحر کرامت حضرت شبیرؑ ہیں مرجاں
جو دریا ہو تو ایسا ہو جو گوہر ہو تو ایسا ہو

علی فرق نبی اور ان کے سر پر تاج مولائی
اگر سر ہو تو ایسا ہو جو افسر ہو تو ایسا ہو

کیا اژدر کو جھولے میں دو پارہ کہہ اٹھے موسیٰ
جو بازو ہوں تو ایسے ہوں جو حیدر ہو تو ایسا ہو

علیؑ ہیں خانہ زاد حق کنیز اللہ کی زہراؑ
جو بی بی ہو تو ایسی ہو جو شوہر ہو تو ایسا ہو

جہاز اسلام کا سجادؑ نے زنجیر سے روکا
نبیؐ کی ڈوبتی کشتی کا لنگر ہو تو ایسا ہو

بنا آب بقا حر کے لئے تلوار کا پانی
کوئی پیاسا نصیبے کا سکندر ہو تو ایسا ہو

بہن کو شاہ ماں سمجھے وہ بابا سمجھیں بھائی کو
جو خواہر ہو تو ایسی ہو برادر ہو تو ایسا ہو

نسیم اکبر کی تکبیروں پہ یاد آجاتے ہیں احمد
صدا میں جذبۂ اللہ اکبر ہو تو ایسا ہو

سلام

لکھو تاریخ ہستی گر ہماری داستانوں سے
بنیں گی سرخیاں تک موت کے رنگیں فسانوں سے
سرِ میداں جو ٹکراتے تھے سینوں کو سِنانوں سے
اَجل مغلوب ہو کر رہ گئی اُن نیمجانوں سے
جوانی کے سبق سُن سُن کے بچوں کی زبانوں سے
جہادِ کربلا میں بڑھ گئے بوڑھے جوانوں سے
مِ مدحت اُٹھایا جب قلم یاد آ گئے حیدر
شگافِ کلّۂ اژدر کھلا کالی زبانوں سے
وہ کیا نافہم سمجھے بائے بسم اللہ کی وسعت
علیؑ اِس ''ب'' کا ہیں نقطہ سُنا ہے نکتہ دانوں سے
لئے ہے گود میں اپنی، سوارِ دوشِ احمدؐ کو
زمین کربلا بالا ہے ساتوں آسمانوں سے
کرے گی سامنا کیا، قوت باطل شہیدوں کا
قضا، آنکھیں چراتی تھی حسینی نوجوانوں سے
حسینی غازیوں نے پسلیوں سے توڑ دیں انیاں
وہ یوں بڑھ بڑھ کے ٹکراتے تھے سینوں کو سنانوں سے
سے کیا خوفِ طوفاں ہے سفینہ جس کا وابستہ
بہتّر لنگروں سے اور چودھ بادبانوں سے
غم اکبر میں صرف آنسو بہا لینا نہیں کافی
جازت ہو تو ہم کہدیں نسیم اب نوجوانوں سے

سلام

حسین ابن علیؑ کو حق نے بخشے دوستدار ایسے
نہ ہاتھ آئے کبھی دستِ خدا کو جاں نثار ایسے
نواسے جب چڑھے احمدؐ کے کاندھے پر ملک بولے
سواری چاہیے ایسی ہی جبکہ ہوں سوار ایسے
بھلا حیدر کے آگے ایک در کی کیا حقیقت تھی
اُٹھا کر پھینک دیتے، در اگر ہوتے ہزار ایسے
ہٹو جبریل، رہنے دو، بپر یہ اپنے شہپر کی
بنی ہے دستِ حق کی، کیا رُکے گی ذوالفقار ایسے
وہ میٹھی نیند آئے لے نہ کروٹ بھی قیامت تک
سُلائے گا تھپک کر بوترابی کو فشار ایسے
علیؑ کے ہاتھ پر خندق سے فوج اُتری، تو ہم سمجھے
کریں گے حشر میں دوزخ سے ہر مومن کو پار ایسے
بڑھے حیدر، سوئے خیبر، اُڑائے سر، گرایا در
اسد ایسا ہو، ہاتھ ایسے ہوں تیغ ایسی ہو وار ایسے
کہا سرور نے، یا رب ایک اکبر کی حقیقت کیا
لٹا دوں راہ میں تیری جو تو گل دے ہزار ایسے
نسیم اندیشہ کیا پہلی ہی پیشی میں چھڑا لیں گے
عدالت میں خدا کی ہیں مرے مختار کار ایسے

سلام

جھومتے ہیں باعمل جب ذوقِ ایمانی کے ساتھ
مشکلیں خود سہل ہو جاتی ہیں آسانی کے ساتھ

بر میں ہے کہنہ قبا، سر پر ہے تاجِ انما
کھیلتا ہے بوریا تختِ سلیمانی کے ساتھ

اللہ اللہ مالکِ تسنیم و کوثر کی غذا
لقمۂ نانِ جویں وہ بھی فقط پانی کے ساتھ

وہ نمازِ عصر وہ شبیرؑ کے سجدے کی شان
جھک گئے ہیں دونوں عالم ایک پیشانی کے ساتھ

شہ نے سب زر، گھر، پسر، سر، دے کے اب لے لی رضا
جنتیں آباد کردیں دل کی ویرانی کے ساتھ

حُسن قاسم، طفلیِ بے شیر، اکبر کا شباب
ہائے کیا کیا لٹ گیا اِک گھر کی ویرانی کے ساتھ

مجمع البحرین اخلاص و وفا ٹھہری فرات
خونِ عباسؑ دلاور جب بہا پانی کے ساتھ

کفر پر ظالم کے تھا ہلکا سا پردہ دین کا
اُٹھ گیا وہ بھی سر زینبؑ کی عریانی کے ساتھ

بجلیاں چمکیں سخن کی روشنائی میں نسیم
یوں چلے تیغِ زباں لطفِ زباں دانی کے ساتھ

سلام

عرش و کرسی و ارم، بزمِ عزا چاروں ایک
طاعت و خمس و زکات اور بُکا چاروں ایک

تن میں اضداد فراہم کئے حق نے، اللہ
ہو گئے آتش و خاک، آب و ہوا چاروں ایک

احمدؐ و حیدرؑ و سطبینؑ ہیں نورِ واحد
کیوں خدائی میں نہ ہوں بعدِ خدا چاروں ایک

جائے مدفن کہیں مل جائے کہ ہیں میرے لئے
خلد و مشہد، نجف و دشتِ بلا چاروں ایک

قاسم و اکبر و عباسؑ، جناب سجادؑ
بہر اخلاص و وفا، صبر و رضا چاروں ایک

یحییٰؑ و عابدؑ و یعقوبؑ و جناب زہراؑ
صبر و گریہ میں ہیں یہ خاصِ خدا چاروں ایک

فاتحہ، نادِ علی، خاکِ شفا سورۂ قدر
تپ عصیاں کے لئے بہر شفا چاروں ایک

زینبؑ و بانو و کبرا و جناب شبیرؑ
کرتے تھے شادیٔ اکبر کی دعا چاروں ایک

دونوں آنکھیں یہ مری، ایک زباں اور اک ہاتھ
پائیں گے نوحہ و ماتم کا صلا چاروں ایک

مقبل و محتشم و حضرتِ حسان و نسیم
قدر و عظمت میں ہیں یہ مدح سرا چاروں ایک

رباعیات

حیدر کی عطا پہ ھل اتیٰ شاہد ہے
اور تیغ زنی پہ لافتیٰ شاہد ہے
کعبے کی ولادت پہ پیمبرؐ ہیں گواہ
مسجد کی شہادت پہ خدا شاہد ہے

کونین کو خالق کے ولی نے دیکھا
کیا کیا نہ سعید ازلی نے دیکھا
پوچھو، تو کہیں خضرِ جہاں دیدہ بھی
میں نے نہیں دیکھا جو علیؑ نے دیکھا

پیدا جو ولائے غیر فانی ہو جائے
طوفان نوید کامرانی ہو جائے
کشتی میں اگر بیٹھ کے لوں نام علیؑ
گر آگ کا دریا ہو تو پانی ہو جائے

ہستی کے جہاں سے گزرنا سیکھو
مٹ جاؤ بلا سے، نام کرنا سیکھو
مرنے سے حسینؑ، حشر تک ہیں زندہ
جینا منظور ہے تو مرنا سیکھو

بھوکا پیاسہ جری مدینے والا
آنسو فرطِ عطش سے پینے والا
صابر، شاکر، حلیم، غازی، ساونت
مرنے والا، ہمیشہ جینے والا

سوئی ہوئی دنیا کو جگانے والے
جاگے ہوئے فتنے کو سُلانے والے
اب جلد ہماری بھی بنا دے بگڑی
اسلام کو اسلام بنانے والے

سقّے کو محبّ اہل وفا کہہ دیں گے
کچھ اور بڑھے قلعہ کشا کہہ دیں گے
عباسؑ کو ہم صورتِ حیدرؑ نہ کہو
سن لیں گے نصیری تو خدا کہہ دیں گے

تھا لشکرِ شبیرؑ میں عباسؑ بہادُر
تھا حیدر کرارؑ کا وہ بیش بہا دُر
قطرے جو پسینے کے گرے نہر کے اندر
تھا مچھلیوں میں شور کہ، دریا میں بہا، دُر

عباسؑ سے کون پُر جگر زیر نہیں
شمشیرِ خدا بھی ہیں فقط شیر نہیں
عباسؑ کو کیا زیر کریں گی فوجیں
عباسؑ کے تو نام میں بھی زیر نہیں

میداں میں جو عباسِؑ علمدار آئے
معلوم ہوا جعفر طیارؑ آئے
جن لوگوں نے دیکھے تھے علیؑ کے حملے
وہ بولے کہ لو حیدرؑ کرار آئے

اصغر کا جو ذکر بے زبانی ہو جائے
ہر حال بھی محو خوں فشانی ہو جائے
بچّے نے وہ سختیاں اٹھائی ہیں نسیم
پتھر پہ اگر لکھیے تو پانی ہو جائے

زینب کے جو آئے قتل گہہ میں لڑکے
چھوٹے تھے بڑا نام کیا پر، لڑکے
دریائے شجاعت کے شناور تھے وہ
موتی تھے، نبیؐ کی موتیوں کی لڑکے

گر ذکر حبیب شہ زبانی ہو جائے
ہر لفظ زلیخا کی کہانی ہو جائے
آتا ہے کمر کس کے مظاہر کا پسر
پیری کے ادب سے خم جوانی ہو جائے

تشنہ دہن آب تیغ پینے والا
اسلام کے ساتھ ساتھ جینے والا
خشکی میں چلا رہا ہے اُمّت کا جہاز
کوثر پہ ہے منتظر سفینے والا

حاصل جسے آقا کی حضوری ہو جائے
عصیاں کی تیرگی سے دوری ہو جائے
اے صلِّ علیٰ مجلس پُر نور حسینؑ
ناری بھی یہاں آئے تو نوری ہو جائے

ہر صنف سخن پہ گو کہ قادر ہوں نسیم
پر آلِ محمدؐ کا میں شاعر ہوں نسیم
اُٹھتے ہی مرے ہوگی قیامت برپا
میں مرثیے کا امامِ آخر ہوں نسیم

۱۹۸۵ء

ف:- یہ مصرع خود بخود زبان پر جاری ہوا شاید یہی میری تاریخ رحلت ہو جائے۔
نسیم امروہوی۔ ۱۵؍ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ

عالمی مرثیہ سینٹر نئی دہلی (انڈیا) و نسیم امروہوی میموریل سوسائٹی ٹورینٹو (کنیڈا)

کے زیرِ اہتمام

ڈاکٹر عظیم امروہوی

کی رثائی ادب میں تحقیق

مرثیہ نگارانِ امروہہ ___ خاندانِ نسیم کی مرثیہ گوئی ___ قصیدہ نگارانِ امروہہ

شمیمِ سخن ___ شمیمِ عطش ___ شمیمِ عقیدت

معراجِ سخن ___ ہلالِ غم

اور

مراثیِ نسیم (جلد پنجم)

کے بعد اُن کے اگلے تحقیقی شاہکار

شمیم شہادت

مراثیِ شمیم امروہوی

نسیم شناسی

(نسیم امروہوی پر مقالات)

جلد منظرِ عام پر آرہے ہیں

پیشکش

قسیم امروہوی (پاکستان) وسیم حیدر (کنیڈا) شمیم رضا (دوبئی) تقی رضا (انڈیا)

NASIM AMROHVI MEMORIAL SOCIETY

TORONTO............CANADA

FOUNDERS

JAWAD HYDER

FAWAD HYDER

HAMMAD HYDER AAZAAD

PATRON

QASEEM-IBNE-NASIM (KARACHI)

SYED WASEEM HYDER (TORONTO)

ADDRESS

3077 Bentley Drive
Mississauga, Ontario
L5M6W3, Canada
001-416-305-5519
001-905-593-5519
E-mail: nasimamstc@gmail.com

MARASI-E-NASEEM
VOL. 05
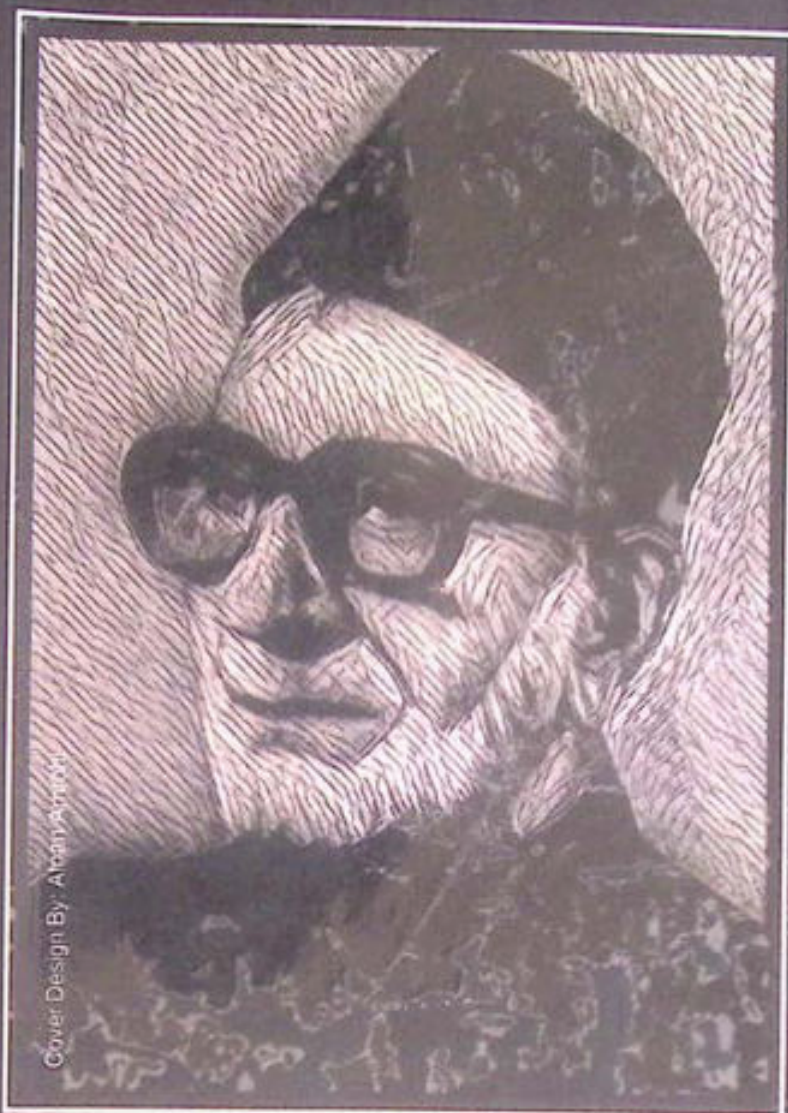
ولادت 1908 — وفات 1987

TEHQEEQ-O-TADVEEN
DR. AZEEM AMROHVI

PAISHKASH
NASEEM AMROHVI MEMORIAL SOCIETY
TORONTO CANADA

ISBN 978-93-83339-76-1

2794 گلی جھوت والی، پہاڑی بھوجلہ، دہلی 110006
Mob: 9810277298, 9810277278
Email : Kitabwala@yahoo.com